1607

إِزَالَةُ الرَّيْبِ

عَنْ عَقِيْدَةِ

عِلْمُ الْغَيْبِ

صاحبزادہ میاں جمیل احمد

ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

هدایۃ المرتاب الیٰ طریق الصّواب

فی تحقیق

ان المعجزۃ والکرامۃ فعل اللہ تعالیٰ وان المعجزات والکرامات علی القول الصحیح امور لا اسبابیۃ وان اللہ تعالیٰ ھو المختار لما یشاء وھو المتصرف فیما فوق الاسباب

الموسوم بہ

راہِ ہدایت

جس میں بڑی تحقیق و جستجو و عرق ریزی سے قرآن کریم صحیح احادیث اور آئمہ اہل السنت والجماعت کی معتبر اور مستند عبارات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے، ان کا اس کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا اور نیز یہ کہ معجزات و کرامات علی الصحیح امورِ لا اسبابی ہیں اور یہ کہ مافوق الاسباب طریق پر مختار کل اور متصرف فی الامور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور نیز فالمدبرات امرًا کی احسن طریق پر تفسیر کر دی گئی ہے اور معجزات، کرامات اور ما فوق الاسباب تصرفات کے سلسلہ میں فریق مخالف کے جملہ پیش کردہ استدلالات کے مسکت جوابات دے دیئے گئے ہیں اور حضرت مرشدنا و مولانا حسین علی صاحب پر بلغۃ الحیران کی ایک عبارت کے پیش نظر فریق مخالف کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا دندان شکن جواب بھی دیا گیا ہے جو صرف اسی کتاب میں آپ کو ملے گا۔ علاوہ ازیں متعدد ابحاث اس میں مذکور ہیں جو بس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ

مؤلفہ حکیم سید عزیز علی شاہ صاحب ثابت حنفی

مقدمہ از حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر خطیب جامع گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ۔ اس کتاب میں سنت، مستحب اور مباح کی تعریف اور بدعت کی مکمل تشریح کی گئی ہے اور دعا بعد نماز جنازہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ اس دعا کا خیر القرون میں وجود نہیں تھا، اور مخالفین کو مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: (۱) ناظم انجمن اسلامیہ مسجد بوہڑ والی۔ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ (۲) ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم متصل گھنٹہ گھر ضلع گوجرانوالہ

Marfat.com

(قال اللہ تعالیٰ)

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ

(قرآن حکیم)

(قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ولا یعلم الغیب اِلَّا اللّٰہ

(مستدرک ج ۱ ص ۔ علی شرط مسلم)

وانشد الامام احمد بن حنبل فی السجن ۔

تبارك من لا یعلم الغیب غیره ... ومن لم یزل یثنی علیه ویذکر

(اجتماع جیوش الاسلامیہ ص ۱۲۳ لابن القیم)

اِزَالَۃُ الرَّیْبِ

عن عقیدۃ

عِلْمُ الْغَیْبِ

جس میں بڑی تحقیق و جستجو اور محنت شاقہ سے قرآن کریم، صحیح احادیث، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہاء کرام، محدثین، اور علماء متکلمین اور بزرگان دین وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی واضح اور روشن تر عبارات اور اقوال اور ٹھوس حوالجات سے مستحکم دلائل اور مضبوط براہین کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور بس کسی ولی اور بزرگ، کسی نبی اور فرشتہ حتیٰ کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب حاصل نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے اور نیز فریق مخالف کے تمام نقلی اور عقلی شبہات کے مسکت جوابات دے کر بفضلہ تعالیٰ اس مسئلہ کے مثبت اور منفی پہلو کی علمی بحث کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی و عطائی وغیرہ کی تمام دور از کار بحثیں بیک نظر سامنے آجاتی ہیں۔

مؤلفہ:۔ ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر:۔ انجمن مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

Marfat.com

طبع اوّل

59490 اگست ۱۹۵۹ء

تعداد ——— ۱۰۰۰

قیمت فی جلد ۔—۔۔—۸

علاوہ محصول ڈاک

مِلنے کا پتہ

(۱) ناظم مدرسہ نُصرۃ العلوم، متّصل گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

(۲) ناظم مدرسہ عربیہ انجمن اسلامیہ۔ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ

[library stamp]

اشرف پریس لاہور۔ ۷ ایبک روڈ میں باہتمام شیخ محمد اشرف پرنٹر چھپی

Marfat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١	انتساب	١٧
٢	خطبۂ کتاب	١٩
٣	سخنہائے گفتنی	٢٠
	بابِ اوّل	
٤	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انباءِ غیب سے وافر حصہ ملا تھا۔ قرآن کریم اور متعدد صحیح احادیث سے ثبوت	٣٥ تا ٤٨
	بابِ دوم	
٥	علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے	٤٩
٦	پہلی دلیل وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الآیۃ	″
٧	دوسری ″ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ الآیۃ	٥٠
٨	لِلّٰهِ میں ظرف کی تقدیم حصر کے لئے ہے	″
٩	تیسری دلیل لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ الآیۃ	٥١
١٠	لہٗ کی تقدیم بھی حصر کے لئے ہے	″
١١	چوتھی دلیل وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ الآیۃ	٥٢
١٢	یہاں بھی حصر اور اختصاص مراد ہے	″
١٣	حضرت جابر رضؓ کی حدیث	٥٣
١٤	″ ابوبکر رضؓ ″ ″	″
١٥	″ عائشہ رضؓ ″ ″	٥٤
١٦	″ شداد بن اوس رضؓ ″ ″	″
١٧	″ امام شافعی رحؒ کا حوالہ	″
١٨	علامہ تفتازانی رحؒ ″ ″	″
١٩	ملّا علی القاری رحؒ ″ ″	″
٢٠	امام صدر الدین اصفہانی کا حوالہ	٥٥
٢١	شیخ سعدی رحؒ ″ ″	″
٢٢	خدا کیسے عالم الغیب ہے جبکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں	″
٢٣	اس کا جواب	″
٢٤	امام نسفی رحؒ۔ شربینی رحؒ۔ ابوالسعود رحؒ۔ قسطلانی رحؒ۔ ابن کثیر رحؒ۔ ابن جریر رحؒ۔ زرقانی رحؒ۔ آلوسی رحؒ۔ اور مجدد الف ثانی رحؒ کا حوالہ	٥٦
٢٥	غیب کی تعریف ائمہ لغت سے	٥٨
	ثعالبی رحؒ، مطرزی رحؒ، عبدالقادر رازی رحؒ	″
	فیروزآبادی رحؒ، الزبیدی رحؒ اور القرشی سے	٥٩
٢٦	اور قاضی بیضاوی رحؒ سے	″
	بابِ سوم	
٢٧	انبیاءِ کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کے خواص و لوازم اور بعثت کے اغراض و مقاصد؟	٦١
٢٨	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کب تشریف لائے؟	٦٤
٢٩	قرآن کریم کیسا آئین ہے؟	٦٥
٣٠	قُلْ لَّآ اَقُوْلُ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ الآیۃ اور اس کی تشریح دربیانِ منصب نبوت	٦٧
٣١	پہلی حدیث حضرت ام سلمہ رضؓ سے	٧٠
٣٢	حضرت امام شافعی رحؒ سے اس کی تشریح	٧١
٣٣	حضرت نووی رحؒ ″ ″ ″	٧٢
٣٤	″ ابن دقیق العید رحؒ ″ ″ ″	٧٢

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۵	حضرت ابن حجر رح سے اس کی تشریح	۷۳
۳۶	" عینی رح " " "	۷۵
۳۷	" قسطلانی رح " " "	//
۳۸	" العزیزی رح " " "	۷۶
۳۹	" شیخ عبدالحق رح " " "	//
۴۰	" نواب قطب الدین رح " " "	
۴۱	" علامہ خفاجی رح " " "	//
۴۲	" شاہ ولی اللہ رح " " "	//
۴۳	" علامہ السندی رح " " "	۷۸
۴۴	" الطیبی رح " " "	//
۴۵	خانصاحب کے اقرار سے آپ بشر تھے	//
۴۶	ان عبارات سے آپ کے علم غیب اور مختار کل ہونے کی نفی صاف طور پر ثابت ہے	۷۹
۴۷	اس حدیث کی فریق مخالف کی طرف سے بے جا تاویل اور اس کا رد	۸۰
۴۸	حکم تفسیر شرعی میں اہل عربیت اور مناطقہ کا اختلاف	//
۴۹	حمداللہ رح اور بحر العلوم رح کا حوالہ	۸۱
۵۰	جس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی اس میں آپ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تھے	//
۵۱	علامہ سبکی رح کی غلطی	۸۲
۵۲	باطنی امور کا علم صرف اللہ کو ہے	//
۵۳	باطنی امور پر آپ کو مطلع نہ کرنے کی حکمت امام نووی رح اور علامہ عینی رح سے	//
۵۴	کیا آپ کو اجتہاد کا حق حاصل تھا؟	۸۳
۵۵	حافظ ابن حجر رح اور علامہ عینی رح سے	//
۵۶	اشاعرہ معتزلہ متکلمین اور محدثین کا اختلاف	۸۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۷	توضیح اور حسامی کا حوالہ	۸۴
۵۸	المولوی۔ التلویح۔ منار اور نورالانوار کا حوالہ	۸۵
۵۹	ابن ہمام رح اور ابن ابی الشریف رح کا حوالہ	۸۶
۶۰	نبی کو تمام اقوام کے لغات اور حرفتیں معلوم ہونا ضروری نہیں ہے	۸۷
۶۱	دوسری حدیث حضرت رافع بن خدیج رض سے	۸۸
	نیز حضرت عائشہ رض، طلحہ رض اور ابو قتادہ رض سے	۸۹
۶۲	ہو سکتا ہے کہ امتی اپنے نبی سے امور دنیوی میں زیادہ عالم ہو	//
۶۳	فریق مخالف کی تاویل اور اس کا جواب	۹۰
۶۴	اس کی تشریح علامہ طیبی رح اور شاہ عبدالغنی رح سے	۹۱
۶۵	ملا علی القاری رح سے	۹۲
۶۶	علامہ خفاجی رح سے	۹۳
۶۷	امام نووی رح اور شیخ عبدالحق رح سے	۹۴
۶۸	قاضی عیاض رح سے	//
۶۹	امور دنیا نہ جاننے کی علت کیا تھی؟	۹۵
۷۰	اور اس میں کوئی توہین نہیں ہے	//
۷۱	حضرت شاہ ولی اللہ رح کا حوالہ	//
۷۲	سید آلوسی رح " "	۹۶
۷۳	قاضی بیضاوی رح " "	۹۷
۷۴	علامہ عضدالدین رح " "	۹۸
۷۵	سید سند رح " "	//
۷۶	انبیاء کرام ع کی نظر لوح محفوظ پر نہیں ہوتی تھی امام غزالی رح سے	۹۹
۷۷	ابن رشد رح کا حوالہ	۱۰۰
۷۸	علامہ خواجہ زادہ رح کا حوالہ	۱۰۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۹	تمام مصالح و حکم کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو	
۸۰	ہے۔ امام رازی رح اور حضرت شاہ ولی اللہ رح کا حوالہ	۱۰۳
۸۱	ابن خلدون رح کا حوالہ	۱۰۴
۸۲	علامہ ابو السعود رح " "	۱۰۵
۸۳	اسماعیل حقی رح " "	"
۸۴	امام طحاوی رح " "	۱۰۷
۸۵	شاہ عبد العزیز رح " "	"
۸۶	حضرت ملا علی القاری رح " "	۱۰۸
۸۷	علامہ قسطلانی رح " "	۱۱۰
۸۸	مولوی محمد عمر صاحب کا کمال	۱۱۲
۸۹	شیخ عبد الحق رح کا حوالہ	۱۱۳
۹۰	حافظ ابن حجر رح " "	
	باب چہارم	
۹۱	علم غیب ذاتی اور عطائی کی بحث	۱۱۵
۹۲	فریق مخالف کے مسلّم علماء کے چند حوالجات	۱۱۶
۹۳	اور ان کے باطل نظریہ کی تردید	۱۱۷
۹۴	آنحضرت کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا	۱۱۸
۹۵	پہلی دلیل وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ الآیۃ	"
۹۶	اکثر شعراء کے پیروکار گمراہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں	۱۱۹
۹۷	عام شعر گوئی کی مذمت چند احادیث سے	۱۲۰
۹۸	حافظ ابن کثیر رح اور خازن رح کا حوالہ	۱۲۳
۹۹	بغوی رح اور مدارک " "	۱۲۴
۱۰۰	حضرت عمر رض نے ایک افسر شاعر کو معزول کر دیا تھا	"
۱۰۱	فریق مخالف کے جوابات اور اس کا پس منظر	۱۲۵
۱۰۲	شعر اور رجز میں فرق ہے امام نووی رح سے	۱۲۶
۱۰۳	محیط الدائرہ اور ارشاد الشافی سے	۱۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۴	امام ابن رشیق رح سے بحوالہ ابن خلدون رح	۱۲۸
۱۰۵	مفتی احمد یار خان صاحب کی راگنی	"
۱۰۶	اور اس کا جواب	۱۳۰
۱۰۷	دوسری آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا الآیۃ	"
۱۰۸	حضرت ابو ہریرہ رض کی حدیث	۱۳۱
۱۰۹	" علی رض " "	۱۳۲
۱۱۰	ابن کثیر رح، خازن رح، امام رازی رح اور شربینی رح کا حوالہ	"
۱۱۱	امام صدر الدین الحنفی رح اور تفتازانی رح " "	۱۳۳
۱۱۲	فریق مخالف نے کیا کہا؟	۱۳۴
۱۱۳	اور اس کا جواب	۱۳۵
۱۱۴	آیت وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ الآیۃ کا جواب	۱۳۶
۱۱۵	امام سیوطی رح، بغوی رح اور آلوسی رح کا حوالہ	۱۳۷
۱۱۶	حضرت ابو ذر رض کی روایت کا جواب امام عبد القادر اور ابن کثیر سے	۱۳۹
۱۱۷	حضرت ابو امامہ رض کی روایت بھی ضعیف ہے ابن کثیر	۱۴۰
۱۱۸	انبیاء کرام کے لئے کوئی عدد محصور ثابت نہیں امام نسفی رح اور تفتازانی رح سے	"
۱۱۹	مواقف و شرح مواقف اور ملا علی القاری رح سے	۱۴۱
۱۲۰	ثلاثین کذابون کی روایت کا مطلب؟	۱۴۳
۱۲۱	حضرت ملا علی القاری رح کی عبارت کا مطلب؟	"
۱۲۲	صاوی شریف کا جواب	۱۴۴
۱۲۳	حضرت ابن عمر رض کی مرفوع حدیث سے علم غیب عطائی کی نفی	۱۴۵
۱۲۴	حضرت ربعی بن خراش رح " " "	"
۱۲۵	علامہ آلوسی رح کی تشریح	۱۴۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۶	ادب المفرد کی روایت	۱۴۶
۱۲۷	حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کا حوالہ	۱۴۷
۱۲۸	امام اعظمؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ اور طحاویؒ کا عقیدہ	۱۴۸
۱۲۹	امام نوویؒ، سفیان بن عیینہؒ اور شیخ جیلانیؒ کا حوالہ	〃
۱۳۰	جنید بغدادیؒ، قاسم بن قطلوبغاؒ، قتادہؒ، سدی کبیرؒ اور خازنؒ کا حوالہ	۱۴۹
۱۳۱	امام رازیؒ، بیضاویؒ، نسفیؒ اور ابوالسعودؒ کا حوالہ	۱۵۰
۱۳۲	معین بن صفیؒ، شیخ عبدالحقؒ اور قاضی ثناء اللہ کا حوالہ	۱۵۱
۱۳۳	ابن کثیرؒ، نسفیؒ اور شربینیؒ کا حوالہ	۱۵۲
۱۳۴	ملا علی القاریؒ کی ایک عبارت	۱۵۳
۱۳۵	ابن خلدونؒ کا حوالہ	۱۵۴
۱۳۶	آلوسیؒ، ابن خلدونؒ اور قاضی ثناء اللہؒ کا حوالہ	۱۵۵
۱۳۷	کشف اور الہام کے طرق؟	۱۵۶
	باب پنجم	
۱۳۸	اولیائے کرام کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔	۱۵۹
۱۳۹	حضرت آدم علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا	۱۶۰
۱۴۰	〃 حواء علیہا السلام کو بھی 〃 〃 〃	۱۶۲
۱۴۱	علم غیب اور حضرت نوح علیہ السلام	〃
۱۴۲	فریق مخالف کا استدلال اور اس کا جواب	۱۶۴
۱۴۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی طرف بھی مبعوث تھے	۱۶۵
۱۴۴	علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۶۶
۱۴۵	〃 〃 سارہ علیہا السلام	۱۶۷
۱۴۶	اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام	۱۶۸
۱۴۷	عمری دلائل	〃
۱۴۸	اور ان کے جوابات	۱۶۹
۱۴۹	وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ الآیۃ سے استدلال کا جواب	۱۷۱
۱۵۰	يٰٓاَبَتِ قَدْ جَآءَنِيْ الآیۃ 〃 〃 〃	۱۷۳
۱۵۱	علم غیب اور حضرت لوط علیہ السلام	۱۷۴
۱۵۲	〃 〃 〃 یعقوب 〃	۱۷۵
۱۵۳	اولاد حضرت یعقوبؑ کی نبوت میں اختلاف؟	۱۷۷
۱۵۴	〃 〃 کا بھی باپ کے غیب دان ہونے کا عقیدہ نہ تھا	〃
۱۵۵	حضرت یعقوبؑ کے غیب دان ہونے کے دلائل	۱۷۸
۱۵۶	اور ان کے جوابات	۱۷۹
۱۵۷	فریق مخالف کے اور دلائل اور ان کے جوابات	۱۸۰
۱۵۸	علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۸۲
۱۵۹	حضرت خضر علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۸۴
۱۶۰	〃 ہارون 〃 〃 〃 〃	۱۸۵
۱۶۱	〃 یوشع 〃 〃 〃	۱۸۶
۱۶۲	〃 شعیب 〃 〃 〃 〃	〃
۱۶۳	علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ السلام	〃
۱۶۴	فریق مخالف کا جواب اور اس کا پس منظر	۱۸۸
۱۶۵	حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا	۱۸۹
۱۶۶	چیونٹیوں کے علم غیب کا دعویٰ اور اس کا جواب	۱۹۰
۱۶۷	علم غیب اور حضرت یونس علیہ السلام	۱۹۱
۱۶۸	〃 〃 عزیر 〃	۱۹۲
۱۶۹	〃 〃 زکریا 〃	〃
۱۷۰	〃 〃 عیسیٰ 〃	۱۹۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷۱	مفتی احمد یار خان صاحب کا مغالطہ	۱۹۵
۱۷۲	اور اس کا جواب	۱۹۶
۱۷۳	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۱۹۷
۱۷۴	یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الآیۃ میں تمام انبیاء کرام کا عقیدہ کہ علم غیب صرف خدا کو ہے	۱۹۸
۱۷۵	اس آیت کریمہ میں اشکال اور اس کا جواب	۱۹۹
۱۷۶	اس کی پہلی توجیہ۔ حضرت ابن عباس رض اور رازی رح سے	۲۰۰
۱۷۷	شربینی رح، ابو السعود رح، بیضاوی رح، نسفی رح، ابن کثیر رح اور ابن جریر رح سے	"
۱۷۸	مفتی محمد عبدہٗ رح سے	۲۰۱
۱۷۹	اس کی دوسری توجیہ متعدد مفسرین کرام رح سے	"
۱۸۰	تیسری توجیہ امام رازی رح سے	"
۱۸۱	چوتھی " بعض مفسرین رح سے	۲۰۲
۱۸۲	پانچویں " " "	"
۱۸۳	مخالفین کا اس سے استدلال اور اس کا جواب	"
۱۸۴	چھٹی توجیہ اور اس کی تشریح	۲۰۳
۱۸۵	امام رازی رح، خازن رح، ابو السعود رح اور آلوسی رح سے	۲۰۴
۱۸۶	مفتی احمد یار خان کی رکیک تاویل کا رد	۲۰۶
	باب ششم	
۱۸۷	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا	۲۰۷
۱۸۸	پہلی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآیۃ	"
۱۸۹	علوم خمسہ کی تخصیص کے وجوہ	۲۰۸
[illegible]	وجہ اول متعدد مفسرین کرام رح وغیرہ سے	
۱۹۰	حافظ ابن حجر رح، عینی رح اور ابن عبدہٗ رح سے	۲۰۹
۱۹۱	اور ملا جیون رح سے	۲۱۰
۱۹۲	فائدہ: علوم خمسہ میں ذات خداوندی سے کلیات کے علم کا اختصاص ہے	"
۱۹۳	علامہ آلوسی رح اور مناوی رح سے	۲۱۱
۱۹۴	ملا علی قاری رح سے	۲۱۲
۱۹۵	چند احادیث۔ حضرت ابن عمر رض، بریدہ رض اور سلمہ رض سے	۲۱۴
۱۹۶	حضرت ابو امامہ رض سے	"
۱۹۷	مولوی محمد عمر صاحب کا اس سے استدلال اور اس کا جواب	۲۱۶
۱۹۸	حضرت سلمہ بن اکوع رض کی روایت	"
۱۹۹	" لقیط بن صبرہ رض " "	۲۱۷
۲۰۰	حدیث جبرئیل سے اجمالی استدلال	۲۱۸
۲۰۱	حضرت عائشہ رض کی احادیث	"
۲۰۲	فریق مخالف کی بے جا تاویلات اور ان کا رد	۲۲۰
۲۰۳	حضرت علی رض کی ایک روایت	"
۲۰۴	" امام جعفر صادق رح کا ایک حوالہ	۲۲۱
۲۰۵	خانصاحب کا ان حضرات سے غلط استدلال	۲۲۲
۲۰۶	حضرت ابن عباس رض کا فتویٰ	"
۲۰۷	علامہ زجاج رح کا حوالہ	۲۲۳
۲۰۸	حضرت مجاہد رح اور قتادہ رح کا حوالہ	"
۲۰۹	بس اتنا معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کے دن ہوگی	۲۲۴
۲۱۰	آیت مذکورہ کی تفسیر حضرت امام اعظم رح سے	"
۲۱۱	فریق مخالف کی رکیک تاویلیں	۲۲۶
۲۱۲	پہلی تاویل اور اس کا جواب	"

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۳	دوسری تاویل اور اس کا جواب	۲۲۷
۲۱۴	امورِ خمسہ کا علم اور فریقِ مخالف کے دلائل	۲۲۹
۲۱۵	یہ حدیث کہ قیامت سات ہزار سال کے بعد آنے کی جعلی ہے	۲۳۴
۲۱۶	امورِ خمسہ میں سے بعض کا اولیائے کرام رح کو ظنی علم حاصل ہے مگر قطعی نہیں۔ ملا جیون رح، قاضی ثناء اللہ رح اور ملا علی القاری سے	۲۳۶
۲۱۷	فریقِ مخالف کی تاویلات کے جوابات	۲۳۷
۲۱۸	صوفیائے کرام رح کی عبارات اور اقوال کے بارے میں قولِ فیصل	۲۴۱
۲۱۹	علمِ قیامت اور فریقِ مخالف کے دلائل اور ان کے جوابات	۲۴۴
۲۲۰	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	〃
۲۲۱	مفتی احمد یار خان صاحب کا اجتہاد اور اس کا جواب	۲۴۶
۲۲۲	انا والساعۃ کہاتین کی حدیث کا جواب امام رازی رح اور شربینی رح سے	۲۴۷
۲۲۳	خروجِ دجال اور طلوعِ آفتاب از مغرب کا علم بس اللہ ہی کو ہے (ذہبی رح اور ابن حجر سے)	۲۴۸
۲۲۴	اکثر اشراطِ ساعت میں ترتیب کسی کو بجز خدا تعالیٰ کے معلوم نہیں ہے۔	۲۴۹
۲۲۵	مولوی محمد عمر صاحب کا استدلال اور اس کا جواب	۲۵۰
۲۲۶	لہٰذا عرض تفصیل کو نہیں چاہتا	۲۵۱
۲۲۷	مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم	۲۵۲
۲۲۸	ما فی الارحام اور فریقِ مخالف کے دلائل اور	
	ان کے جوابات	۲۵۳
۲۲۹	حضرت ابوبکر رض کی پیشگوئی اور اس کا جواب	۲۵۵
۲۳۰	انہوں نے فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا	۲۵۷
۲۳۱	علم ما فی غدٍ و بای ارض تموت اور فریقِ مخالف کے دلائل	〃
۲۳۲	ھذا مصرع فلاں کی حدیث کا جواب	۲۵۹
۲۳۳	حضرت علی رض کو خیبر میں جھنڈا دینے کی حدیث کا جواب	۲۶۳
۲۳۴	دوسری آیت ویسئلونک عن الساعۃ الآیۃ	۲۶۵
۲۳۵	اس کی تفسیر خازن رح اور البغوی رح سے	〃
۲۳۶	شربینی رح، رازی رح، بیضاوی رح، معین بن صفی رح، سیوطی رح، ابوالسعود رح اور نسفی رح سے	۲۶۶
۲۳۷	حافظ ابن کثیر رح اور قاضی ثناء اللہ سے	۲۶۷
۲۳۸	قیامت کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں (انجیل)	۲۶۸
۲۳۹	تیسری آیت قُل لا یعلمُ من فی السمٰوٰت الآیۃ	〃
۲۴۰	اس کی تفسیر بغوی رح، سیوطی رح، نسفی رح ابن صفی رح، ابن کثیر رح اور خازن رح سے	۲۶۹
۲۴۱	قاضی ثناء اللہ صاحب رح سے	۲۷۰
۲۴۲	مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع	〃
۲۴۳	اور اس کا جواب	۲۷۱
۲۴۴	چوتھی آیت وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ الآیۃ	۲۷۲
۲۴۵	اس کی تفسیر حضرت علی رض اور عائشہ رض سے	〃

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۶	طارق بن شہاب رض اور امام شافعی رح سے	۲۷۳
۲۴۷	ابن کثیر رح، خازن رح، بغوی رح، شربینی رح، رازی رح اور نسفی رح سے	۲۷۴
۲۴۸	بیضاوی رح، ابوالسعود رح، محلی رح اور ابن صفی رح سے	۲۷۶
۲۴۹	پانچویں آیت قُلْ لَا اَمْلِكُ الآیۃ	۲۷۷
۲۵۰	اس کی تفسیر بغوی رح، خازن رح، بیضاوی رح اور نسفی رح سے	۲۷۸
۲۵۱	ابوطاہر رح، ابن صفی رح، ابوالسعود رح اور ابن جریر رح سے	۲۷۹
۲۵۲	بغوی رح، ابن کثیر رح اور قاضی ثناء اللہ رح سے	۲۸۰
۲۵۳	علامہ آلوسی رح سے	۲۸۱
۲۵۴	الخیر اور السّوء سے کیا مراد ہے؟	〃
۲۵۵	جو السّوء اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ آخر حیات تک شامل حال رہا ہے	۲۸۲
۲۵۶	مفتی احمد یار خان صاحب کی بے جا تاویل کا جواب	۲۸۳
۲۵۷	مولوی محمد عمر 〃 〃 〃	〃
۲۵۸	اور اس کا جواب	۲۸۴
۲۵۹	چھٹی آیت قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا الآیۃ	۲۸۷
۲۶۰	حضرت ام العلاء الانصاریہ رض کی روایت	〃
۲۶۱	مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ سے کیا مراد ہے؟	〃
۲۶۲	اخبار میں نسخ ناممکن ہے	۲۸۸
۲۶۳	ابن کثیر رح، جلالین رح، نواب صاحب رح، سیوطی رح، ملا علی القاری رح، خان صاحب اور ابوالبرکات صاحب سے	۲۸۹
۲۶۴	مفتی احمد یار خان صاحب کا عذر لنگ اور اس کا جواب	〃
۲۶۵	آیت وَاِنْ تُبْدُوْا کی تشریح بغوی رح اور خازن رح سے	۲۸۹
۲۶۶	علامہ نسفی رح سے	۲۹۰
۲۶۷	مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ کی تفسیر قاضی ثناء اللہ صاحب رح سے	〃
۲۶۸	آیت کو منسوخ بتا کر آپ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے	۲۹۲
۲۶۹	آیت کی تفسیر ابن کثیر رح سے	〃
۲۷۰	اور امام بغوی رح سے	۲۹۳
۲۷۱	اگر اس کا مطلب علم آخرت ہی ہو ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے	۲۹۶
۲۷۲	اس کی تصریح ملا علی القاری رح اور قاضی ثناء اللہ رح سے	〃
۲۷۳	ابن مسعود رض، بیضاوی رح، ابوالسعود رح اور نسفی رح سے	۲۹۷
۲۷۴	ابن کثیر رح اور ابن تیمیہ رح سے	۲۹۸
۲۷۵	بلکہ خود خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب سے	〃
۲۷۶	اگر فریق مخالف اس آیت کو منسوخ تسلیم کرتا ہے تو اس کی ناسخ آیت سے قبل نازل شدہ آیات سے علم غیب پر استدلال باطل ہے	۲۹۹
۲۷۷	مفتی احمد یار خان صاحب کا بے بنیاد دعویٰ اور اس کا جواب	۳۰۰
۲۷۸	کیا درایت اور علم میں فرق ہے؟	〃
۲۷۹	ساتویں آیت مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ الآیۃ	۳۰۱
۲۸۰	اس کا شان نزول	〃
۲۸۱	اس سے آپ کے لئے اجتہاد کا ثبوت	۳۰۴

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸۲	آٹھویں آیت لیس لک من الامر الآیۃ اور اس کا شانِ نزول	۳۰۵
۲۸۳	اس سے آپ کے مختارِ کل ہونے کی نفی بھی ثابت ہے	۳۰۶
۲۸۴	نویں آیت یاایہا النبی لم تحرم الآیۃ اور اس کا شانِ نزول	۳۰۷
۲۸۵	اس مضمون سے حاضر و ناظر، علم غیب اور مختارِ کل کے عقیدہ کی صراحت سے نفی ثابت ہے	۳۰۹
۲۸۶	مفتی احمد یار خان صاحب کا چٹکلہ اور اس کا جواب	۳۱۰
۲۸۷	دسویں آیت ومن اہل المدینۃ الآیۃ	۳۱۱
۲۸۸	اس کی تفسیر بیضاوی رح، بغوی رح، خازن رح اور نسفی رح سے	۳۱۲
۲۸۹	ابوطاہر رح، قاضی ثناء اللہ رح، ابن صفی رح اور آلوسی رح سے	۳۱۳
۲۹۰	فریقِ مخالف کی تاویلات۔ خانصاحب کی تاویلیں اور اس کا جواب	۳۱۵
۲۹۱	اللہ تعالیٰ اور رسول کے علم کو برابر کہنا کفر ہے۔ ملا علی القاری رح اور سیوطی رح سے	۳۱۷
۲۹۲	مولوی محمد عمر صاحب کی راگنی	۳۱۸
۲۹۳	اور اس کا جواب	۳۱۹
۲۹۴	مفتی احمد یار خان صاحب کا مفتیانہ کرشمہ اور اس کا جواب	۳۲۰
۲۹۵	لاتعلمہم الآیۃ اور فلعرفتہم الآیۃ کا محل جدا جدا ہے۔ حافظ ابن کثیر رح	۳۲۱
۲۹۶	اور علامہ آلوسی رح سے	۳۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۹۷	خطبہ کے موقع پر منافقین کو مسجد سے نکالنے کی حدیث کا جواب	۳۲۳
۲۹۸	حضرت ابن عباس رض کی روایت اور اس کی سند	۳۲۴
۲۹۹	اسباط، سدی کبیر و صغیر اور کلبی کا پایہ روایت میں	〃
۳۰۰	حضرت ابن مسعود رض کی روایت	۳۲۷
۳۰۱	حضرت حذیفہ رض کیوں رازدار مشہور تھے؟	۳۳۰
۳۰۲	گیارھویں آیت عفا اللہ عنک الآیۃ	۳۳۱
۳۰۳	اس کی تفسیر سیوطی رح سے	〃
۳۰۴	ابن صفی رح، ابوالسعود رح، نسفی رح، بیضاوی رح، ابن کثیر رح اور ابن عباس رض سے	۳۳۲
۳۰۵	مفتی احمد یار خان صاحب کی اپج اور اس کا جواب	۳۳۳
۳۰۶	بارھویں آیت والذین اتخذوا مسجدا الآیۃ	۳۳۴
۳۰۷	اور اس کا شانِ نزول	۳۳۵
	بابِ ہفتم	۳۳۹
۳۰۸	پہلی حدیث متعدد صحابہ کرام رض سے	۳۴۱
۳۰۹	قیامت کا علم آنحضرت کو نہ تھا	〃
۳۱۰	ما المسئول عنہا باعلم من السائل کا مطلب۔ ابن حجر رح، عینی رح، قسطلانی رح اور شیخ الاسلام رح سے	۳۴۲
۳۱۱	ابن کثیر رح، نووی، سندی رح اور شیخ عبدالحق رح سے	۳۴۳
۳۱۲	ایک مرفوع حدیث سے اس جملہ کی تشریح	۳۴۴
۳۱۳	مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی کا جواب	۳۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۱۴	مساوات فی العلم کی صورت میں اس کا کیا مطلب ہے؛ قسطلانی رح، ابنِ حجر رح اور آلوسی رح سے	۳۴۷
۳۱۵	مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب کی خوش گپیاں	〃
۳۱۶	اور ان کے جوابات	۳۴۸
۳۱۷	سیوطی رح کا حوالہ موضوعات کبیر سے	〃
۳۱۸	اس تعبیر کے اختیار کرنے کا راز	۳۵۰
۳۱۹	اس حدیث سے جو کچھ ثابت ہے وہ دین ہے	۳۵۱
۳۲۰	امام بخاری رح، ابن دقیق العید رح، ابنِ تیمیہ رح اور قرطبی رح سے	〃
۳۲۱	قاضی عیاض رح، عینی رح، قسطلانی رح اور شیخ الاسلام ذکریا رح سے	۳۵۲
۳۲۲	یہ دین میں داخل ہے کہ قیامت کا علم بجز اللہ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ عینی رح، قسطلانی رح اور شیخ الاسلام رح	〃
۳۲۳	یہ واقعہ آپ کی زندگی کے آخری دور کا تھا حضرت ابن عمر رض، ابنِ حجر رح۔ عینی رح اور شاہ ولی اللہ صاحب رح	۳۵۳
۳۲۴	آپ حضرت جبرائیل کو نہ پہچان سکے تھے حضرت عمر رض، ابوذر رض، ابوہریرہ رض اور ابو عامر اشعری رض سے	۳۵۵
۳۲۵	اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رض اور عبدالرحمٰن بن غنم رض سے	۳۵۷
۳۲۶	حضرت جبرئیل نے بھی ایک موقع پر اس سوال کا یہی جواب دیا تھا	۳۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۲۷	فریقِ مخالف کا جواب	۳۵۸
۳۲۸	مفتی احمد یار خان صاحب کی بے جا تاویل کا جواب	۳۵۹
۳۲۹	دوسری حدیث اور اس کی تشریح ملا علی القاری رح اور شیخ عبدالحق رح سے	۳۶۱
۳۳۰	تیسری حدیث حضرت حذیفہ رض وغیرہ سے	۳۶۳
۳۳۱	مولوی محمد عمر صاحب کی بیہودہ سرائی	۳۶۴
۳۳۲	چوتھی حدیث مذاکرہ ساعۃ	〃
۳۳۳	فریقِ مخالف کی رکیک تاویل	۳۶۶
۳۳۴	اور اس کا جواب	۳۶۷
۳۳۵	پانچویں حدیث اسیران ہوازن وغیرہ	۳۶۸
۳۳۶	چھٹی حدیث گوہ کے بارے میں	۳۷۰
۳۳۷	ساتویں حدیث	۳۷۳
۳۳۸	آٹھویں حدیث	۳۷۴
۳۳۹	مولوی محمد عمر صاحب کی تاویلِ بے جا اور اس کا جواب	۳۷۶
۳۴۰	۹ نویں حدیث	〃
۳۴۱	۱۰ دسویں حدیث	۳۷۸
۳۴۲	گیارھویں حدیث زہر خورانی کی	۳۷۹
۳۴۳	مفتی احمد یار خان صاحب کی تاویل اور اس کا جواب	۳۸۱
۳۴۴	۱۲ بارھویں حدیث	۳۸۲
۳۴۵	ضروری انتباہ۔ فریقِ مخالف کا مغالطہ اور اس کا جواب	۳۸۴
۳۴۶	۱۳ تیرھویں حدیث	۳۸۷
۳۴۷	۱۴ چودھویں حدیث	۳۸۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۴۸	فقد کا لغوی معنیٰ	۳۹۰
۳۴۹	مولوی محمد عمر صاحب کی غلط تاویل	۳۹۱
۳۵۰	پندرھویں (۱۵) حدیث	۳۹۳
۳۵۱	مولوی محمد عمر صاحب کی گپ	۳۹۵
۳۵۲	اور اس کا جواب	۳۹۶
۳۵۳	سولھویں (۱۶) حدیث	״
۳۵۴	سترھویں (۱۷) حدیث	۳۹۹
۳۵۵	اٹھارویں (۱۸) حدیث	۴۰۱
۳۵۶	اس کی تشریح ــــ کرمانی رح، عینی رح اور قسطلانی رح سے	۴۰۲
۳۵۷	اور شیخ عبدالحق رح، شاہ عبدالغنی رح اور زرقانی رح سے	۴۰۳
۳۵۸	اُنیسویں (۱۹) حدیث	۴۰۴
۳۵۹	بیسویں (۲۰) ״	״
۳۶۰	اکیسویں (۲۱) ״	۴۰۶
۳۶۱	مولوی محمد عمر صاحب کا جواب اور اس کا ردّ	۴۰۷
۳۶۲	بائیسویں (۲۲) حدیث	۴۰۸
	تیئسویں (۲۳) ״	۴۱۰
۳۶۴	اچھروی فلسفہ	۴۱۱
۳۶۵	اور اس کا جواب	۴۱۲
۳۶۶	چوبیسویں (۲۴) حدیث	۴۱۳
۳۶۷	مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف اور اس کا جواب	۴۱۵
۳۶۸	پچیسویں (۲۵) حدیث	۴۱۶
۳۶۹	یہ حدیث متواتر ہے	۴۱۹
۳۷۰	فریقِ مخالف کی رکیک تاویلات اور اُن کے جوابات	۴۲۲
۳۷۱	عرضِ اعمال کی حدیث سے استدلال اور اُس کا جواب	״
۳۷۲	عُرِضَت عَلَیَّ اُجُورُ اُمَّتِی کا مطلب	۴۲۷
۳۷۳	تفصیلی طور پر عرض اعمال شیعہ کا عقیدہ ہے۔	۴۲۸
۳۷۴	اما شعرت سے اثبات علم عجیب حماقت ہے۔	۴۳۰
۳۷۵	یہ جملہ وہاں بولا جاتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے علم نہ ہو	۴۳۱
۳۷۶	مفتی احمد یار خاں خانصاحب کی تاویلِ باطل کا جواب	۴۳۳
۳۷۷	مولوی محمد عمر صاحب کی تاویلِ باطل کا جواب	۴۳۴
۳۷۸	چھبیسویں (۲۶) حدیث	۴۳۷
۳۷۹	فریقِ مخالف کا جواب اور اُس کا ردّ	۴۳۸
۳۸۰	غیر نافعہ علوم کی نشاندہی	۴۳۹
۳۸۱	مرفوع حدیث۔ شاہ عبدالغنی رح اور خطابی رح سے	״
۳۸۲	امام نووی رح، ماتریدی رح، ابنِ حجر رح اور ابنِ خلدون رح سے	۴۴۰
۳۸۳	ملا علی القاری رح، مولانا عبدالحی رح، شاہ ولی اللہ رح، نواب صاحب رح اور ابنِ خلدون رح سے	۴۴۱
۳۸۴	امام غزالی رح سے	۴۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۸۵	حضرت امام مالک رح سے	۴۴۳
۳۸۶	عادت کی ایک قسم بھی ایسی ہی ہے	〃
۳۸۷	ضروری تنبیہ	۴۴۵
	باب ہشتم	
۳۸۸	تکفیر و عدم تکفیر کا معیار — اہل قبلہ کا مفہوم اور فقہاء کرام رح کی احتیاط وغیرہ	۴۴۷
۳۸۹	عقائد میں غلطی	۴۴۸
۳۹۰	فروعات میں خطاء اجتہادی قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔	〃
۳۹۱	اصول میں ضرور قابل مؤاخذہ ہے علامہ تفتازانی رح اور حسام الدین رح وغیرہ سے	〃
۳۹۲	ملا علی ن القاری رح اور شاہ ولی اللہ رح شعرانی رح اور سیوطی رح سے	۴۴۹
۳۹۳	مدار تکفیر ضروریات دین، اصول دین اور قطعیات کا انکار ہے	۴۵۰
۳۹۴	امام محمد رح، ابن ہمام رح، ابو البقاء رح، شعرانی رح اور سخاوی رح سے	〃
۳۹۵	اور قاضی عضد الدین رح، ابن حزم رح اور ابن عابدین رح سے	۴۵۱
۳۹۶	وزیر یمانی رح، ابن دقیق العید رح قاضی عیاض رح اور حموی رح وغیرہ سے	۴۵۲
۳۹۷	تفتازانی رح، مجدد الف ثانی رح، خفاجی رح اور ملا علی قاری رح سے	۴۵۳
۳۹۸	اور شاہ عبد العزیز رح سے	۴۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۹۹	کیا ضروریات دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے؟	۴۵۴
۴۰۰	ہرگز نہیں — خیالی رح اور عبد الحکیم رح	۴۵۵
۴۰۱	ابن عربی رح، شاہ ولی اللہ رح اور وزیر یمانی رح	〃
۴۰۲	حضرت انور شاہ صاحب رح	۴۵۶
۴۰۳	مولوی احمد رضا خان صاحب	〃
۴۰۴	اہل بدعت کے دلائل کا معیار؟ سیوطی رح سے	۴۵۷
۴۰۵	مراد الٰہی کے سمجھنے سے موانع؛ شعرانی رح اور سیوطی رح سے	۴۵۸
۴۰۶	اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟	۴۵۹
۴۰۷	ملا علی ن القاری رح، علامہ عبد العزیز رح، دوانی رح، ابن حجر رح اور طحاوی رح سے	۴۶۰
۴۰۸	احتیاط فقہاء کرام رح	۴۶۱
۴۰۹	اگر ایک کلمہ میں کئی پہلو کفر کے اور صرف ایک اسلام کا ہو تب بھی تکفیر نہ ہو گی	〃
۴۱۰	ابن نجیم رح، عالمگیری رح، ملا علی ن القاری رح اور خود خان صاحب سے	۴۶۲
۴۱۱	آنحضرت صلعم کی ادنیٰ ترین توہین بھی کفر ہے — حضرت امام ابو یوسف رح سے	۴۶۳
۴۱۲	قاضی عیاض رح، تحفہ شرح منہاج اور ملا علی ن القاری رح سے	۴۶۴
۴۱۳	قاضی خاں رح اور ابن تیمیہ رح سے	۴۶۵
۴۱۴	خفاجی رح اور امام مالک رح سے	۴۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۱۵	فقہاء کرام رح کا تفوق	۴۶۷
۴۱۶	اور پھر خصوصیت سے احناف رح کا	۴۶۸
۴۱۷	مسئلہ علم غیب، قاضی خاں رح ولوالجی رح اور ابن نجیم رح سے	۴۶۹
۴۱۸	عالمگیری، ابن ہمام رح اور ملا علی القاری رح سے	۴۷۰
۴۱۹	جواہر اخلاطی اور صاحب ہدایہ سے	۴۷۱
۴۲۰	اور دیگر متعدد فقہائے کرام رح سے	۴۷۲
۴۲۱	یہ عبارات اور فریق مخالف کے اعتراضات	۴۷۳
۴۲۲	پہلا اعتراض اور اس کا جواب	۴۷۴
۴۲۳	دوسرا " " "	۴۷۵
۴۲۴	تیسرا " " "	۴۷۶
۴۲۵	اہل قبلہ کی معاصی کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جا سکتی ــــ امام اعظم رح، طحاوی رح، ملا علی القاری رح اور ابن تیمیہ رح سے	۴۷۷
۴۲۶	چوتھا اعتراض اور اس کا جواب	۴۷۸
۴۲۷	پانچواں " " "	۴۸۰
۴۲۸	فریق مخالف سے مطالبہ	۴۸۲
۴۲۹	عام مشائخ سے متعلق علم غیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا بھی کفر ہے۔	"
۴۳۰	بزازیہ، بحر الرائق اور مجموعۃ الفتاوی سے	۴۸۳
۴۳۱	اپنے لئے ادعاء علم غیب بھی کفر ہے۔ امام محمد رح سے	۴۸۳
۴۳۲	اور قاضی خان رح، صدر الدین رح تفتازانی رح اور ابن نجیم رح سے	۴۸۴
۴۳۳	کاہن کی تصدیق بھی کفر ہے نسفی رح سے	۴۸۵
۴۳۴	علماء قیروان نے مدعیان علم غیب کی تکفیر کی تھی	"
۴۳۵	علماء دیوبند اور مسئلہ علم غیب اور خصوصاً حضرت گنگوہی رح	۴۸۶ تا ۴۹۰
	باب نہم فریق مخالف کے قرآن سے استدلالات	۴۹۳
۴۳۶	دلیل اول	"
۴۳۷	اور اس کا مفصل جواب	۴۹۴
۴۳۸	لفظ کُل استغراق میں نص قطعی نہیں ہے	۴۹۷
۴۳۹	تِبْیَاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ سے کیا مراد ہے	۵۰۳
۴۴۰	بغوی رح، نسفی رح، ابن صفی رح اور خازن رح سے	۵۰۴
۴۴۱	بیضاوی رح، جلال الدین رح رازی رح اور ابن کثیر رح سے	۵۰۵
۴۴۲	اور علامہ آلوسی رح سے	۵۰۶
۴۴۳	اسرار ذات اور غیوب مختص بالباری کو کوئی نہیں جانتا	۵۰۷
۴۴۴	خانصاحب کی مطلب پرستی	۵۰۹
۴۴۵	حضرت مجاہد رح اور حضرت ابن مسعود رض کا	"

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	فنِ تفسیر میں پایہ	۵۱۰
۴۴۶	دیگر مقامات پر تفصیلاً بکلِّ شیئٍ کی متقدم مفسرین کرام رح سے تفسیر	۵۱۱
۴۴۷	لطیفہ	۵۱۴
۴۴۸	دلیل دوم قیاس برعلم آدم علیہ السلام	۵۱۵
۴۴۹	اور اس کا جواب	۵۱۶
۴۵۰	وَعَلَّمَ اٰدَمَ الآیۃ کی تفسیر خازن رح سے	"
۴۵۱	بغوی رح، ابوطاہر رح اور ابن کثیر رح سے	۵۱۷
۴۵۲	نسفی رح سے	۵۱۸
۴۵۳	محمد عبدہٗ سے	۵۱۹
۴۵۴	خود خانصاحب کی نقل کردہ تفسیر سے	۵۲۰
۴۵۵	مفتی احمد یار خان صاحب کی جہالت	"
۴۵۶	دلیل سوم	۵۲۱
۴۵۷	اور اس کا جواب	۵۲۲
۴۵۸	مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء	۵۲۳
۴۵۹	فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ الآیۃ کی تفسیر بیضاوی رح، نسفی رح، ابوطاہر رح اور خازن رح سے	۵۲۴
۴۶۰	عزیزی، روح البیان اور صاوی سے	۵۲۶
۴۶۱	یُظْهِرُ کا لغوی معنی	"
۴۶۲	دلیل چہارم	
	مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ	۵۲۷
۴۶۳	اور اس کا جواب	۵۲۸
۴۶۴	اس کی تفسیر شاہ عبدالعزیز رح، حقانی رح، بغوی رح اور ابن کثیر رح سے	۵۲۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۶۵	خازن رح، ابوطاہر رح، نسفی رح اور جلال الدین رح سے	۵۳۰
۴۶۶	قاضی ثناء اللہ رح اور شاہ عبدالعزیز رح سے	۵۳۱
۴۶۷	بظنین کی قراءت بھی متواتر اور اس کا معنی بھی صحیح ہے اور اس کی تفسیر ابن کثیر رح، ابوطاہر رح، نسفی رح، بیضاوی رح اور خازن رح سے	۵۳۲
۴۶۸	دلیل پنجم مَا كَانَ اللّٰهُ الآیۃ	۵۳۳
۴۶۹	اور اس کا جواب	۵۳۴
۴۷۰	اس کی تفسیر بیضاوی رح، خازن رح اور بغوی رح سے	"
۴۷۱	ابن نسفی رح اور قاضی ثناء اللہ سے	۵۳۵
۴۷۲	الغیب سے کیا مراد ہے؟	"
۴۷۳	الف و لام اصل میں عہد کے لئے ہے تفتازانی رح، ابن دقیق العید رح سے	۵۳۶
۴۷۴	اور عبدالحکیم رح سے	۵۳۷
۴۷۵	دلیل ششم وَعَلَّمَكَ الآیۃ	"
۴۷۶	اور اس کا جواب	۵۳۸
۴۷۷	کلمۂ ما عموم میں نص قطعی نہیں ہے	۵۳۹
۴۷۸	نسفی رح اور سید سند رح سے	۵۴۰
۴۷۹	آیت کی تفسیر مفسرین کرام رح سے	۵۴۱
۴۸۰	دلیل ہفتم اور اس کا جواب	۵۴۲
۴۸۱	" ہشتم " " "	۵۴۳
۴۸۲	باب دہم	
۴۸۳	پہلی اور دوسری حدیث	۵۴۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۸۴	تیسری اور چوتھی حدیث	۵۴۶
۴۸۵	اور ان کا جواب	۵۴۷
۴۸۶	حضرت حذیفہؓ کی روایت کی تشریح	〃
۴۸۷	〃 عمرؓ 〃 〃 〃 〃	۵۵۰
۴۸۸	لفظ اجمعین کی تشریح	۵۵۱
۴۸۹	حدیث مذکور کی حضرت شیخ عبدالحق رح سے تشریح	۵۵۲
۴۹۰	پانچویں حدیث فتجلّی لی کل شیٔ الحدیث اور فعلمت ما فی السمٰوٰت الحدیث سے استدلال	〃
۴۹۱	اور اس کا جواب	۵۵۴
۴۹۲	امام بخاری رح، بیہقی رح، ذہبی رح اور	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	ابن حجر رح وغیرہ سے اس کی تنقید	۵۵۵
۴۹۳	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے اس کی تشریح	۵۵۶
۴۹۴	چھٹی حدیث ما یحرک طاھر الحدیث	۵۵۹
۴۹۵	اور اس کا جواب	۵۶۰
۴۹۶	ساتویں حدیث مَنْ اَبی الحدیث	۵۶۱
۴۹۷	اور اس کا جواب	۵۶۲
۴۹۸	مفتی احمد یار خان صاحب کا ایک استدلال اور اس کا جواب	۵۶۴
۴۹۹	آٹھویں حدیث اور اس کا جواب	۵۶۸
۵۰۰	نویں حدیث اور اس کا جواب	۵۶۹
۵۰۱	دسویں حدیث	۵۷۰
۵۰۲	اور اس کا جواب	۵۷۱

Marfat.com

اِنتساب

ہر مؤلف کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تالیف کو کسی اُستاد اور بزرگ یا کسی اور محترم ہستی کی طرف منسوب کیا کرتا ہے۔ یہ ناچیز اپنی اس کتاب کا اِنتساب حضرت مولانا **محمود الحسن** صاحبؒ (جو حسب بیاناتِ اخبارات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ المتوفی ۱۳۶۲ھ کے خلیفہ تھے) کی طرف کرتا ہے جن کو ۱۱ مئی ۱۹۵۷ء کو لورالائی (کوئٹہ) میں رمضان مبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بدبختِ ازلی اور شقی القلب نے محض اس لئے خنجر سے شہید کر دیا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس کے بغیر اور کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس کے برعکس قاتل کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی غیب دان اور عالم الغیب تھے۔ اور اس معاملے نے ایسا طول پکڑا جو بالآخر مولانا مرحوم کی شہادت پر منتج ہوا۔ (اخبار نوائے وقت ۱۲ مئی، الاعتصام ۱۷ مئی اور طلوعِ اسلام جون ۱۹۵۷ء وغیرہ اخبارات میں یہ اندوہناک واقعہ مذکور ہے) جس پر گویا مرحوم کی قبر کا ایک ایک ذرہ بزبانِ حال قاتل کو پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر، چھپے گا کُشتوں کا خُون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

یوم الخمیس ۱۶ر محرم الحرام سنہ ۱۳۷۹ھ
۲۴ر جولائی ۱۹۵۹ء

احقر الناس **ابوالزاہد**، گکھڑ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ فِیْ ذَاتِہٖ وَلَا فِیْ صِفَاتِہٖ وَلَا فِیْ اَفْعَالِہٖ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ۙ وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۙ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۙ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ ۙ وَلَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَصَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہِ الَّذِیْ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِتَعْلِیْمِ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ (وَھِیَ السُّنَّۃُ بِاتِّفَاقِ السَّلَفِ) مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَحْمَدِنِ الْمُجْتَبٰی الَّذِیْ نَفٰی عَنْ نَّفْسِہِ الْکَرِیْمَۃِ نِسْبَۃَ عِلْمِ الْغَیْبِ وَصِفَاتِ الْاُلُوْھِیَّۃِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَجَمِیْعِ اُمَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ التَّنَادِ الَّذِیْنَ اعْتَقَدُوْا وَاَقَرُّوْا بِاَنَّہٗ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَقُوْلُ بِلِسَانِیْ وَاَعْتَقِدُ بِقَلْبِیْ وَاَکْتُبُ بِقَلَمِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مُتَفَرِّدٌ بِصِفَاتِہِ الذَّاتِیَّۃِ وَالْفِعْلِیَّۃِ وَاَنَّ صِفَۃَ عِلْمِ الْغَیْبِ مُخْتَصَّۃٌ بِہٖ تَعَالٰی لَا یَجُوْزُ اَنْ یُّطْلَقَ عَلٰی غَیْرِہٖ عَالِمُ الْغَیْبِ وَاِنْ کَانَ مَلَکًا مُّقَرَّبًا اَوْ نَبِیًّا مُّرْسَلًا ۙ

Marfat.com

سخنہائے گفتنی

(۱)

دینی اور مذہبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر اختلاف تو ہمیشہ ہی سے بنی نوعِ انسان میں چلا آرہا ہے مگر کسی صاحبِ فہم و دانش پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں ہے کہ جو اختلاف مذہبی اور دینی نقطۂ نظر سے پیدا ہوتا یا پیدا کر لیا جاتا ہے اس میں اتنی قوت اور طاقت ہوتی ہے جو کسی اور اختلاف میں متصوّر نہیں کی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ سیاست ہمیشہ سے عوام الناس کو مذہب کے نام پر اُبھار کر اور مذہب کو بطور افیون کے استعمال کرا کرا اپنی سیاسی برتری اور اقتدار کو حاصل کرتے رہے ہیں اور تاریخِ اسلام کا یہ ایک انتہائی تکلیف دہ باب ہے جس کے پڑھنے سے دِل شق ہو جاتا ہے، آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور کلیجہ مُنہ کو آجاتا ہے۔ اور دورِ حاضر میں بھی ایسے لوگوں اور ایسے نظریات کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اطرافِ عالم میں جس طرف بھی نگاہ دوڑائیے، اس کا بخوبی اندازہ اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرص و آز کی شراب تو وہی پُرانی چلی آرہی ہے مگر ہاں بوتل اور لیبل کا رنگ و رُوپ ضرور بدلتا رہتا ہے۔ شکار کا طریقہ تو وہی پرانا ہے لیکن بسا اوقات جال نیا تلاش کیا جاتا ہے بقول شخصے ع

نیا جال لائے پُرانے شکاری

بلاشک سیاسی زندگی سے تعلق بھی ایک ناگزیر امر ہے مگر مفید سیاست تو وہی ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی پر خوشگوار اثر ڈال کر اسے امن و چین کی دولت سے مالا مال کر دے اور انسانی قدریں اس قدر اُجاگر ہو جائیں کہ ہر فردِ بشر ان کو اپنانے کی تڑپ اور ضرورت محسوس کرے۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی

Marfat.com

کا بیشتر حصہ ایسا گزرا ہے جس میں مسلمانانِ عالم کی دینی اور سیاسی، اقتصادی اور علمی، معاشی اور معاشرتی زندگی انتہائی خطرہ میں مبتلا تھی۔ کوئی دن اور کوئی رات اُن کو چین اور امن کا نصیب نہیں ہو سکا۔ اور ہر طرف اور ہر سمت سے نسیم سحری اور ٹھنڈی ہواؤں کے بجائے ظلم و ستم کی آندھیوں اور جبر و استبداد کی گرم ہواؤں نے ان کے نرم و نازک جسموں کو جھلس دیا تھا۔ دیگر دولِ یورپ کی تعدی اور زیادتی کے علاوہ جابر برطانیہ کا تسلط ربع مسکون کے اکثر حصوں پر تھا جس کی قوت و شوکت کا اندازہ مسٹر گلیڈسٹون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ہماری حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا کہیں رات ہے اور کہیں دن ہے اور نیز متکبرانہ لہجہ میں یہ بھی کہا کہ اگر آسمان ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم اس کو اپنی سنگینوں کی نوکوں پر تھام سکتے ہیں (محصلہ)۔ اس نازک تر دور میں تمام اکنافِ عالم میں جو طغیان و بربریت مسلمانوں پر روا رکھی گئی اس کی مثال دنیا کے ظلم و جور کی داستانوں میں بالکل ناپید ہے اور چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی اوراقِ تاریخ میں اس کی ادنیٰ مثال بھی نہیں مل سکتی۔ دردِ دل رکھنے والے مسلمان ہر ملک اور ہر خطۂ ارضی میں برطانیہ اور اس کے ہمنوا اور کاسہ لیسوں کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئے اور غدارانِ قوم و ملت کے خلاف صدائے حق بلند کرنے میں انہوں نے ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر اپنا مذہبی اور سیاسی فریضہ ادا کیا۔ ان اساطین حق و حریت نے اپنی اپنی شعلہ نوائیوں سے ظلم و جور اور استبداد و استعمار کے مضبوط قلعوں میں آگ لگا دی اور جمود و خمول کی راکھ میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دے کر شعلے بنائے اور اقوامِ عالم پر یہ واضح کر دیا کہ دولِ یورپ اور علی الخصوص برطانیہ نے کبھی امن و چین کی گھنٹی نہیں بلکہ ہمیشہ جنگ و جدال کا بگل بجایا ہے اور ان کی نام نہاد تہذیب و امن کے پرخچے اڑا کر فضائے آسمانی میں بکھیر دیئے جن کی خانہ ساز تہذیب و امن کا جنازہ زمانۂ حال میں بیدار اقوام نے پڑھا ہے اور جس کی گور کے نشان اب بھی موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ خلافتِ عثمانیہ کے مردِ بیمار اور سخت جان مریض پر حالتِ نزع میں برطانیہ کے نمکخوار غسّال اور گورکن بڑی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ اس کے کفن دفن کی تیاریاں کر رہے تھے اور سادہ لوح مسلمانوں سے دادِ سخاوت حاصل کرنے کے درپے تھے اور بہت سے قاصر النظر حاجتمند اس کی جھولی میں پڑ بھی گئے تھے۔ آہ ؎

Marfat.com

جب جُھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

(۲)

ہندوستان کی سرزمین میں دیگر اہلِ دل اور غیور مسلمانوں کی طرح اکابرینِ علماءِ دیوبند شکر اللہ مساعیہم اور علماءِ اُن کے ہمنوا تھے انگریز کے خلاف ہر قسم کے جہاد میں سب سے پیش پیش تھے اور ان کو نہ صرف یہ کہ ہندوستان ہی کے مسلمانوں کی جان و مال اور ایمان و عزت کا احساس تھا بلکہ وہ سیماب کی طرح مضطرب دل اور شاخِ نازک کی مثل بے قرار روح کی بدولت تمام عالمِ اسلام کے لئے برطانیہ کی حکومت اور اس کی ابلیسانہ پالیسی کو جو بلاواسطہ اور بالواسطہ مختلف ممالک میں رائج تھی، اشد خطرہ سمجھتے تھے۔ وہ مصر و عرب، شام و فلسطین، ایران اور آزاد قبائل وغیرہ وغیرہ تمام اسلامی ممالک میں جابر برطانیہ کے پاؤں کمزور، اس کی استبدادی گرفت کو ڈھیلا اور مسلمانوں کے پاؤں کو مضبوط اور ان کے خود ارادیت کو مستحکم کرنے کے بے انتہا خواہشمند تھے اور نہ صرف خواہشمند ہی تھے بلکہ اس کے لئے اپنی بساط کے مطابق کوشاں بھی تھے۔ ریشمی دستاویز کی کہانی آخر کیوں پیش آئی تھی؛ حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ المتوفی ۱۳۳۹ھ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۷۷ھ اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب دام مجدہم کو آخر مالٹا میں کس نظریہ نے سالہا سال تک قید و بند کے لئے مجبور کیا تھا؛ اور حضرت مولانا ابو الحامد محمد بن عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ المتوفی ۔۔۔ھ کو جلاوطن ہو کر کابل میں کیوں رہنا پڑا؛ اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی المتوفی ۔۔۔ھ کو زندگی کا بیشتر حصہ جلاوطنی میں گزارنے پر کن حالات نے اکسایا تھا؛ اور علماءِ دیوبند و من حذا حذوہم کو دورِ برطانیہ میں کال کوٹھڑیوں میں کن افکار و عزائم نے محبوس کیا تھا؛ جہاد ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کے خلاف پانی پت، سونی پت اور دہلی و سہارنپور وغیرہ کے اطراف و اکناف میں ہتھیلی پر جان رکھ کر کس نے علمِ جہاد بلند کیا تھا؛ اور زنداں میں محبوس ہو کر سزائے موت کی خبر سُن کر کس نے خوشی کے مارے چھلانگیں لگائی تھیں؛ کہاں تک اس درد بھری کہانی اور داستان کا تذکرہ کیا جائے۔ کسی اہلِ علم اور صاحبِ ذوق و منصف مزاج تاریخ دان سے یہ تاریخی حقائق کیونکر اوجھل اور مخفی ہو سکتے ہیں؛ اور سینوں اور سفینوں سے تاریخ اسلام کے یہ سنہری حروف اور نقوش کیسے مٹ سکتے ہیں؛ جو اپنی تابانی لہروں میں پکار پکار کر یہ صدا

59690

Marfat.com

بلند کر رہے ہیں کہ ؎

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے اِک حرفِ غلط ۔۔۔ لیک اُٹھے بھی تو نقش اپنا بٹھا کے اُٹھے

(۳)

اس ظلم و عدوان کے دور میں ان اکابر کے لئے اگر ایک طرف برطانیہ کے طوق و سلاسل، زنداں اور کال کوٹھڑیاں تیار تھیں اور ہر وقت تختۂ دار ان کے شوقِ ملاقات کے لئے بیتاب نظر آتا تھا، تو دوسری طرف برطانیہ کے ایما پر بہت سے اغراض و مقاصد اور مخفی مصالح کے پیشِ نظر ہندوستان کے نہ صرف کلمہ پڑھنے والوں بلکہ مفتیوں اور پیروں، مولویوں اور گدی نشینوں نے ان اکابر پر تکفیر و تفسیق کے تیر برسائے اور مختلف قسم کے دیگر الزامات لگائے مثلاً یہ کہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں، اس کی قدرت کے قائل نہیں ہیں، ناموسِ رسالت کے دشمن ہیں، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے خلاف گستاخیاں کرتے ہیں شیطان کا علم سرارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مانتے ہیں، چوپایوں کے ساتھ علم میں آپ کی برابری کرتے ہیں، بزرگانِ دین کی توہین کرتے ہیں اور اولیائے عظام کی تحقیر کرتے ہیں، ختمِ نبوت کے منکر ہیں، وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اس لئے یہ لوگ خدا اور رسول کے دشمن، ملحد، بے دین، زندیق اور مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے اور پھر یہاں تک لکھ دیا کہ "بے شک امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی فرقوں کے حق میں فرمایا ہے کہ حاکم کو ان میں سے ایک کا قتل ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ دین میں اُن کی مضرت زیادہ سخت تر ہے۔" (بلفظہٖ حسام الحرمین ص۱۰۱) پھر کیا تھا سادہ لوح اور جاہل مسلمانوں کی مجاہدانہ یلغار تھی، قولاً و فعلاً و مالاً ہر طریق سے ان اکابرین کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا اور ان کو وہابی اور گلابی وہابی کے بے خطا ہتھیاروں سے صفحۂ ہستی سے مٹانے اور وصفِ اسلام سے نکالنے کی ازحد کوشش اور کاوش کی گئی مگر مشہور ہے جس کو خدا رکھے اُس کو کون چکھے۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ○ بتلائیے کیا حال ہوگا اُمتِ مسلمہ کی کشتی کے اُس ملاّح اور ناخدا کا جو موجوں کے اندرونی اور بیرونی تھپیڑوں کا مقابلہ کرتا رہا اور بزدلی، کم ہمتی، سستی اور کاہلی کو قریب بھی نہ آنے دیا۔ مگر تھا تو وہ آخر انسان ہی، اس لئے یہ کہنے پر بھی مجبور ہوا کہ : ؎

Marfat.com

حملے مری کشتی پہ کیا کرتے ہیں طوفاں   دریا کی طرف سے کبھی ساحل کی طرف سے

بانیانِ دارالعلوم دیوبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے دینِ اسلام کی بقاء اور احیاء کے لئے جس للّٰہیت و اخلاص اور ہمت و ایثار کے پیش نظر جو مرکز علومِ اسلامیہ قائم کیا تھا (جو تادم تحریر با حسن وجوہ قائم ہے وخلدہ اللہ الیٰ قیام الساعۃ) اس سے سالانہ سینکڑوں شعلہ بیان اور روشن ضمیر عالم تیار ہو کر ممالکِ اسلامیہ میں تقریر و تحریر، تدریس وخطابت، ذکر و فکر اور تالیف و تصنیف وغیرہ کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے اور اب بھی بفضلہٖ تعالیٰ کر رہے ہیں جو اپنی خوش بیانی اور حسنِ کردار اور تبلیغ کے ذریعہ سینکڑوں کے اسلام لانے کا سبب بنے ہیں اور جو برطانیہ کے لئے مصیبتِ عظمیٰ اور دردِ سر بنے رہے جنہوں نے ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی اور ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے اسلاف کے بہترین نمونوں پر قائم رہ کر طوفانِ حوادث کو یوں خطاب کیا کہ ؎

ہم کو طوفانِ حوادث کیا ڈرائے گا حمید   جب سے ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھا کئے

ان اکابر کی بے لوث خدمت، اولوالعزمی اور تمام کارکردگی حکومتِ برطانیہ کے سامنے تھی۔ اس نے ان پر جو مظالم بلاواسطہ ڈھائے ان کا تو کہنا ہی کیا ہے، مگر جو الجھنیں ان کے لئے ابنائے وطن نے لبادۂ اسلام اوڑھ کر پیدا کیں، وہ زہرہ گداز ہیں۔ کسی نے تو جہاد کی منسوخیت کا باطل دعویٰ کیا اور ختمِ نبوت پر کاری ضرب لگا کر قصرِ ختمِ نبوت کو متزلزل کرنا چاہا اور کسی نے ہندوستان کو دارالسلام قرار دے کر برطانیہ کو بالواسطہ عادل اور منصف حکمران بنا کر اس کے مخالفوں کو قابلِ گردن زدنی اور قابلِ صد نفرین قرار دیا اور اپنی ساری ناکام اور بے مراد زندگی ہی اکابرینِ علماءِ دیوبند و من حذا حذوہم کے خلاف زہر اگلنے میں صرف کر دی اور بیسیوں مسائل میں ان کی تکفیر و تفسیق کی گئی بلکہ علماء حرمین شریفین کو مغالطہ دے کر ان کی تکفیر کرائی گئی حتیٰ کہ زمانے نے پانسہ بدلا اور حالات نے پلٹا کھایا اور سچ اور جھوٹ، اصل و نقل اور بے لوث خدمت اور طمع و لالچ کی حقیقت آشکارا ہوئی اور ہر صاحبِ فہم و ذوق پر صداقت منکشف ہوئی۔ آخر ؎

ہر ذرۂ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا   جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف سے

(۴)

ان تمام مخالفین میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی پیش پیش تھے چنانچہ انہوں نے اپنی متعدد

Marfat.com

کتابوں میں ان اکابر کے خلاف صریح کفر کے فتوے صادر کئے ہیں۔ ہم سردست صرف دو ہی حوالے ان کے درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان مدح خوان باتفاق علمائے اعلام کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے"۔ (عرفان شریعت حصہ دوم ص۲۹)

اور نیز مسٹ لکھتے ہیں کہ:۔ "ان میں نانوتوی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے"۔ (عرفان شریعت حصہ اول ص۲۴)

اور مفتی احمد یار خان صاحب عالم جذب و جنون میں بزعم خود یہ ثابت کر کے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل المتوفی شہیداً ۱۲۴۶ھ کو سکھوں نے نہیں بلکہ سرحد کے پٹھانوں نے قتل کیا تھا۔ یہ لکھتے ہیں کہ" ان کے معتقدین دو گروہ ہیں غیر مقلدین وہابی اور دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا نماز روزہ میں ہماری طرح سامنے آئے ان کو کہتے ہیں گلابی وہابی یا دیوبندی (الحمد للہ کہ عنابی مشرک تو نہیں کہتے صفدر) ملاحظہ میرے آقا و مولیٰ محبوب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تو دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہاں سے قرن الشیطان نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطان کا ترجمہ ہے دیوبند" اھ (بلفظہ جاء الحق ص۳)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ "لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں"۔ (بلفظہ جاء الحق ص۶) شاید اس لئے کہ ان کے علم و تقویٰ، امانت و دیانت، متانت اور سنجیدگی اور محکم اور مضبوط دلائل کے سیلاب میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت کی خود تراشیدہ دلیلوں کی کاغذی کشتیاں بہ جاتی ہیں اور خطرہ ہونا چاہئے رنج و غم و حزن اور خوف نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں ہے کیونکہ ؎

جس سمت نگاہ اٹھی اک حشر بپا دیکھا جو شکل نظر آئی غمگین نظر آئی

اور پھر آگے دیوبندیوں پر مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں کہ " اور ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر حرمین پر ہی ہوئے" (بلفظہ جاء الحق ص۳) مفتی صاحب! ذرا انصاف اور خوف خدا کو ملحوظ رکھ کر اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ تو فرمایئے کہ دور برطانیہ میں ترکوں اور مصریوں عربوں اور شامیوں افغانوں اور آزاد قبائل کے مسلمانوں پر

۱؎ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرن الشیطان کے مضمون کی جملہ حدیثیں صرف دجال لعین سے متعلق ہیں راقم الحروف اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے، انشاء اللہ حقیقت بالکل واشگاف ہو جائے گی۔ صفدر

Marfat.com

کس گروہ کے مولویوں اور پیروں اور گدی نشینوں کے مریدانِ باصفا اُن مظلوموں پر گولیاں برسانے، ان کے سینوں کو چھلنی کرنے اُن کی عورتوں کو بیوہ کرنے اور ان کے بچوں کو یتیم کرنے اور ان کی ماؤں کے قیمتی لعل چھیننے کے لئے بضد ہوئے تھے؟ مفتی صاحب! نظاربندی اور تیغ بندی کے تعویذات کس گروہ نے لکھ کر دیئے تھے؟ اور پھر مختلف قسم کے نذرانے اور تحائف اور جاگیریں کس صلہ میں اور کس کو ملی تھیں؟ اور اُس زمانہ میں انگریز کا مورد عتاب کون تھا؟ اور کلانٹے کی طرح اس کو کون چبھتا تھا؟ مفتی صاحب! جنگِ عظیم میں بغداد شریف پر ریزہ غم خود گیا رہویں والے کے روضہ پر کس کے مریدوں نے بھرتی ہو کر حملہ کیا تھا؟ ذرا علامہ کبیر اور مجاہدِ وقت امیر شکیب ارسلان کی کتاب اسبابِ زوالِ اُمت ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ ان مقاماتِ مقدسہ پر چڑھاؤ کس فوج سے متعلق تھے؟ اور مدینہ طیبہ میں روضۂ اقدس پر کس نے گولیاں برسائی تھیں؟ اور مکہ مکرمہ پر کس گروہ نے مہیا کی تھی؟ اور سلطان عبدالحمید خان ترکی مرحوم کی بہو کو حرم کعبہ کے گرد بالوں سے پکڑ کر کس نے گھسیٹا تھا؟ اور اس کے برعکس برطانیہ نے شریف مکہ کے توسط سے ترکوں کے خلاف جنگ کرنے کے جواز پر کس سے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تھا اور کس نے انکار کر کے سالہا سال تک مالٹا میں اسیری کی زندگی بسر کی تھی؟ اور کس کو مالٹا کے زندان میں گھر کی سی لذت محسوس ہوتی تھی؟ جنہوں نے شاید بزبانِ حال یہ بھی کہا ہو کہ :

نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے | قفس میں رہنے والوں کو خیالِ آشیاں کیوں ہو؟

مفتی صاحب! آپ کو تاریخ عالم سے بھی کچھ اُنس اور لگاؤ ہے؟ آپ نے کس سادگی اور دجل سے یہ کہہ دیا ہے کہ اُن (دیوبندیوں) کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہلِ حرمین پر ہی ہوئے۔ مفتی صاحب! اس غلط بیانی اور افتراء آفرینی سے شاید آپ کے ناخواندہ حواری تو مطمئن ہو جائیں مگر تاریخ عالم سے ذی ترین تعلق اور مَس رکھنے والے اس دروغ گوئی سے کیونکر کیسے؟ اور کب متاثر ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً اس طائفہ منصورہ اور ظاہرین علی الحق گروہ کے خلاف جن کی عزیز زندگیاں ہی اسلام کی والہانہ اُلفت اور عقیدت میں اور مسلمانانِ عالم کی خیرخواہی اور ہمدردی میں اور برطانیہ کے خلاف تختۂ دار سے لے کر اسیری تک کے مظالم میں گزری ہیں اور جو آخر تک ببانگ دہل یہ کہتے رہے کہ :

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی | کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

(۵)

جہاں اور بہت سے مسائل میں ان اکابر کی تکفیر اور پُرزور تردید کی گئی ہے اُن میں ایک مسئلہ علم غیب بھی ہے۔ اور اس پیشِ نظر کتاب کا موضوع بحث ہے۔ قرآن کریم، صحیح احادیث، صحابۂ کرام، ائمۂ اسلام اور بزرگانِ دین

Marfat.com

اور اکابرین علماء دیوبند کا مسئلہ علم غیب کے متعلق کیا بیان اور عقیدہ ہے یہ تو اس کتاب کے مختلف ابواب سے ان شاء اللہ العزیز علی وجہ الاتم ظاہر ہو گا۔ سردست فریق مخالف کا نظریہ خود ان کی اپنی عبارات میں ملاحظہ کیجئے تاکہ آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ اس آخری ترین دور میں جس میں لوگ اسلام ہی کو سلام کہہ رہے ہیں یہ ضخیم کتاب کیوں لکھی گئی ہے؟ اور اس کے لکھنے کا داعیہ کیا پیش آیا ہے؟ ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات!

(۱) تاریخ فریق مخالف مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی قرآن کریم کی ایک آیت سے متعلق اثر و شان نزول از حضرت مجاہدؒ (در کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی الخ ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۰۵ و در منثور ج ۳ ص ۲۵۴ وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے مگر فریق مخالف نے اس کی سند اور متن کا حال نہیں بتلایا اور بتلاتا بھی بھلا وہ کیسے؟ آخر ع "کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"! باقی رہا اونٹنی کا واقعہ اور حضرت مجاہدؒ کے اقوال کی تشریح تو وہ اپنے مقام پر عرض کی جائے گی ان شاء اللہ العزیز) پر یہ حکم تشدید کرتے ہوئے کہ یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ "جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے" الخ (بلفظہ خالص الاعتقاد ص ۲۷) اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ: "مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی حضور و تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے" (بلفظہ احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۶۵)

(۲) اسی سابق مستدل پر بنیاد رکھتے ہوئے مولوی سلطان محمود صاحب بریلوی (ضلع میانوالی) لکھتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کو کافر فرمایا ہے اگرچہ کلمہ شریف پڑھتا ہو" الخ (بلفظہ نجم الرحمٰن ص ۲۷) نیز لکھتے ہیں کہ: "اہل السنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے (کون سے اہل السنت والجماعت؟ اور ثبوت اتفاق کہاں؟ یہ تو اس کتاب سے روشن ہو گا ان شاء اللہ العزیز۔ صفدر) اور اعتقاد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ آقائے نامدار سید الابرار احمد مختار ختم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے اپنے فضل و کرم سے اولین آخرین و علم ما کان و ما یکون و علم ما فی السموٰت و ما فی الارض عطا فرمایا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا مومن ہے (کیا اور کیسا؟ مفصل بحث آ رہی ہے ان شاء اللہ۔ صفدر) اور جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے" اھ (بلفظہ نجم الرحمٰن ص ۵) نیز وہ لکھتے ہیں کہ: "پس انکار علم غیب نبی کا عین انکار نبی کا ہے پس وہابی لوگ نبی کے منکر ہیں" (بلفظہ نجم الرحمٰن ص ۴۷)

(۳) مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ) مذکور مستدل کی بنا پر لکھتے ہیں کہ: "مسلمان ہو کر تم یہ بات کہتے ہو کہ نبی علم غیب کیا جانیں کافر ہو گئے" الخ (حقیقۃ الحق ص ۳۶) اور پھر متعدد پنجابی کے اشعار میں اس کو بیان کرکے یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

غیبی علم نبی نوں جیہی ثابت ہو گیا بھائی — جیہڑا اوس نوں منّے ناہیں کافر شک نہ کائی

Marfat.com

(۴) مولوی محمد عثمان صاحب گکھڑوی (ضلع گوجرانوالہ) لکھتے ہیں کہ :۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صفت علم غیب باتفاق اہل حق (یعنی تمام بریلوی) ہمارے اعتقاد میں بنص قطعی قرآنی ثابت ہے اور منکر منصوص مکذب نص قرآن ہے اور مکذب نص قرآن کافر ہے" (بلفظہ علم حبیب خدا)

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ "اے امت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کسی دیوبندی وہابی کی اقتداء میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنا لینا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ما کان و ما یکون یعنی اگلا پچھلا نہیں ورنہ یاد رکھو کملی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے گا جو پھر ہاتھ نہ آئے گا، آپ کی سفارش سے بھی محروم رہو گے اور وہ تو اس عقیدے پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر علی الاعلان ما کان و ما یکون کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھا دیں (کس دلیل سے صفحہ) اور تم سر رہے آپ کی ذات عالیہ کو اس سے بے خبر کہو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قعر بند میں ہی رکھے تاکہ دوسرے سادہ لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو قعر جہنم میں نہ لے جاؤ۔" انتہی بلفظہ (مقیاس حنفیت ص۲۶۵)

شیعہ حضرات کی مستند کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ما کان و ما یکون کا علم مرحمت ہو چکا تھا : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ لم یھبط حتی اعلمہ اللہ جل ذکرہ علم ما کان و ما یکون (اصول کافی مع الصافی حصہ اول جزء سوم کتاب الحجۃ ص۲۱۶) (کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ اس وقت تک نیچے تشریف نہیں لائے جب تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم نہ عطا فرما دیا) اور اس کی شرح میں علامہ خلیل قزوینی مشہور شیعی عالم لکھتے ہیں کہ :۔ "بدرستیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ چوں بردہ شدہ در شب از مسجد الحرام بسوئے مسجد اقصےٰ و از آنجا بآسمان فرود نیامدہ تا وقتیکہ اعلام کرد او را اللہ جل ذکرہ ہر چہ بتحقیق شدہ و ہر چہ خواہد شد" (الصافی حصہ اول جزء سوم ص۲۱۶ طبع نولکشور)

مگر فریق مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم غیب کب حاصل ہوا تھا؟ اس سے متعلق بھی ان کے دو حوالے سن لیجئے تاکہ کسی کے دل میں ارمان نہ رہے :۔

(۱) مولوی محمد صالح صاحب میترانوالی (ضلع سیالکوٹ) لکھتے ہیں کہ : "عباس رضؓ سے مروی ہے[1] کہ آنحضرت نے فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا الیٰ ان قال اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابتدائے خلق سے علم غیب حاصل ہے لوح محفوظ ان کے روبرو لکھی گئی آپ کو شکم مادر میں ہی علم غیب حاصل تھا" (علم غیب رسول ص۳۴)

---

[1] امام ابو نعیمؒ لکھتے ہیں کہ غریب سند ا و متناً یہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے غریب ہے اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں احمد بن ابراہیم جبلی راوی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے (دلائل النبوۃ بیہقی ج ص) اور معنوی طور پر بھی اس پر کلام کیا گیا ہے (دیکھئے سیرت النبی ج۳ ص۵۵۹ از سید سلیمان ندوی مرحوم) اور ایسی سراپا روایت سے شکم مادر میں علم غیب ثابت ہو رہا ہے! فوا اسفا!!

Marfat.com

(۲) اور مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے مخصوص لہجہ میں تحقیق و تدقیق کر کے دریا بہا دئیے ہیں۔ وہ ان تمام آیات قرآنیہ اور نزولے ہیں اور اس قبل ہیں کہ کسی نابالغ بچے کو بھی آیات ازبر کر کے جائیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ : حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اوّل ہی سے قرآن کے عارف تھے مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ارشاد فرماتا ہے ما کنت تدری ما الکتاب الآیۃ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن کو پہلے سے نہیں جانتے تھے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے غار حرا میں پہلی بار آ کر عرض کی کہ اقرأ پڑھیئے یہ نہ عرض کیا فلاں آیت پڑھیئے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو پڑھا ہوا ہو۔ (سبحان اللہ اگر کسی بچہ سے عہد طفولیت میں یہ کہا جائے کہ پڑھو تو وہ اس سے قبل سب کچھ جانتا ہی ہوگا؟ صفدر) حضور علیہ السلام نے فرمایا ما انا بقارئ میں نہیں پڑھنے والا یعنی میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے اور محفوظ ہیں (مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسی حدیث کے بعض طرق میں آتا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اقرأ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیف اقرأ؟ میں کس طرح پڑھوں؛ اور ایک روایت میں یوں آتا ہے ماذا اقرأ میں کیا پڑھوں؛ اور علماء اسلام نے تین دفعہ کے تکرار کا یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ پہلی مرتبہ کا فرمانا امتناع قرأت، اور دوسری دفعہ کا کہنا اخبار بنفی محض اور تیسری بار کا ارشاد استفہام پر محمول ہے دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۹ وغیرہ) لوح محفوظ میں قرآن ہے اور لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے آپ ولادت سے پہلے نبی، صاحب قرآن ہیں (بغیر وحی کے نبوت کیسی؛ روا رے مفتی صاحب؛ صفدر) لہٰذا ماننا پڑے گا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف تھے الیٰ ان قال حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی (دلیل؛ یہ نہ پوچھئے صفدر) حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا، یہ بھی حکم قرآنی ہے" (بلفظہ جاء الحق ص ۱۳۰)

سبحان اللہ! مشہور محاورہ کے پیش نظر آمدم برسر مطلب، مفتی صاحب، صاحب قرآن اور معصوم ہستی صلوات اللہ علیہ وتسلیماتہ، سے ایک ہی جست لگا کر گیارھویں شریف والے کی طرف چلے گئے ہیں اور بے سروپا کہانی سے ان کی منقبت اور فضیلت ثابت کی جا رہی ہے کہ غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ یہ کس قرآن میں ہے کہ غوث پاک نے رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا؟ اور اور یہ بھی نہ بتایا کہ وہ پیدا کب ہوئے اور وفات کب پائی؛ اور کس قرآن میں ہے کہ شیر خوار بچہ بھی ماہ رمضان میں اس امر کا مکلف ہوتا ہے کہ ماں کا دودھ چھوڑ دے؛ اور اگر کسی بیماری وغیرہ سے ترک کر دے تو

Marfat.com

یہ حکم قرآن کیسے ہو گیا؟ اور اس قسم کی اور کئی قابلِ توجہ باتیں مفتی صاحب ہی جانیں کیونکہ مشہور ہے المعنی فی بطن الشاعر۔ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ہے۔ یہ وہ مفتی صاحب ہیں جو بزعمِ خویش اور بخیالِ معتقدین رہبرِ کامل اور مفتی اور صوفی اور واصل باللہ ہیں۔ خدا سمجھائے۔ آپ نے عوام الناس کی زبان سے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کیا ہی خوب کہا ہے کہ ؎

رہزن سے تو ہر گام پہ رہتا ہوں میں ہشیار　　خطرہ ہے اگر رہبرِ کامل کی طرف سے

یہ ہیں وہ حالات جن کی وجہ سے ہم علمِ غیب کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرنے اور اس کو دلائل سے مبرہن اور مستحکم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، اور فریقِ مخالف کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا جائزہ بھی قدرے تفصیل سے لیا گیا ہے تاکہ عوام الناس کے سامنے فریقین کے دعاوی اور دلائل بیک نظر آ جائیں پھر سمجھنے کے بعد جس کا جی چاہے جو راستہ اختیار کرے۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ۔ ؎

من نگویم کہ ایں مکن آں کن　　مصلحت بیں و کار آساں کن

(۶)

یہ بحث تو بسط و تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔ مگر یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ صرف ذاتی اور عطائی اور بالذات و بالواسطہ کے فرق سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا نہ شرک سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی طرح سے مستحسن ہے چنانچہ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (جن کی تحقیق پر فریقِ مخالف کو کُلّی اعتماد ہے) ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

"آرے علمِ رسول بشری یا مَلَکی را مساوی علمِ الٰہی دانستن وفقط در بالذّات و بالواسطہ تمیز انگاشتن بعید است از صواب قال اللہ تعالیٰ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ" (ملفوظہ اعلاء کلمۃ اللہ ص۱۴۱)

مطلب بالکل واضح ہے کہ فرشتہ اور رسول کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی سمجھ کر صرف یہ فرق کرنا کہ خدا تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور فرشتہ اور رسول کا علم بالواسطہ اور عطاءِ الٰہی ہے بالکل غلط اور بعید از صواب ہے بلکہ یوں فرق ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ما کان و ما یکون کو محیط ہے اور رسول بشری وغیرہ کا علم إِلَّا بِمَا شَاءَ میں داخل ہے کیونکہ جمیع ما کان و ما یکون کے دعوے سے ایک تو اس آیت

Marfat.com

کا خلاف ہوتا ہے اور دوسرے دیگر نصوص قطعیہ کا رد لازم آتا ہے جن میں رسول اکرم بشر وغیرہ سے علم کی نفی ثابت ہے۔ دیگر فرشتوں کا تو کہنا ہی کیا صرف وہ رسول ملکی اور فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اعمال اور اقوال پر عالم اسباب میں محافظ اور نگران بنایا ہے۔ وہ انسان کے متعلق بہت کچھ علم رکھتے ہیں مگر جو علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس سے وہ بھی آگاہ نہیں ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ

فالملائکۃ یعلمون مایھم بہ العبد من حسنۃ و سیئۃ ولیس ذلک من علمھم بالغیب الذی اختص اللہ بہ (شرح حدیث النزول ص ۸۴ طبع امرتسر) — فرشتہ ان خیالات کو بھی جو انسان میں نیکی اور بدی کے پیدا ہوتے ہیں جانتا ہے مگر یہ وہ علم غیب نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

کیونکہ اس کی ذات کے ساتھ جو علم مختص ہے وہ محیط تفصیلی اور علم جمیع ما کان وما یکون ہے اور اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔

(۷)

بعض اہل علم حضرات بھی دیانۃً اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شرک کی زد سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ تمام ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوا مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھا، بالذات اور بالاستقلال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفت آپ کے لئے ثابت نہ ہوئی تو پھر یہ شرک کیسے ہوا؟ کیونکہ علم غیب اور اسی طرح حاضر و ناظر اور مافوق الاسباب تصرفات وغیرہ کی صفات تو آپ کی ذاتی نہیں اور نہ خانہ زاد ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص اور خالص عطیہ ہیں اور علم عطائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہو سکتی اس لئے یہ شرک نہیں ہے مگر یہ ایک نہایت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے۔ پوری بحث تو اپنے مقام پر آنے گی (ان شاء اللہ) کہ جب موصوف کا خود اپنا وجود ہی ذاتی نہ ہو بلکہ عطیہ خداوندی ہو تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بالذات ہو سکتی ہے۔ اور جب اس کے بالذات ہونے کا تصور ہی نہیں تو پھر اس کی نفی کیونکر صحیح ہوگی؟ اور بھلا اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جن حضرات نے بالذات اور بالاستقلال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب ہرگز یہ نہیں لیتے اور نہ کرتے ہیں کہ یہ صفت ان کی ذاتی اور خانہ زاد ہے بلکہ وہ بالذات اور بالاستقلال کا یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت اور طاقت عطا فرما دی ہے اور قدرت ان کی ذوات میں ودیعت کر دی ہے

Marfat.com

کہ وہ جب چاہیں کسی چیز کو معلوم کرلیں اور جب چاہیں تصرف کرلیں اور جزئی جزئی اشیاء میں وہ اس کے محتاج نہیں کہ فیضان الٰہی ہو تو وہ کچھ کر سکیں، اور عطائی اور غیر مستقل کا یہ مطلب وہ لیتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کی طرح جزئی جزئی معاملہ میں وہ قدرت خداوندی کے محتاج ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کو ان میں اتنا اختیار بھی نہیں ہوتا جتنا کہ عباد کے افعال اختیاریہ میں ہوتا ہے۔ مثلاً قلم کاتب کے ہاتھ میں لکھتا تو ہے مگر ایک ایک حرف میں وہ کاتب کی تحریک کا محتاج ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کاتب نے اپنا فعل کتابت قلم سے ظاہر کیا ہے نہ یہ کہ قلم میں انسان کی طرح لکھنے کی طاقت ہی آگئی ہے۔ کیونکہ قلم جب تک انسانی صفات کا حامل نہ ہو کاتب نہیں ہو سکتا۔ بخلاف افعال عباد کے، کیونکہ ان میں انسان کو مستقل اور بالذات قدرت حاصل ہے۔ اگرچہ یہ قدرت و اختیار وغیرہ خدا تعالٰے ہی کا عطیہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس پر مفصل بحث نقل کی گئی ہے ہم اختصاراً دو عبارتیں عرض کرتے ہیں :۔

"دانستن مغیبات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رو میدہد ہم ازیں قبیل است یعنی متفرع بر قوتے و قدرتے و شانے و صفتے نیست کہ در ذوات طیبۂ ایشاں ودیعت نہادہ باشد بلکہ محض فعل مخصوص الٰہی است کہ ایں جا جلوہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب" (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۲۳)

اور نیز لکھتے ہیں کہ :۔

"آنکہ لفظ علم ذاتی و تصرف استقلال و مثل آں کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ رح و شاہ عبدالعزیز رح نسبت بکفار واقع شدہ مراد ازاں ہمیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار است کہ بسبب شرک کفار ابکار رست ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار آنہا عطا فرمودۂ جناب کبریا میدانستند کما مر تحقیقہ و وجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہر است زیرا کہ مشرکین بعید از افعال خاصۂ الٰہیہ را بسبب اعتقاد تفویض قدرت و اختیار در افعال اختیاریہ و اعمال مقدوریہ داخل نمودند و بر افعال اختیاریہ بندگان جمیع احکام استقلال جاری میشود و استحقاق مدح و ذم طاری گو کہ ہم افعال عباد بر قوت و قدرت خداداد مبنی"۔ (الملفظ ج ۳ ص ۲۳)

مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جیسا انسانوں کو نیکی اور بدی ایمان و کفر طاعت و عصیان وغیرہ وغیرہ میں مستقل قدرت حاصل ہے جس پر مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا ترتب ہوتا ہے اسی طرح

Marfat.com

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بعض بندوں کو علم غیب وغیرہ کی صفات عطا کردی ہیں اور ان میں وہ افعالِ اختیاریہ کی طرح تصرف کرنے میں مستقل ہیں۔

اور حضرت تھانوی رح ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اور مستقل بالتاثیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیئے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالٰی کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالٰی کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس تفویض و اختیارات سے معزول کر دے"۔ (البوادر والنوادر ج ۲ ص ۷۰۷)

اس کی ایک ناقص سی مثال یوں سمجھئے جیسا کہ موجودہ دور میں ماتحت عدالتیں ہوتی ہیں، ان کے تمام اختیارات حکومتِ وقت کے قانون ہی سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں حتٰی کہ بعض اوقات حکومت کی مرضی کے برعکس وہ حکومت کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حالانکہ کرسیٔ عدالت پر ان افسروں کا رسائی حاصل کرنا قانونِ وقت کا رہینِ منت ہوتا ہے حکومت جب چاہے ان کو معزول اور معطل یا عہدہ میں کمی یا اضافہ کرسکتی ہے۔ اس لحاظ سے فریقِ مخالف نے بالذات علم غیب کی نفی یا بالاستقلال تصرفات کی نفی یا ذاتی طور پر حاضر و ناظر کی نفی کی دور از کار بحث چھیڑ کر جس عذرِ لنگ یا گلو خلاصی کا بہانہ تلاش کر رکھا ہے وہ سب بے سود و بے کار ہے مگر فریقِ مخالف کو کیا؟ ؎

پہنچ سکا نہ کبھی منزلِ حقیقت پر صراطِ عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

اگر ذاتی اور عطائی کا یہی دور از کار بہانہ شرک سے بچانے کے لئے کافی ہے تو بتایئے کہ عیسائیوں کا کیا قصور ہے؟ وہ بھی تو بالآخر یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمانی باپ کی طرف سے تمام اختیارات سونپ دیئے گئے تھے جن میں علم غیب بھی شامل ہے چنانچہ انجیل متی میں ہے کہ "یسوع نے پاس آکر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے"۔ (ب ۲۸ آیت ۱۸) اور نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ "میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا" الخ (متی باب ۱۱ آیت ۲۷) اور کرنتھیون کے نام پولس رسول کا پہلا خط۔ میں ہے کہ: "لیکن ہم پر خدا نے ان کو (یعنی حکمت کی باتیں اور خدا کی پوشیدہ حکمت کے بھید باب ۲ آیت ۶، ۷) روح کے وسیلہ سے ظاہر کیا کیونکہ روح سب باتیں بلکہ خدا کی تہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے"۔ (باب ۲ آیت ۱۰)

Marfat.com

صد افسوس ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی جس تقلید کا خطرہ اپنی اُمت کے لئے محسوس کیا تھا وہ پُورا ہو کر رہا۔ آپ نے فرمایا تھا لتتبعن سنن من قبلکم (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۸ و مسلم ج ۲ ص ۳۳۹ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۸ وغیرہ) اور آخر کیونکر پورا نہ ہوتا وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی تمام لغزشوں اور گناہوں کو معاف کرے اور تمام اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنی میں امت مرحومہ بننے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین! اور یہی دلِ بیقرار کی دیرینہ آرزو ہے ؎

دِل کہ نہیں حقیقتِ دل کو بغور دیکھ　　　یہی تو ہے وہ قطرہ کہ دریا کہیں جسے

(۸)

اس کتاب میں کچھ حوالجات اکفار الملحدین مصنفہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب المتوفی ۱۳۵۲ھ سے اور چند حوالجات حضرت مرشدنا و مولانا حسین علی صاحب المتوفی ۱۳۶۳ھ کی املائی تقریر بلغۃ الحیران اور نیز اُن کی تفسیر بے نظیر سے اور کچھ بوارق الغیب مصنفہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی سے ماخوذ ہیں۔ بقیہ جتنے حوالجات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تفحص اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا غیر اغلب نہیں ہے۔ جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ ماجور اور عند الحقیر مشکور ہوں گے کیونکہ اوّل تو انسان کا کوئی کام اور فعل بھی لغزش اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا اور پھر کام بھی اس بندۂ عاجز کا جو سراپا تقصیر و خطا ہو، لہٰذا گزارش ہے کہ مجھے ہدفِ ملامت بنانے کے بجائے متانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حق کے تسلیم کرنے میں کبھی تأمل نہ کروں گا۔ (ان شاء اللہ العزیز)

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۹ سنہ ھ
۲۸ جولائی ۱۹۵۹ ء

احقر
ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر
خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم
متصل گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

Marfat.com

باب اوّل

تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ (پ۱۲۔ ہود۔ ع۴)

(یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں)

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبارِ غیب اور انباءِ غیب کے جتنے علوم سے نوازا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کسی کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسرار و حکم کے علوم اور عبادات ومعاملات اخلاق و سلطنت، حلال وحرام، جائز و ناجائز، کارِ ثواب و کارِ عقاب وغیرہ وغیرہ کے کثیر علوم اور روز میثاق اور بدءِ خلقت اور انبیاء سابقین اور اُن کی اُمتوں کے بے شمار حالات اور اپنے زمانہ کی لاتعداد خبریں اور قیامت تک کے اَن گنت فتن اور زلازل اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور محرکات و دواعی اور اشراطِ ساعت اور علاماتِ قیامت اور قبر و برزخ کے حالات و کیفیات اور میدانِ محشر کے ہولناک اور ہوش رُبا مناظر اور پُلصراط کی پُرخطر وادی اور جنّت و دوزخ کی نعمتیں اور خطرناک مصائب وغیرہ وغیرہ اتنے علوم اور انباءِ غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مرحمت ہوئے ہیں کہ جن کی پوری حقیقت یا صرف دینے والا مالک جانے یا لینے والا محبوب۔ اور اللہ تعالےٰ کے بعد نہ تو اس قدر علوم کسی فرشتہ مقرب کو عطا ہوئے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔ دوسری مخلوق کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اور دیگر بعض صفاتِ مختصہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ان اخبارِ غیب اور انباءِ غیب میں بھی ممتاز ہے۔ مخلوق میں کوئی آپ کا اس میں مماثل نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

Marfat.com

بایں ہمہ یہ بات کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ عالم الغیب و الشہادۃ اور ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف اور علیم بذات الصدور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ستودہ صفات ہی ہے جس کے علمِ محیط سے کائنات کا ایک ذرّہ بھی مخفی نہیں ہے، اور یہ صفت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھی۔ کئی ایک باتیں اس دُنیائے خاک و گل میں ایسی بھی تھیں جن کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر عمر تک نہیں دیا گیا تھا، اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جو آپ کی شانِ رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہیں چنانچہ آئندہ اوراق میں قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور سلف و خلف کی واضح اور روشن عبارات سے یہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اِس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علمِ غیب، عالم الغیب، عالمِ ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جُدا ہے اور اخبارِ غیب اور انباءِ غیب پر مطلع ہونا جُدا مفہوم ہے۔ دوسری بات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منکر ملحد اور زندیق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبارِ غیب اور انباءِ غیب کی صرف بطور نمونہ چند حدیثیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں کہ اکابرینِ علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم (جو اس زمانہ میں صحیح طور پر اہل السنّت والجماعت ہیں) میں کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے تاکہ کسی کوتاہ فہم اور ابلہ فریب کو علمِ غیب اور انباءِ غیب کے فرق کو پیشِ نظر نہ رکھتے ہوئے غلط بحث کا شکار نہ ہونا پڑے اور ہر منصف مزاج کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع مِل جائے، اور محض ضدّ و عناد اور دھڑے بندی کی وجہ سے اپنی آخرت اور عاقبت ضائع نہ کر بیٹھے اور کہیں اس کا اپنا ہی نقصان نہ ہو۔

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

بغیر کسی زمانی ترتیب کے ملحوظ رکھنے کے ہم انباءِ غیب کی صرف وہ چند باتیں عرض کرتے ہیں جو صحیح احادیث میں آئی ہیں اور جن کا ہمارے مقصد سے تعلق ہے:۔

۱- حضرت ابوہریرہ (المتوفی ۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہورِ فتن کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمانہ بہت جلدی جلدی گزرتا جائے گا (کہ عیش و استلذاذ اور سائنسی ترقی کی وجہ سے سال مہینہ میں اور

Marfat.com

مہینہ ہفتہ میں اور ہفتہ ایک دن میں ختم ہو جائے گا، افادہ الخطابی رحمہ المتوفی ۳۸۸ھ اور گویا ع مہینے و سال کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں) اور علم (دین) کم ہو جائے گا اور لوگ بخل سے کام لیں گے اور فتنے بکثرت نمودار ہوں گے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۶) یہ سب امور ہمارے مشاہدہ میں آچکے ہیں۔

۲۔ حضرت ابوبکرہ رضہ (نفیع بن الحارث رضہ المتوفی ۴۹ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضہ المتوفی ۵۰ھ کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳)، اور یہ صلح حضرت علی رضہ اور حضرت امیر معاویہ رضہ کی دونوں جماعتوں کے درمیان حضرت حسن رضہ کی کوشش سے انجام پائی تھی۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ ارضِ حجاز سے آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بُصریٰ کے مقام پر اُونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ و مسلم ج ۲ ص ۳۹۳)۔ حسب تصریح امام نووی رحہ وغیرہ یہ آگ ۶۵۴ھ کو ظاہر ہوئی ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳)۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وقت آئے گا جبکہ نہر فرات سے سونا نکلے گا، جو وہاں ہو وہ اُس سے ہرگز نہ لے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴) کیونکہ اس خزانہ کے حصول کے سلسلہ میں ایسی زبردست لڑائی اور خونریزی ہوگی کہ صرف ایک فیصدی آدمی بچیں گے (مسلم ج ۲ ص ۳۹۱)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضہ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تیس کے قریب دجال اور کذاب رسالت اور نبوت کا دعویٰ نہ کریں حتیٰ کہ علم اُٹھتا جائے گا اور زلزلے بکثرت ظاہر ہوں گے اور زمانہ متقارب ہوگا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل کثرت سے ہوں گے اور مال کی بہتات ہوگی۔ یہاں تک کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اُونچے اُونچے مکانات تعمیر کریں گے اور مصائب کا اتنا ہجوم ہوگا کہ لوگ قبر کے پاس سے جب گزریں گے تو کہیں گے کہ کاش یہ قبر میری ہوتی اور حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴) اور تیس کے قریب دجالوں اور کذابوں کا ذکر مسلم ج ۲ ص ۳۹۷ میں بھی ہے۔

Marfat.com

۶۔ حضرت ابن عمرؓ المتوفی ۷۳ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔ مگر میں تم سے ایسی بات کہتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کہی کہ دجّال کانا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۵) اور حضرت انسؓ المتوفی ۹۳ھ کی مرفوع روایت میں ہے کہ دجّال کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماتھے پر) کافر کے الفاظ لکھے ہوئے ہوں گے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۶)۔

۷۔ حضرت زینب بنت جحش رضؓ المتوفاۃ ۲۱ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ایک دن پریشان حالت میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ عرب کی تباہی کے آثار نمودار ہو چکے ہیں، سدِ یاجوج وماجوج سے اتنی مقدار (جتنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملا کر درمیان میں حلقہ کی ہوتی ہے) کھل گئی ہے۔ میں نے سوال کیا حضرت کیا ہم ہلاک کئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے؟ فرمایا ہاں جب فسق وفجور بڑھ جائے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۶ و مسلم ج ۲ ص ۳۸۸)۔

۸۔ حضرت حفصہؓ المتوفاۃ ۴۵ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کو گرانے کے ارادہ سے ایک فوج آئے گی، اور جب بیداء کے قریب پہنچے گی تو سب کو بغیر ایک قاصد کے جو قوم کو جا کر خبر دے گا زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۸)

۹۔ حضرت ثوبان رضؓ المتوفی ۵۴ھ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرق ومغرب کو میرے سامنے سمیٹ کر رکھ دیا اور مجھے سونے اور چاندی کے خزانے (جو قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کی طرف اشارہ ہے، نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰) عطا فرمائے گئے ہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۲)۔ حضرت عمرؓ المتوفی ۲۳ھ اور ان کے بعد دیگر خلفاء اور سلاطینِ اسلام کے ہاتھوں یہ بشارت پوری ہوئی۔ (نووی وغیرہ)

۱۰۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ المتوفی ۳۶ھ فرماتے ہیں کہ قیامت تک جو فتنے برپا ہونے والے ہیں میں ان کو جانتا ہوں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے وہ بتلائے ہیں۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰) اور ان کی دوسری روایت میں انہی فتنوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے قیامت

Marfat.com

تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی، جو ایک خطبہ میں کھڑے ہو کر بیان نہ کردی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابوزید بن عمرو بن اخطب رضی المتوفی سنہ ھ سے بھی ہے (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰) اور ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۶ کی روایت میں حضرت حذیفہ رضی کی مرفوع روایت میں قائد فتنہ کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث کی مزید تشریح اپنے موقع پر آئے گی انشاء اللہ۔

۱۱۔ اور حضرت نواس بن سمعان رضی المتوفی سنہ ھ کی طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال شام اور عراق کے درمیان کسی درہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں ہر طرف شر و فساد برپا کرے گا اور چالیس دن تک زمین پر رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا ہوگا جس میں پورے سال کی نمازیں پڑھنی ہوں گی، اور دوسرا دن ایک مہینہ کا اور تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے عجیب و غریب شعبدہ بازیاں دکھاتا پھرے گا۔ مال و زر اس کے پیچھے چل پڑے گا جو اس پر ایمان لائے گا وہ خوشحال رہے گا اور جو اس کی بات نہیں مانے گا وہ مصائب و آلام کا شکار ہوگا، ایک آدمی کو وہ قتل بھی کرے گا اس اثناء میں حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر (صبح کی نماز کے وقت کما فی المستدرک ج ۴ ص ۴۸۲ وقال صحیح) نازل ہوں گے اور دو زعفرانی رنگ کے کپڑے اوڑھے ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ دجال لعین کو باب لُد (جو بیت المقدس کے قریب ایک بستی ہے، نووی ج ۲ ص ۴۰۱) میں قتل کردیں گے اس کے بعد یاجوج و ماجوج کا خروج اور ان کا زمین پر شر و فساد اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مع اپنے ساتھیوں کے طور پر پناہ لینا اور پھر یاجوج و ماجوج کی تباہی و بربادی کا طویل واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۴۰۱ و مستدرک ج ۴ ص ۴۹۲)

۱۲۔ حضرت حذیفہ بن اسید رضی المتوفی سنہ ۴۲ھ فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا تم کس بحث میں مشغول تھے۔ ہم نے کہا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک اس سے قبل دس علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں۔ مشرق میں زمین کا ایک خطہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور اسی طرح ایک حصہ مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور ایک قسم کا عالمگیر دھواں نکلے گا، دجال، دابۃ الارض اور یاجوج و ماجوج کا خروج ہوگا۔ سورج مغرب سے طلوع کرے گا، قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۳)

Marfat.com

۱۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا، قحط سالی صرف یہی نہیں کہ بارش نہ ہو قحط سالی یہ بھی ہے کہ بارش تو بکثرت ہو مگر کوئی چیز زمین سے (کثرتِ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے) پیدا نہ ہو۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۳)

۱۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رضاعی خالہ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ المتوفاۃ ۲۷ھ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ المتوفی ۳۴ھ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خواب سے بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ کے تبسّم اور ضحک کا سبب کیا ہے؛ آپ نے فرمایا، مجھ پر میری امت کا ایک ایسا گروہ پیش کیا گیا ہے جو بھرپور دریا میں کشتیوں پر سوار ہو کر (جیسے بادشاہ کرسیوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا۔ حضرت ام حرام رضؓ نے فرمایا، حضرت دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اُن میں شریک ہونے کی توفیق دے۔ آپ نے دعا فرمائی — اسی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضؓ المتوفی ۶۰ھ کے عہدِ حکومت میں مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہوا۔ اور کشتیوں کے ذریعہ سے اپنا سفر طے کر کے جب جزیرہ قبرص کے ساحل پہ اُترا تو حضرت ام حرام رضؓ اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کو شہادت نصیب ہوئی۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۲)

۱۵۔ غزوۂ خندق کے مشہور واقعہ میں اس کا ذکر ہے کہ جب خندق میں ایک بہت سخت چٹان سامنے آئی اور صحابۂ کرام رضؓ اس کے توڑنے سے عاجز آگئے تو خود جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گینتی لے کر خندق میں اُترے ایک ضرب لگائی تو ایک چمک پیدا ہوئی، آپ نے فرمایا، میرے سامنے کسریٰ کے شہر اور اُس کے آس پاس کے مدائن پیش کئے گئے ہیں، صحابۂ کرام رضؓ نے فرمایا حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کر دے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر دوسری ضرب لگائی تو فرمایا میرے سامنے قیصر کے اور اس کے آس پاس کے شہر پیش کئے گئے ہیں۔ صحابۂ کرام رضؓ نے فرمایا۔ حضرت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ قیصر کا ملک بھی ہم کو عنایت فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی، پھر تیسری ضرب لگائی، اور فرمایا، میرے سامنے حبشہ کا علاقہ پیش کیا گیا ہے، جب تک حبشی تمہارے ساتھ مصالحت کریں تم بھی اُن سے نہ لڑو اور جب تک تُرکی تم سے جنگ نہ کریں تم بھی اُن سے جنگ کرنا ترک کر دو۔ (نسائی ج ۲ ص ۵۳)

Marfat.com

۱۶۔ حضرت ذی مخبر رضؓ المتوفی ...ھ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم (مسلمان) عیسائیوں اور رومیوں کے ساتھ مصالحت کروگے اور یہ صلح بڑی پُرامن ہوگی تم اور رومی و عیسائی ایک ایسی قوم سے لڑوگے جو تمہارے پیچھے کی جانب ہوگی، کئی سال لڑائی کے بعد تم اُن پر غالب ہوگے اور بہت سا سازوسامان تمہارے ہاتھوں میں آئے گا، جب تم ایک سرسبز و شاداب علاقہ اور اُونچے ٹیلوں پر فروکش ہوگے تو ایک عیسائی کہے گا صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی، ایک مسلمان اس پر ناراض ہوگا اور صلیب کو توڑ دے گا، اور کہے گا کہ قربانی کے دُنبے تو ہم بنے رہے اور فتح صلیب کی ہوئی؛ اس کے بعد عیسائی اور مسلمان آپس میں لڑ پڑیں گے اور ایک بہت بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ صـ۲۳۴) اور بظاہر یہ مصالحت امریکہ بلاک کی ہے جو روس کے خلاف ہوئی ہے +

۱۷۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ المتوفی ۱۸ھ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی کا بڑھ جانا عرب کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا اور عرب کی تباہی عالمگیر جنگ کا ذریعہ ہوگی اور اس عالمگیر جنگ کے بعد (کفّار کے استیلاء کے بعد) قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا اور اس فتح کے بعد دجّال کا خروج ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ صـ۲۳۴) اور حضرت عبداللہ بن بُسر رضؓ المتوفی ۸۸ھ کی روایت میں ہے کہ اس عالمگیر جنگ اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال کا وقفہ ہوگا اور ساتویں سال دجال نکلے گا۔ (ابوداؤد ج ۲ صـ۲۳۴)

۱۸۔ حضرت ثوبان رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ دوسری اقوام تم پر ایسی مجتمع ہوکر حملہ آور ہوں گی جیسے بڑے پیالے اور دسترخوان پر لوگ کھانے پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، ایک سائل نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا ہم اُس وقت تھوڑے ہوں گے؛ فرمایا نہیں تم بہت ہوگے، مگر خس و خاشاک کی طرح تمہاری کوئی وقعت نہ ہوگی تمہارا رعب دشمنوں پر نہیں ہوگا اور تمہارے دلوں میں وہن ہوگا، سائل نے پوچھا، حضرت وہن کیا ہے؛ فرمایا دُنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔ (ابوداؤد ج ۲ صـ۲۳۴)

۱۹۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ المتوفی ۷۴ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی میری نسل سے ہوگا (اس کا وہ نام ہوگا جو میرا ہے یعنی محمدؐ۔ اور اس کے باپ کا وہ نام ہوگا جو میرے باپ

Marfat.com

کا نام ہے یعنی عبداللہ۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۲)۔ اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، جیسا کہ اس سے پہلے زمین ظلم وجور سے اٹی پڑی ہوگی، سات سال تک وہ حکمرانی بھی کریگا (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۲)

۲۰ ۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عثمان رضہ اللہ تعالےٰ تجھے (خلافت کا ایک) کرتہ عطا فرمائے گا، لوگ تجھ سے چھیننا چاہیں گے مگر تو اس کو نہ اتارنا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲) یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تم مجھ سے وہ کرتا چھیننا چاہتے ہو جو مجھے اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے۔ بخدا میں اس کو کبھی نہیں اتاروں گا (دارقطنی ج ۲ ص ۵۰۸) حضرت ابن عمر رضہ المتوفی ۷۳ھ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ شخص ایک فتنہ میں مظلومیت کی حالت میں شہید کیا جائے گا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲)

۲۱ ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمار رضہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱) حضرت عمار رضہ کو حضرت امیر معاویہ رضہ کی جماعت اور گروہ نے شہید کیا تھا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۱ و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۷ والبدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۶۹ و وفاء الوفی ج ۱ ص ۲۳۶) حضرت امیر معاویہ رضہ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے کہ واقعی ہم باغیۃ ای طالبۃ لدم عثمانؓ، حضرت عثمانؓ کے ناحق خون کا مطالبہ کرنے والے گروہ سے ہیں (مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۱) امام حاکم رح نے حضرت امیر معاویہ رضہ کا ایک دوسرا جواب خود قاتلین عمارؓ سے ان کی زبانی نقل کیا ہے (دیکھئے مستدرک ج ۲ ص ۳۸۶)۔

۲۲ ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسے سال آئیں گے جن میں مکر وخداع کی بہتات ہوگی، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، امانت دار لوگوں کو خائن سمجھا جائے گا اور خیانت کرنے والے امین تصور کئے جائیں گے اور رویبضہ قسم کے لوگ عوام کی گتھیاں سلجھائیں گے۔ دریافت کیا گیا حضرت، رویبضہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ رذیل، حقیر اور خود غرض قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت ہوگی۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۰ ومستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۶۹ قال الحاکم والذہبی صحیح) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جتنا خوف گمراہ حکمرانوں کا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴۱ وقال اسنادہ جید قوی)۔

Marfat.com

۲۳۔ حضرت انس بن مالک رضہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہیں علم (دین) کم ہو جائے گا جہالت بڑھ جائے گی، زنا عام ہوگا، شراب نوشی بکثرت ہوگی۔ مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک مرد ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۳ و طیالسی صفحہ ۲۶۶)۔

۲۴۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ اور حضرت عثمان رضہ جبل حرا پر تھے کہ یکایک اس پر زلزلہ آیا۔ آپ نے فرمایا: اے حرا تھم جا تجھ پر تو اللہ کا نبی یا صدیق رضہ یا (دو) شہید ہیں۔ (ابو داؤد طیالسی صفحہ ۲۶۶ و الدارقطنی ج ۲ صفحہ ۵۰۸)

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کی طویل روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال لعین کے خروج کی صدا بلند ہوگی تو مسلمانوں کا امیر اس وقت تحقیقِ حال کے لئے دس آدمیوں کا ایک دستہ بھیجے گا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اُن کے اور اُن کے اباء کے نام جانتا ہوں، ان کے گھوڑوں کا رنگ اور حلیہ بھی جانتا ہوں، وہ اُس وقت شہسواروں میں اعلیٰ فضیلت کے مالک ہوں گے۔ (ابو داؤد طیالسی صفحہ ۵۲ و مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۲ و مستدرک ج ۴ صفحہ ۴۷۴)۔

۲۶۔ حضرت ابن مسعود رضہ ہی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگ سلام خاص خاص لوگوں کو دیں گے جن سے جان پہچان ہوگی اور تجارت بکثرت ہوگی حتیٰ کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹائیں گی اور قطع رحمی عام ہوگی اور جھوٹی شہادتیں اور کتمانِ حق کا دور ہوگا۔ (مستدرک ج ۴ صفحہ ۹۸ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ المتوفی ۶۳ھ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بخدا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی عام نہ ہو اور پڑوسی کے حقوق پامال نہ کئے جائیں اور قطع رحمی نہ ہو حتیٰ کہ جس کو امین تصور کیا جائے گا وہی خیانت کرے گا اور خائن کو امین سمجھا جانے گا۔ (مستدرک ج ۴ صفحہ ۵۱۳ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۲۸۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت تک قیامت نہیں

Marfat.com

آئے گی جبتک کہ زمین پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ کی صدا گونجتی رہے گی۔ (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴ و مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲) +

۲۹۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں کہ سلام خاص ہوگا، تجارت عام ہو جائے گی اور قطع رحمی بکثرت ہوگی اور فشو القلم قلم زیادہ ہو جائیں گے اور جھوٹی گواہیاں پھیل جائیں گی اور سچی شہادتوں کو چھپایا جائے گا وغیرہ وغیرہ (ادب المفرد ص ۱۵۴)

۳۰۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں آپ نے عشاء کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم کل انشاء اللہ تعالیٰ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور دوپہر کے قریب وہاں تم جاؤ گے مگر کوئی شخص اُس چشمہ کو ہاتھ نہ لگائے۔ دو آدمیوں نے نادانی سے اُس چشمہ کو ہاتھ لگا دیا، آپ نے ان پر اظہار ناراضگی کیا، پھر آپ نے فرمایا، اے معاذؓ اگر میرے بعد تیری حیات طویل ہوئی تو تو دیکھیگا کہ اس چشمہ کا پانی کئی باغوں کو سیراب کرے گا۔ (موطا امام مالک ص ۵) +

۳۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ ملائم ہوگی اور جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اُس کی جان نکال لے گی۔ (ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۳) اور اس کے بعد قیامت صرف اُن لوگوں پر قائم ہوگی جو کافر اور مشرک ہوں گے اور گدھوں کی طرح سڑکوں پر جفتی کرتے پھریں گے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴) +

۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بہت سخت آندھی چلی، آپ نے فرمایا، یہ آندھی کسی بڑے منافق کی موت کے لئے آئی ہے، جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق فوت ہو چکا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۶ وقال رواہ مسلم)

۳۳۔ حضرت سہل بن سعدؓ المتوفی سنہ ۹۱ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، چنانچہ سب لوگ اس سعادت کے منتظر

Marfat.com

رہے۔ مگر یہ فضیلت حضرت علی رضؓ کو نصیب ہوئی۔ (المشکٰوۃ ج ۲ ص۵۶۳ وقال متفق علیہ)

۳۴۔ حضرت عائشہ رضؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے فاطمہ رضؓ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ (المشکٰوۃ ج ۲ ص۵۶۸ وقال متفق علیہ)، اور فرمایا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے میری ملاقات کرنے والی وہ ہو گی جو ہاتھ کی سخی ہو گی، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضؓ کی سب سے پہلے وفات ہوئی۔ (المشکٰوۃ ج ۱ ص۱۶۵ وقال رواہ البخاری و مسلم)

۳۵۔ غزوہ بدر میں ایک دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس مقام پر کل فلاں کافر اور اس جگہ پر کل فلاں کافر قتل ہو کر گرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مسلم ج ۲ ص۱۰۲ و ج ۲ ص۳۸۷ و ابوداؤد ج ۲ ص۸ وطیالسی ص۹)۔

۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب ہو گی تو اس وقت نیک لوگوں کی قدر نہیں کی جائے گی، اور شریر قسم کے لوگوں کی تعظیم ہو گی باتیں زیادہ کی جائیں گی مگر عمل کم ہو گا اور لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر بکثرت ناول وغیرہ پڑھیں گے اور ان میں کوئی ان سے نفرت کرنے والا نہ ہو گا۔ (مستدرک ج ۴ ص۵۵۴ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۳۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہو گی تو اس قوم میں طاعون اور اس قسم کی بیماریاں ونماہوں گی جو پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرے گی تو ان پر قحط سالی اور اشیاء کی گرانی مسلط کر دی جائے گی اور سخت پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور ان پر بادشاہ کی طرف سے ظلم اور جور روا رکھا جائے گا اور جب کسی قوم میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کی جائے گی تو آسمان سے بارش ان پر روک دی جائے گی، اگر جانور اور چوپائے نہ ہوتے تو ان پر ایک قطرہ بھی بارش کا نازل نہ کیا جاتا اور جب بھی کوئی قوم خدا اور اس کے رسول سے عہد شکنی کرے گی تو اس پر دوسری اقوام مسلط کر دی جائیں گی حتیٰ کہ جو حق خالص ان کا ہو گا وہ بھی غیر ان سے چھین لیں گے (جیسے کشمیر اور جونا گڑھ وغیرہ۔ صفدر) اور جب حکام وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کریں گے تو ان کی آپس میں رسہ کشی اور جوتا پیزار ہو گا۔ (مستدرک ج ۴ ص۵۴۰ قال الحاکم والذہبی صحیح)

Marfat.com

۳۸ - حضرت ابوامامہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے کچھ لوگ رات کو کھانے پینے اور لہو و لعب میں مشغول ہوں گے، جب صبح اٹھیں گے تو ان کی شکلیں خنزیر کی شکل میں مسخ کر دی جائیں گی اور کئی قبائل اور مکانات کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ صبح ہو گی تو لوگ باتیں کریں گے کہ فلاں قبیلہ اور فلاں بستی زمین میں دھنسا دی گئی ہے۔ اور ان پر آسمان سے اس طرح پتھر برسیں گے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر برسے تھے اور ان پر ایسی تند و تیز آندھی مسلط کی جائے گی، جو ان کو بکھیر کر رکھ دے گی کیونکہ یہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے، ریشمی لباس پہنتے ہوں گے اور ایکیڑ سوں کا گانا سنیں گے اور قطع رحمی کا ارتکاب کریں گے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۱۵ قال الحاکم والذھبی صحیح)

۳۹ - حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ ایسے ہیں جو دوزخ میں جائیں گے مگر میں نے وہ دیکھے نہیں ہیں۔ ایک وہ گروہ ہو گا جس کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح ہنٹر ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (یعنی محکمۂ پولیس کے وہ افراد جو بلا وجہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی (یعنی باریک لباس پہنیں گی) غیر مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ان کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۸۲) حافظ ابن کثیر رح المتوفی ۷۷۴ھ نے اپنے زمانہ کے محکمۂ پولیس اور عورتوں کی بے پردگی کی بڑی شکایت کی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۵) مگر اس زمانہ میں ہوتے تو خدا جانے وہ کیا ارشاد فرماتے؟

۴۰ - حضرت حذیفہ بن یمان رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے حکام پیدا ہوں گے جو میری سیرت اور میری سنت پر نہیں چلیں گے دل ان کے شیطانوں کے سے ہوں گے مگر شکل اور صورت میں انسان ہوں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۲۷)

یہ اور اس قسم کے قبر، حشر، نشر، قیامت، جنت، دوزخ اور پلصراط وغیرہ کے ہزاروں واقعات اپنے مقام پر صحیح ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے، ان کا ہرگز کوئی مسلمان منکر نہیں ہے، یہ انباءِ غیب اور اخبارِ غیب ہیں اور یہ نبی کی نبوت اور رسالت کی علامات اور نشانیاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شامل ہیں۔ ان صحیح واقعات و اخبار اور انباء کا منکر نرا ملحد اور زندیق ہے۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اس سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین! صرف بطور اعتبار اور شاہد کے ایک اور روایت عرض کی جاتی ہے اور پھر اس بحث کو اس پر ختم کیا جاتا ہے۔

۴۱۔ حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت علی رض المتوفی سن ۴۰ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پبلک کے مال کو جاگیر بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو ٹیکس گردانا جائے اور غیر دینی علوم پڑھے جائیں (یا علم دین پڑھا جائے مگر اس سے مقصود دین نہ ہو بلکہ طلب دنیا اور ناموری ہو) اور جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگ پڑے، اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو اپنے سے الگ کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور فاسق لوگ قبیلہ کے سردار بن جائیں اور کمینہ آدمی قوم کا لیڈر بن جائے اور جب کسی آدمی کی محض اس کے شر سے بچنے کے لئے عزت کی جائے اور ایکٹریسیں عام ظاہر ہو جائیں اور گانے بجانے کے آلات بکثرت نمودار ہو جائیں اور شراب نوشی زیادہ ہو اور پچھلے لوگ پہلوں کے حق میں طعن و لعن کریں تو اس وقت تم ایک سرخ آندھی اور زلزلہ اور خسف و مسخ اور آسمان سے پتھر برسنے کے منتظر رہو، اور اس کے علاوہ کئی اور ناگہانی مصیبتیں لگاتار ظاہر ہوں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کا ایک ایک منکا تسلسل کے ساتھ نیچے گرتا ہے۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷ وقال رواہ الترمذی)

احکام و شرائع، عبادات و اخلاق، نصائح و مواعظ کے علاوہ (کیونکہ یہ سب کچھ بتانا تو نبی کا منصب ہے ہی) ہم نے مشتے نمونہ از خروارے یہ اکتالیس حدیثیں باحوالہ عرض کی ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں خبریں جناب امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم و معارف، اسرار و رموز، حکم و مواعظ آپ کو عطا فرمائے ہیں، اور ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے یہ سب اخبارِ غیب اور انباءِ غیب ہیں، عالم الغیب اور حقیقی عالم ما کان و مایکون الگ اور جدا مفہوم ہے۔ اہلِ بدعت یونہی بلاوجہ عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے

Marfat.com

ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک کو سمجھ اور بصیرت عطا فرمائے ، تاکہ وہ حق و باطل میں فرق ملحوظ رکھ سکے ۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

Marfat.com

بابِ دوم

(علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے)

خدا تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، لہٰذا اس کا علم ہر چیز کی کُنہ اور حقیقت پر حاوی ہے۔ اور کسی چیز کا کوئی حصہ بھی اس کے علمِ محیط سے نہاں اور غیر مکشوف نہیں ہے، وہ غیب اور شہود اور ماضی، حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہے، کوئی تاریکی، کوئی حجاب اور کوئی مانع اُس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دُوسرا اس کے علمِ محیط کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس کا نام علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علام الغیوب اور اللہ اعلم بما یکتمون ہے۔ عالمِ غیب اور شہادت کی کوئی خشک و تر اور چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کے علمِ ازلی محیط سے خارج ہو اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس پر اس کا کامل علم منطوی نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے علوم اور اسرار و رموز اُس نے اپنے بعض بندوں پر منکشف فرمائے ہیں جن میں خصوصیت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص جنابِ امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تاہم غیب کے اصول اور کلیات کا علم جن کو مفاتیحِ غیب کہا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لئے مخصوص رکھا ہے اور اس میں وہ ہر طرح اور ہر لحاظ سے متفرد ہے، کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے :-

(۱) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ط (پ۷۔ انعام ۷) — اور اُسی ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو کوئی نہیں جانتا اُس کے سوا۔

Marfat.com

بعض مفسرین کرام رح نے مفاتح کو مُفتح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے اُس کے بغیر اُن کو اور کوئی نہیں جانتا۔ اور بعض نے اس کو مِفتح بکسر المیم کی جمع کہا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کُنجیاں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس میں اپنا تفرد بیان کیا ہے۔ صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی مزید تشریح اپنے مقام پر بیان ہوگی انشاء اللہ العزیز۔

(۲) وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ۔ (پ۱۲ - ہود ۱۰۰) اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اُسی ہی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔

اس میں بھی ظرف (للّٰہ) کی تقدیم حصر کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے کل مخفیات کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اُسی کی یہ شان ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔ متعدد مفسرین کرام رح نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں ظرف (للّٰہ) کی تقدیم حصر اور اختصاص کے لئے ہے، چنانچہ علامہ علی بن محمد الخازن الشافعی رح المتوفی ۷۴۱ھ اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رح المتوفی ۷۰۱ھ اور علامہ خطیب شربینی رح المتوفی ۔۔۔ھ اور علامہ معین بن صفی رح المتوفی ۹۰۵ھ اور علامہ قاضی ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی رح المتوفی ۶۸۶ھ اس آیت کے پہلے حصہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

(وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) خاصۃً لا یخفیٰ علیہ خافیۃ فیہما۔ (خازن ج ۳ ص ۲۱۲ - مدارک ج ۲ ص ۱۶۱ - سراج منیر ج ۲ ص ۸۵ - جامع البیان ج ۱ ص ۱۸۷ و تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۳۹ واللفظ لہ) اور صرف اللہ تعالےٰ ہی کو آسمانوں اور زمین کا غیب حاصل ہے، اُسی کے ساتھ خاص ہے اور زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اُس پر مخفی نہیں ہے۔

اور حضرت کعب (ابن ماتع) الاحبار رح المتوفی ۳۲ھ جو کتب قدیم کے بڑے ماہر عالم تھے فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

خاتمۃ التوراۃ خاتمۃ ھود — یہ آیت جو سورۂ ہود کی آخری آیت ہے

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۴۶۶ و درِ منثور ج ص۳۵۷ ومعالم ج ۳ ص۲۱۲ و مدارک ج ۲ ص۱۶۱ و سراج منیر ج ۲ ص۸۵) — تورات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا ہے۔

اس حوالہ کے پیشِ نظر گویا تورات مقدس کا آخری اعلان بھی بس یہی ہے کہ زمین و آسمان کے کل غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے علماءِ عربیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ الف ولام کی طرح کبھی اضافت بھی استغراق کا فائدہ دیتی ہے (دیکھئے مطول ص ... وعبد الغفور ص۲ وغیرہ) اور غالباً مفسرین کرامؒ نے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے اسی اضافت (غَیْبُ السَّمٰوٰتِ) کی بنا پر غیر اللہ کے لئے علم کُلی کی نفی ثابت کی ہے۔ فریقِ مخالف کا یہ دعویٰ کہ اس میں کل غیوب کے علم کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے اور اسکی غیر اللہ سے نفی نہیں کی گئی، سراسر باطل ہے کیونکہ یہ دعویٰ ظرف کی تقدیم (جو صرف حصر کے لئے ہے) اور اضافت (جو مفید استغراق ہے) سے صرف نظر کر کے کیا گیا ہے اور طفل تسلی سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ذاتی اور عطائی کا مفصل بیان اپنے مقام پر آ رہا ہے انشاء اللہ العزیز اور ان آیات کے نزول کے بعد بھی غیر اللہ کے لئے کُل غیوب کا علم کسی صحیح نقلی و عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہے جس کی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

(۳) لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِہٖ وَاَسْمِعْ (الآیہ) پ۱۵۔ کہف۔۴) — اور اسی ہی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے۔

اس کا مضمون بھی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے غیب کا کُلی علم صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہ اس میں متفرد ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین محلی رحمہ اللہ المتوفی ۸۶۴ھ اور علامہ ابو السعود محمد بن محمد العمادیؒ المتوفی ۹۸۲ھ اور علامہ نسفی رح اور علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ :-

یعنی انہ تعالیٰ لا یخفی علیہ شیئٌ من احوال اھلھما فانہ العالم وحدہ بہ۔ (جلالین ص۲۴۴ و ابو السعود ج ۶ ص۵ و مدارک ج ۳ ص۹ و خازن ج ۴) — یعنی اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کے باشندوں کے حالات سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اور بس وہی تنہا اُن کا جاننے والا ہے۔

Marfat.com

صد ۱۶۹ واللفظ لہٗ)

اس میں بھی لہٗ کی تقدیم حصر کے لئے ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیب السمٰوٰت والارض کے علم کا اختصاص صرف حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی اُس کو نہیں جانتا۔

(۴) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ الآیۃ (پ ۱۴۔ النحل۔ ع ۱۱)

اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے اور نہیں ہے قیامت کا معاملہ مگر ایسا ہی جیسے لپک نگاہ کی۔

اس میں بھی غیب السمٰوٰت والارض کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین محمد بن عمر رازی رح المتوفی ۶۰۶ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

قولہٗ تعالیٰ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يفيد الحصر معناه ان العلم بهذه الغيوب ليس الا لله تعالىٰ (تفسیر کبیر ج ۵ صد ۴۳۹)

حق تعالیٰ کا یہ فرمان للہ غیب السمٰوٰت والارض حصر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام غیوب کا علم خدا تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔

اور علامہ معین بن صفی رح کی عبارت بھی اس موقع پر یہی ہے (دیکھئے جامع البیان صد ۲۲۱) اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اى يختص به علم ما غاب فيهما عن العباد وخفى عليهم علمه (مدارک ج ۲ صد ۲۲۷)

اور اللہ ہی کو ہے غیب آسمانوں اور زمین کا یعنی اُس کے ساتھ خاص ہے اُن تمام چیزوں کا علم جو آسمان اور زمین کے اندر بندوں سے غائب ہیں اور اُن کا علم اُن سے مخفی ہے

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاوی رح تحریر فرماتے ہیں (دیکھئے تفسیر بیضاوی ج ۱ صد ۳۹۲) اور علامہ خطیب شربینی رح ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

ولله لا لغيره غيب السموات والارض وهو ما غاب فيهما عن العباد بان لم يكن

اور صرف اللہ ہی کو ہے نہ اس کے سوا کسی اور کو زمین و آسمان کے غیب کا علم اور اسی طرح تمام ان چیزوں کا

Marfat.com

اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیئ و ملیکہ ۔ الحدیث (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۵ و ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵ وقال حسن صحیح)

اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب الشہادہ ہے، اور ہر چیز کا رب اور ہر چیز کا مالک ہے۔

حضرت عائشہ رضہ المتوفاۃ ۵۷ھ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ لیل کا افتتاح کرتے ہوئے اس میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:۔

اللّٰھم رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۸)

اے اللہ تو حضرت جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کا رب ہے اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب الشہادہ ہے۔

حضرت شداد بن اوسؓ بدری المتوفی ۵۸ھ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی ہے کہ:۔

واعوذ بک من شر ما تعلم انک انت علام الغیوب ۔ (المستدرک ج ۱ ص ۵۰۸ ۔ قال الحاکم والذھبی علی شرط مسلم)

اے بارالٰہا میں تیری ذات کی بدولت اُن چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جن کو تو جانتا ہے، کیونکہ غیبوں کا جاننے والا تو صرف تو ہی ہے۔

اس قسم کی احادیث کا استقصا بھی یقیناً ایک دشوار امر ہے۔ بتلانا صرف یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے اس امر پر صراحت سے دلالت موجود ہے کہ عالم الغیب الشہادہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اس صفت میں وہ منفرد ہے اور یہی کچھ اکابرین علماء امت سمجھے ہیں چنانچہ حضرت امام شافعی رح المتوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں کہ:۔

ان اللہ تعالیٰ استاثر بعلم الغیب ۔ (کتاب الام ج ۲ ص ۲۰۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے علم غیب کو صرف اپنی ہی ذات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔

اور علامہ سعد الدین ———— تفتازانی الشافعی رح المتوفی ۷۹۲ھ اور حضرت ملا علی القاری الحنفی رح المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به الله تعالیٰ لاسبيل ليه للعباد الا باعلام منه او الهام بطريق المعجزة او الكرامة او ارشاد الى الاستدلال بالامارات فيما يمكن فيه ذالك ۔ (شرح عقائد ص۱۲۲، وشرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جس میں وہ متفرد ہے اور مخلوق کو اس کے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے مگر جتنا خدا کسی کو اپنی طرف سے بتانے یا معجزہ اور کرامت کے طور پر الہام کردے یا علامات سے کسی کو اس کی راہ بتانے جن امور میں علامات سے ایسا ممکن ہو۔

اور امام المتکلمین علامہ صدر الدین اصفہانی رح المتوفی سنہ ابطال نہج الباطل و اہمال کشف الباطل میں فرماتے ہیں کہ :۔

من ضروریات الدین ان علم الغیب مختص باللہ تعالیٰ (بحوالہ تفسیر بے نظیر ص۵)

علم غیب کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا ضروریات دین سے ہے ۔

ان مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسرا ہرگز عالم الغیب نہیں ہے ۔ حضرت شیخ شرف الدین سعدی رح المتوفی سنہ ۶۹۱ھ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار ہر کسے گوید کہ مے دانم ازو باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار (کلیات سعدی)

ایک اعتراض :۔

بعض جاہل لوگوں سے قدیماً و حدیثاً یہ اعتراض نقل کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہی نہیں ہے اور جب اس سے کوئی چیز غائب نہیں تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا؟ لہٰذا یہ عالم الغیب کی صفت مخلوق کی ہوسکتی ہے نہ کہ خالق کی ۔

اور اس کا جواب :۔

عالم الغیب والشہادہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو چیز خدا تعالےٰ سے غائب ہے ، وہ اس کو بھی ویسے ہی جانتا

Marfat.com

ہے جیسے وہ عیاں اور آشکارا چیز کو جانتا ہے کیونکہ اس سے تو کوئی چیز مخفی غائب اور پوشیدہ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیز مخلوق اور عباد سے غائب ہے اللہ تعالیٰ اُس چیز کو بھی جانتا ہے جیسا کہ وہ اُس چیز کو بھی جانتا ہے جو الناس العباد اور مخلوق کے سامنے ہے مگر ہے وہ بہر حال عالم الغیب والشہادۃ۔ اس باطل توجیہہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عالم الغیب کی صفت کی نفی ہرگز جائز اور درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ نسفی رح خطیب شربینی رح اور علامہ ابو السعود رح کی عبارتوں میں ما غاب فیھما عن العباد اور الامور الغائبۃ عن علوم المخلوقین کے الفاظ گزر چکے ہیں ملاحظہ کرلیں۔

اور علامہ ابو العباس احمد بن محمد ——— قسطلانی المصری الشافعی رح المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں کہ:

ای انہ تعالیٰ یعلم ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب والاجال والاحوال۔ (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲۹۵)

عالم الغیب کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب و عقاب اجال و احوال ان تمام امور کو جانتا ہے جو بندوں سے غائب ہیں۔

اور حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر رح المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں کہ:۔

وعن اناس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما الغیب فما غاب عن العباد من امر الجنۃ وامر النار وما ذکر فی القرآن۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام رض سے مروی ہے کہ غیب ہر وہ چیز ہے جو بندوں سے مخفی ہو مثلاً جنت اور دوزخ کے حالات وغیرہ اور جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

امام محمد بن ——— جریر طبری رح المتوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں کہ:۔

عالم ما غاب عن ابصار خلقہ فلم یروہ (تفسیر ج ۲۹ ص ۶۶)

وہ اُس چیز کو بھی جانتا ہے جو اس کی مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔

اور علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رح المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں کہ:۔

ما غاب عن العباد (زرقانی ج ۷ ص ۱۹۹)

کہ وہ جانتا ہے اس کو جو بندوں سے غائب ہے۔

علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح المتوفی ۱۲۷۰ھ اپنی بے نظیر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

وکون ذلک غیبا باعتبارہ عن الناس ونحوھم

اور اس کا غیب ہونا انسانوں اور اسی طرح دوسری مخلوق

Marfat.com

لا باللہ عز وجلّ فانہ لا یغیب عنہ شیئ و لکن لا یجوز ان یقال انہ لا یعلم الغیب قصدًا الی انہ لا غیب بالنسبۃ الیہ۔

(روح المعانی۔ ج ۲۰، صفحہ ۱)

کی نسبت ہے خدا کی نسبت غیب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے لیکن اس معنی کے پیش نظر کہ خدا سے کوئی چیز غائب نہیں ہے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالٰے غیب نہیں جانتا۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح المتوفی ۱۰۳۴ھ ایسے ہی کسی غالی کی تردید کرتے ہوئے فاروقی جلال میں آکر اپنے خاص مجددانہ رنگ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"نوشتہ بودند کہ شیخ عبد الکبیر یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم غیب نیست مخدوما فقیر را تاب استماع امثال ایں سخناں اصلاً نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ نمی دہد قائل آں سخناں شیخ عبد الکبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی در کار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی ما را بنص کار است نہ بفص فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ اند حق تعالےٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب مے ستاید و خود را عالم الغیب مے فرماید نفی عالم غیب کردن از و بسیار مستقبح و مستنکر است و فی الحقیقت تکذیب است مر حق را غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمے بر آرد کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

(مکتوبات حصہ دوم صـ۱ مکتوب عـ۱)

لکھا گیا ہے کہ شیخ عبد الکبیر یمنی کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب نہیں ہے میرے مخدوم فقیر تو اس قسم کی بیہودہ باتوں کے سننے کی طاقت بھی بالکل نہیں رکھتا اور بے اختیار میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے، اور وہ تاویل اور توجیہہ کی مہلت ہی نہیں دیتی، ایسی بات کہنے والا شیخ عبد الکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی رح حضرت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین ابن عربی اور صدر الدین قونیوی اور عبد الرزاق کاشی کا ہمیں تو نص قطعی درکار ہے۔ ابن عربی کی فصوص الحکم کی ضرورت نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرکار مدینہ کی حدیثوں نے ابن عربی کی فتوحات مکیہ سے ہمیں بے پروا کر دیا ہے، حق تعالیٰ نے کلام مجید میں علم غیب سے اپنی تعریف کی اور اپنے کو عالم الغیب فرمایا ہے۔ علم غیب کی اس سے نفی کرنی نہایت قبیح اور بری حرکت ہے اور درحقیقت حق تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کا کوئی

اور معنی بیان کرنا اس سچائی سے ہرگز نہیں بچا سکتا بڑی بڑی باتیں ہیں جو ان کی زبان سے نکلتی ہیں۔

قارئین کرام! اتنی واضح ترعبارتیں سننے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی الم فریب اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کا انکار کرتا ہے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے ۔ مگر ایک دن ضرور آنے والا ہے جس میں حق و باطل حقیقت کر سامنے آجائے گی ۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ۔ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

غیب کی تعریف ائمہ لغت سے

یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ۔ قرآن کریم اور صحیح حدیث اور ائمہ دین سے اس کا روشن ثبوت موجود ہے ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے مگر وہ اس معنی میں عالم الغیب ہے کہ جو چیز الناس المخلوقین اور العباد سے غائب ہے ، اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور خود اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل بحث کے لئے ائمہ لغت سے بھی غیب کی تعریف نقل کردی جائے ۔ مشہور امام لغت ابومنصور عبدالملک بن محمد ــــ الثعالبی رح المتوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں کہ:

کل ما غاب عن العیون وان کان محصلا فی القلوب فھو غیب (فقہ اللغۃ للثعالبی ص ۱)

غیب ہر وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غیب ہو، اگرچہ وہ دلوں میں حاصل ہو۔

امام لغت ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی الحنفی رح المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں کہ:۔

(الغیب) ما غاب عن العیون وان کان محصلا فی القلوب ۔ (مغرب ج ۲ ص ۸۳)

غیب وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو اگرچہ قلوب میں حاصل ہو۔

امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی رح المتوفی ــــ ھ لکھتے ہیں کہ:۔

الغیب ما غاب عنک (مختار الصحاح ص ۴۰)

غیب وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو

اور علامہ مجدالدین فیروز آبادی رح المتوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں کہ:۔

والغیب کل ما غاب عنک (القاموس ج ۱ ص ۱۱۱)

غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو

Marfat.com

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفی رحمہ المتوفی ۱۲۰۵ھ لغوی طور پر وہ سابق معنی بیان کرکے جو ہم نے امام ثعالبی رحمہ
مطرزی رحمہ سے نقل کیا ہے، یہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قد تکرر فی الحدیث ذکر الغیب وھو کل	اور علم احادیث میں بار بار غیب کا ذکر آیا ہے اور غیب ہر
ما غاب عن العیون وسواء کان محصلاً فی القلوب	وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو برابر ہے کہ وہ دلوں میں
او غیر محصل (تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۶)	حاصل ہو یا حاصل نہ ہو۔

اور پھر یؤمنون بالغیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

ای بما غاب عنھم فاخبرھم بہ النبی	یعنی جو چیز ان سے غائب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنۃ	وسلم نے ان کو خبر دی ہے وہ غیب ہے مثلاً بعث،
والنار وکل ما غاب عنھم مما انباھم بہ	جنت اور نار اور ہر وہ چیز جو ان کی نگاہوں سے اوجھل
فھو غیب (ج ۱ ص ۴۱۶)	ہے مگر ان کو آپ نے اس کی خبر دی ہے۔

اور علامہ ابو الفضل محمد بن عمر الجمال القرشی رحمہ المتوفی ـــــہ لکھتے ہیں کہ :-

غیب ناپدید شدن (صراح ج ۱ ص ۲۰) — کسی چیز کا ظاہر نہ ہونا غیب کہلاتا ہے۔

ائمہ لغت نے ان عبارات میں غیب کی جو تعریف کی ہے وہ اس بات کو ملحوظ رکھ کر کی ہے کہ غیب کا
اطلاق جو ناپدید شدن یا غائب ہونے کی ہے وہ مخلوق کی بہ نسبت ہے نہ کہ خالق کی بہ نسبت اور غاب عن العیون،
قلوب اور عنک وغیرہ کے الفاظ سے اسی حقیقت کو آشکارا کرنا چاہتے ہیں، اگرچہ ان عبارات کے پیش نظر
غیب کے مفہوم میں بعض صورتوں میں جزوی طور پر کچھ اختلاف ہوگا مگر اصل مسئلہ پر اس کی کوئی زد نہیں پڑتی،
جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

اس لغوی بحث کے بعد یہ ملحوظ خاطر رہے کہ شرعی طور پر غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے
ہوئے حضرت قاضی بیضاوی رحمہ کی ایک عبارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ وہ غیب کی مراد بتاتے ہوئے لکھتے
ہیں کہ :-

المراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس — غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جو حس کے ساتھ مدرک نہ

Marfat.com

ولا یقتضیہ بداھۃ العقل وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالیٰ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الاٰخر واحوالہ وھو المراد بہ فی الاٰیۃ

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص۱۵)

ہو اور اس کو بداہۃ العقل نہ چاہے اور غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو سے یہی قسم مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو جیسے صانع اور اس کی صفات اور یوم آخرت اور آخرت کے احوال (کہ ان پر دلیل قائم ہے) اور یؤمنون بالغیب میں غیب کی یہی قسم مراد ہے۔

ان تمام اقتباسات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے مگر صرف اس معنی میں جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور اس صفت میں وہ بہر کیف متفرد ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور یہ بات بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ عذاب قبر، جنت، دوزخ، حشر اور پلصراط وغیرہ بے شمار چیزیں غیب ہیں، اگرچہ ان پر مخبر صادق کی تخویف وتبشیر کے دلائل موجود ہیں مگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، اور مفاتح الغیب کی جملہ اشیا جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی (اور ان میں سے جن کی اطلاع دی ہے وہ معدودے چند جزئیات ہیں اور بس، باقی پر کسی کو اس نے مطلع نہیں کیا اور نہ ان پر دلیل قائم کی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا انشاء اللہ العزیز) وہ غیب کی اس قسم میں داخل ہیں جو کسی دلیل کے تحت داخل نہیں ہیں اور جن کو غیب مطلق کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ فریق مخالف کی عبارتیں اس میں بہت ہی زیادہ پراگندہ اور مختلف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب علم غیب ملا اور کتنا ملا ان کے اس گورکھ دھندے کو دیکھ کر کوئی آدمی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اتنی بات سب میں مشترک ہے کہ وہ بہت سی نصوص قطعیہ کے منکر یا ماؤل ہیں اور دونوں صورتیں بجائے خود ڈبل کفر ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے گندے اور ناپاک عقیدہ سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے احکام کے سامنے غیر مشروط طور پر گردن جھکا دینے ہی کا نام اسلام ہے: ؎

مال و زر و دل و جگر کردے سبھی کو وقف در
بندگی اور بقید سر ننگ ہے بندگی نہیں

بابِ سوم

حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کے خواص اور لوازم اور اُن کی بعثت کے اغراض ومقاصد

انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام حق تعالےٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت بارگاہِ صمدیت سے کی جاتی ہے اور پھر انہی کے واسطے سے مخلوقِ خدا دائرۂ علم و عمل سے آشنا اور مستفید ہوتی ہے۔ اُن میں گوناگوں کمالات اور معجزات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام میں صفاتِ کمال اپنے اپنے درجہ اور رتبہ میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہر ایک نبی اور رسول کے کمالات کا ایک مخصوص رنگ اور اس کی پاکباز زندگی کی ایک نئی شان ہے جو اُسے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام سے الگ اور ممتاز کرتی ہے مثلاً کسی کی نبوت اور رسالت، سطوت اور شوکت اور سلطنت وحکومت کی قبا میں نمایاں ہوتی ہے تو کسی کی فقر و فاقہ کی کملی اور حب مساکین کی شکل میں، کسی میں جاہ و جلال کا ظہور ہے تو کسی میں محبوبیت اور جمال کا، کسی نے خلوت اور انقطاع کی صورت میں اعلانِ حق کیا تو کسی نے جلوت اور تعلقات کی کثرت میں مخلوقِ خدا کی دینی تربیت کی، غرضیکہ صفاتِ کمال کی جامعیت کے باوجود ہر ایک نبی اور رسول میں کوئی نہ کوئی صفت ایسی ضرور غالب رہی ہے، جو اُن کے لئے دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام سے مابہ الامتیاز بنی رہی ہے۔ ہم تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کا ادب اور احترام کرتے ہیں، اور ان سب کے پیغمبر ہونے کا دل میں یقین اور زبان سے اقرار کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کرنے اور کفر و شرک کو مٹانے اور حرص و ہوا کی باطنی چالیں درست کرنے کے لئے انتھک کوشش فرمائی، ہماری رُوحانی بیماریوں کے نسخے بتائے

Marfat.com

اور ہمارے جذبات و احساسات اور ارادوں کے نقشے درست کرنے کی بلیغ سعی کی ، ہمارے نفوس اور قلوب کے عروج و تنزل کے صحیح اسباب سے ہمیں روشناس کرایا جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور بہترین معاشرت کی تکمیل ہوئی جس سے اخلاق و سیرت ، انسانیت کا جوہر قرار پایا ، نیکی اور بھلائی ایوانِ عمل کے نقش و نگار ٹھہرے خدا و بندہ کا تعلق باہم مضبوط ہوا اور روزِ اَلَسْتُ کا بھولا ہوا سبق اور وعدہ ہمیں یاد آیا۔ اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کی ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی روحانی تکمیل کو پہنچ سکتی تھی ؟ اس لئے اس چنیدہ اور پاک طبقۂ انسانی کے احسانات ، اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے بعد ہم سب پر سب سے زیادہ ہیں اور اس لئے ہر فردِ انس و جن پر خواہ وہ کسی قوم اور صنف سے تعلق رکھتا ہو ، ان کی شکرگزاری کا اظہار لازم اور واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہمیشہ سے طریق مشروع پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کے ساتھ ہم ادا کرتے آئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ وَسَلِّمْ۔

فی الحقیقت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیمات کے یہی روحانی تغیرات دنیا کے اصلی اور صحیح انقلابات ہیں جن سے کائناتِ انس و جن کا نقشہ بدلا ہے اور جن کی بدولت دنیا کی سعادت و ہدایت کا قیام اور عالم کو ابدی روحانیت حاصل ہوئی ہے۔ ان روحانی انقلابات کے آگے مادی انقلابات بالکل ہیچ ہیں ان کی ہستی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ زمین کے چند رقبوں کو بدل دیں یا چند لاکھ نفوس کو نیست و نابود کر دیں لیکن یہ روحانی انقلابات کروڑوں نفوس کے ان اعتقادات و اعمال کو بدل دیتے ہیں جو صدیوں سے ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتے ہیں اور ان عالمگیر گمراہیوں اور تاریکیوں کو مٹا دیتے ہیں جو تمام سطحِ زمین پر چھائی ہوتی ہیں۔ دریاؤں کو خشک کر دینا آسان ہے اور زمین کو سمندر بنا دینا کچھ مشکل نہیں ، پر کروڑوں روحوں اور دلوں کو اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ بدل دینا بہت ہی زیادہ مشکل ہے ، جس کی قوت مادہ کی طاقتوں کو نہیں دی گئی۔ سکندرِ اعظم نے نصف دنیا تو فتح کر لی ، لیکن وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکا۔ رومیوں نے بڑے بڑے عظیم الشان شہر تو بسا دیئے مگر وہ دلوں کی اجڑی ہوئی بستی کو نہ بسا سکے۔ بخت نصر نے ایک پوری قوم کو سالہا سال تک تو قید کر لیا پر وہ ان میں سے ایک دل کو بھی اپنا غلام نہ بنا سکا۔ ایرانیوں نے

Marfat.com

بابل کے لاکھوں انسانوں کو تو قتل کر دیا، لیکن وہ ایک روح کی گمراہی کو بھی قتل نہ کر سکے۔ تاتاریوں کے عظیم فتنہ نے لاکھوں ناکردہ گناہ نفوس کو توصفحۂ ہستی سے نابود کر دیا مگر وہ بدی اور برائی کے ایک پیکر کو بھی مٹا نہ سکے، اقوام یورپ کی حیرت انگیز مسیحائی اور ہولناک سائنسی ترقی نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے تو ملا دیئے مگر ان کی طاقت یہ نہ کر سکی کہ ایک نفس کو بھی اس کے مالکِ حقیقی اور جانِ آفرین سے ملا دے حالانکہ وہ اس سے دور نہیں ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ موجودہ سائنس کے ہوش ربا طلسم نے ہیلی کاپٹر کے ہوائی جہاز اور راکٹ بلکہ مصنوعی سیارے تو فضائے آسمانی میں اڑا دیئے۔ لیکن ابلیس لعین کی ناپاک کوششوں کے ایک پرزہ کی دھجیاں بھی وہ جو میں نہ بکھیر سکے۔ بتایئے ان مادی انقلابات نے قیام امن کا کونسا عملی ثبوت پیش کیا ہے؟ یا بدیوں کے کتنے لشکروں کو شکست دی اور فسق و فجور اور ضلالتوں کے کتنے بت توڑے ہیں؟ ان انقلابات کی فتح و تسخیر جسم اور زمین کی ہوتی ہے مگر روحانی انقلابات قلب و روح کا احاطہ کرتے ہیں جن سے دلوں کی اجڑی ہوئی بستیاں آباد ہوتی ہیں وہ زمین کی تبدیلیاں ہیں جن کو زمین والے انجام دیتے ہیں مگر یہ آسمانی تبدیلی ہے جو رحمن و رحیم کی طرف سے بتوسط انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے۔ یہ نفوس قدسیہ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے اپنے وقت پر آئے اور گزر گئے کیونکہ اس عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم تھیں تاہم وہ دوام و بقاء کی دولت سے سرفراز نہ تھیں۔ ان کے بعد دنیا پر تقریباً چھ صدیاں ضلالت کے سناٹے اور کفر و شرک کی خاموشی کی گزر چکی تھیں۔ تقدیس الٰہی کا وہ خاص مقام جو وادیٔ غیر ذی زرع یعنی بن کھیتی کی سرزمین میں کعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور رحمت حق کا وہ گہوارہ جس کی بنیاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام جیسے پاک معماروں کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی، دنیا کے بت کدوں میں وہ سب سے بڑا اور عظیم بتکدہ بن گیا تھا، جہالت و ضلالت کے تاریک اور گھنگھور بادل تہ بہ تہ جمع ہونے اور کفر و شرک کی بارش برسا جاتے کسی قوم یا کسی خاندان، کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں، عرب ہو یا عجم، مشرق ہو یا مغرب، کائنات کا ذرّہ ذرّہ خوابِ غفلت میں سرشار اور پردۂ ظلمت میں مستور تھا۔ شکل و صورت میں اگرچہ وہ انسان تھے مگر خصائل اور شمائل میں وہ حیوانوں سے بھی بدتر تھے ـــــ

Marfat.com

اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

کوئی لات ومنات پرستیدا تھا تو کوئی عُزّیٰ اور نائلہ پر کوئی ہوا دیو اور کرشن کی مورتیوں کا پجاری تو کوئی شمس وقمر اور آگ پر مفتون، کوئی احبار و رہبان کو ارباب بنائے بیٹھا تھا تو کوئی اہرمن اور یزدان کی ثنویت کا قائل تھا کوئی کاہن و منجم سے غیب کی باتیں پوچھتا تو کوئی عشق و معاشقہ اور مدح و ہجو کی شاعرانہ داستانیں سُننے کا شائق، غرض ربع مسکون کا چپہ چپہ خدائے واحد اور مالکِ حقیقی کو فراموش کر کے خود ساختہ اصنام و اوثان پرستی میں منہمک اور احبار و رہبان کی عبادت میں مشغول و مصروف تھا اُس وقت شجرِ زندگی کی ہر شاخ نمی خشک ہو چکی تھی، تہذیب و تمدن کے پھول وحشت اور بربریت کی بادِ سموم سے مرجھا چکے تھے حسن عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہو چکے تھے۔ زمین پر جوہرِ انسانیت کی سرسبزی اور شادابی کا کہیں نشان باقی نہ تھا کشتِ مذاہب واخلاق کے برائے نام جدود تو باقی تھے لیکن فصلیں بالکل اُجڑ چکی تھیں۔ اس وحشت انگیز سراب کے عالم میں تشنہ و نامراد انسان اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا لیکن خدا کی اس وسیع زمین پر اُسے کہیں بھی زندگی کا نشان اور تازگی کا کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر اس کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اُٹھتی تھیں اور صرف ایک پکار سننے والے کو پکار پکار کہتی تھیں مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ۔ یہ وقت تھا کہ فطرت کے اٹل قانون کے مطابق اس افسردگی اور پژمردگی کو پھر سے تازگی اور شیفتگی میں بدل دیا جائے اب وہ وقت آ گیا تھا کہ آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کر دیئے گئے تھے، یکایک کھل جائیں۔ چنانچہ ربِ ذو المنن کا سحاب کرم رحمت باری کا مہبطِ اعظم، بحرِ سخا، پیکرِ ہدیٰ اور رہبرِ صادق زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جنتیں اپنے آغوش میں لئے ۹ ربیع الاوّل کے مقدس مہینے میں کوہ سعیر اور فاران کی چوٹیوں پر جھوم جھوم کر آیا اور بلد امین کی مبارک وادیوں میں کھلکھلا کر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں، اخلاق و تمدن کے پژمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آ گئی، عمرانیت اور مدنیت کے سبزۂ پامال میں زہت اور لطافت پیدا ہو گئی۔ عالم کے اطراف و جوانب نورِ نبوت اور آفتابِ رسالت کی بے پایاں روشنی سے منور ہو گئے، توحید خالص کا علم بلند ہوا، اعمالِ صالحہ اور اخلاق حسنہ کے خشک چشمے حیاتِ تازہ کی جیتے رواں میں تبدیل ہو گئے۔ طغیانی اور سرکشی کی بادِ سموم عدل و انصاف کی

Marfat.com

جاں بخش نسیم سحری میں بدل گئی ظلمت کدوں کی ظلمت مٹ گئی۔ بتکدوں کے بُت فنا ہو گئے۔ آتشکدوں کی آتش بجھ گئی اور سینکڑوں برس کے بھٹکے ہوئے غلاموں کو اُن کے حقیقی مالک اور آقا کے آگے سر اور جبینِ نیاز جھکانے کا شرف نصیب ہُوا، فضائے عالم مسرتوں کے نغموں سے گونج اُٹھی، نفوس کو نئی زندگی اور زندگی کو نئے ولولے عطا ہوئے، آسمان نے زمین کو مبارکباد دی کہ تیرے بختِ بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذرّوں کو اس ذاتِ اطہر و اعظم اور اس بلند پایہ اور بزرگ ترین مقدس ہستی کی پابوسی کی سعادت نصیب ہو گئی جو عالم موجودات کے سلسلہ میں ارتقاء کی آخری منزل ہے، شرف و مجدِ انسانیت کی آخری کڑی ہے جو علم و بصیرت کے اس افقِ اعلیٰ پر جلوہ گر ہے کہ عقل و دانش، فکر و نظر کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی جو دانش اور حکمتِ ربانی کے اس مقامِ بلند پر فائز ہے جہاں غیب اور شہود کی وادیاں دامنِ نگاہ میں سمٹ کر آ جاتی ہیں۔ وہ دیکھئے عالم میں خدا تعالیٰ کی تعلیم و ہدایت کا شاہ کوہِ صفا پر کھڑا ہے، نکوکاروں کو فلاح و سعادت کا مُبشر بشارتیں سُنا رہا ہے جو ابھی تک بے خبر ہیں ان کو ہشیار اور بیدار کرنے والا نذیر خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رہا ہے، بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والا داعی دعوتِ حق پیش کر رہا ہے۔ نگاہ اُٹھا کر دیکھئے رہبرِ راہِ صداقت، ہادیٔ صراطِ مستقیم اور داعیٔ حق سُوقِ عکاظ میں کھڑا ہو کر ایک گم کردہ راہ قوم کے سامنے اپنی حجت اور دلیل قائم کر رہا ہے، رُشد و ہدایت پر لانے کے لئے نورِ صداقت سے اُن کے قلوب کو روشن کر رہا ہے حکمت اور موعظہ حسنہ کا دل نشین اور مؤثر پیرایہ اختیار کر کے قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا سبق پیش کر رہا ہے تاکہ تشنہ کامانِ رشد و ہدایت کو سیرابی نصیب ہو اور توحیدِ خالص اُن کے سویدائے قلب میں اُتر جائے۔ تصور کی عینک سے دیکھئے، ہادیٔ برحق طائف کی گلیوں میں خدا کا آخری پیغام فلاح و نجاح کا آخری سرچشمہ ابلاغ و اعلانِ حق کا بحرِ بے پایاں توحیدِ الٰہی کی آخری شمع قرآن مجید اور فرقانِ حمید ان کو سنا رہا ہے جس نے مذہبی دُنیا کے تمام قوانین کو یک قلم منسوخ کر دیا، وہ حق و باطل میں امتیاز، شرک توحید میں تفریق، کھرے اور کھوٹے میں تمیز دینے آیا ہے قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے، جس کی آیتیں لفظی اور معنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی باوزن و پُر زور ہیں۔ نہ ان [illegible] ہے نہ کوئی [illegible] اور [illegible] کے خلاف [illegible] اور بلاغت کے انتہا [illegible] حرف پختہ [illegible]

Marfat.com

کیا گیا ہے، محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے، الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن عقائد و اعمال، اصول و فروع اور اخلاق و نصائح پر قرآن کریم مشتمل ہے، اور جو دلائل اور براہین اثباتِ دعاوی کے لئے پیش کئے گئے ہیں وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تُلے ہوئے ہیں، مبالغہ اور تصنع سے یکسر خالی ہیں۔ قرآنی حقائق اور دلائل ایسے مضبوط اور محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے، ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں اس میں ضروریات اور مہمات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے یہ کتاب ایک معمہ اور چیستان بن کر رہ گئی ہو۔ اگر حکیم مطلق اور خبیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہونگی تو اور کس کے کلام میں توقع کی جا سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ پاک کتاب کے ذریعہ ہادی برحق نے صدیوں کے بھولے ہوئے سبق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتشِ شوق بھڑکائی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا، اس کی صدائے حق نے ظلم و عصیاں کے محلوں میں زلزلہ طاری کر دیا اور جہالت و ضلالت کی ایک ایک زنجیر کو کاٹ کر رکھ دیا، وہ انقلاب پیدا کیا جس نے ریت کے ایک ایک ذرہ کو ہلا دیا ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

الحاصل انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک سلسلہ کی آخری کڑی اور قصرِ نبوت کی سب سے آخری خشت جس نے ابدی طور پر قصرِ نبوت کو مکمل کر دیا ہے، حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مبارک صورت میں اس دنیا کے سامنے رونما ہو چکی ہے، قیامت تک دنیا کی تمام قوموں کے لئے آپ کی پیش کردہ کتاب اور سیرتِ طیبہ اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل ہے اور ہر حیثیت سے مکمل اور ہمیشہ کے لئے محفوظ اور ناقابلِ ترمیم و تنسیخ ہے۔ آپ کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ نیرہ میں کوئی پُرپیچ و خم راہ نہیں کوئی راز مستور نہیں، کوئی سرِ پس پردہ نہیں۔ ایک جگمگاتے ہوئے چراغ کی روشنی (سراجاً منیرا) جو ایک طرف خود اس چراغ کے ہر پہلو کو دیدۂ بینا کے سامنے بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا صحیح مقام بھی متعین کر دیتی ہے لیکن جس طرح نام نہاد مسلمانوں نے نورِ مبین (قرآن کریم) جیسے نیرِ درخشندہ کو خود ساختہ تصورات اور تخیلات کے سیاہ بادلوں میں چھپا رکھا ہے، اور اس کی روشنی سے نہ صرف اپنے آپ کو محروم

Marfat.com

کر رکھا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے محروم کر دیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے سیرت طیبہ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے باطل معتقدات اور توہمات کے تہ و بالا دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے آج ساری دنیا اس روشنی کے لئے مضطرب بے قرار پھر رہی ہے اور آنے والے مہیب اور ہولناک طوفانوں سے نجات صرف کتاب و سنت ہی پر عمل پیرا ہونے سے مل سکتی ہے اور بس ؎

ہواؤں کا رُخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آ رہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اُٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عموماً اور جناب امام الانبیا اور خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً جو جو مزایا اور فضائل عطا فرمائے ہیں وہ ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر اور ہماری عقل و دانش سے وراء الورا ہیں، ان کو گننے والا گنے تو کیسے، ان کی تہ تک کوئی پہنچے تو کیونکر؟ اس قادر مطلق نے جن صفات سے آپ کو نوازا اور جو جو عنایات آپ پر کیں اور جو جو علوم اور اسرار و حکم آپ کو مرحمت فرمائے، خدا کی مخلوق میں ان خصائص اور انعامات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور بلا مبالغہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر خزانوں کا مالک اور ان میں متصرف اور اسی طرح عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اوصاف میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے سید ولد آدم فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان سے اپنی اٹل اور محکم کتاب کے ذریعہ قانون کلی کے طور پر یہ صریح اعلان کروایا کہ :-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

تو کہہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہیں جانتا ہوں غیب، اور نہ میں کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں میں نہیں پیروی کرتا مگر صرف اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے تو کہہ کب برابر ہو سکتا ہے

Marfat.com

اندھا اور دیکھنے والا، سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ (پ۷ - الانعام - رکوع ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے منصب اور اس کے خواص و لوازم پر روشنی ڈالی ہے یعنی جس کو اللہ تعالےٰ نبوت اور رسالت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے، اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے تو وہ ضرور ہی کر دکھائے، اور یہ بھی نہیں کہ تمام معلومات غیبیہ اور شہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو اس کو مطلع کر دیا جائے کہ تم جو کچھ پوچھو وہ فوراً بتلا دیا کرے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نوعِ بشر کے علاوہ کوئی اور نوع ہو اور مَلک فرشتہ اور نور ہونے کی وجہ سے لوازم اور خواص بشریہ سے اپنی برأت اور نزاہت کا ثبوت پیش کرے، اس آیت کریمہ میں بصراحت یہ امور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ :-

(۱) نبی اللہ تعالےٰ کے خزانوں کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامور نہیں ہوتا۔

(۲) یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔

(۳) یہ کہ نبی اور رسول مَلک، فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

خلقت الملٰئکۃ من نور (او کما قال مُسلم ج ۲ صـــ ، ورواہ احمد - ابن کثیر ج ۴ صـ۲۷۱ ، ومنتخب کنز العمال بر مسند احمد ج ۲ صـ۴۵۳) کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

جب بحکم خداوندی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مَلک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی نفی بھی کر دی - اس آیت کریمہ میں جن تین امور کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بصراحت کی گئی ہے، انہی میں اہل بدعت حضرات ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور سر سے لے کر پاؤں تک ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان کے اثبات کے درپے ہیں - باقی فریق مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے عطائی کی نہیں (جاء الحق صـ۴۰ و مقیاس صـ۳۰۲ وغیرہ) تو محض بے بنیاد اور بے حقیقت بات ہے - اس دفع الوقتی اور طفل تسلی سے شاید ان کے ماؤف دل تو مطمئن ہو جائیں لیکن سمجھ دار اور متین

Marfat.com

دمی کا ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ علم غیب ذاتی اور عطائی کی مبسوط بحث اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ العزیز۔ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں دعویٰ علم غیب کی نفی ہے علم غیب کی نفی نہیں، عجیب و غریب منطق ہے اور تواضع و انکسار کا بہانہ بھی بے سود ہے، جیسا کہ جاء الحق ص ۹۴ میں ہے۔ اس کی بحث اپنے مقام پر آنے گی کہ تواضع سے کیا مراد ہے۔ نیز اہل بدعت کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں، مومنوں سے یوں نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک خالص افتراء، بہتان بلکہ قرآن کریم کی تحریف ہے، دلائل اور براہین کا ذخیرہ اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور صحابہ کرام رضی کے سامنے بھی صریح الفاظ میں اس کا اظہار فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا اور حضرت رافع بن خدیج رضی کی مرفوع روایت جو عنقریب آرہی ہے، اس میں خطاب ہی صرف مسلمانوں کو ہے۔ پھر یہ بات بھی نہ بھول جانیے کہ نبی اور رسول کا مقام بہت ہی بلند ہوتا ہے ان کا دل اور زبان ظاہر اور باطن عقیدہ اور عمل ایک ہوتا ہے، جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے، وہی زبان پر ہوتا ہے، اور جو زبان پر ہوتا ہے وہی عمل میں ہوتا ہے، اپنے منصب کے بیان میں وہ جو کچھ کفار کو کہتے ہیں، وہی کچھ مومنوں کو بھی کہتے ہیں، وہاں دورنگی کا مطلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایک سے کچھ کہیں، اور دوسرے سے کچھ کہیں۔ معاذ اللہ۔

نبی باشد مخالف قول و فعل راستاں باہم

کہ گفتار قلم باشد ز رفتار قلم پیدا

غرضیکہ اہل بدعت کی طرف سے اس آیت کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تو آج تک دیا گیا ہے اور نہ قیامت تک دیا جا سکتا ہے، انصاف اور دیانت کے ساتھ آزمائش کر لیں۔ دیدہ باید!

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ پیغمبر نوع بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ انسانی قوتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، علمی اور عملی۔ قوت علمی کے اعتبار سے سمجھنا چاہیئے کہ نبی اور غیر نبی میں اعمیٰ اور بصیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت ہے، نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیات الٰہی

Marfat.com

اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لئے کھلی رہتی ہیں جس کے بلاواسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور قوتِ عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول وفعل اور ہر ایک حرکت اور سکون میں رضائے الٰہی اور حکمِ خداوندی کے تابع ہوتے ہیں (زلات اور اجتہادی لغزشوں کا معاملہ الگ ہے جس کی بحث عنقریب آرہی ہے انشاء اللہ العزیز) وحی الٰہی اور حکمِ خداوندی کے خلاف نہ تو کبھی اُن کا قدم اُٹھ سکتا ہے اور نہ زبان حرکت کرسکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق واعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیماتِ ربانی اور مرضیاتِ الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور وفکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

قرآن کریم کی سینکڑوں آیات اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے اور بیسیوں آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ علمِ غیب نبوت اور رسالت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں ہے جن میں سے بعض آیات کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ اس باب میں ہم صرف اسی ایک آیت پر اکتفا کرتے ہیں اور اس باب میں صرف دو صحیح اور صریح حدیثیں نقل کر کے ان کی تشریح میں اکابر علماء امت کے اقوال سے یہ امر واضح سے واضح تر کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی بایں عزّ وشان عالم الغیب نہ تھی اور دنیاوی امور کا نہ جاننا کچھ باعثِ نقص نہیں نیز دینی مسائل میں بھی آپ بسا اوقات اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے تھے، اور آپ کے اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی تھا، ہاں یہ ضروری تھا کہ آپ کو خطا پر چھوڑا نہیں جاتا تھا۔ اور اس ساری بحث سے عیاں ہوجائے گا کہ علمِ غیب منصبِ نبوت میں داخل نہیں ہے۔ اخبارِ غیب اور انباءِ غیب محلِ نزاع نہیں ہے جیسا کہ پہلے مفصل گزر چکا ہے۔

پہلی حدیث :-

حضرت ام سلمہ رضا المتوفاۃ ۵۹ھ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ دو فریق اپنا ایک مقدمہ لے کر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فریقین کو مخاطب کر کے یوں ارشاد فرمایا کہ :-

Marfat.com

انما انا بشر وانہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ صادق فاقضی لہ بذالک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیأخذ ھا اولیترکہا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۵ ومسلم ج ۲ ص ۷۴، ومؤطا امام مالک ص ۲۹۹ ونسائی ج ۲ ص ۲۶۱ وابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۸، وابن ماجہ ص ۱۶۸ وطحاوی ج ۲ ص ۲۸۷ - و سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۴۳)

میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس فریق مقدمات لے کر آتے ہیں ایسی صورت میں ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی فریق دوسرے سے زیادہ اچھا بولنے والا ہو جس کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں پس اس طرح میں جس کو دوسرے مسلمان کا حق دلوا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے خواہ وہ اُسے لے یا چھوڑ دے۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رض سے بھی مروی ہے (ابن ماجہ ص ۱۶۸ ومسند احمد ج ۲ ص ۳۳۲)

" " حضرت انس رض " " " " (کنز العمال ج ۳ ص ۳۰۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام غیوب اور جمیع ماکان ومایکون کے عالم نہ تھے اور نہ آپ کے منصب میں یہ بات داخل تھی کہ آپ امور باطنہ کو بھی جانتے ورنہ اس کا مطلقاً احتمال ہی نہ ہوتا کہ آپ کسی فریق کی چرب لسانی کی وجہ سے جھوٹے کو سچا سمجھ لیتے اور عمداً او دیدہ دانستہ دوسرے مسلمان کا حق اس کو دلوا دیتے، اس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ظاہری امور اور قرائن اور دلائل وشواہد کے مکلف اور پابند تھے۔ باطنی امور اور حقیقتِ حال ونفس الامر پر اطلاع پانا آپ کے خواص اور لوازم میں شامل نہ تھا۔ یہ صحیح اور صریح روایت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم مزید تسلی اور اطمینان کے لئے ائمہ حدیث، فقہاء کرام اور شراح حدیث کی چند عبارتیں اس پر نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت امام شافعی رح اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

فبھذا نقول وفی ھذا البیان الذی لا اشکال معہ بحمد اللہ تعالیٰ ونعمتہ علیٰ عالم

ہم اس کے قائل ہیں اور اس کے اندر ایسا واضح بیان ہے جو بحمد اللہ واحسانہ کسی عالم پر باعثِ اشکال نہیں ہو

لہ المنتقی ص ۳۰۲ ج ۲

Marfat.com

فتقول فی اسرائر اللہ عزوجل فالحلال والحرام علی ما یعلمہ اللہ تبارک وتعالیٰ والحکم علی ظاھر الامر وافق ذالک السرائر او خالفھا۔

(کتاب الام ج ۷ ص ۳۷)

سکتا، سو ہم کہتے ہیں کہ رازوں اور بھیدوں کا جاننا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (حقیقتہً) حلال وحرام تو فقط اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، حاکم کا فیصلہ تو ظاہر پر ہی محمول ہے یہ اندرونی بھیدوں اور رازوں کے موافق ہو یا مخالف

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

انما کلفت فی الحکم الاجتھاد علی الظاھر دون الغیب واللہ تعالیٰ اعلم

(رسالہ فی اصول الفقہ للامام الشافعی رح ص ۶۸)

مجتہد اجتہادی اور قیاسی حکم میں صرف ظاہری امور کا مکلف ہے باطن اور غیب کا مکلف نہیں ہے۔

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

وھو صواب علی الظاھر ولا یعلم الباطن الا اللہ تعالیٰ (رسالہ ص ۶۹)

مجتہد کا قیاس اور فیصلہ ظاہری امور پر مبنی ہے۔ باطن اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور ظاہر اور باطن کا فرق کرتے ہوئے اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہیں کہ :۔

ولا یعلم الغیب فیہ الا اللہ (رسالہ ص ۶۶)

اس میں باطن اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں

غور فرمائیے کہ حضرت امام شافعی رح جو ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام اور اہل السنت والجماعت بلا مدافعت مقتدا اور پیشوا ہیں فصل خصومات میں ظاہر اور باطن کا فرق کر کے رازوں بھیدوں اور نفس الامر کو ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور حاکم کے فیصلہ کو ظاہری قرائن اور شواہد پر مبنی قرار دیتے عام اس سے کہ حاکم کا فیصلہ نفس الامر کے موافق ہو یا مخالف، کیونکہ حاکم باطنی امور کا ہرگز مکلف اور پابند نہیں

(۲) حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی رح المتوفی سنہ ۶۷۶ھ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

معناہ التنبیہ علی حالۃ البشریۃ وان البشر لا یعلمون من الغیب وبواطن الامور شیئا الا

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا، بجز اس

ان يطلعهم الله تعالىٰ على شيء من ذٰلك و انه يجوز عليه في امور الاحكام ما يجوز عليهم وانه يحكم بين الناس بالظاهر والله يتولى السرائر فيحكم بالبينة وباليمين ونحو ذالك من احكام الظاهر مع امكان كونه في الباطن خلاف ذالك (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۴)

اللہ تعالیٰ کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتاتا ہے کہ فصل خصومات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر ہی فیصلہ کرتے ہیں، اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سو آپ شہادت اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقعہ میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

یہ عبارت بھی اپنی مراد پر نہایت واضح اور صریح طور پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی ابن دقیق العید الشافعی المالکی رح المتوفی ۷۰۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

فيه دليل على اجراء الحكم على الظاهر واعلام الناس بان النبي صلى الله عليه وسلم كغيره في ذالك وان كان يفترق مع الغير في اطلاعه على ما يطلعه الله من الغيوب الباطنة وذٰلك في امور مخصوصة لا في الاحكام العامة وعلى هذا يدل قوله عليه السلام انما انا بشر (احكام الاحكام ج ۲ ص ۱۰۳)

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائیگا اور نیز اس سے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسروں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیوب باطنہ پر مطلع کرتا ہے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

(۴) حافظ الدنیا ابو الفضل احمد بن علی ــــ ابن حجر العسقلانی الشافعی رح المتوفی ۸۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

Marfat.com

قولہ انما انا بشر۔ ای کواحد من البشر فی عدم علم الغیب (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳۹)

مَیں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں۔

اور دوسرے مقام پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

اتی بہ رداً علی من زعم ان من کان رسولاً فانہ یعلم کل غیب۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۱)

انما انا بشر کا جملہ خاص طور پر ان لوگوں کے باطل خیال کی تردید کے لیے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کُل غیب کا علم ہوتا ہے۔

(۵) علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی رح المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ :۔

انما انا بشر۔ یعنی کواحد منکم ولا اعلم الغیب و بواطن الامور کما ھو مقتضی الحالۃ البشریۃ وانا احکم بالظاھر (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں اور مَیں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے اور مَیں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

اور اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ :۔

انما انا بشر۔ ای من البشر ولا ادری باطن ما تتحاکمون فیہ عندی وتختصمون فیہ لدیّ وانما اقضی بینکم علی ظاھر ما تقولون فاذا کان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لا یعلمون ذالک فغیر جائز ان یصح دعوی غیرھم من کاھن او منجم العلم وانما یعلم الانبیاء من الغیب ما اعلموا بہ بوجہ من الوحی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۱۱)

مَیں انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہوں اور جو مقدمات تم میرے پاس لاتے ہو تو ان کے باطن کو مَیں نہیں جانتا اور مَیں تو تمہاری ظاہری باتوں کو سُن کر ہی فیصلہ کرتا ہوں (علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ) جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اور باطنی امور نہیں جانتے تو نجومی اور کاہن وغیرہ کا غیب اور باطنی امور کے علم کا دعویٰ کیسے جائز اور صحیح ہو سکتا ہے؟ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی صرف وہی باتیں جانتے ہیں جن کا بذریعہ وحی ان کو علم عطا کیا گیا ہو۔

Marfat.com

(۶۱) امام قسطلانی رح اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر- مشارك لكم فى البشرية بالنسبة لعلم الغيب الذى لم يطلعنى الله عليه وقال ذالك توطئة لقوله وانه يأتينى الخصم الخ فلا اعلم باطن امره الخ

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالے نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد وانہ یأتینی الخصم الخ کے قول کے لئے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا۔

(ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲۰۲)

یہی علامہ قسطلانی رح لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر- وهو رد على من زعم ان من كان رسولا فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى عليه المظلوم من الظالم (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲۰۲)

آپ نے انما انا بشر اُن لوگوں کی تردید کے لئے ارشاد فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے، حتیٰ کہ اُس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں رہتے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

اتى به على الرد على من زعم ان من كان رسولا يعلم الغيب فيطلع على البواطن ولا يخفى عليه المظلوم ونحو ذالك فاشار ان الوضع البشرى يقتضى ان لا يدرك من الامور الاظواهرها فانه خلق خلقا لا يسلم من قضايا تحجبه عن حقائق الاشياء فاذا ترك على ما جبل عليه من القضايا البشرية ولم يؤيد بالوحى السماوى طرأ عليه ما طرأ على سائر البشر-

(ارشاد الساری ج ۴ ص ۲۱۲)

انما انا بشر- آپ نے اُن لوگوں کی تردید کے لئے ارشاد فرمایا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول کو غیب کا علم ہوتا ہے اور وہ باطن پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر مظلوم وغیرہ مخفی نہیں رہتا، آپ نے اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وضع بشری اس کی مقتضی ہے کہ وہ صرف ظاہری امور کا ادراک کرے کیونکہ بشر ایک ایسی مخلوق ہے کہ جس کے اور حقائق اشیاء کے ادراک کے درمیان پردے حائل ہو جاتے ہیں جب اس کو جبلت بشری کے تقاضوں پر چھوڑ دیا جائے اور وحی سماوی سے تائید نہ ہو تو اُس پر باوجود رسول ہونے کے وہی کچھ طاری ہوتا ہے

Marfat.com

جو تمام انسانوں پر طاری ہوتا ہے۔

اور یہی علامہ قسطلانی رح ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ولكن انما انا بشر مثلكم - اى بالنسبة الى الاطلاع على بواطن المخاطبين لا بالنسبة الى كل شيئ

(ارشاد الساری ج ۱ صفحہ ۳۴)

لیکن میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں یعنی مخاطبین کے اندرونی بھیدوں پر مطلع ہونے میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں (جیسے تم باطن پر مطلع نہیں ہو ویسے ہی میں بھی نہیں ہوں) یہ نہیں کہ تمام امور میں تمہاری طرح ہوں (کیونکہ اللہ نے مجھے بہت فضائل مرحمت فرمائے ہیں۔)

یہ تمام عبارتیں علامہ قسطلانی رح کی ہیں اور بغیر کسی شک اور شبہ کے اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ وہ انبیاء کرام کے لئے عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصاً علم غیب کے ہرگز قائل نہ تھے، نہ جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کو خالص الاعتقاد صفحہ ۲۵ وغیرہ میں اور دیگر اہل بدعت کو مغالطہ ہوا ہے۔

(۷) علامہ علی بن احمد العزیزی رح المتوفی ســـھ لکھتے ہیں کہ:۔

انما انا بشر اى من البشر والمراد انه مشارك البشر فى اصل الخلقة وان زاد عليهم بالمزايا التى اختص بها فى ذاته قاله ردا على من زعم ان من كان رسولاً فانه يعلم كل غيب حتى لا يخفى عليه المظلوم - (السراج المنير ج ۲ صفحہ ۴۳)

میں انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہوں اور مراد یہ ہے کہ آپ اصل خلقت میں انسانوں کے ساتھ شریک ہیں اگرچہ دیگر فضائل مختصہ میں وہ دوسرے انسانوں سے بڑھ ہیں، اس ارشاد میں آپ نے اُن لوگوں کی تردید فرمائی ہے یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کل غیب جانتے ہیں حتیٰ کہ اُن پر مظلوم مخفی نہیں رہ سکتا۔

(۸) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی الحنفی رح المتوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت گفت نیستم من مگر آدمی و عارض میشود بر من احکام و عوارض بشریت و باقی گذاشته شده است در من احکام جبلت جز آنچه تائید کرده میشوم بوحی و تعلیم نموده میشوم از جانب حق سبحانہ، نزدیک است که بعضے از شما باشند زبان آور و بیان کننده ترجمت خود را از بعضے دیگر....."

Marfat.com

پس حکم میکنم من مراو را برمانند آنچہ میشنوم ازوے الخ" (اشعۃ اللمعات ج ۳ صـ۱۷۱)

(۹) حضرت نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی الحنفی رح المتوفی ۱۲۷۹ھ لکھتے ہیں کہ :۔

ف : "میں آدمی ہوں، یہ اشارہ ہے اس امر پر کہ سہو اور نسیان بعید نہیں ہے آدمی سے اور وضع بشری مقتضی ہے اس کی کہ نہ ادراک کرے امور کو سوائے ظاہر اُن کے کے یعنی میں آدمی ہوں عارض ہوتے ہیں مجھ پر احکام وعوارض بشری اور باقی چھوڑے گئے ہیں مجھ میں احکام جبلت کے سوائے اُس چیز کے کہ تائید کیا جاتا ہوں ساتھ وحی کے اور تعلیم کیا جاتا ہوں جانب حق سبحانہٗ سے حاصل یہ ہے کہ میں بحسب ظاہر کے حکم کرتا ہوں بموجب تقریر مدعی کے کہ پس اگر اُس کا حق نہ تھا اور اُس کی چرب زبانی سے میں سمجھا کہ حق اسی کا ہے اور اس کو دلوا دیا تو وہ اس کو اپنے حق میں حلال نہ جانے بلکہ یہ جانے کہ ٹکڑا آگ کا مجھے ملا ہے، پرہیز کرے اُس سے"۔ انتہی بلفظہ (مظاہر حق ج ۳ صـ۳۴۳)

(۱۰) علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی الحنفی رح المتوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں کہ :۔

وانما انا بشر- لا اعلم الغیب وانکم تختصمون الیّ الخ (نسیم الریاض ج ۴ صـ۲۶۱)	میں تو بشر ہی ہوں میں غیب نہیں جانتا اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو الخ

(۱۱) حضرت حکیم الاُمت احمد بن عبدالرحیم الشاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی رح المتوفی ۱۱۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم فرمود جز ایں نیست کہ من آدمی ام و ہر آئینہ شما خصومت می کنید با یکدیگر پیش من پس شاید بعض شما دانا تر باشد بحجت خود از دیگر پس حکم کنم برائے او مثل آنچہ شنیدم ازوے پس ہر کہ حکم کردم برائے او از چیزے بحق برادر او پس باید کہ نگیرد از آں چیزے جز ایں نیست کہ جدا میکنم برائے او پارہ از آتش (مصفی ج ۲ صـ۹۶)

نیز حضرت شاہ صاحبؒ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وفی الحدیث دلیل علی ان کل مجتھد لیس	اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر مجتہد مصیب

Marfat.com

نہیں ہوتا۔

بمصیب انما الاصابة لواحد واثم الخطأ موضوع عن الآخر لکونه معذوراً فیه وعلیه اکثر اهل العلم
(المسوی ج ۲ ص ۹۶)

اصابت رائے صرف ایک مجتہد ہی کی ہوتی ہے ۔ ہاں (اس مسئلہ میں) دوسرے مجتہد پر خطا کا گناہ نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ معذور (بلکہ ماجور) ہے اور یہی اکثر اہلِ علم کی تحقیق ہے۔

(۱۲) الشیخ المحدث العلامہ سندی الحنفی رح المتوفی ۱۱۳۹ھ لکھتے ہیں :۔

وانما انا بشر۔ ای لا اعلم من الغیب الّا ما علمنی ربّی کما ھو شان البشر۔
(سندی رح علی النسائی ج ۲ ص ۲۶)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اُسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

(۱۳) اور علامہ الحسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی الحنفی رح المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں کہ :۔

انما انا بشر۔ ان الوضع البشری یقتضی ان لا یدرک من الامور الا ظاھرھا وعصمته انما ھو عن الذنوب فانه صلے اللہ علیه وسلم لم یکلف فیما لم ینزل فیه الا ما کلف غیرہ وھو الاجتہاد
(بحوالہ انجاح الحاجہ ص ۱۶۹)

میں تو بشر ہی ہوں اور وضع بشری اس کو نہیں چاہتی کہ امور ظاہرہ کے علاوہ امور باطنی کا بھی ادراک کرے۔ رہا آپ کا معصوم ہونا تو وہ گناہوں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن احکام میں جن میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی اُسی چیز کا مکلف قرار دیا ہے جس کا دوسروں کو مکلف بنایا ہے اور وہ اجتہاد ہے۔

اس حدیث سے اور اس کی شرح میں اکابرینِ علماءِ امت کے اقوال اور عبارات سے جو ہم نے نقل کی ہیں، بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے مگر خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل۔ چنانچہ فریقِ مخالف کے اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب المتوفی ۱۳۴۰ھ کو بھی اس کا صاف اقرار ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسمِ انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لست مثلکم

Marfat.com

میں تم جیسا نہیں ویرڈی لست کہیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں ویرؤی ایکم مثلی تم میں سے کون مجھ جیسا ہے (بلفظہ نفی الفئ صنا)۔

نور اور بشر کا مسئلہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے ہم اس پر ایک مستقل کتاب ترتیب دے رہے ہیں، یہ امور اس میں واضح ہوں گے کہ نور کی کونسی حدیث صحیح ہے ؛ اور اس کا مطلب کیا ہے ؛ اور سایہ نہ ہونے کی روایت کیسی ہے ؛ وغیرہ وغیرہ۔ مگر خانصاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور انسان تسلیم کر لیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ فضائل اور خصائل و شمائل میں آپ کی کوئی مثل نہیں اور یہی کچھ ہم کہتے ہیں : ؎

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جُدا جُدا آخر کو ہم دونوں درِ جاناں پہ جا ملے

نیز اس روایت سے اور اس کی تشریح میں منقولہ بالا عبارات سے یہ بات بھی آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون اور ظاہری و باطنی اندرونی اور بیرونی تمام بھیدوں کا علم حاصل نہ تھا مگر صرف اُسی حد تک جس حد تک اللہ تعالٰے نے آپ کو حقیقتِ حال پر مطلع کر دیا ہو، اور فصلِ خصومات میں آپ باوجود التفاتِ تام اور پوری توجہ کے اس امر کے ہرگز مکلف نہ تھے کہ حقیقتِ حال سے آگاہ ہو کر باطنی امور کے موافق فیصلہ صادر فرماتے بلکہ اس معاملہ میں آپ عام دوسرے انسانوں کی طرح مدعی کے ظاہری قول اور قسم و شہادت وغیرہ دیگر ظاہری قرائن پر نگاہ رکھتے ہوئے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو باطنی حقیقت اور علمِ غیب حاصل نہ تھا اور نہ منصبِ نبوت اور فرائضِ رسالت میں علمِ غیب داخل ہے جیسا کہ عباراتِ بالا میں صراحت سے اس کی حقیقت پیش کی جا چکی ہے اور انما انا بشر الخ کا جملہ بھی آپ نے ایسا باطل اور غلط عقیدہ رکھنے والوں کی تردید ہی کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کل بھی نہ تھے کہ جو چیز چاہتے کسی کے لئے حلال کر دیتے اور جو چاہتے حرام فرما دیتے، اگر ایسا ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے یعنی کہ اگر میں کسی جھوٹے کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دوں تو وہ اس کو نہ لے، کیونکہ وہ اس کے لئے

Marfat.com

آتش دوزخ کا ایک ٹکڑا ہوگا جو اس کے لئے کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ رہا قضائے قاضی کا ظاہراً وباطناً نفاذ یا عدم نفاذ، اور اسی طرح نکاح وطلاق اور دیگر معاملات میں فرق وامتیاز کا وجود یا عدم، تو یہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے فتح القدیر، عمدۃ القاری اور مرقات وغیرہ کی طرف مراجعت کر لی جائے۔

اہل بدعت کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو سب کچھ معلوم ہے مگر آپ ظاہری روئداد کے مطابق فیصلہ کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے، قطعاً اور یقیناً باطل اور مردود ہے۔ **اولاً** اس لئے کہ اسی حدیث میں یہ جملہ فاحسب انہ صادق فاقضی لہ بذالک (کہ اس کی چرب لسانی کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں) اس باطل تاویل کی بیخ کنی کے لئے کافی اور شافی ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب اس جملہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے (دیکھئے مقیاس ص ۴۵۹) **وثانیاً** کیا فریق مخالف کا ایمان اور عشق اس کو گوارا کرتا ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دیدہ دانستہ اور حقیقت حال سے آگاہ ہو کر بھی صاحب حق کو حق سے محروم کر دیں اور جھوٹے کو دوسرے کا حق دلوا دیں؟ ہمارا ایمان تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتا ع نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا (العیاذ باللہ)

باقی مفتی نعیم الدین صاحب مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ کا یہ جواب کہ فمن قضیت لہ بحق مسلم قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے بلکہ یہ حضرت نے علی سبیل الفرض فرمایا (محصلہ الکلمۃ العلیاء ص) تو یہ سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یا آسانی کے ساتھ گلو خلاصی اور دفع الوقتی کا ایک ناکام بہانہ ہے اور عقلاً ونقلاً ہر طرح سے باطل اور مردود ہے۔ **عقلاً** تو اس لئے کہ اہل عربیت اور مناطقہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی دونوں کے درمیان ہوتا ہے یا کہ صرف تالی میں ہوتا ہے اور مقدم جزاء اور تالی کے لئے قید ہوتی ہے جیسے حال اور ظرف وغیرہ۔ مناطقہ اول کے قائل ہیں اور اہل عربیت ثانی کے لیکن جس وقت مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں یا ایک صادق اور دوسرا ممکن یا دونوں ممکن ہوں تو استلزام میں کوئی شک ہی نہیں ہے چنانچہ مشہور منطقی اور معقولی محقق ملا حمد اللہ بن شکر اللہ سندیلوی المتوفی ۱۱۶۰ھ اپنی دقیق تالیف میں لکھتے ہیں کہ:-

Marfat.com

واعلم انہ لاخلاف فی استلزام المقدم الصادق التالی الصادق ۔ (حمد اللہ ص۱۲۷)

تو جان لے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقدم صادق تالی صادق کو بہرحال مستلزم ہے۔

اور علامہ عبد العلی بحر العلوم المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں کہ:۔

والتلازم بین الواجب والممکن والممکنتین مما لاشک فیہ (بحر العلوم برحمد اللہ ص۱۲۷)

واجب اور ممکن کے درمیان نیز دو ممکنوں کے درمیان تلازم میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔

اس کی مزید تشریح سلم، مرأۃ الشروح، قاضی اور رسالہ قطبیہ وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ہاں اگر مقدم محال اور کاذب ہو تو اس کے استلزام میں اختلاف ہے مگر وہ ہماری بحث سے خارج ہے اور قضیۃ لہ میں مقدم نہ صرف ممکن ہے بلکہ متحقق الوقوع ہے جیسا کہ حضرت رفاعہ رضہ اور بنوابیرق وغیرہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے اس لئے قضیہ شرطیہ کی آڑ لینا سراسر باطل ہے۔

اور نقلاً اس لئے کہ اسی حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے کہ:۔

فقال انی انما اقضی بینکم برائی فیما لم ینزل علی فیہ (ابوداؤد ج ۲ ص۱۴۹)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس معاملہ میں مجھ پر خدا کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی اس میں اپنی رائے سے میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔

اور اساری بدر، تحریم شہد، تابیر نخل اور عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بیّن ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن ارقم رضہ اور عبد اللہ بن اُبی کے درمیان جو فیصلہ آپ نے صادر فرمایا، اور اسی طرح جو فیصلہ آپ نے حضرت رفاعہ رضہ اور بنوابیرق کے درمیان صادر فرمایا تھا اُس میں بھی آپ کی رائے مبارک درست نہ تھی اور حضرت رفاعہ رضہ کے واقعہ میں آپ نے ان کا حق بھی ابتداءً بشیر نامی منافق کو دلوا دیا تھا، بعد کو آیاتِ قرآنی کے نزول پر حقیقت حال سے آگاہی ہوئی ان میں سے بیشتر واقعات شرح و بسط کے ساتھ اپنے مقام پر بیان ہوں گے انشاء اللہ العزیز۔ ان واضح دلائل اور براہین کی موجودگی میں کیسے باور کر لیا جائے کہ مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے، ہاں فریق مخالف اپنے دل کی تسکین اس سے حاصل کر سکتا ہے۔ ع۔ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

Marfat.com

نوٹ:۔ اصل میں یہ غلطی علامہ سبکی رح المتوفی ۷۷۱ھ سے ہوئی ہے:۔

قال السبکی هذه قضية شرطية لا تستدعی وجودها بل معناه بيان ان ذالك جائز و لم يثبت لنا قط انه صلی الله عليه وسلم حكم بحكم ثم تبين خلافه وقد صان الله تعالى احكام نبيه عن ذالك مع انه لو وقع لم يكن فيه محذور انتهى

(بحوالہ السراج المنیر ج ۲ ص ۴۳)

سبکی رح کہتے ہیں کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے، یہ اس کے وجود کو نہیں چاہتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور ہمارے سامنے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہو اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو اس سے محفوظ فرمایا ہے، معہذا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ثابت ہو جائے تو اس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

جن واقعات کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے اور نیز تابیر نخل کا مفصل واقعہ جو عنقریب آرہا ہے علامہ سبکی رح کے اس نظریہ کے بطلان پر کافی ثبوت ہے کہ آپ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جو واقعے کے خلاف ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ خطاء پر آپ کو برقرار نہیں رکھا گیا۔ مگر معہذا علامہ سبکی نے اس امر کو صراحت کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر ایسا کوئی فیصلہ صادر ہو تب بھی نہ صرف یہ کہ ایسا جائز ہے بلکہ اس میں کوئی محذور بھی نہیں ہے۔ ع

ماننے جس کو نہ تھے پہنچے وہاں

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملات کی اصل حقیقت اور اندرونی کیفیت پر مطلع کر دیتا مگر اس کی بے شمار حکمتیں اس کو نہیں چاہتی تھیں کیونکہ وہ علیم حکیم ہے اور اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے مثلاً ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ہادی اور بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور امت کو آپ کی اقتدار اور اتباع کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اور چونکہ باطنی امور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی، چنانچہ متعدد آیات اور احادیث اس پر دال ہیں، اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رح المتوفی ۱۳۰۴ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

احوال باطن ہر کس و خاتمہ او ہیچ کس را غیر از علام الغیوب معلوم نیست (مجموعہ فتاوی ج ۳ ص ۱۲)

ہر ایک کے باطنی حالات کا نیز ہر ایک کے خاتمہ کا علم علام الغیوب کے بغیر کسی کو بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

...لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی امور، اندرونی بھیدوں اور اسرار پر مطلع نہیں کیا، تاکہ آپ کی اُمت آپ کی اقتدار کرسکے، چنانچہ امام نوویؒ اور علامہ عینیؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولو شاء اللہ لاطلعه علی باطن الامور حتی یحکم بالیقین لکن امر اللہ امته بالاقتداء به فاجری احکامه علی الظاھر۔	اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی معاملات کی حقیقت پر مطلع کر دیتا حتیٰ کہ آپ یقین ہی سے فیصلہ صادر فرماتے لیکن اللہ نے چونکہ آپ کی اُمت کو آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے اس لئے آپ کے فیصلوں کو ظاہر پر رکھا گیا ہے تاکہ اُمت آپ کی اقتدا کرسکے۔
(نووی ج ۲ ص ۷۴ و عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۳ واللفظ لہ)	

یہ چار دلائل اس امر کو روزِ روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ منصبِ نبوت میں علمِ غیب اور باطنی امور پر مطلع ہونا لازم نہیں ہے، اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں، اس میں کسی شک اور شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہے مگر کوتاہ فہم کے لئے کیا سود؟ ؎

مکافاتِ عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بیشک
ہمارا کام ہے نیک اور بد کا اُن کو سمجھانا

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا حق بھی تھا؟

چونکہ ابوداؤد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا جاچکا ہے کہ آپ جن احکام میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی، اُن میں آپ اجتہاد اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے اس لئے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اجتہاد کے متعلق یہاں علماءِ اصول کا نظریہ عرض کر دیں۔ حافظ ابن حجرؒ (حدیث اُم سلمہؓ کی شرح میں) لکھتے ہیں کہ:۔

وفیه انه صلی اللہ علیه وسلم کان یقضی بالاجتهاد فیما لم ینزل علیه فیه وحی	اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس معاملہ میں حضور پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی اس میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۰)	

اور علامہ عینی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

وفیہ دلالۃ علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتہاد (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص۲۷۱)

یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بھی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

(۱) اشاعرہ اکثر معتزلہ اور متکلمین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف وحی کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا تھا، کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے اور ہبوط وحی کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

(۲) حضرت امام مالک رح (المتوفی ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعی رح اور حضرت امام ابو یوسف رح (المتوفی ۱۸۲ھ) اور عام محدثین اور علماء اصول اس کے قائل ہیں کہ آپ وحی اور اپنے اجتہاد دونوں سے برابر فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

(۳) مشہور محقق علامہ صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی الحنفی رح المتوفی ۷۴۷ھ اپنی دقیق اور بے نظیر کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

والمختار عندنا انہ مامور بانتظار الوحی ثم العمل بالرای بعد انقضاء مدۃ الانتظار۔ (التوضیح ص۴۸۵)

ہمارے علماء احناف رح کا مختار مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار کرنے کے مامور تھے۔ پھر اس مدت انتظار کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کے مامور تھے۔

علامہ حسام الدین الحنفی رح المتوفی ۶۴۴ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

والصحیح عندنا انہ علیہ السلام کان یعمل بالاجتہاد اذا انقطع طمعہ عن الوحی فیما ابتلی بہ وکان لا یقر علی الخطاء (حسامی ص۹۲)

ہمارے (علماء احناف رح کے) نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی جب وحی سے امید منقطع ہو جاتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد پر بھی عمل فرمایا کرتے تھے جن کی ضرورت در پیش ہوتی تھی مگر آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

اس کی شرح میں علامہ محمد یعقوب البنانی الحنفی رح المتوفی ــــ ھ لکھتے ہیں کہ:۔

وان کان اجتہادہ یحتمل الخطاء ھذا عند اکثر اصحابنا لقولہ تعالی عفی اللہ عنک لم اذنت لہم فانہ یدل علی الخطاء واکثر العلماء علی انہ لا

اگرچہ حضور کے اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہوتا تھا، اور یہی ہمارے اکثر احناف رح کا مسلک ہے، کیونکہ (غزوہ تبوک کے ایک خاص واقعہ میں) اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو

Marfat.com

يحتمل الخطاء لما امرنا باتباعه عليه السلام ولا اتباع في الخطاء

(المولوى على الحسامى صـ۲۴۱)

معاف کر دیا آپ نے ان کو اجازت کیوں دی ہے؛ یہ حکم آپ کے اجتہاد کے خطا ہونے پر صریح دلیل ہے اور رد بحیہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ کے اجتہاد میں خطا کا احتمال نہیں ہے کیونکہ ہمیں آپ کے اتباع کا حکم ہے اور خطا میں اتباع اور پیروی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؛

اور علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعی رح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں خطا واقع ہونے کے ثبوت پر اُساری بدر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وهذا يدل على كونه خطأ من كل وجه وعدم وقوع العذاب لاينافيه لانه مبنى على وجود المانع وهو سبق الكتاب

(التلويح صـ۶۰۱)

اور بدر کے قیدیوں کا واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد من کل الوجہ خطا تھا اور عذاب کا نہ واقع ہونا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ اس پر مبنی ہے کہ وہاں ایک اور مانع موجود تھا اور وہ اللہ کا لکھا ہوا فیصلہ تھا۔

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رح المنار میں اور شیخ احمد المدعو بملا جیون الحنفی رح المتوفی ۱۱۳۰ھ نور الانوار میں لکھتے ہیں کہ :-

وعندنا هو مامور بانتظار الوحى فيما لم يوح اليه اى اذا نزلت الحادثة بين يديه يجب عليه ان ينتظر الوحى اولا لجوابها الى ثلاثة ايام او الى ان يخاف فوت الفرض ثم العمل بالرأى بعد انقضاء مدة الانتظار فان كان اصاب فى الرأى لم ينزل الوحى عليه فى تلك الحادثة وان كان اخطأ الرأى ينزل الوحى للتنبيه على الخطاء وما تقرر على الخطأ قط بخلاف سائر المجتهدين فانهم ان اخطأوا

ہمارے (علماء احناف رح کے) نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن احکام میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی ان میں وحی کی انتظار کرنے کے مامور تھے یعنی آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو آپ پر اولاً وحی کی انتظار ضروری تھی تین دن تک یا جس وقت تک فرض کے فوت ہونے کا خوف ہوتا پھر آپ کو مدتِ انتظار کے اختتام کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق تھا۔ اگر آپ کی رائے درست ہوتی تو نزولِ وحی کی ضرورت اس واقعہ میں نہ رہتی تھی اور اگر آپ سے خطا سرزد ہوتی

Marfat.com

يبقى خطأهم الى يوم القيامة ۔

(نور الانوار مع المنار صفحہ)

تھی تو خطا پر تنبیہ کے لئے وحی نازل ہوتی تھی، اور آپ کو خطا پر ہرگز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔ بخلاف دیگر سب مجتہدین کے کیونکہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہتی ہے۔

ان علماء اصول سے دریافت کیجئے کہ جو ہستی کل غیب پر مطلع ہو اور جمیع ماکان و مایکون کی عالم ہو اس کے لئے ایسے امور جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اجتہاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کیا کرتا ہے؟ اور پھر اس اجتہاد میں خطا اور غلطی کا احتمال کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا عالم جمیع ماکان و مایکون سے بھی خطا اور غلطی ہو سکتی ہے؟

امام کمال الدین محمد بن ہمام الحنفی رح المتوفی ۸۶۱ھ مسایرہ میں اور شیخ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف المقدسی الشافعی رح المتوفی ۹۰۵ھ مسامرہ میں دینی اور دنیوی امور میں تفریق کرتے ہوئے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجتہاد پر اور اس اجتہاد میں خطا واقع ہونے کے احتمال پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

واما غير ذلك . . . . . . فهم فيه كغيرهم من البشر في جواز السهو والغلط هذا الذي عليه اكثر العلماء خلافا لجماعة المتصوفة وطائفة من المتكلمين حيث منعوا السهو والنسيان والغفلات والفترات جملة في حق النبي صلى الله عليه وسلم قال القاضي ابوبكر رح تفريعا ما عليه الاكثر فيجوز اى عقلاً كونه اى النبي غير عالم بشرائع من تقدمه من الانبياء وكونه غير عالم ببعض المسائل

بہر حال ان امور (تبلیغ دین اور تعلیم امت وغیرہ) کے علاوہ سوا انبیاء کرام علیہم السلام دوسرے انسانوں کی طرح ہیں کہ ان پر بھی سہو اور غلط جائز ہے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ ہاں اس میں متصوفہ کی ایک جماعت اور متکلمین کے ایک گروہ نے اختلاف کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو و نسیان اور غفلات و فترات کلیۃً طاری نہیں ہوتے قاضی ابوبکر (باقلانی الشافعی المتوفی ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کی تحقیق کے پیش نظر عقلی طور پر جائز ہے کہ نبی سابق انبیاء علیہم السلام کی شرائع کا علم نہ رکھتا ہو اور یہ بھی جائز ہے

Marfat.com

التی یفرعها الفقهاء والمتکلمون لا مطلقا
ولکن المسائل التی لا یخل عدم العلم بها
بمعرفة التوحید و یجوز کونهم ای الانبیاء
غیر عالمین بلغات کل من بعثوا الیهم
الا لغة قومهم وجمیع عطف علی لغات ای
یجوز عقلا کونهم غیر عالمین بجمیع مصالح
امور الدنیا ومفاسدها وجمیع الحرف
والصنائع اه کلام القاضی ابی بکر رح ولاشک ان
المراد ای مراده مما ذکره عدم علم بعض
المسائل لعدم الخطور ای خطور تلک المسائل
ببالهم فاما اذا خطرت لهم فلابد من علمهم
بها ای باحکامها واصابتهم فیها ان اجتهدوا
بناء علی الراجح ان للانبیاء ان یجتهدوا مطلقا
وعلیه الاکثر او بعد انتظار الوحی وعلیه الحنفیة
واختاره المصنف فی التحریر فاذا اجتهدوا
فلابد من اصابتهم ابتداء او انتهاء لان
من قال کل مجتهد مصیب او منع الخطاء فی اجتهاد
الانبیاء خاصة فهم مصیبون عنده ابتداء و
من جوز الخطاء فی اجتهادهم قال لا یقرون
علیه بل ینبهون فهم مصیبون عنده اما
ابتداء او حیث لم یتقدم خطأ واما انتهاء

کہ بعض اُن مسائل کو بھی نہ جانتا ہو جن کو فقہاء اور متکلمین نے
استنباط کیا ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ صرف وہ مسائل جن کے
عدم علم کی وجہ سے معرفت توحید میں خلل نہ واقع ہوتا ہو
اور یہ بھی جائز ہے کہ انبیاء کرام اپنی قوم کی لغت کے علاوہ اُن
تمام اقوام کی لغات کو نہ جانتے ہو جن کی طرف ان کو
مبعوث کیا گیا ہو اور یہ بھی عقلاً جائز ہے کہ انبیاء کرام امور دنیا کے
تمام مصالح اور مفاسد کو اور تمام صنعتوں اور حرفتوں کو بھی نہ
جانتے ہوں (الخ کلام ابی بکر رح) اور کوئی شک نہیں ہے کہ
قاضی ابوبکر رح کی مراد یہ ہے کہ بعض مسائل کا ان کو اس لئے
علم نہیں ہوتا کہ ان مسائل کی طرف انبیاء کرام کے قلوب
متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر ان مسائل کی طرف ان کی توجہ ہو تو
ان کا معلوم کرلینا ناگزیر ہے اور اگر ان میں انھوں نے
اجتہاد کیا ہے تو اصابت رائے بھی ضروری ہے کیونکہ راجح
مسلک یہی ہے کہ انبیاء کرام کو اجتہاد کرنے کا مطلقاً حق
حاصل ہے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے، اور احناف کہتے
ہیں کہ انبیاء کرام کو وحی کے انتظار کے بعد اجتہاد کرنے
کا حق ہے اور اسی کو ابن ہمام رح نے اپنی کتاب تحریر الاصول
میں اختیار کیا ہے اور جب اُنھوں نے اجتہاد کیا تو ابتداءً
یا انتہاءً اُن کا مصیب ہونا ضروری ہے کیونکہ جو علماء اس کے
قائل ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے یا انبیاء کرام کا اجتہاد
خطاء سے پاک ہوتا ہے، تو ان کے نزدیک وہ ابتداءً ہی

Marfat.com

حیث ھو اعلی الصواب فرجعوا الیہ
(مسائرہ مع مسامرہ ج ۲ ص ۔۔۔ طبع مصر)

مصیب ہیں اور پھر ان کے اجتہاد میں خطا کے بھی قائل ہیں اور تو وہ کہتے ہیں کہ تنبیہ کے بعد ان کے صحیح رائے کی طرف رجوع کر لینے سے انبیاء اصابت رائے لازم ہے۔

پوچھئے امام ابوبکر باقلانی اور رئیس المتکلمین سے اور دریافت کیجئے حافظ ابن ہمام الحنفی رہ بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق سے اور اسی طرح کمال الدین ابن ابی شریف رہ وغیرہ سے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ نے یہ کیا فرما دیا کہ متاخرین کو سابق انبیاء کی شرائع کا علم نہ ہونا بھی جائز ہے اور جن مسائل کی فقہاء اور متکلمین نے تخریج کی ہے جائز ہے کہ بعض مسائل بھی ان کو معلوم نہ ہوں، اسی طرح اپنی قوم کی لغت کے علاوہ دیگر اقوام کی لغات اور دنیا کے تمام مصالح و مفاسد اور جمیع حرفتیں اور صنعتیں بھی معلوم نہ ہوں، بدیں وجہ کہ انبیاء کرام کے پاک قلوب ان غیر ضروری اشیاء کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے، اور نیز ان کو اجتہاد کا بھی حق ہے۔ عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان وما یکون کے اجتہاد کا کیا معنی؟ اور فقہاء کرام کے ایک گروہ کے نزدیک ان کے اجتہاد میں غلطی بھی ممکن ہے۔ جمیع ما کان وما یکون کا عالم ہونے کے ساتھ اجتہاد میں غلطی کیوں؟ اور اس غلطی کی گنجائش کہاں سے؟ اور پھر اس غلطی پر تنبیہ کا کیا مطلب؟ مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے ان کے تمام عقائد اور مسائل خود تراشیدہ اور مصدری ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ اکابرین علماء دیوبند پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ حنفی نہیں بلکہ وہابی ہیں۔ سبحان اللہ۔ مگر یہ نہ سوچا کہ حنفیت کا رقبہ گردن سے کس نے اتار کر پھینکا اور حنفیت کے ساتھ وفا کس نے کی ہے اور جفا کس نے؟ ؎

وفائیں کیں آپ نے کہ میں نے جفائیں کیں آپ نے کہ میں نے
خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عہد ٹوٹا کدھر سے پہلے

دوسری حدیث

حضرت رافع بن خدیج رضہ المتوفی ۷۳ھ روایت کرتے ہیں کہ:-

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وھم یأبرون النخل یقول یلقحون النخل فقال ما

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں اس کے معہود و

تصنعون قالوا كنا نصنعه قال لعلكم لو لم تفعلوا كان خيراً فتركوه فنقصت قال فذكروا ذلك له فقال انما انا بشر اذا امرتكم بشيئ من دينكم فخذوا به واذا امرتكم بشيئ من رائ فانما انا بشر۔ (مسلم ج ۲ صـ۲۶۴ و ابن ماجہ صـ۱۸۰ و مشکوٰۃ ج ۱ صـ۲۸)

طریقہ پر) قلم لگا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم کیا کرتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ ہم یونہی کیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر بھی ٹھیک ہوا انھوں نے اس کو چھوڑ دیا تو کھجوریں ناقص آئیں، انھوں نے آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا سو آپ نے فرمایا بس میں ایک بشر ہوں جب میں تم کو دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اس پر ضرور عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو بس میں ایک بشر ہی ہوں۔

اور حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت انس رضؓ المتوفیٰ ۹۳ھ کی اسی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔

قال انتم اعلم بامر دنیاکم (مسلم ج ۲ صـ۲۶۴) آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیوی معاملات کو زیادہ جانتے ہو۔

اور ان کی یہی روایت ان الفاظ سے بھی آئی ہے:۔

اذا کان شیئ من امر دنیاکم فانتم اعلم به واذا کان شیئ من امر دینکم فالی (کنز العمال ج ۶ صـ۱۱۶) جب تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو تم اس کو زیادہ جانتے ہو اور جب کوئی دینی امر ہو تو اس میں تم میری طرف رجوع کرو۔

اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضؓ المتوفیٰ ۳۶ھ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔

فانما انا بشر مثلکم وان الظن یخطئ ویصیب (ابن ماجہ صـ۱۸۰) سو میں تو ایک بشر ہوں تمہاری طرح اور خیال کبھی خطا ہوتا ہے اور کبھی صحیح۔

اور حضرت عائشہ رضؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

فقال ان کان شیئاً من امر دنیاکم فشانکم به وان کان من امر دینکم فالی (ابن ماجہ صـ۱۸۰) فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو تم جانو اور اگر کوئی دینی امر ہو تو میری طرف رجوع کرو۔

اور حضرت ابو قتادہ رضؓ المتوفیٰ ۵۴ھ کی روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

ان کان امر دنیاکم فشانکم وان کان امر دینکم فالی۔ (کنز العمال ج ۶ صـ۱۱۶) جب تمہارا کوئی دنیوی معاملہ ہو تو تم جانو اور تمہارا کام اور اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔

Marfat.com

اس صحیح روایت سے (مع اس کے متابعات وشواہد کے) معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم نہ تھا اور نہ دنیاوی معاملات سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ اور تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دینی اور دنیوی امور کا فرق کرتے ہوئے جب تابیرِ نخل کے بارے میں آپ کی رائے صحیح نہ نکلی تو صاف الفاظ میں آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرما دیا فانما انا بشر مثلکم۔ میں تو بس تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، اور نیز فرمایا کہ انتم اعلم بامر دنیاکم، کہ دنیوی معاملات کو تم ہی زیادہ جاننے والے ہو۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کافروں کو ہی خطاب کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ آپ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا تھی، اور نیز آپ نے "انا بشر مثلکم" صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے لہٰذا اہلِ بدعت کا یہ افترا اور بہتان کہ آپ نے لا اعلم الغیب اور انما انا بشر مثلکم کافروں سے کہا ہے خالص افک اور سفید جھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ ملاحظہ کیجیے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور امورِ دنیا سے اس قدر بیزار رہوں کہ ان کی نسبت بھی اپنی طرف ایک حد تک گوارا نہ فرمائیں اور مدعیانِ عشق و محبت آپ کے قلبِ مبارک کو علومِ دنیا کا گنجینہ بنائیں۔ حیف بر حیف اس عشق و محبت پر ع

ببیں تفاوت راہ ہست از کجا تا بکجا!

نوٹ ضروری: ۔ ہمارا استدلال تابیرِ نخل کے واقعہ سے نہیں ہے تاکہ اس کے جواب میں شیخ سنوسیؒ یا مُلّا علی قاری رح یا شیخ عبد الحق رح یا علامہ قیصری رح وغیرہ کا تعلیمِ توکل سے متعلق عارفانہ یا شارحانہ نکتہ پیش کیا جائے جیسا کہ دوسرے اہلِ بدعت حضرات نے عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب نے خصوصاً یہ کہہ کر گلو خلاصی کی بالکل ناکام کوشش کی ہے (دیکھئے جاء الحق وزہق الباطل ص۱۱۶) بلکہ ہمارا استدلال انما انا بشر مثلکم کے جملہ سے ہے کہ میں بشر ہوں غیب نہیں جانتا، اور وضعِ بشری کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ متعدد حوالجات سابق حدیث میں اس پر نقل کئے جا چکے ہیں، نیز ہمارا استدلال حدیث کے اس حصہ سے ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ دین اور امورِ دنیا میں تفریق کر کے دونوں

Marfat.com

کے متعلق اپنی پیغمبرانہ پوزیشن اور منصب متعین فرمایا ہے اور امت کے عمل کے لئے ایک مستقل قانون اور ضابطہ مقرر فرماتے ہوئے (انتم اعلم بامر دنیا کم) کہ تم دنیوی معاملات کو زیادہ بہتر جانتے ہو، فرمایا ہے اور اس حصّہ کا اطمینان بخش جواب نہ تو اہلِ بدعت نے آج تک دیا ہے اور نہ تا قیامت اُن سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے، دیدہ باید ؎

یہ شامِ وعدہ ہوئی قیامت اجل سے دم بھر ملی نہ فرصت
سمجھ میں اپنی نہ یہ بھی آیا کہ وصل کیا ہے وصال کیا ہے

اس حدیث کے پیشِ نظر شراح حدیث نے دینی اور دنیوی امور میں تفریق کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سُن لیجئے :۔

(۱) علامہ ——— طیبی الحنفی فرماتے ہیں کہ :۔

وفی الحدیث دلالۃ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما التفت الی امور الدنیویۃ قط وما کان علیٰ بال منہ سوی الامور الاخرویۃ۔ (بحوالہ انجاح الحاجۃ ص۱۸۱)

اس حدیث میں اس امر کی دلالت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ دنیوی کی طرف کبھی التفات ہی نہ کیا اور امورِ دنیوی کو آپ دل میں جگہ ہی نہیں دیتے تھے آپ کی توجہ تو امورِ آخرت کی طرف ہی رہتی تھی۔

(۲) حضرت شاہ عبدالغنی صاحب الحنفی المتوفی ۱۲۹۷ھ علامہ طیبی رح کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

قلت ان کان مرادہ من الامور الدنیویۃ ما یتعلق باھل الحرفۃ کالمزارع والتجارۃ مثلاً فمسلم وان کان المراد بھا ما یتعلق بقوام الابدان واصلاح ما بینہ فلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک شان خاص یتحیر فیہ الفھوم والمواجید احکام المواریث واقامۃ الحروب والمعاملات

مَیں کہتا ہوں اگر اُن کی مراد امورِ دنیوی سے مثلاً مزارعت اور تجارت وغیرہ کی حرفتیں ہیں تو یہ بالکل مسلّم ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ جو چیز ابدان کے قوام اور اصلاح مابین سے متعلق ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص شان حاصل تھی جس میں فہم وحیرت دنگ رہتی ہے مثلاً وراثت کے احکام لڑائی کے فنون، بیع اور

Marfat.com

الدنیویۃ من البیع والشراء فما ذالک الامن مدد سماوی فتامل انتہیٰ (انجاح الحاجۃ ص۱۸۱) — شراء وغیرہ معاملات دنیوی جو بغیر تائید آسمانی کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۳) حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمہ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

انما انا بشر مثلکم فقد اصیب وقد اخطی (شرح شفاء ج ۲ ص۲۵۶) — یعنی میں تم جیسا ایک بشر ہی ہوں (دنیاوی معاملات میں) میری رائے ٹھیک بھی ہوتی ہے اور کبھی غلطی بھی کرتی ہے۔

اور یہی حضرت ملا علی القاری رحمہ لکھتے ہیں کہ:۔

ومن ھذا القبیل حدیث تلقیح التمر وقال ماأری لو ترکتموہ لا یضرہ شیئاً فترکوہ فجاء شیصا فقال انتم اعلم بدنیاکم رواہ مسلم عن عائشۃ رض وقد قال تعالیٰ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَقَالَ - وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ۔ (موضوعات کبیر ص۱۲۰) — اور اسی مد (عدم علم غیب) میں کھجوروں کے قلم کرنے کا معاملہ ہے اور آپ نے فرمایا، اگر تم اس کو چھوڑ دو تو اس کو کبھی بھی ضرر نہ ہوگا، انھوں نے چھوڑ دیا تو پھل کم آیا آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو زیادہ جانتے ہو جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے اور اللہ نے آپ سے اعلان کروایا ہے کہ فرمادیں میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نیز فرمایا۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ کی یہ عبارت اس مسئلہ پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ہرگز قائل نہ تھے بلکہ وہ اس غالی فرقہ پر نفرین کرتے ہیں، اور ایسے فرقہ کی تکفیر فقہاء احناف رحمہ سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوگا، انشاء اللہ العزیز۔ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب (وغیرہ) کی اشد جہالت ہے کہ وہ ان کو اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے خالص الاعتقاد ص۲۷)

اور یہی حضرت ملا علی القاری رحمہ انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذٰلک شیئ قلتہ بحسب الظن لشھودی اذ — یعنی مجھے مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہے اور یہ چیز جو میں نے کہی ہے محض اپنے ظن سے تھی کیونکہ میری نگاہ اس وقت

Marfat.com

...الی مسبب الاسباب (فی الحدیث دلالة علی ...نه علیه السلام ما کان یلتفت الا الی امور الاخرویه (مرقات ج ۱ ص ... حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۸)

(بجائے اسباب کے مسبب الاسباب پر تھی اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دنیوی امور کی طرف نہیں بلکہ) صرف امورِ اخروی کی طرف ہی التفات کیا کرتے تھے۔

حضرت ملا علی القاریؒ کی یہ عبارت بھی اپنے مفہوم اور مطلب کے لحاظ سے بالکل واضح اور صاف ہے، اور ...تصریح کرتے ہیں کہ آپ کو مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہوتی مگر جتنی کہ خدا تعالیٰ بتلا دے، اور ایسے ...جتہادی امور میں آپ کی رائے میں لغزش بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ یہی تابیرِ نخل کا واقعہ اس کی دلیل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

...نی فیما لم یوح الیّ کاحدکم (رواہ الطبرانی رح فی الکبیر ...ابن شاہین رح، قال الشیخ حدیث صحیح. السراج المنیر ج ۲ ص ۵۵)

جس چیز کے بارے میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اس میں میں بس صرف تمہاری ہی طرح ہوں۔

یعنی جس طرح تمہاری رائے میں خطا اور غلطی واقع ہو سکتی ہے اسی طرح مجھ سے بھی لغزش کا وقوع ممکن ہے یہ الگ بات ہے (جیسا کہ اپنے مقام پر باحوالہ عرض کیا جائے گا، ان شاء اللہ) کہ آپ کو کبھی خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

(۴) اور علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی الحنفی رح المتوفی ۱۰۶۹ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

...فقال (انما انا بشر) اصیب واخطئ فی امور الدنیا التی لم یوح الیّ فیها شیئٌ (ولکن اذا ...امرتکم بشیئٍ من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیئٍ من رائی) ای یکون رأیا فی امور الدنیا ...صرفة (فانما انا بشر) مثلکم قد اری رأیا ...الامر بخلافه فی امور الدنیا فلا یجب اتباعه (نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۵۶)

حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر ہی ہوں جن دنیوی امور میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی تو ان میں میری رائے ٹھیک بھی ہوتی ہے اور غلطی بھی کر جاتی ہے لیکن جب میں تم کو کسی دینی بات کا حکم دوں تو اس کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور جب میں کسی خالص دنیوی معاملہ میں اپنے خیال سے کوئی بات کہوں تو بس میری شان تمہاری طرح ایک بشر کی ہے کبھی میں ان دنیوی امور میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے

Marfat.com

لہٰذا اس باب میں میری رائے کی پیروی ضروری نہیں ۔

یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی سینہ زوری بھی دیکھئے کہ وہ الخفاجی رح کو اپنا ہم سمجھتے ہیں (دیکھئے خالص الاعتقاد صـ ۲۹)۔

(۵) اور امام ——— نووی الشافعی رح لکھتے ہیں کہ :۔

قالوا ورأیہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی امور المعایش وظنہ کغیرہ . . . . ولا نقص فی ذالک وسببہ تعلق ھممھم بالآخرۃ ومعارفھا (النووی شرح مسلم ج ۲ صـ ۲۶۴)

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امور معیشت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتی رائے دوسرے انسانوں کی رائے کی طرح ہے . . . . . اور اس کی وجہ سے آپ کے مرتبہ عظیمہ میں کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ والوں کی تمام تر توجہ آخرت اور معارف آخرت کی طرف ہوتی ہے۔

(۶) اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی الحنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

واذا امرتکم بشیئ من رأئی چوں بفرمایم شمارا چیزے از رائے واجتہاد خود فانما انا بشر پس نیستم من مگر بشر شاید کہ خطا بکنم ہمچنیں آمدہ است صریحا در روایت احمد . . . . و در حدیث دلالت است بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم را التفاتی نبود باشال ایں از امور دنیاویہ و متعلق نبود غرض وے بداں از جہت عدم تعلق سعادت دنیا و آخرت بداں و اہتمام وے نبود مگر بہ بیان امور متعلق بدین (اشعۃ اللمعات ج ۱ صـ ۱۷۱)

اور جب میں تمہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ کہوں تو میں ایک بشر ہی ہوں، ہوسکتا ہے کہ خطا کر جاؤں امام احمد کی صراحت کے ساتھ مسند احمد کی روایت میں آیا ہے۔ . . . . اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دنیاوی امور کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ اور آپ کی ان دنیوی امور سے اس لئے متعلق نہ تھی کہ ان کا تعلق دنیا و آخرت کے ساتھ نہ تھا اور آپ صرف ان امور کا فرمایا کرتے تھے جو دین سے متعلق ہوتے تھے۔

(۷) قاضی عیاض مالکی رح المتوفی ۵۴۴ھ انہی دنیاوی امور کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

فاما ما تعلق منھا باامر الدنیا فلا یشترط فی

بہرحال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی امور سے ہو سو ان میں

Marfat.com

...الانبياء العصمة من عدم معرفة الانبياء ...هما او اعتقادها على خلاف ما هي عليه و ...صم عليهم فيه اذ همتهم متعلقة بالآخرة ...بائها وامر الشريعة وقوانينها وامور الدنيا ...ادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين ...ون ظاهرًا من الحيٰوة الدنيا وهم عن الآخرة ...الغافلون ۔ (شفاء صفحہ ۲۵۴)

بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قایم کر لینے سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے اور ان امور کے نہ جاننے کی وجہ سے اُن پر کوئی دھبہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تر ہمت اور توجہ آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں اُن کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیوی زندگانی کو جانتے اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

...پھر اسی مسئلہ کی مبسوط بحث کر کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

...في هذا كله نقيصة ولا محطة وانما ...امور اعتيادية يعرفها من جربها وجعلها ...و شغل نفسه بها والنبي مشغول القلب ...الربوبية ملآن الجوانح بعلوم الشريعة (شفاء صفحہ ۳۰۲)

ایسی باتوں کے نہ جاننے سے نہ تو کچھ نقص پیدا ہوتا ہے اور نہ درجہ میں کوئی کمی آتی ہے۔ یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں۔ ان کو وہ شخص خوب جانے گا جس نے تجربہ کیا ہو اور انہی کو اپنا مقصد بنا لیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہی باتوں میں مشغول کر دیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت الٰہیہ سے اور سینہ فیض گنجینہ علوم شریعت سے لبریز تھا۔

...ر اس سے قبل یوں لکھتے ہیں کہ:۔

...ما في امور الدنيا . . . . . . فقد ...في امور الدنيا الشيء على وجه ويظهر ...يكون منه على شك او ظن بخلاف ...رع (شفاء صفحہ ۳۰۱)

دنیوی امور میں حضور کا حال یہ ہے کہ کبھی ان معاملات میں حضرت ایک خیال قائم فرماتے تھے اور بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوتا تھا، نیز ان دنیوی امور میں آپ کو ظن اور شک بھی ہوتا تھا، بخلاف شرعی امور کے کہ وہاں یقین ہی یقین ہے۔

...رت قاضی صاحب رح کی یہ عبارتیں نفی علم غیب پر نص صریح ہیں، مولوی احمد رضا خان صاحب کی جہالت

Marfat.com

ہے کہ انھوں نے قاضی عیاض رح کو اپنا ہم نوا بنانے کی ناکام سعی کی ہے۔ (دیکھئے خالص الاعتقاد صـ۲۹)
یہ حدیث اور اس حدیث کی شرح میں اکابر علماء دین کے یہ اقوال اس امر کو بخوبی آشکارا کر دیتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں تفریق کر کے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ دنیوی امور میں میری رائے اور اجتہاد صرف ایک انسان اور بشر کی رائے ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں مجھ سے خطا ہو جائے۔ اس لئے تم اپنی معلومات کی بنا پر سوچ سمجھ کر ان پر عمل کرو اور چونکہ دنیوی امور کی طرف آپ نہ التفات فرمایا کرتے تھے اور نہ ان سے کوئی معتد بہ غرض متعلق تھی۔ اس لئے ان کے عدم علم سے یا ان میں خطا کر جانے سے آپ کی شانِ رفیع پر نہ تو کوئی حرف آتا ہے نہ نقص، جیسا کہ امام نووی رح اور قاضی عیاض رح وغیرہ کی عبارت میں لا نقص ولا وصم کی تصریح گزر چکی ہے۔ یہ عبارات بھی ملاحظہ کر لیجئے اور مفتی احمد یار خان صاحب کی خود فریبی اور مغالطہ آفرینی بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔ "حضور علیہ السلام کا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ اظہارِ ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو" (جاء الحق صـ۱۱۶) مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ نے صرف یہی نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں تمہیں دینی امور کے متعلق حکم دوں تو ان کو مضبوطی سے پکڑو اور جب دنیوی امور کی بابت اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ کہوں تو چونکہ میں بشر ہوں، مجھ سے خطا کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، لہٰذا تم اپنے دنیوی امور کو بہتر جانتے ہو جیسے صوابدید ہو اس پر عمل کرو۔ یہ ناراضگی نہیں بلکہ اپنے منصب کی وضاحت اور اُمت کے لئے ایک ضابطہ اور قانون پیش کرنا ہے۔

نوٹ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی معاملات کو نہ جاننا یا ان میں رائے کا خطا ہو جانا اس وجہ سے نہیں کہ نعوذ باللہ آپ میں قابلیت اور لیاقت اور معاملہ فہمی کی استعداد موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے جو فہم و ذکاء اور بصیرت و استعداد آپ کو عنایت فرمائی تھی وہ مخلوق میں اور کس کا حصہ ہو سکتا ہے؛ مگر آپ کی توجہ اور التفات چونکہ دنیوی امور کی طرف نہ تھا اور ان امور سے کوئی غرض اور اہتمام بھی متعلق نہ تھا، اس لئے آپ کو ان کا علم نہ تھا کیونکہ سعادتِ دارین ان سے وابستہ نہ تھی۔ اگر واقعی ان امور کا دین اور دنیا میں کوئی معتد بہ فائدہ ہوتا تو مخلوقِ خدا میں آپ سب سے زیادہ ان امور کو جاننے والے ہوتے۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

"واقفاتے بداں نیست ؛ الا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دانا تر است از ہمہ در ہمہ کارہائے دنیا و آخرت" (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص)

چونکہ دُنیوی امور کی طرف آپ کی توجہ نہ تھی اس لئے آپ نے فرمایا انتم اعلم بامر دُنیاکم ، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا و آخرت کے سب کاموں میں سب سے زیادہ دانا اور زیرک تھے

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیوی اُمور اور معاملات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ دُنیا کے صرف اُن امور سے آپ کا لگاؤ تھا جو دین کے سلسلہ میں کارآمد اور مفید ہو سکتے تھے ، اور ان دُنیاوی اُمور کے نہ جاننے کی وجہ سے آپ کی شانِ رفیع میں نہ تو کوئی نقص آتا ہے اور نہ توہین ہوتی ہے ، نہ ایسا عقیدہ رکھنے والا گستاخ ہے اور نہ بے ادب ، ورنہ یہ تمام محدثینِ کرام جن کا ذکرِ خیر ہو چکا ہے بے ادب اور گستاخ ہوں گے ، اور جب یہ بے ادب ہوئے تو آپ کا ادب اور احترام کرنے والا کون ہوگا ؟ ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیے فلک نے تھے جو خاک چھان کے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح ارقام فرماتے ہیں کہ :-

والانبیاء علیہم السلام فضل اللہ بعضہم علی بعض فالفاضل لا محالۃ لہ کمال یختص بہ لیس فی المفضول ولیس المفضول بناقص ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنہم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک ولیس ذالک بنقص وثبت اتصاف الانبیاء علیہم السلام بالجوع والظمأ والفقر والحاجات وامثالہا ولیس ذالک بنقص وعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصفات

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعض پر فضیلت دی ہے تو لامحالہ فاضل اُس کمال سے مختص ہوگا جو مفضول میں نہیں ہے مگر اس میں مفضول کی کچھ توہین نہیں ہے۔ پھر اچھی طرح جاننا چاہئے کہ واجب ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اُن صفات کی نفی کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ مثلاً علم غیب اور جہان کو پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں ان کی کوئی تنقیص نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھوک ، پیاس اور فقر ، حاجت وغیرہ سے بھی متصف رہے

Marfat.com

يمدح بها الناس في بعض امورهم لثبوت ما هو اشرف منها كالخط والشعر وما يناسب ذالك ليس بنقص۔

(تفهیماتِ الٰہیہ ج ۱ صـ۲۴)

ہیں اور یہ ان کی کوئی تنقیص نہیں ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف نہ ہونا جن کی وجہ سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی بعض امور میں تعریف کیا کرتے ہیں مثلاً خط و کتابت اور شعر نہ جاننا یہ بھی کوئی نقص نہیں ہے کیونکہ آپ کو ان سے بدرجہا اعلیٰ و اشرف دوسری صفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوئی ہیں۔

اہلِ علم اور فہم حضرات کو عموماً اور اہلِ بدعت کو خصوصاً حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت بار بار اور بغور دیکھ کر پڑھنی چاہیئے جو بلا مبالغہ اس قابل ہے کہ آب زر سے اس کو لکھا جائے اور بجائے سفینوں کے سینوں میں محفوظ کیا جائے، آخر اہلِ بدعت کو یہی تو مغالطہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض امور کا علم نہ تھا تو اس سے آپ کی توہین اور تنقیص ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ! مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت نے اس غلط اور باطل نظریہ کا کیسا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی خود فریبی کے کیسے بخیئے اُدھیڑے ہیں؟ اور کس طرح ان کی مفروض اور خود ساختہ توہین کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیری ہیں؟ اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی جائز ہی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ ان سے علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے۔ فرمائیے اہلِ بدعت حضرات! قلبِ مبارک پر کیا گزری؟ ع:۔

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علامہ دوران مفسرِ قرآن سید محمود آلوسی الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وقد اعد عدم علمه صلى الله عليه وسلم بامور الدنيا كمالاً في منصبه اذا الدنيا باسرها لاشيئ عند ربه

(تفسیر روح المعانی ج ۹ صـ۱۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امور دنیا کو نہ جاننا آپ کے کمالِ منصبی میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ دنیا تمام اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی (لہٰذا اس ناپائدار اور بے حقیقت چیز کا نہ جاننا ہی کمال ہے)۔

اپنے فہم و تدبر کو ہوش میں لا کر اس عبارت کو بار بار اور غور سے پڑھیئے کہ علامہ موصوف حنفی ہو کر کیا کہہ گئے

Marfat.com

ہیں ، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند و بالا ہستی اور امور دنیا سے لاعلمی ، صرف لاعلمی ہی نہیں بلکہ اس لاعلمی میں آپ کا مرتبہ اور شان ، اور صرف شان ہی نہیں بلکہ خاصۂ نبوت اور کمال منصبی ، نفی علم غیب کی وجہ سے توہین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ناکام اور بے سود رٹ لگا لگا کر عوام الناس اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعی کرنے والے ذرا غور فرمائیں کہ یہ اکابر علماء امت اور لطف یہ کہ حنفی کیا فرما رہے ہیں ، اہل بدعت کو حجاب سے باہر ہو کر فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ حنفی ہیں یا ہیولی پرست ، عاشق خدا اور محب رسول ہیں یا فریب خوردہ ، مگر کیا کیا جائے کہ ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

قارئین کرام ! انطاق بیان دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا ہے اور خوف ہے کہ کہیں داڑھی سے مونچھیں نہ بڑھ جائیں اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں آپ اکتا نہ جائیں کیونکہ ابھی ہم نے بہت کچھ عرض کرنا ہے اسے

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اور ضرورت بھی نہیں کہ نص قطعی اور دو حدیثوں کے (جن کی شرح میں محققین علماء امت کے مستند حوالجات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں) علاوہ کچھ اور بھی عرض کیا جائے مگر اتمام فائدہ کے لئے محقق علماء اہل السنت والجماعت کے چند اقوال ہم اور بھی عرض کئے دیتے ہیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے اور کسی کم فہم کو شبہ باقی نہ رہے۔

قاضی بیضاوی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فذهب الحكماء الى ان النبي من كان مختصا بثلاث الاولى ان يكون مطلعا على الغيب بصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادي العالية من غير سابقة كسب وتعليم وتعلم . الى قوله فقد اوردوا على هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع على جميع الغائبات فهو ليس بشرط

حکماء اور فلاسفہ کا یہ مذہب ہے کہ نبی تین اوصاف سے مختص ہوتا ہے پہلی یہ کہ وہ اپنے جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے بغیر کسی سابق کسب اور تعلیم و تعلم کے علم غیب پر مطلع ہوتا ہے ، مگر اس پر اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ فلاسفہ اطلاع علی الغائبات سے کیا مراد لیتے ہیں ؟ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ نبی تمام مغیبات پر مطلع

Marfat.com

في كون الشخص نبيا بالاتفاق وان ارادوا به
الاطلاع على بعضها فلا يكون ذلك خاصة للنبي
ان من احد الا ويجوز ان يطلع على بعض الغائبات
من غير سابقة تعليم وتعلم وايضًا النفوس
البشرية كلها متحدة بالنوع فلا يختلف حقيقتها
بالصفاء والكدر فما جاز لبعض جاز ان يكون
لبعض آخر فلا يكون الاطلاع خاصة للنبي۔
(مطالع الانظار شرح طوالع الانوار ص۲۰۸ للبيضاوی رح
طبع استنبول)۔

ہوتا ہے تو فریقین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ہونے کے
لئے تمام غیوب پر مطلع ہونا شرط نہیں ہے اور اگر وہ بعض
مغیبات پر اطلاع مراد لیں تو یہ نبی کا خاصہ نہیں ہو سکتا
کیونکہ ہر ایک شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر سابق
تعلیم و تعلم کے بعض مغیبات پر مطلع ہو۔ علاوہ بریں جب کل
نفوس بشریہ نوع کے لحاظ سے متحد ہیں تو ان کی حقیقت
صفائی اور کدورت کی وجہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ سو جو چیز
بعض کے لئے جائز ہے وہ بعض دیگر کے لئے بھی جائز ہے
تو بعض غائبات پر اطلاع نبی کا خاصہ مختص نہ ہوا۔

علامہ عضد الدین عبد الرحمن ابن احمد الایجی الحنفی رح المتوفی ۷۵۶ھ مواقف میں اور علامہ سید شریف علی بن محمد ——— الجرجانی الحنفی رح المتوفی ۸۱۶ھ شرح مواقف میں انہی فلاسفہ اور حکماء کے اس باطل نظریہ کی تردید کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ :۔

قلنا ما ذكرتم مردود بوجوه اذ الاطلاع
على جميع المغيبات لا يجب للنبي اتفاقا منا
ومنكم ولهذا قال سيد الانبياء: لَوْ كُنْتُ
اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا
مَسَّنِيَ السُّوْءُ۔ والبعض اى الاطلاع على البعض
لا يختص به اى بالنبي كما اقررتم به حيث
جوزتموه للمرتاضين والمرضى والنائمين
فلا يتميز به النبي عن غيره۔
(شرح مواقف ص۶۶۳ طبع نولکشور)۔

ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے وہ کئی وجوہ سے مردود
ہے کیونکہ تمام مغیبات پر نبی کا مطلع ہونا واجب نہیں ہے اس
پر ہمارا اور تمہارا فریقین کا اتفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ
سید الانبیاء نے فرمایا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو
بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی۔ اور بعض
مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ تمہارا
خود اقرار ہے کہ تم نے ریاضت والوں، بیماروں اور سونے
والوں کے لئے بھی بعض مغیبات پر مطلع ہونا جائز سمجھا ہے
تو اس کی وجہ سے نبی غیر سے کیسے ممتاز ہوگا؟

Marfat.com

اہل السنت والجماعت کے یہ تینوں (قاضی بیضاوی رح، علامہ عضدالدین رح اور سید شریف علی رح) دکیل اور محقق عالم جو محدث اور مفسر ہونے کے علاوہ علم کلام کے بلامدافعت امام تسلیم کئے جاتے ہیں، اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ تمام مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے منصب میں داخل نہیں ہے اور اس پر نہ صرف یہ کہ متکلمین کا اتفاق ہے بلکہ فلاسفہ کو بھی اس کے تسلیم کرلینے میں کوئی تامل نہیں ہے اور وہ بھی اس پر متفق ہیں۔ مفتی احمد یار خان صاحب نے صرف اتنا لکھ کر کہ یہ کلام انکسار کے طور پر ہے (جاء الحق صفحہ) اپنی جہالت اور ناکامی پر کیسا پردہ ڈالا ہے!

آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ فلاسفہ اور متکلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خواص اور لوازم نبوت میں سے یہ نہیں کہ کل غیب کا علم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہو لیکن فلاسفہ کو یہاں ایک اور غلطی ہوئی کہ انھوں نے لوازم نبوت سے یہ سمجھ رکھا کہ ہر وقت نبی اور رسول کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ صرف اسی طریقہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ متعدد علماء اسلام اور متکلمین نے ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کی اور دلائل سے یہ بات ثابت کی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی جتنی خبریں حاصل ہوتی ہیں وہ ابتداءً اللہ کی طرف سے بلاواسطہ یا بواسطہ ملائکہ حاصل ہوتی ہیں لوح محفوظ پر ان کی نگاہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ سید الفلاسفہ والمتکلمین امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-

وزعموا ان النبی ایضاً یطلع علی الغیب بھذا الطریق (ای لاتصالہ باللوح المحفوظ ومطالعتہ ملخصاً) الی ان قال والجواب ان نقول بما تنکرون علی من یقول ان النبی یعرف الغیب لتعریف اللہ عزوجل علی سبیل الابتداء وکذا من یری فی المنام فانما یعرفہ بتعریف اللہ او تعریف ملک من الملائکۃ	فلاسفہ کا یہ گمان ہے کہ نبی بھی غیب پر اسی طریق سے مطلع ہوتا ہے یعنی چونکہ لوح محفوظ کے ساتھ ان کا تعلق ہوتا ہے اور وہ ان کے مطالعہ میں رہتا ہے (لہذا ان کو غیب معلوم ہوتا ہے) اس کے جواب میں ہم یوں کہتے ہیں کہ تم کس دلیل سے اس شخص کی بات کا انکار کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ ابتداءً غیب پر مطلع کرتا ہے اور اسی طرح نیند کی حالت میں خواب دیکھنے والے کو اللہ تعالیٰ خود حقیقت حال پر

Marfat.com

فلا احتیاج الی شیء مما ذکرتموه فلا دلیل فی هذا۔

مطلع کر دیتا ہے یا یہ کہ لوح محفوظ سے وہ اخذ کرتا ہے یا کوئی فرشتہ اس کو القاء کر دیتا ہے۔ تمہارے مذکورہ طریقہ لوح محفوظ کے مطالعہ کی مطلقاً نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ احتیاج اور نہ اس پر کوئی دلیل موجود ہے۔

(تہافت الفلاسفہ للغزالی رح ص ۱۶۱)

امام موصوف کی اس عبارت نے یہ بات واضح کر دی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ہر وقت لوح محفوظ نہیں رہتا اور نہ یہ خواص نبوت اور منصب رسالت میں داخل ہے۔ اس کی حاجت اور ضرورت بھی نہیں اور اس پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ چونکہ امام غزالی فلاسفہ کی تردید کر رہے ہیں جن کا اتفاق نقل کیا جا چکا ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ضروری نہیں اور جتنا ہے وہ ان کو لوح محفوظ سے حاصل ہوتا ہے اس کی تردید امام موصوف کر رہے ہیں۔ ان کی عبارت سے جمیع غیب مراد لینا نری جہالت ہوگی۔

فیلسوف اسلام علامہ ابن رشد الاندلسی المالکی رح المتوفی ۵۹۵ھ امام غزالی کے ساتھ مشاجرہ کرتے ہوئے اور ان کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لفظ نبی سے فلاسفہ کے اس نظریہ کا بطلان ثابت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

سمی النبی نبیا الذی هو الاعلام بالغیوب و وضع الشرائع الموافقة للحق والمفیدة من الاعمال ما فیه سعادة جمیع الخلق۔

نبی کو اس لئے نبی کہا گیا ہے کہ ان کو غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں اور وہ احکام جو حق کے موافق ہوتے ہیں اور وہ اعمال مفیدہ جن میں تمام مخلوق کی سعادت ہوتی ہے، بتائے جاتے ہیں۔

(تہافت الفلاسفہ لابن رشد رح ص ۱۳۲)

یعنی اگر نبی براہ راست لوح محفوظ کا مطالعہ کر کے علوم اخذ کرے تو نبی کا مفہوم ہی باقی نہ رہا کیونکہ نبی وہ ہوتا ہے جس کو وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں۔ اس صورت میں فعیل بمعنی مفعول ہوگا جیسے قتیل اور جریح اور اگر فاعل کے معنی میں ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں کہ نبی کو جو غیب کی خبریں اور احکام وغیرہ خدا کی طرف سے بتائے جاتے ہیں، وہ ان کی اطلاع لوگوں کو دیتے ہیں مگر کل غیوب ان کے منصب میں داخل نہیں بلکہ ان کے منصب میں بقول ابن رشد رح وہ غیوب داخل ہیں جن کا تعلق شرائع و احکام اور اعمال مفیدہ کے ساتھ ہوتا ہے جن میں مخلوق کی سعادت ہو اور پہلے گزر چکا ہے کہ جن امور دنیوی میں سعادت کے

Marfat.com

نہیں وہ آپ کے منصب کے مناسب ہی نہیں ہیں۔ علامہ خوجہ زادہ رح (جو اوحد علماء الروم فی عصرہ تھے) المتوفی ۸۹۳ھ فلاسفہ کے سابق نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

لِمَ لا یجوز ان یکون اطلاع الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام علی الغیب واطلاع النائم فی نومہ بما یکون فی المستقبل بتعریف اللہ ابتداءً او بواسطۃِ ملك من الملائکۃ من غیر احتیاج الی شیئ مما ذکر۔ (تہافت الفلاسفہ لخوجہ زادہ رح صـ۶۵)

یہ کیوں جائز نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خواب دیکھنے والوں کا غیب پر اور آئندہ آنے والے واقعات پر مطلع ہونا ابتداءً اللہ تعالےٰ کے بتلانے سے یا کسی فرشتہ کے واسطہ سے ہو اور جو چیز تم نے ذکر کی ہے اس کی کیا ضرورت اور حاجت ہے؟

ان تمام عبارات سے یہ بات واشگاف ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص و لوازم اور مناصب میں یہ بات ہرگز داخل نہیں ہے کہ اُن کی نگاہ ہر وقت لوحِ محفوظ پر ہو اور ان کو جو غیب کی خبریں حاصل ہوں وہ لوحِ محفوظ کے مطالعہ سے حاصل ہوں، جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: "اور ہر وقت وہ (لوحِ محفوظ) حضور علیہ السلام کے پیشِ نظر ہے"۔ (جاء الحق صـ۳۹)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رح المتوفی ۶۰۶ھ احکام کے اندر مصالح اور مفاسد کی علتوں اور حکمتوں پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

لا تفی بمعرفتہا عقول البشر بل الحق انہ لا یعلمہا الا اللہ سبحانہ (مناظرات امام رازی رح صـ۱۶)

انسانوں کی عقلیں ان علتوں اور حکمتوں کی تہ تک کبھی رسائی نہیں کر سکتیں بلکہ حق بات صرف یہ ہے کہ ان کو بجز اللہ تعالےٰ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی دقیق بلند پایہ اور عظیم الشان کتاب میں احکام الٰہی کی حکمتیں اور مصالح بیان کرنے کے بعد اعترافِ عجز کرتے ہوئے آخر میں یوں رقمطراز ہیں کہ :۔

ولا نستوعب ما جمع اللہ فی صدورنا جمیع ما انزل علی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکیف یکون لمورد الوحی ومنزل القرآن

ہمارے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے جو علوم جمع کئے ہیں وہ بھلا اُن تمام علوم کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر نازل کئے گئے تھے اور یہ کیسے ممکن

Marfat.com

نسبة مع رجل من امته هيهات ذلك ولا
استوعب ماجمع الله في صدره صلى الله
عليه وسلم جميع ماعند الله تعالى من الحكم
والمصالح المرعية في احكامه تعالى

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۰۷)

ہو سکتا ہے کہ مورد وحی اور وہ ذات جس پر قرآن کریم نازل ہوا ہے، ان کی نسبت ایک اُمتی کی طرف کی جا سکے؟ حاشا و کلا اور احکام خداوندی کے اندر جو حکمتیں اور مصالح مرعیہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں جو علوم ہیں وہ ان کو کبھی احاطہ نہیں کر سکتے (محدود و غیر محدود چہ نسبت دارد؟)

اور یہی حضرت شاہ صاحب رح اپنی بے نظیر کتاب میں حقیقت النبوت اور اس کے خواص پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

ومن سيرتهم ان لا يشتغلوا بما لا يتعلق
بتهذيب النفس وسياسة الامة كبيان اسباب
حوادث الجو من المطر والكسوف والهالة و
العجائب النبات والحيوان ومقادير سير الشمس
والقمر واسباب الحوادث اليومية وقصص الانبياء
والملوك والبلدان ونحوها الخ۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۸۶)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ سیرت ہے کہ وہ ایسے علوم کے ساتھ ہرگز مشغول نہیں ہوتے جن کا تعلق تہذیب نفس اور سیاستِ امت کے ساتھ نہ ہو جیسے یہ بیان کرنا کہ جو کے اندر حادث ہونے والے امور مثلاً بارش، سورج گہن، چاند کے ارد گرد چکر اور اسی طرح نباتات اور حیوانات کے عجائبات اور سورج اور چاند کے سیر کی مقادیر وغیرہ کے اسباب اور علل کیا ہیں؟ اسی طرح حوادثِ یومیہ اور قصص انبیاء اور سلاطین اور شہروں کے تفصیلی اسباب اور محرکات کیا ہیں؟

مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ تہذیب نفس اور امت کی دینی اور دنیوی اصلاح اور سیاست سے ان امور کا تعلق نہیں ہوتا اس لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ان لایعنی اور غیر مقصود باتوں میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ فرائض نبوت اور منصب رسالت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مشہور فیلسوف اور مؤرخ اسلام علامہ عبدالرحمن بن خلدون رح المتوفی ۸۰۸ھ صنعتِ نجوم کی تحقیق کرتے ہوئے اس جاہل طبقہ کی پُرزور تردید کرتے ہیں جس نے یہ کہا تھا کہ علم نجوم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا

Marfat.com

معروف بذریعۂ وحی لوگوں تک پہنچا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

ان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ابعد الناس عن الصنائع وانھم لا یتعرضون للاخبار عن الغیب الا ان یکون من اللہ فکیف یدعون استنباطہ بالصناعۃ ویشیرون بذلک لتابعیھم من الخلق (مقدمہ ص ۵۲۰)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام انسانوں سے بڑھ کر صنعتوں کے علم سے دور رہتے ہیں اور وہ غیب کی خبروں کے درپے بھی نہیں ہوتے الّا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں تو انبیاء علم نجوم کی صناعت کے ساتھ استنباط کا کیسے دعویٰ کر سکتے اور اپنے متبعین کو اس پر عمل پیرا ہونے کا مشورہ کیونکر دے سکتے ہیں؟

علامہ موصوف نے یہ بات واشگاف الفاظ میں بیان کردی ہے کہ علم نجوم اور دیگر تمام صنعتیں منصب رسالت اور فریضۂ نبوت میں ہرگز داخل نہیں ہیں اور جتنے انسانوں کا ان صنائع سے بُعد تصور کیا جا سکتا ہے، اُن سب سے بدرجہا زیادہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ان صنعتوں سے بُعد رہا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ سردار دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تابیر نخل کے موقع پر باغبانی جیسی صنعت اور حرفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت کو صاف لفظوں میں بطور قانون یہ ضابطہ سُنا دیا تھا کہ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ۔

علامہ محمد بن محمد بن مصطفےٰ ابو السعود الحنفی رح اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

ای ما انا الا عبد مرسل للانذار والبشارۃ شانی حیازۃ ما یتعلق بھما من العلوم الدینیۃ والدنیویۃ لا الوقوف علی الغیوب التی لا علاقۃ بینھا وبین الاحکام والشرائع۔ (تفسیر ابو السعود ج ۴ ص ۵۲۶)

یعنی میں تو اللہ تعالےٰ کا بندہ ہوں جو ڈرانے اور بشارت سنانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میرا کام اُن دینی اور دنیوی علوم کو حاصل کرنا ہے جن کا انذار اور تبشیر سے کوئی تعلق ہو، باقی غیب کی وہ باتیں جن کا احکام اور شرائع سے کوئی تعلق نہیں تو ان کا معلوم کرنا میرے منصب میں داخل نہیں ہے

اسمٰعیل حقی آفندی رح (المتوفی سنہ [illegible]) اگرچہ یہ ایک لطائف نگار بزرگ اور صوفی ہیں اور باب تفسیر میں اور علی الخصوص ائمہ تفسیر کے قول کے مقابلہ میں ان کے قول کی کوئی خاص وقعت نہیں ہے مگر چونکہ فریق مخالف کے ہاں وہ مستند ہیں، اس لئے صرف فریق مخالف کے لئے ان کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

الا رسولا ارتضاہ واختارہ لاظہارہ علی بعض

مگر وہ رسول جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو، اور جس کو اللہ نے

Marfat.com

غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ کما یعرب عنہ بیان من ارتضی بالرسول تعلقا تاما اما لکونہ من مبادی رسالتہ بان یکون معجزۃ دالۃ علی صحتہا و اما لکونہ من ارکانہا و احکامہا کعامۃ التکالیف الشرعیۃ التی امر بہا المکلفون وکیفیات اعمالہم واجزیتہا المترتبۃ علیہا فی الآخرۃ وما یتوقف ھی علیہ من احوال الآخرۃ التی من جملتہا قیام الساعۃ والبعث وغیر ذالک من الامور الغیبیۃ التی بیانہا من وظائف الرسالۃ و اما ما لا یتعلق بہا علی احد الوجہین من الغیوب التی من جملتہا وقت قیام الساعۃ فلا یظہر علیہ احداً ابداً۔

تفسیر روح البیان ج صـ)

اپنے بعض ایسے غیب ... کے اظہار کے لئے چن لیا ہو جن کا رسالت کے ساتھ تعلق ہو جیسا کہ مَنِ ارتضی الخ اس پر دلالت کرتا ہے تعلق تام ہو بایں طور کہ وہ رسالت کے مبادی ہیں ہے کہ رسالت کے صحیح ہونے پر بطور معجزہ کے دال ہے، اور یا اس لئے کہ رسالت کے ارکان اور احکام میں سے ہے جیسا کہ اکثر امور شرعیہ جن کے مکلف مامور ہیں اور اسی طرح ان کے اعمال کی کیفیات اور جزا، جو آخرت کو ان پر مرتب ہوگی اور وہ کہ جس پر احوال آخرت مرتب ہیں، جن میں سے مثلاً قیام قیامت اور بعث وغیرہ بھی ہے اور یہ سب کے سب امور غیب ہی سے متعلق ہیں جن کا بیان کرنا منصب نبوت میں داخل ہے۔ باقی رہیں غیب کی وہ اشیاء جن کا تعلق ان دونوں سے نہیں ہے مثلاً جن میں ایک وقت قیام ساعت بھی ہے تو اس پر اللہ تعالےٰ کسی کو کبھی بھی اطلاع نہیں دیتا۔ (اور نہ دے گا)

اس عبارت سے صاحب روح البیان کا اپنا عقیدہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم عطائی طور پر بھی اللہ تعالےٰ کسی کو عنایت نہیں فرماتا اور اس سے منصب نبوت بھی بخوبی معلوم ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں صرف ایک نماز باجماعت پڑھی ہے اور حسب تحقیق حضرت امام شافعی رح اور حافظ ابن حجر رح بیماری کے دنوں میں آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی (دیکھئے کتاب الام ج ۲ ص۱۸۵ و فتح الباری ج ۲ ص۱۴۵) یہ کونسی نماز تھی سری یا جہری؟ حضرت امام احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر الطحاوی الحنفی رح المتوفی ۳۲۱ھ اس پر شدت کے ساتھ مصر ہیں کہ یہ نماز جہری تھی کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابوبکر رض المتوفی ۱۳ھ کی اقتدار کی تھی اور پھر جب وہ پیچھے ہٹ گئے تو آپ نے امامت کا فریضہ انجام دیا تھا اور حضرت ابوبکر رض پھر صرف مکبر

Marfat.com

رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ہی سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضہ قرأت کر چکے تھے ۔ امام طحاوی رح فرماتے ہیں کہ :-

لان تلك الصلوٰة كانت صلاة يجهر فيها بالقرأة ولولا ذالك لما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم الموضع التي انتهى اليه ابوبكر من القرأة ولا علمه من خلفه (بلفظه طحاوی ج ۱ ص ۲۳۶)	یہ وہ نماز تھی جس میں جہر سے قرأت کی جا رہی تھی اور اگر یہ نماز جہری نہ ہوتی تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیونکر معلوم ہوسکتا تھا کہ ابوبکر رضہ اس مقام تک قرأت کر چکے ہیں ؟ اور اسی طرح مقتدیوں کو کیا معلوم تھا کہ وہ کس جگہ تک قرأت کر چکے ہیں ؟

دریافت کیجئے حضرت امام طحاوی احناف رح کے ذیل سے کہ آپ کو یہ کیا سوجھی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری باجماعت نماز کے وقت تک بھی جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و ما یکون کا عالم اور مطلع علی السرائر تسلیم نہ کیا ؛ اور یہ لکھ دیا کہ آہستہ قرأت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے اور لطف کی بات یہ کہ قرأت بھی افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر رضہ کی ہو ۔ اور یہ کہ پیچھے صحابہ کرام رضہ کا پاک گروہ اقتداء کر رہا ہو مگر ان کو بھی معلوم نہیں تھا (ولا علمه من خلفه) ؛ فریق مخالف ارشاد فرمائے کہ حضرت امام طحاوی رح بھی مسلمان رہے یا نہیں ؟ ع کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب الحنفی رح المتوفی ۱۲۳۹ھ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

اول کسیکہ قرآن براو نازل می شد یعنی ذات مطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز معانی ولغات اقوام دیگر بلکہ مخارج حروف ولہجہ کلام ہر فرقہ نمیدانستند ۔ (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۳۲)	سب سے پہلے جس مبارک ذات پر قرآن کریم نازل ہوا تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی وہ بھی دیگر اقوام کے معانی اور لغات بلکہ ہر فرقے کے مخارج حروف اور لہجہ کلام کو ہرگز نہ جانتی تھی ۔

لیجئے بات ہی کیا نکل آئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مکلف مخلوق اور اقوام عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے مگر آپ اُن کی زبانوں، لغات اور لب و لہجہ کو بھی ہرگز نہ جانتے تھے' اور یہی کچھ مسائرہ میں ابن ہمام رح نے کہا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۔ اب اہل بدعت حضرات کو چاہئے کہ وہ حافظ ابن ہمام الحنفی رح

Marfat.com

اور شاہ عبدالعزیز صاحب الحنفی رح (وغیرہ) پر تکفیر کا ایک مضبوط اور غیر مبہم فتویٰ لگائیں۔ کیا ایک خواب کے پیش نظر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُردو زبان سے واقف نہ ہونے کی بنا پر تیر تکفیری فتویٰ صرف مظلوم دیوبندیوں پر ہی لگ سکتا ہے؟ اور حافظ ابن ہمام رح شاہ عبدالعزیز صاحب رح (وغیرہ) کے لئے تکفیر کا یہ ترکش خالی ہو جاتا ہے۔ آخر بتائیے قصہ کیا ہے؟ دیوبندیوں کے ساتھ تمہارا اتنا بیر کیوں ہے؟ اللہ کچھ تو فرمائیے! سے

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی

زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

حضرت شاہ صاحب رح کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ کر لیجئے، وہ عقائد باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"یا رتبہ ائمہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام گردانند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔	اماموں اور ولیوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے لوازم الوہیت جیسے علم غیب اور ہر ایک کی فریاد کو ہر جگہ سے سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا۔

(تفسیر عزیزی پارۂ اوّل ص۵۲)

اور یہی تین عقیدے (انبیاء کرام کا علم غیب، حاضر و ناظر، اور مختار کُل ہونا) اہل بدعت نے پلے باندھ لئے ہیں حالانکہ یہ باطل عقائد ہیں اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ تینوں صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ مختص اور لوازم الوہیت سے ہیں سے

حباب دریا ہے دہر فانی اجل کی خاطر ہے زندگانی

یہ راز کی بات کس نے جانی عروج کیا ہے زوال کیا ہے

حضرت مُلا علی القاری الحنفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ولما جرى لام المؤمنين عائشة ما جرى ورماها اهل الافك لم يكن يعلم حقيقة الامر حتى جاءه	اور جب حضرت ام المؤمنین عائشہ رض کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور بہتان تراشوں نے ان کو متہم کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

الوحی من اللہ تعالیٰ ببرأتہا وعند ھٰؤلاء الغلاۃ انہ علیہ السلام کان یعلم الحال وانہ خیرھا بلا ریب واستشار النّاس فی فراقہا ودعا ریحانۃ فسالہا وھو یعلم الحال وقال لہا ان کنت الممت بذنب فاستغفری اللہ وھو یعلم الحال علی یقین انہا لم تلم بذنب ولا ریب ان الحال لھٰؤلاء علی ھذا الغلو اعتقادھم انہ یکفر عنہم سیئاتہم ویدخلہم الجنۃ وکلما غلوا کانوا اقرب الیہ واخص بہ فہم اعصی النّاس لامرہٖ واشدھم مخالفۃً لسُنّتہٖ و ھٰؤلاءِ فیہم شبہ ظاھر من النصاریٰ غلوا علی المسیح اعظم الغلو وخالفوا شرعہ ودینہٗ اعظم المخالفۃ والمقصود ان ھٰؤلاء یصدقون بالاحادیث المکذوبۃ الصریحۃ ویحرفون الاحادیث الصحیحۃ واللہ ولی دینہ فیقوم من یقوم لہ بحق النّصیحۃ۔

(انتہیٰ بلفظہٖ موضوعات کبیر صنا۱۲)

کو اصل حقیقت کا علم نہ ہو سکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور اس میں حضرت عائشہ رض کی برأت کا ذکر کیا گیا مگر اس غالی فرقہ کا یہ خیال ہے کہ آپ بلا شک و شبہ حقیقتِ حال سے آگاہ تھے اور محض لوگوں سے حضرت عائشہ رض کی جدائی اور طلاق کا مشورہ کرتے رہے اور باوجود علم کے حضرت ریحانہ رض سے بھی آپ نے دریافت کیا اور آپ نے یقینی علم کے باوجود یہ بھی کہا کہ اے عائشہ رض اگر تجھ سے گناہ صادر ہو چکا ہے تو اللہ تعالےٰ سے معافی مانگ لے حالانکہ آپ کو علم یقینی حاصل تھا کہ حضرت عائشہ رض میں کوئی عیب نہیں ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اس فرقہ کا باوجود اس غلو کے یہ عقیدہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو مٹا دیں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے اور یہ بھی اس غالی فرقہ کا خیال ہے کہ وہ جتنا بھی غلو کریں گے، اتنا ہی ان کو حضور علیہ السلام کا تقرب حاصل ہوگا اور وہ آپ کے خاص ترین لوگوں میں ہوں گے درحقیقت یہ لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے سب سے زیادہ نافرمان اور آپ کی سنت کے سب سے بڑھ کر مخالف ہیں اور ان میں نصاریٰ کی سی بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ انھوں نے حضرت مسیح ع کے بارے میں انتہائی غلو کیا اور ان کے دین اور شریعت کی بڑی مخالفت کی اور ان لوگوں کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ وہ خالص جعلی اور جھوٹی روایتوں کو تسلیم کرتے اور صحیح احادیث کی تحریف کرتے ہیں مگر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ خود اپنے دین کا نگران ہے وہ گروہ اہل حق کو دین کی حفاظت کے لئے ضرور کھڑا کرتا رہے گا جو خالص دین لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہے گا۔

قارئین کرام حضرت ملا علی القاری رح نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بلا کم و کاست حرف بحرف فرقہ بریلویہ میں موجود ہے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مولوی احمد رضا خان صاحب نے خالص الاعتقاد صہ۲۴ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق صہ۱۵ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت صہ۴۷۴، ۴۷۵ میں اور مولوی محمد عظیم صاحب نے علم حبیب صہ۱۵ میں (وغیرہم فی غیرہا) حضرت ملا علی القاری رح کی غیر متعلق عبارات سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر جو استدلال کیا ہے، ان کو یہ عبارت بغور و فکر دیکھنی چاہئے تھی تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ حضرت ملا علی القاری کی مزید عبارتیں اپنے موقع پر پیش ہوں گی انشاء اللہ العزیز۔

علامہ قسطلانی رح بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

وقول الداؤدی ما اظن قوله فی هذه الطریق من حدثك ان محمدًا یعلم الغیب محفوظا وما احد یدعی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یعلم الغیب الا ما علمه الله متعقب بان بعض من لم یرسخ فی الایمان کان یظن ذلك حتی یری ان صحة النبوة تستلزم اطلاع النبی علی جمیع المغیبات ففی مغازی ابن اسحاق رح ان ناقته صلی الله علیه وسلم ضلت فقال ابن الصلیت بوزن عظیم یزعم محمد انه نبی ویخبرکم عن خبر السماء وهو لا یدری

امام داؤدی کا یہ کہنا کہ اس سند میں یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جو شخص تجھے یہ کہے کہ آپ غیب جانتے تھے کیونکہ ایسا تو کوئی شخص نہ تھا جو یہ دعویٰ کرتا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب حاصل تھا مگر جتنا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا، قسطلانی رح کہتے ہیں کہ داؤدی رح کا یہ قول مردود ہے، کیونکہ بعض وہ لوگ جن کا ایمان راسخ نہیں تھا (یعنی وہ منافق تھے) وہ یہ خیال کرتے تھے حتیٰ کہ ان کا یہ نظریہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو تمام مغیبات پر اطلاع ہو چنانچہ ابن اسحاق رح کے مغازی میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی تو ابن صلیت

Marfat.com

این ناقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلاً یقول کذا وکذا وانی واللہ لا اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلنی اللہ علیہا وھی فی شعب کذا قد حبستہا شجرۃ فذھبوا فجاؤا بہا فاعلم صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا یعلم الغیب الا ما علمہ اللہ تعالیٰ۔

(ارشاد الساری، ج ۱۰ ص ۲۹۶)

(منافق) نے کہا، محمد گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایسا اور ایسا کہتا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا مگر صرف وہی کچھ جو اللہ تعالےٰ مجھے بتا دے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے جب لوگ وہاں گئے تو اس اونٹنی کو وہاں سے لے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف بتا دیا کہ میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ تعالےٰ مجھے بتا دے۔

فریق مخالف پہلے تو یہ بتائے کہ امام شیخ الاسلام ابو جعفر احمد بن سعید داؤدی ـــ المتوفی ســـ ـــ نے جو یہ کہا ہے کہ ایسا کوئی تھا ہی نہیں جو یہ کہتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے مگر صرف اتنا جتنا خدا نے آپ کو بتایا تھا۔ کیا امام داؤدی اس کہنے کے بعد مسلمان رہے یا کافر اور گستاخ ہو گئے؟ اور نیز فریق مخالف یہ بتائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کہ آپ کو کل غیب کا علم ہونا چاہئیے یہ کسی صحابی کا عقیدہ تھا یا ابن صلیت منافق کا؟ اور کیا یہ عقیدہ کہ صحت نبوت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو کل مغیبات کا علم ہو کسی راسخ الایمان کا عقیدہ ہے یا بے ایمان کا؟ فرمائیے علامہ قسطلانی رح نے کیا فرمایا ہے؟ مولوی احمد رضا خان صاحب نے خالص الاعتقاد ص ۳۶ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق ص ۱۰۱ میں اور اسی طرح دیگر اہل بدعت نے امام قسطلانی رح کی غیر متعلق عبارات سے جو علم غیب کا مسئلہ کشید کیا ہے، وہ آئیں اور ہمیں اس واضح عبارت کا جواب دیں ؎

ستعلم لیلی ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمہا

Marfat.com

مولوی محمد عمر صاحب کا کمال

مولوی صاحب نے اپنی افتادِ طبع اور عادت مالوفہ اور شریفہ کے مطابق مسئلہ علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے انتہائی دیانت کا ثبوت دے کر اپنے کمال کو چار چاند لگائے ہیں، وہ اثبات علم غیب پر اقوال بزرگان دین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

۷۔ قسطلانی ج۱ ص۳۶۵ اِنَّ صِحَّۃَ النُّبُوَّۃِ تَسْتَلْزِمُ اِطِّلَاعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ (بے شک نبوت کی صحت مستلزم ہے کہ تمام غیبیات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہو) بلفظہٖ انتہی (مقیاس الحنفیت ص۳۸۵) آپ نے دیکھا کہ علامہ قسطلانی رح کیا فرما رہے ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب عبارت میں قطع و برید کر کے کیا ثابت کر رہے ہیں۔ یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی علمی دیانت، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور ان کا تقریر و تحریر میں یہی وطیرہ ہے حیف ہے ایسی دیانت پر اور افسوس ہے اُن لوگوں پر جو مولوی محمد عمر صاحب جیسے کو رہبر تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ شاید وہ یہ کہدیں: ؎

چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح نماز کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نمازیوں کو دیکھنے کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

بدانکہ این دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم از پس و پیش بطریق خرقِ عادت بود بوحی یا بالہام و گاہ گاہے بود نہ دائم و مؤید آں است آنچہ در خبر آمدہ است کہ چوں ناقۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گم شدہ ود ریافت کہ کجا رفت منافقان گفتند کہ محمد میگوید کہ خبر آسماں بمیرسانم ونمی داند کہ ناقۂ او کجاست پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واللہ من نمیدانم مگر آنچہ بدانا ند مرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار من کہ وے درجائے چنیں وچناں است ومہار وے در شاخ درختے بند شدہ است ونیز فرمودہ است کہ من بشرم نمی دانم کہ در پسِ ایں دیوار چیست یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہٗ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص۲۹۲)

Marfat.com

تنبیہ :۔ حضرت شیخ صاحبؒ کا اس مقام پر یہ حوالہ بالکل صحیح پورا اور مکمل ہے۔ دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کی روایت پر اشعۃ اللمعات میں انھوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ اس سے انھوں نے استدلال کیا ہے۔ رہا یہ کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ شیخ صاحبؒ نے مدارج النبوۃ میں لا اصل لہ لکھ کر کیا فرمایا ہے؟ (جس پر اہلِ بدعت نے بہت لے دے کی اور بلاوجہ غل مچایا ہے۔ دیکھئے انباء المصطفےٰ صہ وغیرہ) تو اس کا جواب صرف علماء دیوبند ہی پر ضروری اور لازم نہیں ہے جو جواب اہلِ بدعت حضرت شیخ صاحب رحؒ کی ان دونوں عبارتوں کی تطبیق کے لئے پیش کریں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب تصور کر لیں۔ بعض محدثینِ کرام نے ما اعلم خلف جداری کی حدیث کو اس لئے لا اصل لہ کہا ہے کہ اس کی سند نہیں نیز یہ اس حدیث سے متعارض ہے جس میں آتا ہے کہ آپ پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے لیکن تذکرۃ الموضوعات صہ ۸۸ (وغیرہ) میں ہے کہ پیچھے دیکھنا نماز کی حالت سے مخصوص تھا اور نیز لکھتے ہیں کہ :۔

وکان لہٗ عینان فی ظھرہ فیری من وراء ظھرہ لا وراء الجدار فلا منافاۃ صہ ۸۸

آپ کی پچھلی جانب بھی دو آنکھیں تھیں اُن سے آپ دیکھتے تھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافاۃ ہی نہیں ہے۔

اس بحث کا یہ مقام نہیں ہے کہ یہ آنکھیں حسی تھیں یا معنوی؟ اور یہ کہ محقق اور قولِ اکثر کیا ہے وغیرہ وغیرہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحؒ امام داؤدی رحؒ کے سابق قول کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

وما ادعاہ من النفی منعقب فان بعض من لم یرسخ فی الایمان کان یظن ذالک حتی کان یری ان صحۃ النبوۃ تستلزم اطلاع النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی جمیع المغیبات کما وقع فی المغازی الخ (فتح الباری ج ۱۳ صہ ۳۰۸)

امام داؤدی رحؒ نے جو نفی کی ہے وہ باطل ہے کیونکہ بعض ایسے لوگ جن کا ایمان راسخ نہ تھا وہ یہ خیال کرتے تھے یہاں تک کہ اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مغیبات پر اطلاع ہو جیسا کہ مغازی میں ہے الخ

پھر آگے وہی اونٹنی والا واقعہ بیان کیا ہے جو ہم نے قسطلانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال دیکھئے کہ وہ جمہور سلف و خلف کی تفاسیر کو چھوڑ کر حضرت مجاہد رحؒ کی ایک غیر مشہور روایت کو لے کر اور اس

Marfat.com

کو قرآن بتا کر لکھتے ہیں کہ : "یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے اوہ اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتا ہے وہ کلمہ گوئی کرکے مرتد ہوتا ہے۔" (ملفظہ خالص الاعتقاد ص ۲۷) خاں صاحب فرمائیں کہ یہ منافق جزئی غیب کا منکر تھا یا کلی کا ؛ پھر کیا یہ سابق ائمہ کرام جن کا ذکر ہوا سب کافر و مرتد ہیں ؛ صاف بتائیں۔

حضرات ! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم صحیح احادیث اور اکابرین علماء امت کے صریح ارشادات سے یہ بات واضح سے واضح تر ہو گئی ہے کہ علم غیب نبوت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں ہے۔ نیز دینی اور دنیوی امور میں تفریق اور اجتہاد کی گنجائش اور اس میں خطا کا احتمال اور ظاہر اور باطن کا فرق اور تمام لغات اور صنائع وحرفتوں کا علم نہ ہونا وغیرہ وغیرہ سب امور باحوالہ عرض کر دیئے گئے ہیں اور جن اکابر سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے اُن میں سے بیشتر وہ ہیں جن کی غیر متعلق عبارات سے فریق مخالف نے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مسئلہ علم غیب کشید کیا ہے، اِس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کی عبارات کو پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ اہل بدعت کو بھی سوچنے کا موقع مل سکے۔ ہم نے اُن کی جو عبارتیں عرض کی ہیں وہ اپنے مفہوم میں بالکل نص صریح ہیں۔ اب ہم اس باب کو یہیں ختم کرتے ہیں اگرچہ ؎

راہرواں را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ ہست وہم منزل ست

Marfat.com

باب چہارم

قرآن کریم اور صحیح احادیث میں جہاں کہیں اس کا ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لا اعلم الغیب یا لا ادری وغیرہ تو فریق مخالف کی طرف سے (جن میں فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائۃ حاضرہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی حشمت علی خان صاحب مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عظیم صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سب شامل ہیں) یہ مغالطہ عامۃ الورود پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا، میں مستقل طور پر علم غیب نہیں رکھتا بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب عطا ہوا ہے اور ہم ذاتی علم غیب کے قائل نہیں ہیں بلکہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں بلکہ ذاتی ہے اس لئے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے علم غیب کی صفت ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں اور نہ خاصۂ خداوندی میں شرکت لازم آتی ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔" (خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور خان صاحب کے نزدیک بعض علم کیا ہے جو عطائی طور پر آپ کو ملا ہے — تمام ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ کا علم حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر جنت و نار کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ (انباء المصطفےٰ ص ۴ ملخصاً) اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس علم عطائی کی بحث میں لکھتے ہیں کہ: "تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرما دیا گیا۔" (الکلمۃ العلیاء ص ۳۰)

اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا مجھے کیا

Marfat.com

معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علمِ ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں
(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو، ورنہ کل صفاتِ الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ (بلفظہ جاء الحق صفحہ ۴۲)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"باقی رہا ارشادِ الٰہی وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ فرما دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں غیب نہیں جانتا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات اس واسطے کہلوائے کہ کوئی کج طبع آپ کے علم غیب ذاتی کا معتقد نہ ہو جائے کیونکہ شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو" (بلفظہ مقیاس حنفیت ص ۳۰۲)

ان جملہ عبارات کو سامنے رکھ کر ہم فریقِ مخالف سے دریافت کرتے ہیں کہ :-

(۱) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجودِ مبارک ذاتی تھا؟ اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا تو آپ نے علمِ غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟

(۲) اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ العیاذ باللہ۔ کیونکہ بقول مولوی محمد عمر صاحب شے کا مدعی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو۔

(۳) اور کیا قرآنِ کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟

(۴) اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی؟ وجہ فرق بالکل بیّن ہونی چاہئیے۔

(۵) اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے؟ جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا۔ کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

(۶) اور کیا اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو تو ذاتی طور پر الٰہ اور خالقِ کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الٰہ اور خالق کا بُت ت مانتا ہوں تو وُہ مسلمان رہے گا ؟ اور اگر رہے گا تو کس دلیل سے ؟ اور اگر وہ مسلمان نہیں اور یقیناً نہیں تو فرمایئے کہ اس بیچارے نے تو خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو تسلیم نہیں کیا پھر وہ کافر کیسے ہُوا ؟

(۷) اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت تلاثون کذابون دجالون کی مد میں ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں، اور یہ کہتا ہوں کہ اُس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا فیض اور ظل ہے، کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں ؟ اس کا جواب فریقِ مخالف کو سوچ کر بتانا ہوگا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صدائے باطل ہی بلند کرنی ہے :ـ

اِس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

باقی جن بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر اور بالاستقلال تو کُل غیوب کو نہیں جانتے مگر عطائی اور غیر مستقل طور پر کُل مغیبات کو جانتے ہیں بلکہ انھوں نے اپنی سمجھ کے مطابق منفی اور مثبت آیات اور احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور محیط تفصیلی کے ساتھ متعلق ہے ذاتی علم کی ہے اور اثبات جو صرف اخبارِ غیب انباءِ غیب اور جزئیات سے متعلق ہے وہ عطائی علم کے ساتھ وابستہ ہے حالانکہ اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزئی یا علمِ غیب اور انباءِ غیب یا محیط تفصیلی اور بعض بعض خبروں کے علم کا فرق ملحوظ رکھ کر تطبیق دی جا سکتی ہے اور محققین علماء نے اسی طرح تطبیق دی ہے جیسا کہ اس کتاب کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اس سے آگاہ ہوں گے، چنانچہ بیشتر وہ حضرات جو ذاتی اور عطائی کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ صاف طور پر یہ لکھتے ہیں کہ علمِ غیب صرف خاصۂ خداوندی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل نہ تھا جن کے اکثر حوالجات ہم نے بابِ سابق میں باحوالہ درج کر دیئے ہیں۔ اندریں حالات یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ وہ عطائی طور پر کُل مغیبات کے علم کے قائل ہیں اور فریقِ مخالف کو بھی اس کا اقرار ہے

Marfat.com

کہ باری تعالیٰ کے محیط علم تفصیلی پر مخلوق کا احاطہ محال ہے چنانچہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"ہم ظاہر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا عقل و شرع دونوں کی رُو سے یقیناً محال ہے" (خالص الاعتقاد ص ۲۳)

مگر خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی قطعاً اور سراسر باطل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تا دخولِ جنت و نار سب واقعات کا علم جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا، کیونکہ اس عقیدہ کے رُو سے بے شمار نصوصِ قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایک نصِ قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوصِ قطعیہ کا، اور آپ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اس باطل نظریہ کی تردید متعدد نصوصِ قطعیہ سے ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ!

دیگر اہلِ بدعت سے عموماً اور مولوی احمد رضا خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب سے خصوصاً یہ پوچھیے کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل صفاتِ الٰہیہ کا بھی علم نہیں اور بعد قیامت کے تمام واقعات کا علم بھی نہیں ہے، کیا اس لاعلمی میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تنقیصِ شان تو نہیں؛ محبوب خدا کی ذات اور پھر یہ لاعلمی ؛ بات کیا کہہ دی ؛ ذرا سوچ کر اور ہوش میں آکر جواب دینا کہ اس کا کیا داعیہ پیش آیا ؛ یا کیا اس مفروض توہین و تنقیص کے علماءِ دیوبند ہی مرتکب ہیں جو نصوصِ قطعیہ کی بنا پر بعض بعض امور سے آپ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ سنبھل کر بتانا ہوگا دیکھیے کیا جواب ارشاد ہوتا ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

مگر ان تمام امور سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور معتبر اور مستند علماءِ امت کے اقوال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی طور پر علمِ غیب کے عطائی علم کا ثبوت ملتا ہے یا اس کی نفی ہوتی ہے، اختصار کے ساتھ بعض دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں :-

قرآن کی پہلی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ   اور ہم نے اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کہنا نہیں

Marfat.com

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ ۲۳ - یٰسین - رکوع ۴)

سکھایا، اور یہ اُن کے لائق بھی نہیں ہے ۝ یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف اور روشن۔

اس نص قطعی سے یہ بات بالکل آشکارا ہو گئی کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی اور جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی تو اور کہاں سے یہ تعلیم عطا ہو گئی۔ اس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا ہے کہ شعر کی تعلیم آپ کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرانا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا، کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں، اور آپ کو جو قرآن کریم دیا گیا وہ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں، وہ تو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے، کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فنِ شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا، یوں رجز وغیرہ کے طور پر مقفّی عبارت آپ کی زبانِ مبارک سے کہیں نکلی تو اور بات ہے، اُسے شعر و شاعری سے مطلقاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ (پ ۱۹ - الشعراء - ع ۱۱)

اور شاعروں کی اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے۔

مطلب یہ ہے کہ شاعری کی باتیں اکثر محض تخیلات ہوتی ہیں، تحقیق اور واقعیت سے اُن کا کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، اس لئے شعراء کی باتوں سے بجز گرمیٔ محفل یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت حاصل

Marfat.com

نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی باتوں پر چلنے والے کجرو اور گمراہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رض اُن بلند اخلاق کے مالک ہیں جن کی نظیر ملنی دشوار ہے، اور جن کی نیکی اور پرہیزگاری کی مثال چراغ لے کر ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر شاعر کسی کلام کو پکڑتے ہیں تو اُس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اُس کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور جب مذمت اور ہجو کرتے ہیں تو ساری دُنیا کے عیب اُس میں جمع کر دیتے ہیں۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے پھر مُڑ کر نہیں دیکھا اسی لئے شعر کی نسبت مشہور ہے ع

چُوں اکذب، اوست احسن او

جب اُن کے شعر پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہیں۔ جا کر ملو تو پرلے درجہ کے نامرد اور ڈرپوک اخلاقی سبق پیش کریں گے تو جُنید بغدادی رح اور شبلی رح بھی بھول جائیں گے جا کر دیکھو تو اعمال و اخلاق کا آئینہ بالکل خالی، اور بڑے بڑے مسلم شاعر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ع

گفتار کا غازی بن تو گیا، کردار کا غازی بن نہ سکا

ہاں مگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ایمان اور اعمال صالحہ کے لباس سے مزین ہوں، وہ اس سے مستثنےٰ ہیں وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ اور انہی حضرات کے اشعار کے متعلق اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً اور حسنہ حسن کے ارشادات وارد ہوئے ہیں جو شریعت کی حدبندی میں رہ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بالکل حقیقت اور نفس الامر کے مطابق حقائق کو نظم میں پیش کرتے ہیں اور اس کے جائز اور درست ہونے کا کوئی انکار بھی نہیں کرتا۔ مگر ع

نہ ہر کہ موئے بر افروخت دلبری داند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صحیح حدیثیں بھی شعر و شاعری سے متعلق سُن لیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لان یمتلی جوف رجل قیحاً یُریہ خیر من — البتہ یہ کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، جو اس

Marfat.com

ن یمتلئ شعراً۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۹۰۹ و مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۰ و ادب المفرد صفحہ ۱۲۶ و سنن الکبریٰ ج ۱۰ صفحہ ۲۴۴ و مسند احمد ج ۲ صفحہ ۳۹۱ وغیرہ)

کو بالکل فاسد اور برباد کردے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے پیٹ اور سینہ کو شعر سے پُر کرے۔

(۲) حضرت ابوسعید الخدری رضہ المتوفی ۷۴ھ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے جب مقام عرج پر پہنچے تو ایک شاعر نے کچھ اشعار پڑھے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا الشیطان لان یمتلئ جوف رجل قیحا خیر له من ان یمتلئ شعراً (مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۰، مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۴۱۱ و سنن الکبریٰ ج ۱۰ صفحہ ۲۴۴ وغیرہ)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شیطان کو پکڑ دیکہ تم میں سے کسی کا سینہ پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے پُر ہو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضہ المتوفی ۷۳ھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

لان یمتلئ جوف احدکم قیحا خیر له من ان یمتلئ شعراً قال اللہ عزوجل اَلشُّعَرَاءُ یتبعھم الغاوٗن ۔ (بخاری ۲ صفحہ ۹۰۹، ادب المفرد صفحہ ۱۲۶ و مسند احمد ج ۲ صفحہ ۳۹)

تم میں کسی کا سینہ پیپ سے بھر جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پُر ہو، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے شاعروں کی اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو کج رو اور گمراہ ہوتے ہیں۔

(۴) اسی مضمون کی انہی الفاظ سے روایت حضرت سعد رضہ المتوفی ۵۵ھ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مسلم ۲ صفحہ ۲۴۰)

(۵) حضرت عبداللہ رضہ بن عمروؓ بن العاص المتوفی ۷۳ھ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے ارشاد فرمایا :-

ما ابالی ما اتیت ان انا شربت تریاقاً او تعلقت تمیمةً او قلت الشعر من قبل نفسی

یعنی میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ میں تریاق استعمال کروں یا شرکیہ تعویذ گلے میں لٹکاؤں یا اپنی طرف سے شعر

Marfat.com

(ابوداؤد ج ۲ صث ۱۸۴ ومشکوٰۃ ج ۲ صث ۳۸۹) — بنا کر کھوں (ان سب کا گناہ ایک ہی ہے)

اگر جائز ادویہ سے تریاق تیار ہو تو اُس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ حرمت اس صورت میں ہے جب کہ :-

لاجل ما یقع فیہ من لحوم الافاعی والخمر وغیرھما من المحرمات (حاشیہ مشکوٰۃ ج ۲ صث ۳۱۹ وتعلیق المحمود ج ۲ صث ۱۸۴) — اس میں سانپ کا گوشت، شراب اور اسی قسم کی دوسری حرام اشیاء ڈالی گئی ہوں۔

اسی طرح جائز قسم کے تعویذات لکھنے اور گلے میں لٹکانے درست ہیں۔ ہاں البتہ شرکیہ قسم کے تعویذات ہرگز جائز نہیں ہیں اور تعویذات پر اجرت بھی لی جا سکتی ہے جیسا کہ راقم الحروف نے المنہاج الواضح میں باحوالہ تصریح کی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حرام قسم کا تریاق اور شرکیہ تعویذات جائز نہیں، اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اشعار بنانا بھی حرام ہے۔ اسی حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی القاری رح نے اس کے حرام ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔

(۶) حضرت ابو نوفل رح المتوفی ـــــہ فرماتے ہیں کہ :-

سألت عائشۃ رض ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسائغ عندہ الشعر؟ فقالت کان ابغض الحدیث الیہ (رواہ احمد ابن کثیر ج ۳ صث ۵۸۰ وسنن الکبری ج ۱۰ صث ۲۴۵ وطیالسی صث ۲۰۹) — میں نے حضرت عائشہ رض سے سوال کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر سے کوئی لگاؤ تھا؟ تو وہ فرمانے لگیں کہ شعر آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا۔

اور حضرت عائشہ رض ہی سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی طرفہ کا شعر ویاتیک بالاخبار من لم تزود پڑھا کرتے تھے۔ لیکن

فیجعل اولہ اخرہ واخرہ اولہ فقال ابوبکر رض لیس ھذا ھکذا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی واللہ ما انا بشاعر وما — آپ اُلٹ پلٹ کر مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر کے پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شعر یوں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں شاعر نہیں ہوں

Marfat.com

ینبغی لی (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر وہذا اللفظ ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۹) اور نہ یہ میری شان کے لائق ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الزناد المتوفی ۱۷۴ھ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عباس بن مرداس رض کا ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت ابوبکر رض نے فرمایا:۔

بابی انت و امی یارسول اللہ ما انت بشاعر ولا ینبغی لک (درمنثور ج ۵ ص)

اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں نہ تو آپ شاعر ہیں نہ شعر کے راوی ہیں اور نہ آپ کے لئے یہ سزاوار ہے

اور حضرت حسن بصری رح المتوفی ۱۱۰ھ کی روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر الٹ پلٹ پڑھا تو حضرت صدیق اکبر رض یا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ:۔

اشھد انک رسول اللہ یقول تعالٰی ما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ (ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۹ ومعالم التنزیل ج ۳ ص ۲۰۶)

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ آپ کی شان کے لائق ہے۔

رئیس المحدثین والمفسرین فی عصرہ حافظ عماد الدین بن کثیر رح اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

یقول اللہ عزوجل مخبرا عن نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ای ما ھو فی طبعہ فلا یحسنہ ولا یحبہ ولا تقتضیہ جبلتہ ولھذا ورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یحفظ بیتا علی وزن منتظم بل ان انشدہ زحفہ او لم یتمہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۹)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ اُن کے لئے مناسب ہے یعنی وہ آپ کی طبیعت کے موافق ہی نہیں اس لئے نہ تو وہ آپ کو پسند ہے اور نہ آپ کی فطرت اس کی مقتضی ہے اور اسی ہی سے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ آپ اگر پڑھتے تو یا گرا دیتے یا نا تمام پڑھتے تھے۔

علامہ علی بن محمد خازن رح اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

ای ما یسھل لہ ذٰلک وما یصلح منہ بحیث لو اراد نظم شعر لم یتأت لہ ذٰلک کما جعلناہ

یعنی نہ تو آپ کے لئے شعر سہل ہے اور نہ آپ سے بنتا ہے باپ طور کہ اگر آپ ایک شعر نظم کرنا چاہیں تو آپ سے نہیں

Marfat.com

امیاً لا یکتب ولا یحسب لتکون الحجّة اثبت و المشبهة ادحض قال العلماء ما کان یتزن له بیت شعر وان تمثل ببیت شعر جرای علی لسانه منکسرًا۔

(خازن ج صـ)

ہو سکتا ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ہم نے آپ کو امی بنایا نہ تو آپ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب کر سکتے ہیں اور یہ اس لئے کہ حجت پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائے اور شک و شبہ کے لئے گنجائش نہ رہے۔ علماء کرام نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شعر موزوں نہ ہوتا تھا اور اگر کسی کا کوئی شعر کبھی پڑھا تو بے وزن ہو کر آپ کی زبان سے جاری ہوا۔

اور علامہ ابو محمد حسین بن محمود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے بھی اسی موقع پر یہی مضمون کچھ اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۰۶)

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ - ای وما علمنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول الشعراء او وما علمنا بتعلیم القرآن الشعر علی معنی انّ القرآن لیس بشعر

(مدارک ج ۴ ص ۱۱)

اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو شعر۔ یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعراء کے قول کا علم نہیں عطا کیا، یا یہ کہ ہم نے قرآن کی تعلیم سے شعر کی تعلیم نہیں دی اس معنی کر کے کہ قرآن شعر نہیں ہے۔

قرآن کریم اور یہ تمام احادیث اور روایات اور تفاسیر اس بات کی واضح ترین دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی لگاؤ اور تعلق نہ تھا اور نہ یہ آپ کی شانِ رفیع کے لائق اور مناسب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو شعر و شاعری کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ اس کا علم عطا کیا ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب المتوفی ۲۳ھ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت نعمان بن عدی بن نضلہؓ المتوفی ۔۔ھ کو صوبہ بصرہ کے ضلع میسان کا عامل مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں شاعرانہ تخیلات کی بنا پر بے ساختہ کچھ اشعار کہہ دیئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا :-

الا هل اتی الحسناء ان خلیلها   بمیسان یسقی فی زجاج وحنتم

Marfat.com

کیا خوبرو عورت کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا رفیقِ حیات میسان میں شیشے کے گلاسوں اور سبز رنگ کی صراحیوں میں شراب پلایا جارہا ہے"۔

حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوری طور پر ان کو معزول کر دیا۔ جب نعمان مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت بخدا میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ بات یہ ہے کہ بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

ظن ذالک ولکن واللہ لا تعمل لی عملا ابداً — میرا بھی یہی گمان ہے لیکن واللہ تجھے اس قول کے بعد کبھی بھی

وقد قلت ما قلت (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۴) — عامل اور افسر نہیں بنایا جائے گا۔

سبحان اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ زبانی طور پر شراب نوشی کا اقرار کرنے والے افسر بھی فوراً معزول کر دیئے جاتے تھے مگر آج ہر وقت شراب میں مخمور رہنے والوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا ؎

کس نمی پرسد کہ بھیّا کون ہو — سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

فریقِ مخالف کے جوابات اور ان کا پسِ منظر

فریقِ مخالف کی طرف سے قرآن کریم کی اس آیت کی جو بے جا تاویل (یا تحریف) کی گئی ہے اسے بھی ملاحظہ کر لیجیئے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا جواب بھی دیکھ لیجئے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی متعدد کتابوں میں اس آیت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ: اس میں ملکۂ شعر کی نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ کہا کہ اس آیت میں منطقی شعر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو قیاس شعری نہیں سکھایا جو مقدمات مخیلہ اور قضایا کاذبہ سے مرکب ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ ان دونوں تاویلوں سے ہمارے استدلال پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو یا شعر منطقی، دونوں چیزیں ما کان و ما یکون میں داخل ہیں اور جب ان میں سے کسی ایک کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گئی تو جمیع ما کان و ما یکون کا دعویٰ باطل ہو گیا اور فریق مخالف کی کُلی ٹوٹ گئی ؏

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

مولوی حشمت علی صاحب وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کہنا ثابت

Marfat.com

ہے۔ آپ نے غزوۂ حنین میں فرمایا تھا ؎

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

اور اسی طرح آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ؎

ھل انت الا اصبع دمیت　　　وفی سبیل اللہ ما لقیت　　　وغیرہ۔

الجواب :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ مقفیٰ کلمات جو صادر ہوئے ہیں، یہ شعر نہیں بلکہ رجز ہیں اور قرآن کریم میں نفی شعر و شاعری کی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ لکھتے ہیں کہ :-

واختلف اھل العروض والادب فی الرجز	اہل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہے
ھل ھو شعر ام لا ؟ واتفقوا علی ان الشعر	یا نہیں ؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک
لا یکون شعرًا الا بالقصد اما اذا جری کلام	شعر نہیں کہلائے گا جب تک اس میں قصد اور ارادہ نہ ہو؟
موزون بغیر قصد فلا یکون شعرًا وعلیہ	اگر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی کلام موزوں زبان پر جاری ہو
یحمل ما جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	گیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
من ذالک لان الشعر حرام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم	جو ثابت ہے اس کا بھی یہی محمل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
(نووی ج ۱ صفحہ ۲۰۰)	علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام ہے۔

لیجیے مولوی حشمت علی خان صاحب اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور امام نووی رحمہ اس کی حرمت۔ کس کی قابل قبول ہو گی ؟

من نگویم کہ ایں مکن آں کن　　　مصلحت بیں و کار آساں کن

اور دوسرے مقام پر امام نووی رحمہ لکھتے ہیں جس کا مفہوم اور خلاصہ ہماری عبارت میں یہ ہے کہ شعر وہ ہے جس میں قصد اور ارادہ کارفرما ہو اور انسان اس کو موزوں پیش کرے اور قافیہ بندی کا پورا خیال رکھے۔ عام لوگوں کی زبان پر موزوں الفاظ جاری ہو جاتے ہیں لیکن نہ ان کو شعر کہا جاتا ہے اور نہ بولنے والے کو شاعر۔ ایک قوم کا جن میں خلیل رحمہ المتوفی ۱۷۵ھ تک جو فن عروض کا امام

اخفش رح المتوفی ۲۱۵ھ بھی شامل ہے۔ یہ خیال ہے کہ مشطور رجز اور منہوک (فن عروض کی اصطلاحیں ہیں) شعر نہیں ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مولانا ولا مولی لکم۔ اور نیز فرمایا ھل انت الا اصبع دمیت — وفی سبیل اللہ مالقیت اور نیز فرمایا: انا النبی لا کذب — انا ابن عبد المطلب وغیرہ۔ ابن قطاع رح المتوفی ــــھ اپنی کتاب الشافی فی علم القوافی میں کہتے ہیں کہ اخفش رح وغیرہ کا نظریہ صحیح نہیں ہے کیونکہ شاعر کے لئے چند شرطیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ کلام موزون قافیہ بندی کے طور پر اس فن سے واقف ہوتے ہوئے قصداً اور ارادۃً پیش کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام شعر نہیں ہوگا اور قائل شاعر نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص صرف عرب کے طریقہ کے مطابق موزوں کلام کہے بغیر قصد کے یا کہے تو ارادۃً مگر قافیہ بندی نہ ہو تو نہ یہ شعر ہوگا اور نہ قائل شاعر ہوگا باجماع العلماء والشعراء تمام علماء اور شعراء کا اس پر اتفاق ہے۔ (نووی ج ۲ ص۱۰۰ وص۱۰۱)

امام نووی وغیرہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ فن عروض کے عین مطابق ہے، چنانچہ عروض کی درسی کتاب محیط الدائرہ ص۱ میں شعر کی یہ تعریف کی ہے کہ :-

"الشعر کلام یُقصد بہ الوزن والتقفیۃ : شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا جائے۔

اور پھر آگے یقصد بہ الوزن کی قید کا فائدہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ جس کلام کا وزن اتفاقی ہو جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات مثلاً لن تنالوا البرّ الآیۃ وغیرہ تو ان کو شعر نہیں کہا جائے گا۔ پھر آگے لکھا ہے :-

ومثل ذالک لا یسمّٰی شعراً لان الوزن فیہ غیر مقصود — اور اس قسم کے کلام کو شعر نہیں کہتے کیونکہ اس میں وزن اتفاقی طور پر آگیا ہے، مقصود نہیں ہے۔

اور فن عروض کے مشہور امام علامہ السید محمد الدمنہوری رح المتوفی ــــھ لکھتے ہیں :-

وقولنا قصداً یخرج ما کان وزنہ اتفاقیا ای لم یقصد وزنہ فلا یکون شعراً کآیات شریفۃٍ اتفق وزنہا ای لم یقصد وزنہا بل قصد کونہا قرآنا وذکراً کقولہ تعالٰی — اور قصداً کی قید سے وہ کلام شعر سے خارج ہو گیا جس میں وزن مقصود نہ ہو بلکہ محض اتفاقی ہو جیسے قرآن کی آیتیں جن میں وزن مقصود نہیں بلکہ مقصود تو صرف یہ ہے کہ وہ قرآن ذکر اور نصیحت کا ذریعہ ہے، جیسے لن تنالوا البرّ الآیۃ

Marfat.com

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ فانها على
وزن مجزو الرمل المسبغ فلا تكون شعراً لاستحالة
الشعرية على القرآن قال الله تعالى ان هو الا ذكر
وقرآن مبين وكمركبات نبوية اتفق وزنها اى
لم يقصد وزنها بل قصد كونها ذكراً مثلاً كقوله
صلى الله عليه وسلم هل انت الا اصبع دميت
وفى سبيل الله مالقيت - فانه على وزن الرجز
المنطوع فلا يكون شعراً قال الله تعالى وَمَا عَلَّمْنٰهُ
الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ
مُّبِيْنٌ وكذا لا يكون شعراً لو وقع من متكلم
لفظ موزون لم يقصد كونه على طريقة الموزون
كما يتفق لكثير من الناس ويقع مثل ذالك
حتى لعوام لا شعور لهم بالشعر ولا المام لهم
بالوزن البتة -

(ارشاد الشافی علی متن الکافی ص ۱۳)

اس کا وزن رمل مسبغ کے مجزو پر ہے لیکن اتفاقی ہے۔ اس لئے
شعر نہ ہوگا کیونکہ قرآن کریم پر شعر کا اطلاق محال ہے اللہ نے
فرمایا ہے کہ قرآن کریم تو صرف نصیحت اور صاف روشن قرآن
ہے اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے
نکلے ہوئے مرکب کلمات جن میں وزن محض اتفاقی ہے اور
ان میں وزن کا ہرگز قصد نہیں کیا گیا بلکہ مقصود تو صرف پند و
نصیحت ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
هل انت الا اصبع دميت - وفى سبيل الله مالقيت
اگرچہ اس کا وزن رجز مقطوع پر ہے مگر شعر نہیں ہے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و
سلم کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ آپ کے لائق ہے، وہ تو صرف
ذکر اور روشن قرآن ہے اور اسی طرح وہ کلام بھی شعر نہیں ہوگا
جو بغیر قصد کے کسی متکلم سے موزون صادر ہو جیسا کہ بہت لوگوں
سے حتی کہ عوام الناس سے بھی بسا اوقات ایسا موزوں کلام
صادر ہو جاتا ہے حالانکہ ان کو شعر کا شعور تک نہیں ہوتا اور نہ
ان کو وزن سے لگاؤ ہوتا ہے لہذا وہ بھی شعر نہ ہوگا۔

ان تمام عبارات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت پر شعر کا اطلاق صحیح ہے اور نہ مرکبات نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) پر۔ پہلے تو رجز اور شعر میں فرق ہے پھر محض اتفاقی طور پر علم عروض کے کسی وزن پر کسی کلام کے مطابق ہونے سے شعر نہیں کہلاتا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ رہی امام بیہقی رح کی وہ روایت جس میں یہ آتا ہے کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا، آپ نے ساری زندگی میں صرف ایک شعر بنایا تھا: تفاءل بما تهوى الخ

Marfat.com

تو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے استادِ محترم جبل حفظ امین حدیثِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم، علامہ الحافظ ابوالحجاج المزی الشافعی رح المتوفی ۷۴۲ھ سے نقل کر دیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں دو راوی مجہول ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۹)

الغرض گو عمدہ قسم کے اشعار حکمت اور دانائی سے مملو ہوتے ہیں مگر مجموعی لحاظ سے اشعار میں بہت سی قباحتیں بھی ہیں۔ علامہ ابن خلدون رح نے امام ابن رشیق رح المتوفی ۴۶۳ھ سے کیا خوب نقل کیا ہے جس میں فنِ شاعری کا اجمالی خاکہ سامنے آجاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ؎

لعن اللہ صنعۃ الشعر ماذا　　من صنوف الجھال منہ لقینا

اللہ تعالیٰ صناعتِ شعر پر لعنت کرے، اس کی وجہ سے ہمارا کیسے کیسے جاہلوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

یُؤثرون الغریب منہ علیٰ ما　　کان سھلاً للسامعین مُبینا

شاعر غریب الفاظ کو ایسے سلیس الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں جو سامعین کے سامنے واضح ہوتے ہیں۔

ویرون المُحال معنیً صحیحا　　وخسیس الکلام شیئاً ثمینا

اور محال کو ایک صحیح معنی سمجھتے ہیں۔ اور گھٹیا قسم کے کلام کو قیمتی سمجھتے ہیں　　(مقدمہ ابن خلدون رح ص ۵۷۶)

مفتی احمد یار خان صاحب کی راگنی

یہ بالکل نامناسب ہوگا کہ آپ کے کان مفتی احمد یار خان صاحب کی راگنی سے ناآشنا رہیں۔ چلتے چلتے وہ بھی سُن لیجئے۔ وہ آیت وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں:۔

اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں جاننا، ملکہ (مشق تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔

دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں

Marfat.com

وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے یعنی ہم نے اُن کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معمے اور اجمالی باتیں۔ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔" بلفظہ جاء الحق ص۹۲ و ص۹۳)

الجواب :-

مفتی صاحب ہی ازراہِ دیانت یہ فرمائیں کہ کیا شعر گوئی کا ملکہ۔ جھوٹی اور وہمی وخیالی باتیں اور معمے وغیرہ جمیع ما کان ومایکون میں داخل نہیں ہیں؛ مفتی صاحب معاف فرمائیں لفاظی سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی، شعر سے کچھ ہی مراد لیں اتنا تو ماننا ہی پڑا ہے کہ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ کے مطابق اس دُنیا میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا تھا، کیونکہ آپ کی شان کے لائق ہی نہ تھا اور اس کے نہ جاننے سے ہرگز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص او توہین نہیں ہوتی اور اسی کا دوسرے اہلِ بدعت کو عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب کو خصوصاً اقرار ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

رہا یہ کہ تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے کس کس چیز کی تفصیل مراد ہے؛ تو اس کی مبسوط بحث اپنے مقام پر عرض کی جائے گی، انشاء اللہ العزیز۔

دوسری آیت

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (پ ۲۴ - المؤمن - ۸)

اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت رسُول بھیجے اُن میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَ

اور کتنے ہی رسُول ہم نے بھیجے جن میں سے بعض کے حال

Marfat.com

وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ	ہم نے آپ کو اس سے قبل بتا دیئے ہیں اور اُن میں سے
(پ۶ - النساء - ع۲۳)	بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

پہلی آیت مکی سورت کی ہے اور دوسری مدنی سورت کی جس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات بتائے ہیں اور بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا۔ جب اللہ تعالےٰ نے اُن کے احوال کا علم آپ کو عطا نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہوگا ؟ اور اس کے بعد کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے تفصیلی حالات بتائے گئے ہوں۔ صرف ممکن ہے نصوص قطعیہ کا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا۔ من ادعیٰ فعلیہ البیان، دیدہ باید۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ جو بالاتفاق ۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں روایت کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ادری	جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ
تُبَّعٌ اَنْبِيًّا كان ام لا وما ادری ذا القرنين	تبع نبی تھے یا نہیں، اور نیز میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین
انبيا كان ام لا وما ادری الحدود كفارات	نبی تھے یا نہیں اور نیز میں یہ نہیں جانتا کہ دُنیا میں مجرموں
لاهلها ام لا۔ (مستدرک ج ۱ ص ۳۶ و ج ۲ ص ۴۵	پر جو تعزیرات اور حدود قائم کیے جاتے ہیں وہ اُن کے لئے
قال الحاکم و الذہبی رح علیٰ شرطہما)	کفارہ ہو جائیں گے یا نہیں۔

تبع اور ذوالقرنین دونوں کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ دونوں نبی تھے یا نہیں ؛ تفصیلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اور تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وغیرہ آیات سے کلی غیب پر استدلال کرنے والوں سے دریافت کیجئے کہ تبع اور ذوالقرنین کی زندگی کے پورے اور مفصل حالات تو رہے الگ (جتنے قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں وہ محلِ نزاع نہیں ہیں) ان کی نفس نبوت اور رسالت کا علم بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا، اور پھر آپ نے کس صفائی سے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ دُنیا میں جن جرائم پیشہ لوگوں کو سزائیں دی جاتی ہیں آیا محض ملکی امن کو بحال رکھنے اور سیاست مُدن کو محفوظ رکھنے کے لئے ہیں یا یہ سزائیں کفارہ بن کر عذابِ دوزخ سے

Marfat.com

رہائی کا ذریعہ بھی ہوں گی۔ حدود کے کفارہ بننے نہ بننے سے متعلق سراج الامت حضرت امام ابو حنیفہ رح المتوفی ۱۵۰ھ اور دوسرے ائمہ کا کیا اختلاف ؟ اور کیا دلائل ہیں ؟ یہ موقع ان کے بیان کا نہیں ہے۔

حضرت علی رض المتوفی ۴۰ھ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

بعث الله عبداً حبشيا نبيا فهو ممن لم يقصص على محمد صلى الله عليه وسلم۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۲۲۲ و درمنثور ج ۲ ص ۲۴۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا، اور وہ ان نبیوں میں سے ہیں جن کا قصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں بتایا گیا۔

حافظ ابن کثیر رح پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

اى منهم من اوحينا اليك خبرهم وقصصهم مع قومهم كيف كذبوهم ثم كانت للرسل العاقبة والنصرة ومنهم من لم نقصص عليك وهم اكثر ممن ذكر باضعاف اضعاف (ابن کثیر ج ۴ ص ۸۹)

یعنی رسولوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جن کی خبر بذریعہ وحی ہم نے آپ کو دی اور بتلایا کہ ان کی قوم نے ان کی کیسے تکذیب کی اور کس طرح انجام کار رسولوں کی کامیابی اور نصرت ہوئی، اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور وہ اُن سے کئی گنا زیادہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔

اور علامہ علی بن محمد خازن رح اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

اى ولم نذكر لك حال الباقين (خازن ج ۶ ص ۸۴) یعنی باقی رسولوں کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

اى لم نسمهم لك ولم نعرفك اخبارهم (خازن ج ۱ ص ۵۱۹) ہم نے آپ کو اُن کے نام اور حالات کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور بالکل یہی الفاظ اس مقام پر حضرت امام رازی رح کے ہیں۔ (دیکھئے کبیر ج ۷ ص ۲۳۰)

اور علامہ . . . . خطیب شربینی رح اسی حصہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

ومنهم من لم نقصص عليك۔ لا اخبارهم ولا اخبار اممهم ولا ذكرنا هم لك باسمائهم

اور رسولوں میں ایسے بھی ہیں کہ وہ نہیں بتائے ہم نے آپ کو نہ تو ان کے حالات بتائے ہیں اور نہ ان کی امتوں کے اور

Marfat.com

وان کان لنا العلم التام والقدرۃ الکاملۃ (تفسیر سراج منیر ج ۳ ص ۴۹۸)

نہ ہم نے ان کے نام آپ کو بتائے ہیں، اگرچہ خود ہم کو پورا علم اور کامل قدرت حاصل ہے۔

اور علامہ صدر الدین الدمشقی الحنفی رح المتوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں کہ:۔

فعلینا الایمان بان اللہ ارسلھم وارسل رسلا سواھم وانبیاء لا یعلم اسمائھم و عددھم الا اللہ الذی ارسلھم۔ (شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۲۴)

ہم پر لازم ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالے نے ان کو اور ان کے علاوہ دوسرے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا ہے جن کے نام اور گنتی وتعداد سوائے اُس خدا کے اور کوئی بھی نہیں جانتا جس نے اُن کو مبعوث کیا ہے۔

اور چار مشہور آسمانی کتابوں (قرآن کریم۔ انجیل۔ زبور اور تورات) کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

لا یعرف اسمائھا الا اللہ۔ (ص ۲۴)

باقی کتابوں کے نام یقینی طور پر اللہ تعالے کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور علامہ تفتازانی رح لکھتے ہیں کہ:۔

ظاھر الکتاب وھو ان بعض الانبیاء لم یذکر للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (شرح عقائد ص ۱۰۲)

کتاب اللہ کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بعض انبیاء کرام کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں پیش کئے گئے۔

قرآن کریم کے قطعی مضمون اور صحیح حدیث اور مفسرین کرام رح کی واضح عبارات سے یہ بات بالکل بے نقاب ہو گئی ہے کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور صحیح تعداد اور نام بھی نہیں بتائے جن کے ساتھ آپ کا کئی گونہ گہرا تعلق ہے، اور جن کو آپ نے شبِ معراج میں اجمالی طور پر دیکھا بھی اور ان کو امامت بھی کروائی۔ یہ ارشاد بھی علم عطائی کی نفی کی ناقابلِ تردید دلیل ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی میں انصاف اور دیانت بھی ہو ؎

وہ بیٹھے رہتے ہیں دیکھوں تو بُت بنے کب تک
جو بے قرار نہ کردوں تو بے قرار نہیں

Marfat.com

فریقِ مخالف نے کیا کہا؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم فریقِ مخالف کا جواب اور اس کی حقیقت بھی آپ کے سامنے عرض کر دیں۔ مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی الکلمۃ العلیا صـ۱۰۱ میں اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاسِ حنفیت صـ۳۹۶ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب جاء الحق صـ۹۵ میں لکھتے ہیں، والّلفظ لہ۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجیہیں فرمائی ہیں، ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں بلکہ قرآن کریم میں صراحتہً ذکر کی نفی ہے یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحتہً بیان نہ فرمائے، دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے، اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے صفدر) حضور علیہ السلام دُنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا کیونکہ نہ جانیں، وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے اُن پر رحمت فرماتے ہوئے پس اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ۔۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل صـ۵ میں ہے۔ (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے۔ صفدر) یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ مِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں بتاتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔ (انتہیٰ بلفظہٖ جاء الحق صـ۹۵) اور مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الرُّسُلِ (اور یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر تمام رسولوں کی تھوڑی تھوڑی خبریں بیان کی ہیں) تاکہ کلام طول نہ ہو جائے۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے اور منکرین کا منہ اللہ تعالےٰ نے بند کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انبیاء کے علم کے متعلق معترض ہوں گے، اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے الرُّسُل کو جمع بیان فرمایا اور اس جمع پر ال کو داخل کیا، جو فائدہ عموم کا دیتا ہے، پھر تمام شکوں کا رفع

Marfat.com

نے کے واسطے لفظ کُل کو داخل فرمایا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل رسولوں کا علم عطا فرمایا ہے۔ بعض جُہّال سے یہ اعتراض کرتے ہیں جو اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مِن انباء الرسل میں من تبعیضیہ ہے۔ لیکن وہ بیچارے ایسے علم سے کورے ہیں کہ من تبعیضیہ انباء پر داخل ہے الرسل پر۔ رُسل کا تعلق تو کُل کے ساتھ ہے یعنی کُل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کیے گئے ہیں۔ (بلفظہٖ مقیاس حنفیت صـ۳۶۶)

پھر مستدرک ج ۲ صـ۵۹۷ کے حوالے سے حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (عربی عبارت ہم نے اختصاراً نقل نہیں کی۔ صفدر) یا رسول اللہ تمام انبیاء کتنے ہیں آپ نے فرمایا ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء ہیں میں نے عرض کی کہ اُن سے رسُول کتنے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا تین سو تیرہ ۳۱۳۔ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ آپ کو انبیاء اللہ کا علم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اللہ کی تفصیل تو بجائے خود جھوٹے نبیوں کی تعداد بھی فرمادی، کیا تم اُس حدیث کو بھول گئے ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جو نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے، کیا تم نے یہ حدیث مرزائیوں کے مقابلہ میں پڑھنے کے واسطے یاد کی ہوئی ہے اپنے عقیدے کو درست کرنے کے واسطے کیا یہ حدیث کافی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جھوٹے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرمادی، کیا یہ بغیر علم غیب کے فرمان صحیح ہو سکتا ہے الخ (بلفظہٖ مقیاس صـ۳۹۷)

الجواب :-

فریقِ مخالف کے اس بیان میں جو امور قابلِ جواب اور قابلِ توجہ ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) کہ آیت وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔

(۲) حضرت ابوذرؓ المتوفی ۳۲ھ کی روایت سے معلوم ہوا کہ کُل انبیاء کرام علیہم السلام ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھے۔ جب آپ نے تعداد بتادی تو یہ کیسے صحیح ہوا کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا۔

Marfat.com

(۳) آپ نے سچے نبیوں کے علاوہ قیامت تک آنے والے جھوٹے نبیوں کی اطلاع بھی دے دی ہے کہ وہ تیس کی تعداد میں ہوں گے تو پھر یہ کیسے درست ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو علم نہ تھا۔

(۴) حضرت مُلّا علی القاری ؒ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اجمالی علم تھا یا حدیث کے ذریعے علم عطا کر دیا گیا تھا۔

(۵) صاوی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس وقت تک دُنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام انبیاء کا تفصیلی علم نہیں عطا کر دیا گیا اور ان کا علم کیوں نہ ہو جب کہ سب پیغمبر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے ہیں۔

ہم اسی ترتیب کے ساتھ ایک ایک چیز کا جواب عرض کرتے ہیں، غور فرمائیں :۔

(۱) آیت وَكُلًّا نَّقُصُّ سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو کل رسُولوں کے حالات بتا دیئے گئے تھے قطعاً اور سراسر باطل اور قلتِ تدبّر یا جہالت کا حیرت ناک مظاہرہ ہے

اوّلاً اس لئے کہ یہ آیت سورۂ ہُود کی ہے جو مکّی ہے اور وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ سورۂ نساء کی آیت ہے جو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر پہلی آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام رسُولوں کے حالات بتا دیئے ہیں تو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی کہ کئی رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے، کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا پہلا ارشاد یاد نہ تھا کہ میں نے تو سب رسولوں کے حالات اپنے محبوب کو بتا دیئے ہیں، پھر کیوں یہ فرماتا ہوں کہ بعض رسولوں کے حالات آپ کو نہیں بتائے؟ العیاذ باللہ۔ کیا خدا کے کلام اور قرآنِ کریم میں بھی تعارض اور تضاد کا احتمال ہے؟ حاشا وکلا ایسا مطلب خالص ایجاد بندہ اور تحریفِ قرآن ہے۔

ثانیاً لفظ کُلّ کا تعلق الرّسل سے نہیں اور نہ لفظ کلاً الرّسل کے لفظ پر داخل ہوا ہے، جیسا مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور دوسروں کی بزعم خود کم علمی اور جہالت کا رونا رو رہے ہیں ان کو خود اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہیئے تھا اور یہ کہنا چاہئے تھا کہ ؏

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چند حوالجات ہم معتبر اور مستند مفسرین کرام رہ کے عرض کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :۔

علامہ جلال الدین سیوطی رہ المتوفی سنہ ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ :۔

گُلّاً نصب بِنَقُصُّ وتنوينهٗ بدل عن المضاف اليه ای كل ما يحتاج اليه نَقُصُّ عليك مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ ما بدل من كُلّاً نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ نطمئن به فوادك قلبك (جلالین صہ ۱۸۹)

لفظ کُل کو نصب نقُصّ نے دی ہے اور لفظ کُل میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی ہر وہ خبر جس کی حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں سے آپ کو بتاتے ہیں اور لفظ مَا، کُلّاً سے بدل ہے یعنی جس سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔

اور علامہ بغوی رہ لکھتے ہیں کہ :۔

معناه وكل الذی يحتاج اليه من انباء الرسل ای من اخبارهم ومن اخبار اممهم نقص عليك (معالم التنزیل بر ابن کثیر ج ۱۱ صہ ۴۰۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام ؑ اور ان کی امتوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر ہم آپ سے بیان کرتے ہیں جس کی حاجت اور ضرورت ہو۔

اور علامہ زمخشری محمود بن عمر المتوفی سنہ ۵۲۸ھ لکھتے ہیں :۔

كُلّاً نَقُصُّ التنوين فيه عوض من المضاف اليه كانه قيل وكل نبأ نَقُصُّ عَلَيْكَ ومن انباء الرُّسُلِ بيان لكل وَمَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ بدل من كُلّاً (کشاف ج ۲ صہ ۹۷)

کہ کُلّاً میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ نبأٌ ہے اور مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ، کُل کا بیان ہے اور مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ، کُلّاً سے بدل ہے۔

نوٹ :۔ ہم نے اس کتاب میں مسئلہ علم غیب کے سلسلہ میں علامہ زمخشری سے ان کے غلو فی الاعتزال کی وجہ سے استدلال نہیں کیا بلکہ صرف امام عربیت ہونے کی وجہ سے حل عبارت میں استدلال کیا ہے اور ان کے امام اہل عربیت ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفی رہ لکھتے ہیں کہ :۔

كُلّاً ای وكل نبأ فالتنوين للتعويض عن

کُلّاً میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اور وہ لفظ

Marfat.com

المضاف الیه المحذوف ونصب کلّ علی انه مفعول به لقوله نقصّ علیک ای نخبرك وقوله من انباء الرسل صفۃ لذلك المحذوف لا لکلّا لانها لا توصف فی الفصیح کما فی ایضاح المفصل ومن بتبعیضیة وقیل بیانیة وقوله ما نثبت به فؤادك قیل عطف بیان لکلّا بناء علی عدم اشتراط توافق البیان والمبین تعریفا وتنکیرا والمعنی هو ما نثبت به الخ۔ (روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۳۹)

نبی ہے اور کلّا کی نصب اس لئے ہے کہ وہ نقص کا مفعول بہ ہے یعنی ہم آپ کو خبر دیتے ہیں، اور من انباء الرسل اس محذوف کی صفت ہے کلّا کی صفت نہیں ہے۔ کیونکہ ایضاح شرح مفصل میں لکھا ہے کہ فصیح استعمال یہ ہے کہ کل موصوف نہیں واقع ہوتا، اور من بتعیضیہ ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیانیہ ہے اور ما نثبت به فؤادك کہا گیا ہے کہ عطف بیان ہے بدیں وجہ کہ بیان اور مبین میں تعریف اور تنکیر کی مطابقت شرط نہیں ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ خبر ہم آپ کو بتاتے ہیں، جس سے آپ کے دل کو تسکین دیں۔

اور اس آیت کی مزید تفسیر کے لئے جامع البیان ص ۱۸۷، کمالین ص ۱۸۹ اور مدارک ص — اور ابن کثیر ص — اور بیضاوی ص — وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔ ہمارا مقصد حوالجات کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے بطورِ نمونہ چند ضروری حوالجات درج کرنے ہیں جو کر دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے نہ تو لفظ کُلّ کا تعلق الرسل سے ہے اور نہ یہ اس پر داخل ہے معنی یہ ہیں کہ ہم پیغمبروں اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر آپ کو بتاتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم مطمئن کر دیں۔ نہ تو اس میں سب رسولوں کے حالات کا علم ہے اور نہ اُن کی خبروں کا۔

ثالثاً حضرت ابوہریرہ رضؓ کی صحیح روایت میں پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے علم نہیں ہے کہ تبع اور ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں؛ اور حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ حبشہ کے ایک نبی کا قصہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان نہیں کیا جب اُن کی نفس نبوت اور رسالت کا علم نہیں تو اُن کے حالات کا علم کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگا؛ علاوہ بریں مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ کل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کئے گئے ہیں۔ نحو اور گرامر کے لحاظ سے سراسر

Marfat.com

ل ہونے کے علاوہ ان کے مدعٰی کے خلاف جاتا ہے جیسا کہ کسی فہیم پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں میع ماکان ومایکون کے علم کی صریح نفی لازم آتی ہے۔ ؎

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ملا

دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

(۲) رہی حضرت ابوذر رضؓ وغیرہ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کل عداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی تو محدثین کرام رحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، چنانچہ امام ابو محمد عبد القادر لقرشی الحنفی رحمہ المتوفی ۷۷۵ھ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجواہر ج ۱ ص ۲۴)

اور حافظ ابنِ کثیر رحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابو حاتم بن حبان رحمہ المتوفی ۳۵۴ھ اس کی تصحیح کی طرف ل ہیں۔ مگر:۔

خالفه ابو الفرج بن الجوزی رحمہ فذکر هذا الحدیث فی کتابه الموضوعات واتهم به ابراهیم بن هشام هذا ولا شك انه قد تکلم فیه غیر واحد من ائمة الجرح والتعدیل من اجل هذا الحدیث (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۶)	حافظ ابو الفرج بن الجوزی رحمہ (المتوفی ۵۹۷ھ) نے اس حدیث کو اپنی موضوعات کی کتاب میں درج کیا ہے، اور اس میں ابراہیم بن ہشام کو متہم کیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ بہت سے ائمہ جرح وتعدیل نے اس حدیث کی وجہ سے ابراہیم بن ہشام میں کلام کیا ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اور علی بن حسین بن الجُنید رحمہ اور ابو زرعہ رحمہ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب تھا اور علامہ ذہبیؒ لمتوفی ۷۴۸ھ جو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی امام شمس الدین ذہبی رحمہ کہ علم حدیث و اسماء الرجال س جن کی جلالت شان عالم آشکارا (انوار الانتباہ ص ۲۵) اس کو متروک لکھتے ہیں۔ (دیکھئے بحوالہ لسان لمیزان ج ۱ ص ۷۸ و ص ۷۹)۔

حضرت ابوذر رضؓ کی ایک روایت امام حاکم رحمہ نے بھی پیش کی ہے لیکن اس کی سند میں یحییٰ بن سعید لسعدی البصری ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ لکھتے ہیں لیس بثقة (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۵۹۷) اور امام عقیلیؒ فرماتے ہیں، اس کی روایت میں اس کا کوئی اور متابع نہیں ہوتا۔ ابن حبان رحمہ کہتے ہیں کہ وہ اُلٹ پلٹ اور غلط سلط

Marfat.com

روایات پیش کیا کرتا ہے، جب وہ منفرد ہو تو اس کی کسی روایت سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں، اس کی یہ روایت منکر ہے بلکہ کہتے ہیں وھذا انکر الروایات (لسان المیزان ج ۲ ص ۲۵۷و۲۵۸) کہ یہ اس کی تمام روایات میں منکر ترین روایت ہے۔

حضرت ابو امامہ رضؓ المتوفی ۸۶ھ سے بھی مرفوعاً ایک روایت آتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی۔ (رواہ احمد فی مسندہ۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۵) مگر خود حافظ ابن کثیرؒ نے تصریح کردی ہے :-

معان بن رفاعۃ السلامی ضعیف وعلی بن یزید ضعیف والقاسم ابو عبد الرحمن ضعیف ایضاً (ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۶)

کہ اس کی سند میں تین راوی ضعیف ہیں۔ معان بن رفاعہ السلامی، علی بن یزید اور قاسم ابو عبد الرحمن۔

یہی وجہ ہے کہ علماء عقائد نے ان روایات پر عقیدہ کے بارے میں کوئی اعتماد نہیں کیا۔ چنانچہ امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی الحنفیؒ المتوفی ۵۳۷ھ عقائد نسفیہ میں اور علامہ تفتازانیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

والاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیۃ فقد قال اللہ تعالیٰ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک ولا یؤمن فی ذکر العدد ان یدخل فیھم من لیس منھم ان ذکر عدد اکثر من عددھم او یخرج منھم من ھو فیھم ان ذکر اقل من عددھم یعنی ان خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات۔ (شرح عقاید ص ۱۰۱)

بہتر یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کسی عدد میں محصور نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے بعض انبیاء کرامؑ کے حالات آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے احوال نہیں بتائے۔ اور عدد اگر ان کے صحیح عدد اور تعداد سے زیادہ ذکر کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ غیر نبی کو نبی مان لیا جائے اور اگر ان کی صحیح تعداد سے کم کا عدد بیان کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی نبی کی نبوت کا انکار لازم آئے یعنی خبر واحد اگرچہ تمام ان شرائط سے موصوف ہو جو اصول فقہ میں بیان ہوئی ہیں تب بھی اس سے ظن ہی کا فائدہ ہوسکتا ہے اور اعتقادیات میں ظن کا سرے سے کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ یہ روایت صحت کے معیار پر ہرگز پوری نہیں اُترتی تو اس کا اعتقاد کے باب میں کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ امام ابن ہمام الحنفی رح مسائرہ میں اور کمال الدین المقدسی الشافعی رح اس کی شرح مسامرہ میں لکھتے ہیں کہ :-

ولا ینبغی فی الایمان بالانبیاء القطع بحصرهم فی عددهم اذ لم یرد بحصرهم دلیل قطعی لان الحدیث الوارد فی ذلك ای فی عددهم خبر واحد لم یقترن بما یفید القطع۔

(مسامرہ مع المسائرہ ج ۲ ص۸۷)

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ مناسب نہیں ہے کہ قطعیت کے ساتھ ان کی تعداد کو کسی عدد میں منحصر سمجھا جائے کیونکہ ان کے کسی عدد میں منحصر ہونے پر کوئی قطعی دلیل وارد نہیں ہوئی۔ جو حدیث آئی ہے وہ خبر واحد ہے اس میں ایسے قرائن موجود نہیں ہیں جن سے قطعیت کا ثبوت ملتا ہو۔

اور اسی کے قریب قریب عبارت مواقف اور شرح مواقف کی ہے۔ (دیکھئے ص۲۷ طبع نولکشور)

اور حضرت مُلّا علی القاری رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

نعم الاولی ان لا یقتصر علی الاعداد فان الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد بل یجب کما قال اللہ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ ان یؤمن ایمانا اجمالیا من غیر تعرض لتعداد الصفات وعدد الملئکۃ والکتب والانبیاء وارباب الرسالۃ من الاصفیاء

(شرح فقہ اکبر ص۶۵ طبع کانپور)

ہاں مناسب یہی ہے کہ انبیاء کرام ع کی تعداد کو کسی معین عدد میں بند نہ کیا جائے کیونکہ خبر واحد پر اعتقادیات کے باب میں کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہی واجب ہے کہ اجمالی طور پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سب ایمان لائے اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر بغیر تعرض تعدد صفات کے، اور فرشتوں، کتابوں، نبیوں اور ان میں چنے ہوئے رسولوں کی گنتی اور تعداد کے درپے نہیں ہونا چاہئے

اور دوسرے مقام پر حضرت مُلّا علی القاری رح یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

فیجب الایمان بجمیعهم من غیر تعیین لعددهم لانه کان ورد فی مسند احمد ان الانبیاء مائۃ الف واربعۃ وعشرون الف نبی۔ (ضوء المعالی شرح

ان تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا واجب ہے بغیر اس کے کہ ان کی گنتی میں تعیین ملحوظ رکھی جائے، اگرچہ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے

Marfat.com

(بدء الامالی للشیخ علی بن عثمان الاوسی الحنفیؒ المتوفی سنہ ۵۷۵ھ) ص ۳۵، مگر گزر چکا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ صفدر)

یہی وجہ ہے کہ آجتک محتاط مسلمان جب بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث کئے ہمارا ان پر ایمان ہے اور ہم صرف اسی حد تک کے مکلف ہیں، اس تحقیق کو بھی پیش نظر رکھئیے اور مولوی محمد عمر صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے کہ :۔ اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے۔ کیسی کھلی جہالت اور ارباب عقائد سے ناواقفی ہے، اور دوسروں کو عقائد کی درستگی کا درس دے رہے ہیں کیا خوب ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھکو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

(۳) مولوی محمد عمر صاحب کا ثلاثون کذابون دجالون کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ : نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبلہ جھوٹے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرمادی۔ نری جہالت اور خالص بددیانتی پر محمول ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ قیامت تک جتنے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے، ان کی تعداد صرف تیس ۳۰ ہوگی بلکہ آپ نے مبالغہ کے صیغوں سے کذابون اور دجالون یعنی بڑے بڑے جھوٹوں اور بڑے بڑے دجالوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کا فتنہ اُمت کے لئے نہایت خطرناک ہوگا جیسے مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ ان کی تعداد تیس ہوگی (بلکہ بعض روایتوں میں تیس کے قریب کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ و مسلم ج ۲ ص ۳۹۷) یہ نہیں کہ سب جھوٹے نبیوں کی تعداد ہی صرف تیس ہوگی۔ مولوی محمد عمر صاحب کو کم از کم ائمہ تلبیس (مؤلفہ مولانا ابوالقاسم صاحب) کا مطالعہ ہی کرلینا چاہئے تھا جس میں تاریخی طور پر سینکڑوں جھوٹے نبیوں کا باحوالہ تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ مولوی محمد عمر صاحب کی آنکھیں کھل جاتیں۔

ہم نے یہ روایت صرف مرزائیوں کے مقابلہ کے لئے ہی یاد نہیں کی بلکہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کے مقابلہ میں بھی یاد کی ہوئی ہے جیسا کہ ان کی آنکھیں کھل چکی ہوں گی۔ حق کو تسلیم نہ کرنا تو مولوی محمد عمر صاحب

Marfat.com

کا کمال ہے۔ ے

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

(۴) ملا حضرت ملا علی القاری رح کا اجمال اور تفصیل یا وحی جلی اور خفی وغیرہ سے آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق دینے کی سعی کرنا تو ان کی سابقہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعانی کی عبارت کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم اس کے حل کی طرف بھی ہم اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی کوتاہ فہم اور کوڑ مغز کو مغالطہ دینے کا موقع نہ ملے۔

حضرت ملا علی قاری رح نے جو پہلا جواب دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں جو نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل یا ان کے تفصیلی حالات ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اور حدیث میں صرف اتنا آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعداد کا اجمالی علم تھا کہ وہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہیں اور رسول ان میں تین سو تیرہ ۳۱۳ ہیں، اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جو چیز ثابت ہے وہ اور ہے اور جس کی نفی ہے وہ اور ہے۔ چنانچہ خود حضرت ملا علی القاری رح نے اس اشکال کو یوں حل فرمایا ہے کہ:۔

ورد فی مسند احمدؒ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل عن عدد الانبیاء فقال مائۃ الف واربعۃ وعشرون الفا الرسل منھم ثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر اولھم ادم علیہ السلام واخرھم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم وھو لاینافی قولہ تعالٰی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ فان ثبوت الاجمال لاینافی تفصیل الاحوال۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۸)	مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انبیاء کرام ع کی کتنی تعداد ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ اور چوبیس ہزار رسول جن میں سے تین سو تیرہ تھے، اول آدم ع تھے اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حدیث اس آیت کے منافی نہیں ہے کہ بے شک ہم نے کئی رسول بھیجے آپ سے پہلے ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے نہ بتائے کیونکہ اجمالی طور پر ثبوت احوال کی تفصیل کے منافی نہیں ہے۔

اور اسی اشکال کا دوسرا جواب انھوں نے یہ دیا کہ لَمْ نَقْصُصْ کی نفی کو وحی جلی سے مقید کیا جائے

Marfat.com

اور جس حدیث میں انبیاء کرام ع کے عدد کا ثبوت آتا ہے اس کو حی خفی ہے ۔ کر نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی ۔ اس سے مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا ان کے تفصیلی حالات کے علم پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے جبکہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں

ٹھوکریں مت کھایئے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

(۵) اب رہی صاوی شریف کی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب کہ آپ کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہ دے دیا گیا تھا، اور کیوں نہ ہو جب کہ سب پیغمبر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے ہیں تو آپ کو علم کیوں نہ ہو ۔ تو اس کا مختصر اور اصولی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں صاوی شریف اور پیلی شریف نیلی شریف اور گلابی شریف کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ ہم ایسی غیر مستند اور غیر معتبر بلکہ مردود تفسیروں کو ہرگز ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کیا مفتی احمد یار خان صاحب کو اپنا لکھا ہوا مطالبہ جو دوسروں سے وہ کرتے ہیں بھول گیا ہے کہ ۔۔ وہ آیت قطعی الدلالت ہو، جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو (بلفظہ جاء الحق صنہ ۴۰) صاوی کس قطعی الدلالت آیت یا حدیث متواتر کا نام ہے مفتی صاحب یہ کیا قصہ ہے کہ دعویٰ کرتے وقت تو گاؤ زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ریشہ خطمی ۔ وہ کونسی نص قرآنی قطعی الدلالت یا حدیث متواتر بلکہ صحیح حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم عطا کیا گیا اور پھر دنیا سے آپ کا انتقال ہوا؛ فریق کے تمام پیروں، مفتیوں اور مولویوں کو تا قیامت اعلان ہے کہ ایسی ایک ہی قطعی الدلالت آیت یا متواتر بلکہ ایک ہی صحیح اور صریح حدیث بتا دے ۔ کیا ہے کوئی مرد میدان ؛ فہل من مبارز ؟ دیدہ باید !

فریق مخالف بگوش و ہوش سن لے کہ عرائس البیان، روح البیان، جمل اور صاوی وغیرہ سے اپنے وداد بیماریوں کی تسکین تو شوق سے پوری کیجئے مگر اہل حق کے مقابلہ میں ایسی غیر معتبر اور غیر مستند تفسیریں ردی کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں بلکہ بقول علامہ اقبال رح ع :

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

Marfat.com

آپ نے ملاحظہ کیا! قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم شعر اور انبیاء کرامؑ کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا اور ذاتی و عطائی کی غیر معصوم آراء کے تحت خود ساختہ جھگڑا ختم ہوا۔

اب آپ چند حدیثیں بھی ملاحظہ کرلیں :

حضرت عبداللہ بن عمرؓ[1] جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ

اوتیت مفاتیح کل شیئٍ الا الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الی قولہ خبیر۔ (کنز العمال ج ۶ صـ ۱۰۶ ومسند احمد ج ۲ صـ ۸۵ قلت وسندہ صحیح و درمنثور ج ۵ صـ ۱۷۰ وابن کثیر ج ۳ صـ ۴۵۴۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں بسند صحیح خصائص الکبری ج ۲ صـ ۱۹۵ اور علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں قال الشیخ حدیث صحیح (سراج منیر ج ۲ صـ ۷۹) اور علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: بسند صحیح (روح المعانی ج ۲۱ صـ ۹۹)

مجھے ہر چیز کی چابیاں عطا کی گئی ہیں مگر ان پانچ چیزوں کی عطا نہیں کی گئیں۔ اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور بارش نازل کرنے کا اور ما فی الارحام کا خبیر تک (جو سورۂ لقمان کی آخری آیت ہے)۔

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہی نہیں کیا گیا تھا۔ رہا یہ سوال کہ ان پانچ کے علاوہ کل شیئٍ کا علم آپ کو اس حدیث کے رُو سے ثابت ہے تو اپنے مقام پر باحوالہ مبسوط بحث آئے گی کہ لفظ کُل سے استغراق حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ عرفی مراد ہے۔ حضرت ربعی بن خراشؓ المتوفی ۱۰۰ھ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :۔

حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ هل بقی من العلم شیئٌ لا تعلمہ قال قد علمنی اللہ عزوجل خیرًا وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ عزوجل الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ

مجھ سے بنی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی باقی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی خیر کی

---

[1] حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت [illegible] (طیالسی صـ ۲۴۹)

Marfat.com

ویُنزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الآیۃ (رواہ احمد فی مسندہ ج ص وقال ابن کثیر ج ۳ ص۴۵۵ ۔ ہذا اسناد صحیح ، درمنثور ج ۵ ص۱۷۰)

تعلیم دی ہے اور بے شک علوم میں سے وہ بھی ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا چنانچہ پانچ باتیں جو سورۂ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں، ان کا پورا علم بس خدا ہی کو ہے کسی دوسرے کو نہیں۔

علامہ آلوسی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وفی بعض الاخبار ما یدل علی ان علم ہذہ الخمس لم یؤت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ویلزمہ انہ لم یؤت لغیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باب اولیٰ (روح المعانی ج ۲۱ ص۹۹)

بعض احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ اشیاء کا علم عطا ہی نہیں کیا گیا تھا۔ اور جب حضور رض کو ان کا علم عطا نہیں کیا گیا تو دوسروں کو بطریق اولیٰ نہیں عطا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی رح نے حضرت ابن عمر رض حضرت ابن مسعود رض اور حضرت ربعی بن خراش رض کی مذکورہ حدیثیں اس پر نقل کی ہیں۔

اور حضرت امام بخاری رح المتوفی ۲۵۶ھ کی روایت میں یوں آتا ہے کہ :۔

لقد علم اللہ خیرًا وان من العلم ما لا یعلمہ الا اللہ (الحدیث) ادب المفرد ص۱۵۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے خیر کی تعلیم دی ہے لیکن ایسا علم بھی ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔ (جیسا کہ سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ہے)۔

ان دونوں صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ (اوتیت ۔ علمنی اللہ فرما کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے علوم کی تعلیم عطا کی ہے مگر ایسے علم بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، بالفاظ دیگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کا علم دیا ہی نہیں ۔ لیجئے مفتی احمد یار خان صاحب کی منہ مانگی مراد پوری ہو گئی کہ ـــــ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو یا حضور علیہ السلام فرما دیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا (بلفظہ جاء الحق ص۱۴۰) قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ علم کے عطا کی نفی کی ہے اور حضور علیہ السلام کی حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے فرما دیا کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔ ع

Marfat.com

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

حضرت علی رضؓ کا ایک حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حبشہ کے ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لم یقصص علیہ (ان کا قصہ نہیں بیان کیا گیا) اور حضرت علی رضؓ سے یہ بھی مروی ہے، انھوں نے فرمایا کہ:-

لم یعم علیٰ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم الا الخمس من سرائر الغیب ھذہ الایۃ فی اٰخر لقمان الیٰ اٰخر الاٰیۃ (درمنثور ج ۵ ص ۱۶۷)

تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسرارِ غیب سے بس یہی پانچ چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں جو سورۂ لقمان کی اس آخری آیت میں مذکور ہیں۔

اور رئیس المفسرین علی الاطلاق حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ المتوفی ۳۲ھ فرماتے ہیں:-

اعطی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب الا الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ (الیٰ اٰخر السورۃ) طیالسی ص ۵ و فتح الباری ج ۸ ص ۲۹۵ و مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۸

کہ تمہارے نبی کو غیب کے خزانے عطا کیے گئے ہیں مگر یہ پانچ عطا نہیں کیے گئے جو سورۂ لقمان کے آخر میں ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ:-

اوتی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم علم کل شیءٍ سوی ھذہ الخمس (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۵ و ج ۸ ص ۲۹۵ و ج ۱۳ ص ۳۰۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۴ وقال ہذا اسناد حسن و درمنثور ج ۵ ص ۱۶۷)

کہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے سوائے ان پانچ چیزوں کے (کہ ان کا علم کسی کو بھی عطا نہیں ہوا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ المتوفی ۶۸ھ فرماتے ہیں:-

لما سأل الناس محمداً عن الساعۃ سألوہ سوال قوم کانھم یرون ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم حفی بھم فاوحی الیہ انما علمھا عندہ استأثر

کہ جب لوگوں نے حضور سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اسی طرح سوال کیا کہ گویا حضورؐ ان پر بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس

Marfat.com

یعلمها فلم یطلع علیها ملکا ولا رسولاً۔
(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص۸۰ و درمنثور ج ۳ ص۱۵۱ و ذکرہ الخازن ج ۲ ص۱۶۵)

نے اپنے لئے اس علم کو خاص کر لیا ہے نہ تو اس پر کسی فرشتہ کو اُس نے اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو۔

حضرت امام طحاوی الحنفی رح حضرت امام ابوحنیفہ رح حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رح (المتوفی ۱۸۹ھ) کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

واصل القدر سر اللہ فی خلقہ لم یطلع علی ذالک ملک مقرب ولا نبی مرسل
(عقیدۃ الطحاوی ص۴)

اور تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق میں ایک راز ہے جس پر نہ تو کوئی مقرب فرشتہ مطلع ہوا ہے اور نہ نبی مرسل۔

حضرت امام نووی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وقد طوی اللہ تعالیٰ علم القدر عن العالم فلم یعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب (نووی ج ۲ ص۳۳۶)

اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم تمام عالم سے اوجھل کر رکھا ہے اس کو نہ تو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ مقرب۔

حضرت امام سفیان بن عیینہ رح المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں کہ :۔

ما کان فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ وما قال وما یدریک فانہ لم یعلمہ (بخاری ج ۱ ص۲۷)

قرآن کریم میں جہاں وما ادراک آتا ہے اُس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دے دیا ہے اور جہاں وما یدریک آتا ہے اُس کا علم نہیں دیا۔

اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح المتوفی ۵۶۱ھ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

فکل ما فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ اللہ ایاہ وما فیہ وما یدریک فلم یدرہ ولم یطلعہ علیہ کقولہ عز وجل وما یدریک لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا وَمَا تَبَیَّنَ لَہٗ وَقْتُہَا
(غنیۃ الطالبین ص۵۵ طبع لاہور مع الاردیۃ)

ہر وہ چیز جو قرآن میں وما ادراک کے لفظ سے مذکور ہے تو بے شک اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور کو دے دیا ہے اور جو چیز قرآن میں وما یدریک کے لفظ سے بیان کی گئی ہے اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور کو نہیں دیا اور نہ اس پر مطلع کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز نے تجھ کو اطلاع دی ہے شاید کہ قیامت قریب ہے تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے اپنے نبی کو قیامت کا وقت نہیں بتایا۔

سید الصوفیا حضرت جنید بغدادی رح المتوفی ۲۹۰ھ سے حافظ ابن حجر رح نقل کرتے ہیں کہ :۔

وح استاثر الله بعلمه فلم یطلع علیه احدًا
ن خلقه (فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۶)

روح کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس پر اس نے مطلع نہیں کیا

الشیخ الامام قاسم بن قطلوبغا الحنفی رح المتوفی ۸۷۰ھ لکھتے ہیں کہ :۔

ل عبد الله بن بریدة ان الله تعالیٰ لم یطلع
الرّوح ملکًا مقربًا ولا نبیًا مرسلا
(شرح مسایرہ ج ۲ ص ۱۰۸ طبع مصر)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رح نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

حضرت قتادہ بن دعامہ رح المتوفی ۱۱۷ھ قیامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :۔

عمری لقد اخفاها الله من الملٰئکة المقربین
ن الانبیاء المرسلین ۔ (ابن جریر ج ۹ ص ۹۸
منثور ج ۴ ص ۲۹۴ وابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۴)

مجھے اپنی جان (کے مالک) کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین سے بھی مخفی رکھا ہے۔

اور یہی حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں کہ :۔

مس من الغیب استاثر بهن الله فلم یطلع
لیهن ملکًا مقربًا ولا نبیا مرسلاً۔
منثور ج ۵ ص ۱۷۱، السراج المنیر ج ۳ ص ۲۰ وابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)

پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے سو ان پر اللہ تعالیٰ نے کسی مقرب فرشتہ کو اور کسی نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی۔

اور سدی کبیر رح المتوفی ۱۲۷ھ فرماتے ہیں کہ :۔

س من اهل السمٰوٰت والارض احد الا
قد اخفی الله عنه علم الساعة (در منثور ج ۴
ص ۲۹۴ وابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۴)

آسمانوں اور زمین میں جس قدر مخلوق ہے (یعنی جنوں، انسانوں اور فرشتوں میں سے) ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی نہ رکھا ہو۔

علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ :۔

Marfat.com

لا یعلم الوقت الذی تقوم فیہ الا اللہ الذی استاثر اللہ بعلمہا فلم یطلع علیہ احدًا۔

(خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

قیامت کے خاص وقت کو جس میں وہ قائم ہو گی اللہ تعالیٰ بغیر کوئی نہیں جانتا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر دیا ہے کسی ایک کو بھی اس نے اس کی اطلاع نہیں دی۔

خطیب شربینی رح لکھتے ہیں کہ :۔

فلم یطلع علیہ احدًا من خلقہ

(سراج منیر ج ۱ ص ۵۴۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کے وقت کی اطلاع نہیں دی۔

امام رازی رح لکھتے ہیں کہ :۔

واعلم انہ تعالیٰ بیّن فی القرآن انہ لا یطلع احدًا من الخلق علیٰ وقتہ المعین۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۰۴)

معلوم کرے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف طور پر بیان فرما دیا کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے مقرر وقت کی اطلاع نہیں دے گا۔

اور قاضی بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ :۔

استأثر بہ لم یطلع علیہ ملکًا مقربًا ولا نبیًا مرسلا۔ (بیضاوی ج ص ۲۶۷)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے ہی ساتھ خاص کر لیا ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کو اس کی اطلاع دی ہے اور نہ نبی مرسل کو۔

علامہ نسفی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ :۔

قد استأثر بہ لم یخبر بہ احدًا من ملک مقرب ونبی مرسل (مدارک ج ۲ ص ۶۸)

اللہ تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اس نے اس کی اطلاع کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو نہیں دی۔

علامہ ابو السعود الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

معنی کونہ عندہ تعالیٰ خاصۃ انہ تعالیٰ قد استأثر بہ بحیث لم یخبر بہ احدًا من ملک مقرب ونبی مرسل (ابو السعود ج ۴ ص ۵۴۴)

علم قیامت کے صرف خدا ہی کے پاس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنے ہی واسطے اس کو خاص کر رکھا ہے یہاں تک کہ کسی فرشتۂ مقرب اور نبی مرسل کو بھی اس نے اس کی خبر نہیں دی۔

Marfat.com

اور علامہ معین بن صفی رح المتوفی ۸۸۹ھ لکھتے ہیں کہ :۔

یطلع علیہ احدًا (جامع البیان ج صـ۳۵۶) — اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کسی کو بھی نہیں دی

اور حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رح وقتِ قیامت ہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

"حق تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل براں اطلاع ندادہ" (اشعۃ اللمعات ج ۱ صـ) — اس باری تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس وقتِ قیامت پر مطلع نہیں کیا۔

اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ آشکارا ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطائی طور پر بھی وقتِ قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔

نوٹ :۔ حضرت شیخ عبد الحق صاحب رح کی اس صریح عبارت کے ہوتے ہوئے ان کی اس عبارت سے کہ " عبارتست از حصول تمام علوم جزئی و کلی و احاطۂ آن (اشعۃ اللمعات ج ۱ صـ) استغراقِ حقیقی کا مفہوم سمجھنا قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔ اس سے صرف استغراقِ عرفی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شانِ اقدس کے لائق اور مناسب تھے یا بالفاظِ دیگر یوں کہئے کہ آپ کو بہت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور جن سے کسی کو انکار نہیں اور کلی طور پر علوم کُل کا ثبوت اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح المتوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں کہ :۔

انما علمها عند ربی ۔۔۔ استاثر بعلمها لا یعلمها الا ھو لم یطلع علیہ ملکًا مقربًا ولا نبیًا مرسلًا (تفسیر مظہری ج ۳ صـ۴۹۵) — قیامت کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے، اس نے قیامت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے۔ اس کو اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس نے اس کی اطلاع نہ تو کسی فرشتہ مقرب کو دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون ان علمها استاثرہ ولم یؤتہ احدًا من خلقہ (مظہری ج ۳ صـ۴۹۶) — اور اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ قیامت کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس نے

Marfat.com

عطا نہیں فرمایا۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ای لا اقول لکم الا ما علمنی ولا اقدر علی شیئٍ مما استاثر بہ الا ان یطلعنی اللہ علیہ فانا عبدہ ورسولہ الیکم وقد اخبرتکم بمجئ الساعۃ وانھا کائنۃ ولم یطلعنی علی وقتھا۔

(ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۴)

اے محمدؐ! آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے نفس کے ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں یعنی میں تمہیں نہیں کہتا مگر وہی کچھ جس کی اللہ تعالےٰ نے مجھے تعلیم دی ہے اور میں اُس چیز پر قادر نہیں ہوں جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے، ہاں مگر وہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کر دے سو میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں تمہیں قیامت کے آنے کی خبر دیتا ہوں کہ وہ لامحالہ آئے گی اور مجھے اللہ تعالےٰ نے اُس کے وقت پر مطلع نہیں کیا۔

اور قیامت ہی کے متعلق علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ای لا ادری متیٰ یکون یوم القیٰمۃ لان اللہ تعالیٰ لم یطلعنی علیہ (مدارک ج ۳ ص ۷)

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی۔

اور خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

وان کنت لا ادری متیٰ یکون ذالک لان اللہ تعالیٰ لم یعلمنی علمہ ولم یطلعنی علیہ وانما یعلمہ اللہ تعالیٰ۔ (سراج منیر ج ۲ ص ۵۳۲)

اگرچہ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو یہ علم عطا ہی نہیں کیا اور اس کی اطلاع ہی نہیں دی اور اس کو بس اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔

قارئین کرام! آپ یہ ٹھوس حوالجات پڑھ پڑھ کر اُکتا چکے ہوں گے، مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں کیونکہ ہمیں ایک ایسے گروہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو علم و تقویٰ سے سراسر خالی مگر فریب کاری اور مغالطہ آفرینی میں بے نظیر ہے، ان عبارات سے ہمارا مدعا علم قیامت کی نفی نہیں ہے کیونکہ اس کی تو مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔ ہمارا مدعا ان عبارات سے صرف اس قدر ہے کہ یہ اکابرین اُمت

Marfat.com

معتبر اور مستند مفسرین کرام رح بھی صراحت کے ساتھ یہ ارقام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بعض علوم عطائی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیئے جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔ صرف چند عبارتیں اور نقل کر کے ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی ن القاری تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیھا لا یطلع علیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فھو ما اظھرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبائہ لوحۃ علمہ وخرج بذلك عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلك اذا تنورت الروح القدسیۃ وازداد نورانیتھا واشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحدث وبتجلیۃ القلب عن صداء الطبیعۃ والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰھیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات اھ

(مرقات ج ۱ ص ۵۴)

بلاشبہ غیب کے لئے کچھ مبادی ہیں اور کچھ لواحق ہیں۔ غیب کے مبادی پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی جاتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو، اور جو لواحق ہیں تو ان میں سے اپنے علم کی ایک جھلک اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں پر ظاہر کرتا ہے اور یہ غیب مطلق کی مد سے خارج ہو کر غیب اضافی کی مد میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہ جب کہ روح قدسی متنور ہو جاتی اور اس کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ فانی عالم کی ظلمت سے وہ اعراض کرتی ہے اور طبیعت کے زنگ سے دِل صاف ہو جاتا ہے اور علم و عمل پر مواظبت اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان کی وجہ سے نور قوی ہو کر دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے اور دِل میں اُن نقوش کا عکس پڑتا ہے جو لوحِ محفوظ میں مرتسم ہوتے ہیں اور مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کے جو مبادی ہیں مثلاً تقدیر اور قیامت اور دیگر امورِ خمسہ وغیرہ تو ان پر کسی بھی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی جاتی، ہاں جو اس کے لواحق ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اُن بعض نفوسِ پاک کو اطلاع دے دیتا ہے جن کی علم و عمل کی کیفیت اعلیٰ اور فیضانِ انوارِ الٰہیہ کی بنا پر روحانی ترقی بلند درجہ پر فائز ہوتی ہے مگر وہ غیب مطلق نہیں بلکہ غیبِ اضافی ہے جو صرف اجمالی طور پر بعض بعض

Marfat.com

جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے امورِ خمسہ کے کلیات اور اسی طرح بے شمار اشیاء یقیناً اس سے مستثنےٰ ہیں اور بسا اوقات لوحِ محفوظ کا عکس ان کے قلوب پر پڑتا ہے اور وہ غیب پر مطلع بھی ہو جاتے ہیں

علامہ ابنِ خلدون رح اپنی بے نظیر کتاب میں علمِ تصوف کی فصل میں ریاضت ۔ مجاہدہ ، ذکر اور خلوت وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

ثم ان هذه المجاهدة والخلوة والذكر يتبعها غالبا كشف حجاب الحس والاطلاع على عوالم من امر الله ليس لصاحب الحس ادراك شيء منها والروح من تلك العوالم و سبب هذا الكشف ان الروح اذا رجع عن الحس الظاهر الى الباطن ضعفت احوال الحس وقويت احوال الروح و غلب سلطانه وتجدد نشؤه واعان على ذالك الذكر فانه كالغذاء لتنمية الروح الى ان قال وهذا الكشف كثيرا ما يعرض لاهل المجاهدة فيدركون من حقائق الوجود مالا يدرك سواهم وكذالك يدركون كثيرا من الواقعات قبل وقوعها

(مقدمہ ابن خلدون ۔ مقدمہ ص ۴۶۹ و ۴۰۰)

پھر اس مجاہدہ ، خلوت اور ذکر کے بعد غالباً ایسا ہوتا ہے کہ حسِ ظاہری کے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور ان کو عالَمِ امر اللہ پر اطلاع ہو جاتی ہے اور صاحبِ حس کو ان میں سے کسی چیز کا ادراک نہیں ہوتا اور روح بھی عالمِ امر میں سے ایک چیز ہے اور اس کشف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب روح حسِ ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتی ہے اور حس کے احوال کمزور ہو جاتے ہیں تو روح کے احوال غالب آ جاتے ہیں ، اور اس کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس کی نشو و نما میں تجدد پیدا ہو جاتا ہے اور ذکر اس کا ممد و معاون ہوتا ہے کیونکہ ذکر روح کی نشو و نما کے لئے بمنزلہ غذا کے ہے (پھر فرمایا) اور یہ کشف بسا اوقات اہلِ مجاہدہ کو پیش آتا ہے اور وہ حقائق وجود کو ادراک کر لیتے ہیں اور دوسروں کو خبر تک نہیں ہوتی اور اسی طرح وہ بہت سے واقعات کو وقوع سے قبل بطور کشف ملاحظہ کر لیتے ہیں ۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :۔

واما الكلام فى كرامات القوم واخبارهم بالمغيبات وتصرفهم فى الكائنات فامر صحيح غير منكر

یعنی اولیاء کرام رح کی کرامات اور ان کے مغیبات کی اطلاع دینے اور اسی طرح کائنات میں تصرف کرنے کی بابت اگرچہ بعض

Marfat.com

ان مال بعض العلماء الی انکارها فلیس ذالك من الحق (ص۴۷۴ مقدمہ)

علماء انکار کی طرف مائل ہوئے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نیز لکھتے ہیں کہ :۔

التصرفات فی العوالم والاکوان بانواع الکرامات (ص۴۷۴)

عوالم اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات کے تحت ہوتے ہیں۔

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح کشف وغیرہ کے ظنی ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

وکذا یقال فی علم بعض المرتاضین من المسلمین الصوفیة والکفرة الجوکیة فان کل ما یحصل لهم من ذالك فانما هو بطریق الفیض ومراتبه واحواله لا تحصی والتاهل له قد یکون فطریا وقد یکون کسبیا وطرق اکتسابه متشعبة لا تکاد تستقصی (روح المعانی ج۲۰ ص۱۱)

اور اسی طرح ریاضت کرنے والے مسلمان صوفیوں اور کافر جوگیوں کے علم سے متعلق کہا جائے گا کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوتا ہے وہ بطریق فیض حاصل ہوتا ہے، اور اس کے مراتب اور احوال بے شمار ہیں گننے میں نہیں آتے اور اس کی اہلیت کبھی کبھی فطری اور کبھی کسبی ہوتی ہے اور کسب کے طریقے بھی لاتعداد ہیں، بہت ممکن ہے کہ ان کا استقصار بھی نہ کیا جا سکے۔

اور اس ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے بسا اوقات کافر اور کاہن بھی بعض غیب کی خبریں قبل از وقت دے دیتے ہیں، اور اس ریاضت کا تعلق نہ تو تقربِ خداوندی سے ہے اور نہ نجاتِ اُخروی سے ۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون رح ہی لکھتے ہیں کہ

ونفوس الکهنة لها خاصیة الاطلاع علی المغیبات بقوی شیطانیة (مقدمہ ص۴۷۹)

کاہنوں کے نفوس کو بھی مغیبات کی اطلاع دینے میں ایک خاصیت حاصل ہے مگر وہ صرف شیطانی قوتوں کے ماتحت ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

والمراد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل للاولیاء بالالهام وغیره ظنی لیس بقطعی (تفسیر مظہری ج۱۰ ص۹۶)

اور علم سے قطعی علم مراد ہے ۔ اور یہ علم اولیائے کرام کو الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے، وہ علم ظنی ہے قطعی نہیں۔

Marfat.com

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

واعلم ان ما ذکرت لك ان العلم الحاصل للاولیاء ظنی المراد به العلم الحاصل علماحصولیا وذلك قد یکون بالالهام بتوسط الملك وبغیر توسط وقد یکون بکشف الحجب کماذکرنا فی حدیث عمر رض یاساریۃ الجبل ومن هذا القبیل ما قیل انه قد ینکشف علی بعض الاولیاء فی بعض الاحیان اللوح المحفوظ فینظرون فیه القضاء المبرم والمعلق وقد یکون بمطالعة عالم المثال فی المنام او المعاملة۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۶۹)

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تیرے سامنے جو یہ چیز پیش کی ہے کہ اولیاء کرام کا علم ظنی ہوتا ہے تو اس سے مراد علم حصولی ہے اور یہ کبھی الہام سے بواسطہ فرشتہ یا بالغیر واسطہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی درمیانی حجاب اُٹھ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے حضرت عمر رض کی وہ حدیث پیش کی ہے جس میں اُنھوں نے فرمایا تھا اے ساریہ رض پیچھے پہاڑ کی طرف خیال کر۔ اور اسی قبیل سے ہے وہ جو کہا گیا ہے کہ کبھی بعض اولیاء کرام رح پر بعض اوقات میں لوح محفوظ منکشف ہو جاتا ہے اور وہ قضائے مبرم اور معلق کو دیکھ لیتے ہیں اور کبھی خواب یا معاملۂ بیداری میں عالم مثال کے مطالعہ سے یہ ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اور حصول اور کسب کے طریقے بھی حضرت قاضی صاحب رح نے بتائے ہیں کہ :۔

واما بالجوع والریاضة ومخالفة النفس فحینئذٍ تنکشف الحجب عن بعض المغیبات فی بعض الاحیان اوعن الصور المثالیة فیری ذالك عیانا فهو من العلم بالشهادة ولیس من الغیب فی شیئ۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱)

بہرحال یہ بھوک اور ریاضت اور اپنے نفس کی مخالفت سے حاصل ہوتا ہے اور اس وقت بعض اوقات بعض مغیبات سے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور وہ منکشف ہو جاتے ہیں یا صور مثالیہ سے حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور وہ اس کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں تو یہ مشاہدہ کی چیز ہوئی غیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

عالم مثال پر علماءِ اسلام میں سے حضرت امام غزالی رح، امام سیوطی رح اور شاہ ولی اللہ صاحب رح وغیرہ نے مبسوط بحث کی ہے اور اولیاءِ کرام رح کے کشف کے صحیح ہونے کی متصوفانہ رنگ میں سید احمد شہید رح

Marfat.com

…وفیات ۱۲۴۶ھ نے اپنے ملفوظات میں قدرے تفصیلی بحث کی ہے۔ (دیکھئے صراط مستقیم ص ۱۴۷)

اور مراودت زلیخا کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حضرت یعقوب علیہ السلام کا تمثل بھی … مثالی صورت کا مؤید ہے۔ (دیکھئے مستدرک ج ۲ ص ۳۴۶۔ قال الحاکم و الذھبی رح علی شرطھما)

اور ایسی ہی عبارات سے فریق مخالف کو دھوکا ہوتا ہے کہ لوح محفوظ اور مطلع علی المغیبات کا لفظ جو دیکھا … اور دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے کہہ دیا کہ اللہ تعالٰے کے پیارے بندوں کو تمام غیوب پر مطلع کیا جاتا ہے حالانکہ … نے دیکھ لیا کہ وحی کے بغیر جو مغیبات کسی پر منکشف ہوتے ہیں، ان میں کوئی خاص کمال مضمر … نہیں ہے، اور نہ تقرب خداوندی اور نجات اُخروی میں ان کا کوئی دخل ہے، کیونکہ ریاضت اور … مجاہدہ کے بعد ایسے ظنی کشفیات مسلمانوں کے علاوہ جوگیوں اور کاہنوں کو بھی حاصل ہوجاتے ہیں … بعد ان کے مردود ہونے میں کس کو شک ہے؟ اولیاء کرام کا کشف و الہام حق ہے وہ محل نزاع نہیں ہے۔

(ازالۃ الریب ص ۱۵۲ ج ۲ (انفاس عیسیٰ))

فائدہ :-

فریق مخالف کی طرف سے حضرت ملا علی ن القاری رح کی یہ سابق عبارت بھی اپنے باطل دعوے … کے اثبات پر پیش کی جاتی ہے، مگر خط کشیدہ الفاظ کو وہ شیر مادر سمجھ کر بالکل ہضم کر جاتے ہیں، اور اس … کا ذکر تک نہیں کرتے تاکہ ان کے باطل مزعوم کی قلعی نہ کھل جائے۔ اس تصریح اور تحقیق کے بعد وہ ضرور … مغموم ہوں گے مگر طبعی امر ہے، ان کو ضرور پریشان اور مغموم ہونا چاہئے:

لب ہائے زخم دیکھئے اور خوب رویئے
امیدواری لب خنداں نہ کیجئے

الحاصل قرآن کریم، صحیح احادیث، اقوال صحابہ کرام رض، تابعین اور تبع تابعین رح اور معتبر … مستند مفسرین کرام رح سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ کسی فرشتہ مقرب، … مرسل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے عطائی طور پر بھی کل مغیبات پر اطلاع نہیں دی تھی، … ذاتی اور عطائی کا دُور از کار جھگڑا چھیڑ کر لوگوں کو دھوکہ دینا یا بعض اکابر کی عبارات میں جہاں … اطلاع اور اظہار علی الغیب یا عطائی وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں (اور وہ صرف بعض بعض امور اور جزئیات …

Marfat.com

سے متعلق ہیں) سے کُل مغیبات کا عطائی طور پر علم ثابت کرنا جہالت اور انتہائی بددیانتی ہے۔ مگر فریق مخالف کی بلا سے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

Marfat.com

بابِ پنجم

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں جو رُتبہ اور شان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے، وُہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے خصوصیات ان کو مرحمت فرمائے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی اُن کا مقام بہت اُونچا رکھا ہے جیسے ان کے کسی دوسرے مخصوص فضل و شرف کو کوئی نہیں حاصل کر سکتا بعینہٖ اسی طرح اُن کے علمی مقام تک کوئی رسائی نہیں کر سکتا۔ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنّت و دوزخ اور قبر و حشر اور اس قسم کے دیگر بے شمار غیوب جو بتائے ہیں وہ یقیناً انہی کا حصّہ ہو سکتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی اُن کا ہم پلّہ نہیں ہو سکتا مگر بایں ہمہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السّلام کی ذوات عالم الغیب نہ تھیں، اس لئے کہ عالم الغیب تو صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے تو ایک منصف مزاج کو یہ سمجھنا چنداں دشوار نہیں کہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین و شہدائے عظام کس طرح عالم الغیب ہو سکتے ہیں؟

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی الحنفی رح نے کیا خوب فرمایا ہے کہ: **مسئلہ**: اولیاء کو علمِ غیب نہیں ہوتا، ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرقِ عادات کے طور پر کشف سے یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ اولیاء کو غیب کا علم ہے کفر ہے۔ (بلفظہٖ ارشاد الطالبین صنا) اور نیز فرماتے ہیں کہ اولیاء کا کشف اور الہام علمِ ظنی کا موجب ہے (صنا)۔

مگر جہالت کا خدا بُرا کرے آج یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ شرط ہے کہ لا تستقر

Marfat.com

نطفۃ فی فرج اُنثی الا ینظر ذٰلک الرّجل الیھا۔ (نجم الرحمٰن بجواب الصاعقۃ الرحمٰن صفحہ ۵) کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔ اور اس شرط پر کم و بیش مشہور اور نامور اٹھارہ مولوی صاحبان اور گدی نشین حضرات کے نام درج ہیں، اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں (یا فرج کے ذکر سے استلذاذ منظور ہے) کہ استقرارِ نطفہ کا محل رحم ہے فرج نہیں۔ ہم اس باب میں قرآنِ کریم کی قطعی نصوص سے بیان واضح کریں گے (اور بطورِ تائید اور تشریح کے صحیح احادیث بھی عرض کریں گے) کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہیں تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے۔

حضرت آدم علیہ السّلام اور علمِ غیب

یا علمِ ماکان و مایکون

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا اور مسجودِ ملائکہ بنایا۔ پھر آدم اور حوا علیہما السلام کو جنّت میں رہنے کا حکم دیا، اور ان کو اجازت دی کہ بلا روک ٹوک جو وہ چاہیں کھائیں اور پئیں۔ بجز ایک معیّن درخت کے جس کا کھانا ان کی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا اور فرمایا اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

ابلیس لعین نے ان دونوں کو سبز باغ دکھانے کی کوشش کی اور کہنے لگا کہ اللہ تعالٰے نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ۔ اگر اس درخت کا پھل کھاؤ گے نتیجہ یہ ہوگا کہ تم فرشتے بن کر ہمیشہ جنّت میں رہو گے۔ اس کے ساتھ اس نے قسم بھی کھائی اور ان کو ہر طرح کا لالچ اور حرص دلا کر ان کو یقین کرا دیا لہٰذا ان سے لغزش صادر ہوئی اور اس ممنوع درخت کا میوہ وہ کھا گئے۔ اللہ تعالٰے کا عتاب ہوا اور ان کو جنّت کی اُس آسودہ زندگی اور خوشی سے جنت کا لباس اُن سے چھین کر نکال دیا گیا (آخر خدا کو ان کا زمین میں خلیفہ بنانا بھی منظور تھا) وہ درختوں کے پتے جوڑ کر اپنی شرمگاہوں کو ڈھانکتے ہوئے وہاں سے نکلے بلکہ نکالے گئے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کیجئے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا ‏ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے اُن پر دو

Marfat.com

مَا وٗرِیَ عَنۡهُمَا مِنۡ سَوۡاٰتِهِمَا قَالَ لَهُمَا مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَا مَلَكَيۡنِ اَوۡ تَكُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِيۡنَ ۝ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّىۡ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ ۝ فَدَلّٰٮهُمَا بِغُرُوۡرٍ‌ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَـنَّةِ‌ ؕ (پ - اعراف - ۲)

کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے ابلیس نے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں پھر مائل کر لیا ان دونوں کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر آدم علیہ السلام عالم الغیب اور عالم ماکان و مایکون ہوتے اور اُن کو ہر ہر بات معلوم ہوتی تو ابلیس لعین کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے۔ لیکن وہ یہی سمجھے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے، اس لئے وہ شیطان کی قسموں سے متأثر ہوئے۔ اگر آدم علیہ السلام کو ہر ہر بات معلوم ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا اور شیطان کے پھندے میں وہ کبھی نہ آتے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حوا علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ اگر ہوتا تو ضرور حضرت آدم علیہ السلام کو جس درخت کا میوہ کھانے سے روکا گیا تھا، اس کے کھانے کے نتائج سے وہ آگاہ کر دیتیں بلکہ احادیث سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خیانت نہ کرتیں (یعنی درخت ممنوع کے کھانے پر نہ اُبھارتیں) تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

ولولا حواء لم تخن انثی زوجها الدهر (بخاری ج۱ ص۔ و مسلم ج۱ ص۔ و مشکوٰۃ ج۲ ص۲۸۰)

اگر حضرت حوا خیانت نہ کرتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا میوہ کھا لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے آدمؑ تمہیں میری نافرمانی پر کس نے اُبھارا؟ حضرت آدمؑ نے فرمایا، اے اللہ حوا نے میرے لئے اس کام کو مزین کیا یعنی مجھے اُبھارا اور سبز باغ دکھلایا۔ اللہ نے

Marfat.com

فرمایا۔ اب میری طرف سے حوا اور اس کی لڑکیوں کو قیامت تک یہ سزا ہوگی کہ حیض، حمل اور وضع حمل کی تکلیف میں اُن کو مبتلا کر دوں گا۔ حضرت حوا بڑی روئیں مگر ارشاد ہوا کہ تو بھی روا اور تیری لڑکیاں بھی روتی رہیں گی۔ (مستدرک ص ۳۸۱ ج ۲ و قال صحیح)

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اگر حضرت حواء کو علم غیب ہوتا تو یہ لغزش کر کے نہ اپنے لئے تکلیف خریدتیں اور نہ اپنی لڑکیوں کے لئے یہ وبال برداشت کرتیں۔

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا الآیۃ سے حضرت آدم علیہ السّلام کے عالم الغیب یا عالمِ ماکان و مایکون ہونے پر دھوکا ہوا ہے۔ دیکھئے جاء الحق ھٰذا وغیرہ) ہم آئندہ لفظ کُل پر مفصل بحث کریں گے کہ اس سے اکثر چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ ہر مقام پر یہ استغراقِ کُلی کے لئے نہیں آتا۔ اور اس آیت کا مطلب بھی مفسرینِ کرام سے عرض کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السّلام کا علمِ غیب کلّہا سے ثابت ہوتا تو آدم علیہ السّلام ابلیس کے فریب میں کیوں آتے؛ کیونکہ حضرت آدم ع کو ناموں کی تعلیم اور فرشتوں کا امتحان اور حضرت آدم ع کو فرشتوں کا مسجود ٹھہرانا پہلے تھا اور جنت سے ان کا نکلنا اور شیطان کا ان کو دھوکا دینا بعد کو ہوا تھا۔ قرآنِ کریم نہایت صاف طریق سے اس کو بیان کرتا ہے، تو اگر پہلے لفظ کلّہا سے حضرت آدم ع کو کُلی غیب دیا جا چکا ہوتا تو بعد کو حضرت آدم ع شیطان کے فریب اور مکر میں کیوں آئے؛ اور اس کی جھوٹی قسموں پر کیوں اعتبار کیا؟ اور ممنوع درخت کے نتائج سے کیوں دیدہ دانستہ اغماض برتا؛ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم ع اور حضرت حوا علیہما السّلام کو ہر ہر چیز کا علم حاصل نہ تھا۔

علمِ غیب اور حضرت نوح علیہ السّلام

حضرت نوح علیہ السّلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔ جب اُن کی نبوت اور رسالت کی ڈیوٹی کماحقہٗ پوری ہوگئی تو مجرم قوم پر طوفان اُمڈ آیا۔ اللہ تعالےٰ نے طوفان سے قبل ہی حضرت نوح کو آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کو اور آپ کی آل کو میں بچاؤں گا، جب طوفان کی

Marfat.com

تلاطم خیز موجیں نظر آئیں تو شفقتِ پدری نے جوش مارا اور اپنے بیٹے کنعان کو فرمایا، بیٹا ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے گستاخانہ لہجہ میں جواب دیا۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے طوفان اور سیلاب سے بچالے گی۔ فرمایا، آج وہی بچے گا جس کو خدا بچائے۔ بیٹے کی غرقابی کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔ اللہ تعالےٰ سے التجا کی۔ اے اللہ! میرا لڑکا میری آل سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اس کو بچا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، وہ تیری آل میں داخل نہیں، کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کر جن کا تمہیں علم نہیں، ورنہ تم بے سمجھ لوگوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ حضرت نوح ؑ نے اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ۝ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (پ ۱۲ - ہود - ۴)

اور پکارا نوح ؑ نے اپنے رب کو کہا، اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح ؑ وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس کے عمل خراب ہیں سو مت طلب کر مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں، بولا اے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ مانگوں تجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو۔ تو میں ہو جاؤں نقصان اٹھانے والوں میں

ان آیات میں اس چیز کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح ؑ کو ہر ہر بات کا علم نہ تھا حالانکہ نبوت کی ڈیوٹی پوری ہو چکی تھی اور دوسروں کے بارے میں تو کیا حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنے گھریلو معاملات کے بارے میں بھی اگر حضرت نوح علیہ السلام کو پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالےٰ میرے لڑکے کنعان کو نہیں بچائے گا بلکہ اللہ تعالےٰ میرے اس مطالبہ اور سوال ہی سے ناراض ہوگا تو حضرت نوح علیہ السلام کبھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے بلکہ وہ تو اپنی لاعلمی کا مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

Marfat.com

معلوم ہُوا کہ دوسروں کے متعلق تو کیا حضرت نوح علیہ السلام کو اس طوفان سے اپنے بیٹے کی نجات کا علم بھی پہلے نہ تھا۔ اگر آپ عالم ما کان وما یکون ہوتے تو آپ کو ضرور معلوم ہوتا۔

لطیفہ :۔ فریقِ مخالف نے حضرت نوح علیہ السلام کے عالِم ما کان وما یکون ہونے پر سورۂ نوح کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے رب زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑ۔ اگر تُو ان کو چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد سے کوئی مسلمان نہ پیدا ہوگا بلکہ سب کافر اور فاجر ہی ہوں گے۔ فریق مخالف کا کہنا ہے کہ :۔

" دیکھئے حمل کا حال تو ایک طرف رہا یہاں ابھی تخم بھی نہیں پڑا ، نسلاً بعد نسلاً آپ نے معلوم کر کے عرض کر دیا کہ ان سے کوئی مسلمان نہ ہوگا "

(الفصرۃ الحق ص۲۴ مولوی امام الدین صاحب سیالکوٹی اور مقیاس حنفیت ص۳۲۶ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ)

گویا اس مضمون سے حمل کی حالت کا معلوم ہونا اور آئندہ آنے والے واقعات کے علم کا اثبات کیا گیا ہے۔

جواب :۔

فریقِ مخالف کا اس سے استدلال باطل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو علم ما فی غد اور علم ما فی الارحام حاصل تھا تو اس سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو صرف اپنی قوم کی عورتوں کے ارحام کا اور ان کی اولاد در اولاد کے ایمان نہ لانے کا علم تھا، اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ جو قومیں حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے گزر چکی تھیں ان کی عورتوں کے ارحام کا علم اور ان کے ما فی غد حالات کا علم بھی اُن کو حاصل تھا ؛ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس قرن اور صدیاں گزر چکی تھیں۔ (مستدرک ج ۲ ص ۵۴۹ وغیرہ) علاوہ بریں ان کو کیڑے مکوڑوں اور تمام دیگر حیوانات اور جانوروں کے حمل کا علم اس سے کیسے ثابت ہوگا ؛ کیونکہ آیت میں تو وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا مذکور ہے۔ اور یہ نہ تو گزشتہ اقوام کے حالات پر دلالت کرتی ہے اور نہ انسانوں کے علاوہ کسی اور مخلوق پر اس لئے کہ فاجر اور کافر کیڑے مکوڑے اور دیگر جانور نہیں ہوتے، کیونکہ وہ تو غیر مکلف ہیں نیز جنات

Marfat.com

ے عمل کا دوران کے ما فی غد حالات کا علم بھی اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام ...لت کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ :۔

...تیت اللیلۃ خمسا لم یؤتہا نبی قبلی ...سلت الی الاحمر والاسود قال مجاھد ...نس والجن الحدیث (مستدرک ج ۲ ص ۴۲۴ ...ل الحاکم والذہبی علی شرطھما)	آج کی رات مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک یہ کہ میں سرخ اور سیاہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حضرت مجاہدؒ (المتوفی ۱۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ سُرخ اور سیاہ سے انسان اور جن مراد ہیں۔

...لانکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کی روایت میں (جو حکماً مرفوع ہے) یہ آتا ہے کہ نو حصے جنّات اور دسواں ...حصہ بنی آدم ہیں (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۰ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) اور ان کی ایک روایت میں جس کی امام حاکمؒ ...ر علامہ ذہبیؒ دونوں تصحیح کرتے ہیں، یہ آیا ہے کہ نو حصے یاجوج وماجوج ہیں اور دسواں حصہ بنی آدم ...یں۔ (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۰)

الغرض یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کے متعلق یہ علم تھا کہ یہ ایمان نہیں ...ئیں گے اور آئندہ یہ فاسق اور فاجر ہی جنیں گے، فریق مخالف کا علم غیب کُلّی اور جمیع ماکان ومایکون ...ے علم کا اس سے اثبات یقیناً باطل ہے۔

وثانیاً حضرت نوح علیہ السلام نے جو قوم کے لئے یہ بد دعا فرمائی تھی تو اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد ...ے بعد کہ :۔

...لَقَدْ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ ...قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا ...كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ (پ ۱۲۔ ہود۔ ۴)	اور البتہ بے شک حضرت نوحؑ کی طرف یہ حکم بھیجا گیا، کہ اب ہرگز ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے کوئی مگر جو ایمان لا چکا سو غمگین نہ رہ تو ان کاموں پر جو وُہ کر رہے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی تباہی اور ہلاکت کی دُعا اس وقت مانگی

Marfat.com

تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ان کو مل چکا تھا کہ اب آئندہ تیری قوم سے کوئی بھی ایمان لانے والا
جب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ حکم سنا تو پھر یہ بد دعا کی کہ اے بارِ الٰہا! پھر ایسے کافروں اور فاجروں
کی نسل ہی کو دنیا سے ختم کر دے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

جتنی چیز اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے وہ حق ہے اس سے جمیع ماکان وما یکون کا علم کیسے ثابت ہوا
یہ چیز یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی بد دعا طوفان کے آثار ظاہر
ہونے سے قبل کی ہے اور اپنے بیٹے کے لئے جو دعا کی تھی وہ طوفان کی موجیں نظر آنے کے بعد کی تھی
اگر فریقِ مخالف کی منطق کی رو سے آیتِ سابقہ سے ان کا علمِ غیب ثابت ہو تو اس کے بعد بیٹے کے
لئے جو دعا انھوں نے کی، اس سے ان کے علمِ غیب کی نفی لازم آتی ہے۔ د انما یوخذ بالاخر فالا
تو حضرت نوح علیہ السلام کی آخری دعا سے بھی علمِ غیب کی نفی ثابت ہوئی۔

علمِ غیب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعدد واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں پیش کیے ہیں جن سے
علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے۔ ہم صرف ان کی زندگی کا ایک ہی واقعہ قرآنِ کریم سے نقل کرتے ہیں:۔

چند فرشتے (بصورتِ انسان) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ انھوں نے مہمان اور
انسان سمجھ کر ان کے لئے گائے کا بچھڑا ذبح کیا اور بھون تل کر ان کے سامنے لا رکھا۔ وہ فرشتے
بھلا وہ کیسے کھاتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام دل میں خوفزدہ ہوئے کہ مبادا دشمن ہوں۔ حضرت ابراہیم
کی سراسیمگی کو دیکھ کر فرشتے بولے۔ ہم فرشتے ہیں۔ قومِ لوطؑ کی تباہی کے لئے آئے ہیں۔ نیز آپ کو خوشخبری
سنانے آئے ہیں کہ اللہ آپ کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا جس کا نام اسحٰقؑ ہوگا اور ان کے بعد ان کے
بیٹے یعقوبؑ کی بھی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ پاس ہی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں۔ انھوں
نے بڑے تعجب سے کہا۔ ہاں میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میرا خاوند بھی بہت ہی بوڑھا ہے۔
جواب ملا۔ خدا کے فضل اور کرم کے بارے میں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ جب وہ دینے پر آئے تو کیا

Marfat.com

اس کو روک نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ
قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ
بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ○ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا
تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ
قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ○ وَامْرَأَتُهُ
قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ
وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ○ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ
وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا
لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ○

(پ ۱۲ - ہود - ۷)

اور البتہ آ چکے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام، وہ بولا سلام ہے، پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا۔ پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھٹکا اور دل میں اُن سے ڈرا، وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف قوم لوطؑ کے، اور اس کی عورت کھڑی تھی۔ تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی، بولی اے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی، اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا بوڑھا ہے یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

اس کے بعد فرشتوں نے کہا۔ خدا کے حکم میں کوئی تعجب نہیں۔ وہ بڑی خوبیوں والا ہے۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علمِ غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ فرشتوں کو انسان نہ سمجھتے اور ان کے سامنے بچھڑا بھُون تل کر نہ لا رکھتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی علمِ غیب نہ تھا، ورنہ ایک معلوم چیز پر اتنا تعجب نہ کرتیں اور اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑھاپے کی شکایت کر کے تعجب میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ان کی عمر اس وقت حسب تصریح حضرت ابنِ عباس رضؓ نوّے سال کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو بیس سال کی تھی (مستدرک ج ۲ ص ۵۵۶ ۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ دو سو سال عمر پا کر حضرت ابراہیمؑ نے وفات پائی تھی

(مستدرک ج ۲ ص ۵۵۱ و قالا علیٰ شرطہما)

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اور نہ حضرت

Marfat.com

سارۃ علیہا السلام کو نیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ ؑ کو لے کر بیت الحرام کے پاس بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ کر واپس ملکِ شام جانے لگے حضرت ہاجرہ ؑ ان کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں اور بار بار دردبھری آواز سے پکارتی ہیں کہ آپ ہمیں یہاں کس پاس چھوڑ کر جاتے ہیں؛ پھر تھک ہار کر فرماتی ہیں :-

یَا اِبْرَاھِیْمُ اِلٰی مَن تترکنا قال الی اللّٰہ — اے ابراہیم ؑ ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہو۔ خدا کے پاس۔

قالت رضیت باللّٰہ (بخاری ج۱ ص۴۷۶) — ہاجرہ ؑ نے کہا۔ میں خدا کے حکم پر راضی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بتلانے سے قبل یہ معلوم ہوتا کہ یہاں ہمارا ٹھہرنا اور رہنا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے طے ہو چکا ہے تو جیسے ان کے بتلانے کر راضی ہو گئی تھیں پہلے ہی سے وہ راضی ہو جاتیں اور سوال نہ کرتیں۔

قارئین کرام! یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو جب اُن کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور اُنھوں نے اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جاتا کیونکہ اُن کو تو یہ معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ ایک ڈرامہ ہوگا یونہی مفت کی ناموری ہو جائے گی۔ العیاذ باللہ! حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص اور ایثار فعل ہے جس پر اگر ہزاروں عقیدتیں بھی قربان کی جائیں تو کم ہیں۔ ؎

تیری ذبح' ذبحِ عظیم کی ہو مثیل کیسے خلوص میں
نہ خلیل ؑ کا سا ہے دل ترا، نہ ذبیح کا سا گلا ترا

عمری دلائل

مولوی محمد عمر صاحب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب پر چند دلائل پیش کرتے ہیں

(۱) (۱۰ — ابراہیم ۱۳/۱۶) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (اصل میں زرع صفدر) عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ (اے رب میرے میں نے بسایا ہے اپنی اولاد سے غیر زراعتی وادی میں تیرے بیت کے پاس)۔ اِس آیتِ کریمہ سے مِنْ ذُرِّیَّتِیْ میں ربّ العزت نے مِنْ تبعیضیہ کو بیان فرما کر ابراہیم علیہ

Marfat.com

کے واسطے علم مافی الارحام اور ماذا تکسب غدًا کا ثبوت پیش کر دیا۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے پہلے ہی من ذریتی فرمادیا اور منکرین کا دم توڑ دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کا بیان فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ماذا تکسب غدًا کا علم بیان کیا۔ (بلفظہٖ مقیاس ص ۳۲۳)

الجواب :-

مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ثابت کرکے نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی آیت کی تحریف کی اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے بلکہ اپنی درماندگی اور جہالت کا بھی زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بنا ربیت اللہ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے بعد کی ہے قبل کی نہیں۔ بنار بیت الحرام سے پہلے جو دعا انھوں نے کی ہے وہ پہلے پارہ میں رب اجعل ھذا بلدًا اٰمنًا (جس میں بلدًا نکرہ ہے) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور اس میں من ذریتی کا ذکر نہیں ہے، اور یہ دعا رب اجعل ھذا البلد اٰمنًا (جس میں بلد معرفہ ہے) جس کا حوالہ مولوی محمد عمر صاحب نے دیا ہے اور جو تیرھویں پارہ میں مذکور ہے یہ بنار بیت اور پیدائش حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد کی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

معرفہ لانہ دعا بہ بعد بنائہا ولھذا قال الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق و معلوم ان اسمٰعیل اکبر من اسحٰق بثلاث عشرۃ سنۃ	حضرت ابراہیمؑ نے البلد کو اس لئے معرفہ پیش کیا ہے کہ یہ دعا بنا بیت اللہ کے بعد کی ہے اور اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے یہ فرمایا کہ الحمد للہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق مرحمت فرمائے اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ حضرت اسمٰعیل تیرہ سال حضرت اسحاق سے عمر میں بڑے تھے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۰)	

اور پھر آگے ربنا انی اسکنت من ذریتی الآیہ کی تفسیر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ :-

فھذا کان بعد بنائہ تاکیدًا ورغبۃ الی اللہ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۱)	یہ دعا بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی ہے۔ اس میں مزید تاکید اور رغبت الی اللہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

الغرض اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے علم فی الارحام ثابت کرنا اور یہ لکھنا کہ کیونکہ اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے عجیب اچھوتی منطق ہے۔

وثانیاً مولوی محمد عمر صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ: پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کا بیان فرمایا جس کا وہاں نام ونشان نہ تھا۔ مولوی صاحب کی اس سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ بیت اللہ کا اصل ہی سے نام ونشان نہ تھا تو یہ قطعاً غلط ہے، کیونکہ سب سے پہلے کعبہ کی عمارت فرشتوں نے اور ان کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے اور پھر ان کے بعد ان کی اولاد حضرت شیث علیہ السلام وغیرہ نے کھڑی کی تھی، چوتھے نمبر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی ہے۔ چونکہ طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد اس کا تسلسل ختم ہوگیا تھا اور جو تسلسل تاہنوز (جس کو ۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد خان بن احمد خان ترکی رح نے سنگ مرمر وغیرہ سے تعمیر کیا ہے) قائم ہے۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ اس وجہ سے اس کی نسبت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرف کی گئی ہے، ورنہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے تین مرتبہ کعبہ بن چکا تھا۔ (دیکھئے قسطلانی ج صـ وبغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب ص ۱۵۸ وحکی بعضہ الحافظ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۲ ایضاً) اور اگر مراد یہ ہے کہ مکان اور تعمیر کی صورت میں اس کا نام ونشان نہیں تھا تو ٹھیک ہے مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ جگہ بتائی تھی اس لئے انھوں نے عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ (پ ۱۷ - الحج - ۴) — اور جب ہم نے ٹھیک کر کے دکھلادی ابراہیم کو جگہ اس گھر کی۔

جب اللہ تعالےٰ نے بیت الحرام کی جگہ بتادی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا میں اس کا ذکر کردیا تو علم غیب اور ما فی غد کے علم کا اس سے کیا تعلق ہے۔ مگر خدا مولوی محمد عمر صاحب کو سمجھ عطا فرمائے سے

رہے نہ اہلِ بصیرت تو بے خرد چمکے
فروغِ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ میں مِنْ کو علی التعیین تبعیضیہ قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے

Marfat.com

چنانچہ صاحب روح المعانی (وغیرہ) نے تبعیضیہ اور بیانیہ دونوں کا احتمال ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے ج ۱۲ ص ۲۳۶)

(۲) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ : (۱۱- انعام ۷/۹) وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہیاں دکھا دیں) ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے علوم غیبیہ عطا کرنے کا ارشاد فرمائیں اور تم یہ عقیدہ رکھو کہ غیب کا علم خدا کے سوا دوسرے کے واسطے تسلیم کرنا شرک ہے الخ (بلفظہ مقیاس ص ۳۲۲)

الجواب :-

مولوی محمد عمر صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی عادت مالوفہ کے مطابق عجیب غریب شگوفے کھلائے ہیں اور عالم سکر میں خدا جانے کیا کہہ گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیر وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ الآیہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

ای نبین له وجه الدلالة فی نظرہ الی خلقهما علی وحدانیة الله عزّ وجلّ فی ملکه وخلقه وانه لا اله غیرہ ولا رب سواہ کقوله قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وقوله اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۰)

یعنی ہم نے حضرت ابراہیم ع کو اپنی توحید پر دلیل پیش کرنے کے لئے یہ بات بتائی کہ وہ آسمان و زمین کی خلقت کو ملاحظہ کرکے یہ پیش کرسکیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک اور خالق ہے اور وہی الٰہ اور رب ہے، اس کے بغیر اور کوئی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم آسمانوں اور زمین کو دیکھو کہ ان میں کیا کچھ دلائل موجود ہیں۔ اور نیز فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین کے عجائبات میں ہے؟

اللہ تعالےٰ نے اس میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علویات اور سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر مطلع کر دیا تاکہ اُسے دیکھ کر خدا تعالےٰ کے وجود اور وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بے چارگی پر استدلال کرسکیں، اور اپنی قوم کے عقیدۂ کواکب پرستی و ہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کرسکیں اور خود بھی حق الیقین کے اعلےٰ

Marfat.com

مرتبہ پر فائز ہوں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج ایک ایک کو سامنے رکھ کر قوم کی تردید کی اور فاطر السمٰوات والارض کی توحید کا علانیہ اقرار فرما کر حجت قائم کر دی جس کو اللہ تعالیٰ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ سے تعبیر فرمایا ہے کہ یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کو دی۔ الغرض اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عالم الغیب یا عالم ماکان ومایکون پر استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کام ہے۔ وہ تو ماشاء اللہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے بھی علم غیب پر استدلال کیا کرتے ہیں، ان کے دعاوی بھی عجیب ہوتے ہیں اور ان کے دلائل بھی نرالے ہوتے ہیں اور رہی دعویٰ اور دلیل میں مطابقت تو بغیر اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع

رکھ لیا ہے نام اس کا آسماں تحریر میں

باقی حضرت معاذ رضہ اور حضرت علی رضہ کی وہ مرفوع حدیثیں جن میں اس کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم پر آسمانوں اور زمین کے عجائبات پیش کئے تو انھوں نے عرش تک تمام آسمانوں کی چیزیں اور اسی طرح زمینوں کی چیزیں ملاحظہ کر لیں اور سب کا علم ان کو ہو گیا، تو ان کے متعلق حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں ولکن لا یصح اسنادھما (تفسیر ج ۲ ص۱۵۰) ان کی سند صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضہ سے ایک موقوف اثر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام مخلوقات کے اعمال معلوم کر لئے تھے اور کوئی چیز ان پر مخفی نہ رہی تھی مگر اس کی سند میں العوفی ہے۔ امام احمد، ابوزرعہ، ابوحاتم، امام نسائی، ابن حبان، ابوداؤد اور ساجی وغیرہ سب اس کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ غالی شیعہ بھی تھا (تہذیب التہذیب ج ۷ ص۲۲۵-۲۲۶) یہی وہ روایتیں ہیں جن سے مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے باطل مدعیٰ پر استدلال کیا ہے (دیکھئے جاء الحق ص۵۸، ۵۹)۔

اگر مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں تو اَفَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کی آیت سے تمام انسانوں کے لئے علم غیب ثابت کرنا ہوگا اور کچھ بعید نہیں کہ مولوی صاحب ایسا کہہ اور کر بھی دیں کیونکہ وہ تو ماشاء اللہ سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی دلیل ان کا ساتھ نہ دے اور وہی دلیل اہل حق کی دلیل

Marfat.com

جائے ؎

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے ... کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

(۳) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ (۱۲- مریم ۱۶/۳) یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ اے میرے باپ میری یہ شان ہے کہ میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں ہے تو میری اتباع کرلے میں تجھے سیدھے رستے کی ہدایت دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے اس فرمانِ مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہوئے دعویٰ فرمایا کہ مجھے علم غیب حاصل ہے جو تیرے پاس نہیں اگر تو نے میری اتباع کی تو میں تجھے سیدھے رستے کی طرف لے چلوں گا، اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کے علم کے ساتھ جو غیب کی صفت لگائی گئی ہے اس کی تین وجوہات ہیں (۱) کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ آپ کے علم کو واضح کررہا ہے، کیونکہ اگر غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ کی کمال رؤیت اور احسان الٰہی کیسے ہوسکتا ہے؟ (۲) قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ آپ نے فرما کر علم کے ساتھ فعل جآء کو بیان کیا تاکہ ثابت ہوجائے کہ یہ علم میرا غیب الٰہی سے ہے۔ اسی واسطے جاء کی قید نے علم کو غیب سے متصف کردیا۔ (۳) اور مَا لَمْ یَاْتِکَ کے فرمان نے صاف غیب کی تاکید فرمادی الخ (بلفظہٖ مقیاس ص ۳۲۵)

الجواب :-

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی دلیل اور برہان یا خالص ہذیان جس کو غالباً وہ خود بھی نہ سمجھے ہوں گے اور بقول شخصے اس کا مصداق ہے کہ ؎

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا ... کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اور آگے جو تجزیہ کرکے تین وجوہات پیش کئے ہیں وہ بھی عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایک معمّا اور چیستان ہے جس پر اگر مولوی محمد عمر صاحب کا ضمیر مُردہ نہیں ہوچکا تو یقیناً ملامت کرتا ہوگا۔ آیت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اے میرے باپ، مجھے اللہ تعالےٰ نے توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائقِ شریعت اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کروگے

Marfat.com

تو تمہیں سیدھی راہ پر لے چلوں گا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے۔ اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص ہرگز نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کا علم غیب سے کیا تعلق؟

علم غیب اور حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ مختلف اسلوب اور متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ چند فرشتے نوجوان خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت لوطؑ کی قوم لواطت اور لونڈے بازی میں مشہور تھی، قوم نے سنا تو ہر طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور اپنے بُرے ارادہ سے آئی، حضرت لُوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں، مجھے ان کے بارے میں تم رسوا نہ کرو۔ یہ لو میری لڑکیاں موجود ہیں، ان سے نکاح کرلو۔ قوم نے جواب دیا۔ آپ کو ہمارا ارادہ معلوم ہی ہے ہمیں لڑکیوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت لُوطؑ نے فرمایا، کیا تم میں کوئی سمجھدار انسان موجود نہیں کہ میری بات سمجھے؟ لیکن قوم پر بدکرداری کا بھوت سوار تھا۔ اُس نے ایک نہ مانی۔ حضرت لُوطؑ نے فرمایا کاش آج میرے پاس بھی قوت اور طاقت ہوتی تو میں تمہیں خدا کی نافرمانی کا مزہ چکھا دیتا۔ فرشتے یہ سب گفتگو سنتے ہیں مگر بالکل خاموش ہیں۔ جب حضرت لُوطؑ کی بے بسی انتہا تک پہنچ چکی تو فرشتے بولے ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، آپ کیوں گھبراتے ہیں ہم تو آپ کے لئے ان کی تباہی اور بربادی کا مژدہ لے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ کریں:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ؕ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لُوطؑ کے پاس غمگین ہوا اُن کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے اور آئی اس کے پاس قوم اُس کی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے بُرے کام بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو اُن سے۔ سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے مہمانوں میں، کیا

Marfat.com

...لُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ (الآیۃ)

(پ ۱۲ - ہود - ۷)

تم میں ایک مرد بھی نہیں نیک چلن ؟ بولے تُو تو جانتا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں، کہا لُوط نے کاش کہ مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مستحکم پناہ میں۔ مہمان بولے اے لُوط، ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز یہ لوگ نہیں پہنچ سکینگے تجھ تک

بعض مفسرین کرام رح فرماتے ہیں کہ ھٰؤُلَاۤءِ بَنٰتِیْ سے قوم کی لڑکیاں مراد ہیں کیونکہ نبی اپنی قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے، علاوہ ازیں حضرت لوط علیہ السلام کی صُلبی لڑکیاں تو اتنی نہ تھیں جو سب قوم میں پوری ہو سکتیں لیکن ترجمان القرآن حبر الامت حضرت عبد اللہ بن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت لُوطؑ کی صُلبی لڑکیاں تھیں جن کی تعداد تین تھی۔ (مستدرک ص۳۴۴ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)، حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت لُوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔ (مستدرک ص۵۶۱ وقال الحاکم والذہبی صحیح)

ان آیات سے یہ بات بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت لُوط علیہ السلام کو نبوت اور رسالت کی آخری میعاد تک بھی علم غیب نہ تھا ورنہ وہ اتنے پریشان نہ ہوتے، پہلے ہی سے معلوم ہو جاتا کہ یہ مہمان خدا کے فرشتے ہیں، یہ تو قوم کی گت بنانے آئے ہیں، مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ میں ان کے بارے میں قوم سے جھگڑا کروں اور اپنی بیٹیوں کی قربانی پیش کروں۔ لیکن یہ واقعہ صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت لُوطؑ علیہ السلام کو جمیع علم ما کان وما یکون نہ تھا اور نہ ہی آپ کی لڑکیوں کو تھا ورنہ وہی آگاہ کر دیتیں۔ اور جب فرشتوں کے بارے میں (جن کے ساتھ انبیاء کرامؑ کو ایک گونہ گہرا تعلق ہوتا ہے) علم نہیں کہ آیا یہ انسان ہیں یا فرشتے تو اور کس کے متعلق ہو سکتا ہے ؟

علم غیب اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یوسف علیہ السلام ابھی نوعمر ہی تھے کہ اُنھوں نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، باپ سے بیان کیا وہ سمجھ گئے، حفظ ماتقدم کے طور پر ان کو منع کیا کہ یہ

Marfat.com

خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا کیونکہ وہ خاندانِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں، کہیں اس خواب کی تعبیر کو معلوم کر چکنے کے بعد بمقتضائے بشریت تمہیں دُکھ نہ دیں۔ خدا کا کرنا تھا کہ کسی طریق سے بھائیوں کو علم ہو گیا، اُنھوں نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت یوسفؑ کی زندگی اُچک لینی چاہی۔ مختلف باتیں سامنے آئیں، طے یہی ہؤا کہ یوسف ع کو کسی گمنام کُنوئیں میں پھینک دیں تاکہ نہ یوسف ع رہے اور نہ تمہارے اوپر فوقیت کا سوال پیدا ہو۔ باپ سے عرض کی کہ ہم کل شکار کھیلنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ یوسف ع کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ (یہاں بکثرت بھیڑئیے ہوتے ہیں) کہیں میرے لختِ جگر کو تمہاری غفلت میں بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بیٹوں نے مؤدبانہ التجا کی کہ اگر بھیڑیا ہمارے پیارے بھائی کو کھا جائے تو ہم کس کام کے؟ فرمایا اچھا لے جاؤ۔ وُہ لے گئے اور طے شدہ منصوبہ کے ماتحت کُنوئیں میں ڈال کر اس کے قمیص کو جعلی خون سے ملوّث کر کے رات کے وقت روتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے ابا جان ہم شکار کے پیچھے دوڑنے میں سابقت کر رہے تھے اور بھائی یوسف ع کو کپڑوں کے پاس چھوڑا تھا، افسوس کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن ہم ہیں سچے۔ اور بکری یا ہرن کو ذبح کر کے اس کا خون حضرت یوسف ع کے کُرتہ پر چھڑک لائے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ اور پھاڑ کر پیش کرتے بھلا حضرت یعقوب علیہ السلام خدا کے نبی عمر رسیدہ اور تجربہ کار بزرگ بکری یا ہرن کے خون پر یوسف ع کے خون کا گمان کیسے کر سکتے تھے، اور بعید نہیں کہ یہ فرمایا ہو کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہو گا جو یوسفؑ کو تو لے گیا اور خون آلود کُرتہ کو نہایت احتیاط سے اُتار کر صحیح و سالم تمہارے حوالہ کر گیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات بھی ملاحظہ ہوں:۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (پ ۱۲۔ یوسف ۲۰)

بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو اُس کے نگہبان ہیں۔ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو۔ بولے، اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تب تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا۔

Marfat.com

پھر آگے پورا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ رات کو روتے آئے اور انتہائی مکر اور فریب کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ وہ نبی نہ تھے، اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سب کے سب نبی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف حدیث سے ثانی گروہ کی تائید ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف ؑ کے گھرانے کے کل افراد جو کنعان فلسطین سے مصر آئے تھے، تین سو نوے تھے جن میں بچے بوڑھے مرد اور عورتیں سبھی شامل تھے:-

رجالھم انبیاء ونسائھم صدیقات — ان کے مرد نبی اور عورتیں پاک باز اور سچی تھیں۔

(مستدرک ۲ صـ۵۷۲ قال الحاکم والذہبی صحیح)

اور حضرت سلمان فارسی ؓ سے منقول ہے کہ حضرت یوسف ؑ کے خواب اور اس کی تعبیر میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ (مستدرک ج ۴ صـ۳۹۶ قال الحاکم والذہبی علی شرطھما)

قرآن کریم کے اس مضمون سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب حاصل نہ تھا۔ اگر حاصل ہوتا تو جب ان کے لڑکوں نے حضرت یوسف ؑ کو ہلاک کرنے کی نیت اور مشورہ کیا تھا تو حضرت یعقوب ؑ کو اس کا علم ہو جاتا، اور جب وہ ایک گمنام اور دور افتادہ کنوئیں میں حضرت یوسف ؑ کو ڈال آئے تھے تو حضرت یعقوب ؑ کو علم ہوتا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، بھیڑیئے نے اس کو نہیں کھایا بلکہ وہ تو فلاں کنوئیں میں پڑا ہے، اور پھر وہاں سے جا کر نکال لاتے۔ کیا حضرت یعقوب ؑ نے جان بوجھ کر اپنے لخت جگر کو کنوئیں میں ایک گونہ ہلاکت کے لئے چھوڑ دیا تھا؟

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب ؑ کے تمام بیٹوں کا (جو اگر نبی تھے تو فبہا ورنہ ان کے مومن ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں) حضرت یعقوب علیہ السلام کے غیب دان ہونے کا عقیدہ نہ تھا۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ہمارا باپ تو نبی ہے اور نبی غیب جانتا ہے تو ان کو اس مکر اور فریب کی کبھی جرأت نہ ہوتی اور جیسے ان کو حضرت یعقوب ؑ کے سامنے حضرت یوسف ؑ کو ہلاک کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی، ان کے غائبانہ بھی نہ ہوتی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک تو یہ حالت تھی کہ پاس ہی چند میل پر کنوئیں میں حضرت یوسف ؑ کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ان کے بدن کی خوشبو آئی۔ لیکن جب خدا کو منظور تھا تو

Marfat.com

قاصد مصر سے حضرت یوسف ؑ کا قمیص لے کر روانہ ہوتا ہے اور حضرت یعقوبؑ کو فلسطین اور کنعان میں حضرت یوسف ؑ کے قمیص کی خوشبو آجاتی ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی (المتوفی ۶۹۱ھ) نے کیا خوب لکھا اور فرمایا ہے:

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی — چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہانست — دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلےٰ نشینم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

فائدہ: بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت یعقوب ؑ کو سارا قصہ معلوم تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی وجہ سے لب کشائی نہیں کرتے تھے۔ اور سارا قصہ معلوم ہونے پر قرآن کریم کی بعض آیات بھی پیش کرتے ہیں مثلاً:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط (پ ۱۲ - یوسف - ۲) — یعقوب ؑ نے کہا (یوسف ؑ کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا) بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہے۔

یا مثلاً جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت عطا فرمائی اور یوسف ؑ کے بھائی دوسری مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لے گئے اور حضرت یوسف ؑ نے ایک لطیف حیلہ سے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑے بھائی (روبیل) کے سوا باقی جب اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا اور حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط (پ ۱۳ - یوسف - ۱۰) — بلکہ (تمہاری کوئی جعل سازی ہے) بنالی تمہارے جی نے ایک بات۔

اور جب حضرت یعقوبؑ نے اپنے دونوں بیٹوں (حضرت یوسف ؑ اور بنیامین) کے فراق میں درد و کرب کا اظہار کیا تو بیٹوں نے یا اہل خاندان نے کہا۔ آپ ہمیشہ یوسف ؑ کے تذکرہ کو پیش نظر رکھتے ہیں آپ غم سے کہیں ہلاک نہ ہو جائیں، تو حضرت نے فرمایا:

Marfat.com

وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿پ ۱۳ - یوسف ۱۰﴾ اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔

فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اصل واقعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم تھا۔ (دیکھئے جاء الحق صـ ۱۲۳ وغیرہ)۔

الجواب :-

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل و دماغ میں حضرت یوسف ؑ کے خواب کی دھندلی سی تصویر ضرور موجود تھی اور اجمالی رنگ میں اس خواب کے پس منظر کو جانتے تھے کہ یہ خواب اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے اور کسی وقت اس کی تعبیر ضرور پوری ہو گی۔ اسی خواب کی تعبیر پر وہ آسرا لگائے بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی قوی امید نے ان کو اور پُر امید کر رکھا تھا۔ بس یہی اجمالی علم تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھا، باقی تفصیلی جزئیات کہ بھائیوں نے یوسف ؑ کو کنوئیں میں پھینکا ہے اور پھر وہاں سے کسی نے اُن کو نکال کر مصر لے جا کر فروخت کیا ہے اور وہاں وہ کیا کرتے ہیں، یہ تمام معلومات حضرت یعقوبؑ کو حاصل نہ تھے، اور یہ کوئی تخمینہ کی بات نہیں بلکہ قرآن کریم اس پر شاہد عدل ہے۔ مثلاً جب دوسری مرتبہ یہودا کے بغیر تمام بھائی حضرت یعقوبؑ کے پاس گئے اور اُنھوں نے وہ تمام واقعہ سنایا کہ آپ کے لڑکے بنیامین نے چوری کی ہے اور وہاں کے بادشاہ نے ہمارے پیش کردہ قانون کے مطابق اس کو اپنے پاس رکھ لیا ہے، آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھ دیکھیں اور اس قافلہ سے بھی دریافت فرمالیں جس کے ساتھ ہم مصر سے آئے ہیں۔ بیٹوں کا یہ تمام معذرت نامہ سننے کے بعد بھی حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں :-

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴿پ ۱۳ - یوسف﴾ یعقوبؑ نے کہا۔ بلکہ بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات

اگر حضرت یعقوب ؑ کو علم غیب ہوتا اور یہ پورا واقعہ معلوم ہوتا تو یہ بات اُن کو معلوم ہونی چاہئے تھی کہ میرا لڑکا بنیامین تو اپنے عزیز بھائی یوسف ؑ کے پاس ہے، کوئی خطرہ اور ڈر نہیں پھر انھوں نے اتنا افسوس کیوں کیا جتنا کہ ایک گمشدہ پر کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں اس دفعہ تو بھائیوں کا قصور نہ تھا بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی جو بھی تدبیر کی تھی وہ حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام ہی نے کی تھی اور باقی جملہ بھائی نہ یہ کہ صرف بے گناہ ہی تھے بلکہ انھوں نے تو بڑی زاری اور لجاجت بھی کی تھی کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے اس کو اس کے ساتھ بڑا پیار ہے اس کو چھوڑ دیں اور ہم میں سے کسی کو لے لیں۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا اللہ کی پناہ ہم تو اسی کو پکڑیں گے جس کے سامان میں ہمارا شاہی پیالہ اور پیمانہ ملا ہے۔

مگر اس کے باوجود کہ بھائیوں کا اس واقعہ میں کوئی قصور نہیں حضرت یعقوبؑ بیٹوں کو یہی فرماتے ہیں کہ تمہاری ہی کوئی شرارت ہے بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ کیا جان بوجھ کر اور دیدہ دانستہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو مجرم سمجھا؛ حالانکہ اس واقعہ میں اُن کا کوئی قصور نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجمالی رنگ میں تعبیر خواب کا نقشہ ذہن میں موجود تھا کہ کسی وقت خدا اُس کو پورا کرے گا۔ لیکن پوری تفصیلات کا علم نہ تھا، جیسا کہ قرآن کریم سے یہ چیز وضاحت سے معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

یعنی رؤیا یوسف انہا صدق وان اللہ لابد ان یظہرھا (تفسیر ج ۲ ص۴۸۸)	یعنی میں یوسف کے سچے خواب کے ذریعہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ایک حقیقت بنا کر ظاہر کرے گا۔

فریقِ مخالف کے اور دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی مَا فِی الْغَدِ کا ارشاد فرمایا فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا کہ تجھ سے تیرے بھائی حیلہ کریں گے فَيَكِيْدُوْا صیغہ استقبال فرما کر قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دی۔ (مقیاس ص۳۲۵)

الجواب :۔

مولوی محمد عمر صاحب ہی انصاف اور دیانت سے فرمائیں کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنوئیں میں گرنے سے پہلے کنوئیں میں گرنے کی اطلاع دی تھی؛ اور کیا حضرت یوسفؑ کنوئیں میں گرے تھے یا گرائے گئے تھے؟ اور بیٹوں نے مشورہ کر کے جب باپ سے حضرت یوسف کو ساتھ لیجانے کا تقاضا کیا تھا تو حضرت یعقوبؑ نے خلاف واقع بات کیوں فرمائی کہ مجھے بھیڑیئے کا خوف ہے، یہ کیوں نہ فرمادیا کہ مجھے یوسف کے بقول مولوی

Marfat.com

محمد عمر صاحب) کنوئیں میں گر جانے کا خطرہ ہے؟ اور پھر ان کو اس کنوئیں سے کیوں نہ نکال لائے؟ اور عجیب بات ہے کہ پہلے تو حضرت یعقوب علیہ السلام قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دیتے ہیں مگر عین وقت پر جبکہ حضرت یوسف ؑ کو کنوئیں میں ڈالنے کے لئے بھائی حیلہ کر کے ان کا کُرتہ لے جاتے ہیں تو اس وقت ان کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا۔ کیا انھوں نے نبی باپ اور بڑا ہو کر عمداً یہی جائز اور روا سمجھا کہ ان کو کنوئیں میں ڈال دیا جائے؟ (العیاذ باللہ) مولوی محمد عمر صاحب کو کچھ تو فرمانا چاہئے کہ قصہ کیا ہے؟

مولوی محمد عمر صاحب قرآن کریم کی یہ آیت وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ الی قولہ عَلِيمٌ حَكِيمٌ نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے آگے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے متعلق بڑے تین امور مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کے علوم غیبیہ کی اطلاع دی: (۱) یوسف علیہ السلام کا دوسرے بھائیوں سے برگزیدہ ہونا یعنی بادشاہی ملنا اور بھائیوں کا ماتحت ہونا (۲) تعبیر رؤیا کا علم جو ابھی یوسف علیہ السلام کو حاصل نہیں تھا، اللہ کے پاس ہے یا لوح محفوظ میں وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ سے اس علوم الٰہیہ کی غیبی خبر دینا۔ (۳) وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ سے یوسف علیہ السلام کی نبوت کی خوشخبری دینا یہ بھی مَا فِي الْغَدِ کا علم ہے اور آلِ یعقوب فرما کر مَا فِي الْاَرْحَام کے علم سے خبردار فرمایا، یہ ہیں خداوند کریم کے مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا اور مَا فِي الْاَرْحَام کے پاس شدہ نبی جن کو تم محض خدا کا ہی خاصہ ثابت کر رہے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ان علوم خمسہ کا ہونا بالکل محال سمجھتے تھے۔ (بلفظہ مقیاس ص ۳۲۶)

الجواب:-

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب اپنی جگہ حق اور صحیح ہے اور یہ اسی خواب کے پیش نظر ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا مگر اس سے علم غیب یا علم مافی الغد یا علم مافی الارحام کشید کرنا جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت یا خیانت کا ثبوت دیا ہے، دُور از کار بات ہے۔ یہی حضرت یعقوب علیہ السلام اس بیان اور ارشاد کے کئی سال بعد جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا پروگرام تیار کرتے ہیں تو ایک دن پہلے ان کو مافی الغد کا یہ علم نہیں ہوتا کہ کل میرے لخت جگر اور نورِ نظر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ اور بیٹوں کے منصوبہ طے کرنے سے ایک دن

Marfat.com

پہلے یہ نہیں جانتے کہ کل میرے بیٹے کیا سازش تیار کریں گے ؛ جب مافی الغد قریب کا علم نہیں تو بعید کا کہاں سے ہوگا ؛ اور اسی طرح ایک لطیف حیلہ سے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس رکھا اس سلسلہ میں جو کچھ واقعات پیش آئے قبل از وقت ان کا بھی کوئی علم حضرت یعقوب علیہ السلام کو نہ تھا۔ کیا یہ واقعات مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مافی الغد میں داخل نہیں ہیں ؛ اور کیا ان کی پوری تفصیلات حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھیں ؛ اگر تھیں تو کس دلیل سے ؛ باقی مافی الارحام کے متعلق اسی کتاب میں مبسوط بحث آرہی ہے کہ نزاع کس بات میں ہے اور خاصہ خداوندی اس میں کونسی شق ہے۔ غلط بحث علماء اہلِ انصاف کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مگر ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

علمِ غیب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائے ہیں ایک واقعہ یہ ہے کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں دیدار کا خواہشمند ہوں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اچھا اگر تمہیں خواہ مخواہ شوق ہے تو میں اپنے نور کی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر جما رہا تو پھر کہیں تم بھی مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں دیکھ سکتے۔ جب اللہ تعالےٰ نے اس پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش اور افاقہ ہوا تو فرمانے لگے۔ اے میرے رب! میری توبہ! میں بے چون وچرا تیرا حکم مانوں گا۔ قرآنِ کریم کا مضمون ملاحظہ ہو:-

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۝ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ	اور جب پہنچا موسیٰؑ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے، بولا اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ

Marfat.com

رانی ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝	کی طرف، اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو دیکھ لے گا۔ پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔
(پ ۹-اعراف-۱۷)	

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا اور پہلے ہی یہ جان لیتے مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار اور رویت نصیب نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے لطیف پیرایہ میں یہ ہوگی تو کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سوال و مطالبہ نہ کرتے، پھر جب اُن کو معلوم ہوا کہ سوال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے لطیف انداز سے تنبیہ فرمائی ہے تو توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: تُبْتُ اِلَیْكَ۔

اسی طرح ایک مرتبہ طور پر کافی دن لگ گئے اور سامری نے بچھڑے کا ایک الٰہ بنا کر لوگوں کو اس عبادت کی طرف مائل کر دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام اگرچہ قوم کو سمجھاتے رہے لیکن قوم نہ مانی۔ ی علیہ السلام جب واپس تشریف لائے اور قوم کو بچھڑا پرستی میں مبتلا پایا تو جذبہ توحید کے سرشار ر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر پکڑ کر خوب کھینچا کہ شاید انھوں نے تبلیغ میں تاہی کی ہوگی۔ جب حضرت ہارون نے تسلی بخش جواب دیا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جلد بازی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت ہارون ی اپنی اس دعا میں شریک کیا۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو دیدہ دانستہ اپنے بڑے بھائی اور پیغمبر کی کبھی ایسی بے حرمتی نہ کرتے لیکن وہ یہی سمجھے کہ شاید حضرت ہارون ع کی اس میں کوتاہی ہوئی ہے۔ حضرت ہارون ع کے تسلی بخش جواب سے ان کا اطمینان ہو گیا، اس کے بعد انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو طور پر اس کی اطلاع دی کہ

Marfat.com

آپ کی قوم سب کچھ بچھڑے پر قربان کر چکی ہے۔ لیکن چونکہ تفصیلی حالات حضرت موسیٰ کے پیشِ نظر نہ تھے۔ اس لئے انھوں نے تورات کی تختیاں راستے میں نہ پھینکیں، اور جب قوم کے حالات بچشم خود دیکھے، تو غصہ میں آکر تورات کی تختیاں زمین پر دے ماریں، اور جلدی سے نیچے رکھ دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہے :-

لیس الخبر کالمعاینۃ (مسند احمد ج ۱ صفحہ ۲۱۵ و یعنی ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ
مستدرک ج ۲ صفحہ ۳۲۱ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ ؑ کا ایک واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چند دن رہنے کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے خادم خاص حضرت یوشع بن نون بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ ؑ کی وفات کے بعد نبوت عطا ہوئی تھی۔ اس واقعہ کا ایک ایک جملہ بتلا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا، نیز حضرت خضر علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی تو انھوں نے فرمایا :-

یا موسیٰ انی علی علم من علم اللہ علمنیہ	اے موسیٰ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جس
لا تعلمہ انت وانت علی علم من علم اللہ	کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ نے وہ علم سکھایا ہے جس کو میں
علمک اللہ لا اعلمہ (بخاری ج ۲ صفحہ ۶۸۸ و مسلم ج ۲ صفحہ ۲۶۹)	نہیں جانتا۔

کشتی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے دریا سے اپنی چونچ میں پانی اٹھایا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ ؑ تیرے اور میرے اور تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور دریا کا پانی ایک قطرہ اور دریا ان کی نسبت ہی کیا ہے؟ (بخاری ج ۲ صفحہ ۶۸۸ مستدرک ج ۲ صفحہ ۳۶۹ علی شرطہما)

ان صحیح روایات سے حضرت خضر علیہ السلام کا نفیٔ علم غیب کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے اور علم لدنی کے تحت بعض جزئیات کے علم سے مولوی محمد عمر صاحب کے ہاں کئی نتیجے بھی دیکھئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی ما کان و ما یکون کے علم کی ذاتی تکذیب کے منکر نہ تھے۔ ملاحظہ ہو ۱۶۔ کہف ۱۶/۱ (۱) خضر علیہ السلام نے ظالم

بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے کشتی کی ایک تختی اکھاڑ دی جس کی تعبیر بعد میں ظاہر فرمائی (۲) لڑکے کو قتل کر دیا اس بنا پر کہ وہ اپنے ماں باپ کو بالغ ہو کر گمراہ کر دے گا (۳) دیوار بنا دی کیونکہ اس کے نیچے خزانہ تھا (بلفظہ مقیاس ص۳۲۷) سبحان اللہ۔ دیکھا آپ نے کہ غیب کی چند جزئیات سے مولوی محمد عمر صاحب نے کس طرح کُلّی علمِ غیب بنا دیا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی غیب کا علم نہ تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رض عن اُناس من الصحابہ رض یعنی بہت سے صحابۂ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم بھیجا کہ ہم نے حضرت ہارونؑ کو فلاں جگہ پر وفات دے کر اپنے پاس بلانا ہے اس لئے وقتِ مقررہ پر ان کو ساتھ لے کر وہاں پہنچنا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو ساتھ کر لیا اور مقامِ مخصوص پر پہنچے تو وہاں ایک پلنگ پڑا ہوا تھا حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون کو اس پر لیٹ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ لیٹ گئے۔ جب اخذ هارون الموت فلما وجد حسه قال یا موسیٰ خدعتنی الحدیث (مستدرک ۲ ص۵۷۹ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما) حضرت ہارونؑ پر موت کی علامتیں طاری ہوئیں تو انھوں نے کہا، اے موسیٰ! تم مجھ سے دھوکہ ہی کر گئے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز خلاف منقول نہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی وفات کے وقت تک علمِ غیب حاصل نہ تھا خصوصاً اپنی ہی موت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی نے کفّار کے ساتھ جہاد کر کے مالِ غنیمت حاصل کر کے میدان میں رکھا کہ آسمان سے آگ آ کر اس کو جلا دے (کیونکہ پہلی امتوں کے لئے غنیمت کا مال حلال نہ تھا) لیکن آگ نہ آئی، اللہ کے نبی نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی نے مالِ غنیمت میں خیانت سے کام لیا ہے۔ میرے ہاتھ پر ہر قبیلہ کا آدمی بیعت کرے جس نے خیانت کی ہو گی اُس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔ چنانچہ ایک شخص کا ہاتھ بیعت کرنے وقت چمٹ گیا۔ اللہ کے نبی نے فرمایا، یہ تمہاری ہی خیانت ہے (لاؤ کیا خیانت کی؟) چنانچہ گائے کے سر جتنا سونا لا کر مالِ غنیمت میں رکھا گیا، آگ آئی اور اس کو جلا کر راکھ کر گئی۔ (بخاری ۱ ص۴۴۲ مسلم ۲ ص۸۵ مشکوٰۃ ۲ ص۳۵۰)

امام طحاوی الحنفی رح، حافظ ابن کثیر الشافعی رح اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی رح (المتوفی ۷۲۸ھ)

Marfat.com

نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے ۔ (مشکل الآثار ص۱۱/۲ ، البدایہ و النہایہ ص۱۱/۲ ومنہاج السنتہ ص۱۸۶/۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا ، ورنہ وہ اس تدبیر سے چور کی تلاش میں وقت ضائع نہ کرتے ۔ (العیاذ باللہ)

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے بھاگ کر مدین کے علاقہ میں گئے اور وہاں کنویں پر دو بیبیوں کو دُور کھڑے دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں اور ان کی بکریوں کو پانی نکال کر پلایا ، تو انھوں نے گھر جا کر اپنے بوڑھے باپ حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کا ذکر کیا ، انہوں نے موسیٰ ؑ کو بُلایا ، حالات پوچھے تم کون ہو ؟ کہاں سے آئے ؟ اور کیوں آئے ؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ساری سرگزشت ان کو سنائی ، انھوں نے فرمایا ۔ اب خوف نہ کرنا تم بچ نکلے ہو ۔

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ۲۰ ـ قصص ۳)	پس جب پہنچا موسیٰ ؑ شعیبؑ کے پاس اور بیان کی اس سے اپنی سرگزشت کہا اس نے مت ڈر بچ آیا تو قوم بے انصاف سے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی علم غیب نہ تھا ، کیونکہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کے حالات ان کے بیان کرنے ہی سے معلوم ہوئے ۔ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ کے الفاظ اس پر اچھی طرح سے دلالت کرتے ہیں ۔

علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں ، جنّوں ، پرندوں اور دیگر مختلف مخلوق پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطا فرمائی تھی ۔ ان کی فوج کے مختلف گروہ اور محکمے تھے اور وہ باقاعدہ ان کی حاضری لیا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ انھوں نے حاضری لی اور ہُدہُد نظر نہ آیا ۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ، کیا وجہ ہے ، کیا واقعی ہُدہُد غائب ہے یا مجھے نظر نہیں آتا ۔ میں ضرور اس کی اس حکم عدولی پر سخت سزا دوں گا ۔ ہوسکتا ہے کہ میں اس کو ذبح ہی کردوں یا میرے پاس کوئی معقول عذر پیش کرے ۔ اتنے میں ہُدہُد بھی آنکلا حضرت سلیمان ؑ

Marfat.com

نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہدہد نے کہا۔ میں ملک سبا کے کچھ حالات معلوم کرکے آیا ہوں کہ وہ آپ کو معلوم نہیں۔ چنانچہ اس نے وہ تمام واقعات جو ملک سبا کے متعلق اس کو معلوم تھے بیان کئے۔ قرآنِ کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ ہوں :-

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ٥ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ٥ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ٥ (پ ۱۹ ۔ نمل ۔ ۲)	اور خبر (یعنی حاضری) لی سلیمانؑ نے اڑتے پرندوں کی تو کہا، کیا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہُدہُد کو یا ہے وہ غائب۔ اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح، پھر بہت دیر نہ کی کہ ہُدہُد نے آکر کہا میں لے آیا، خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی، اور آیا ہوں تیرے پاس ملکِ سبا سے ایک خبر لے کر تحقیق۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علمِ غیب نہ تھا، اگر ہوتا تو جانوروں کی حاضری نہ لیا کرتے، اور جب ہُدہُد کو نہ پایا تو پریشان نہ ہوتے، کیونکہ ان کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ہُدہُد ایک بڑی مفید جاسوسی کرے گا، جس سے مُلکِ سبا کے لوگ ایمان بھی لے آئیں گے، اور وہ مُلک بھی ہمارے زیرِ اثر ہو جائے گا۔ پھر ہدہد نے تو کمال ہی کر دیا، کس بے باکی سے وہ کہتا ہے کہ مجھے ایک خبر معلوم ہے مگر آپ کو اس کا علم نہیں کہ ملک سبا میں ایک عورت بادشاہی کرتی ہے۔ اگر حضرت سلیمان کو علم غیب ہوتا تو ان کو ضرور مُلکِ سبا اور ملکۂ سبا کے حالات معلوم ہوتے۔ ہُدہُد بیچارا یہ سب کچھ کہہ چکتا ہے لیکن حضرت سلیمانؑ کو ابھی تک یقین نہیں آتا، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ رقعہ لے جاؤ، اور سبا والوں سے اس کا جواب لے آؤ، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ٥ (پ ۱۹ ۔ نمل ۔ ۲) کیا تُو نے سچ کہا یا تُو جھوٹا ہے۔

لطیفہ : اِن آیات سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ غیب کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہوتا، اور آجکل اکثر انسان بھی اس کو نہیں مانتے۔ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

Marfat.com

فریقِ مخالف کا جواب اور اُس کا پس منظر

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :" اس سے بھی تم نے سلیمان علیہ السلام کے عدم علم کی دلیل اخذ کی ہے حالانکہ تمہارا یہ دلیل اخذ کرنا کجروی ہے، کیونکہ آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے تو جب آپ نے اس پرندے کو جو مجلس سے غیر حاضر تھا اسی کو فرمایا کہ میں آج مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے ؟ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے تو یہ شاہی عدالت کے خلاف تھا، کیونکہ دوسرے وقتوں میں کئی اور بلا وجہ غیر حاضر ہو جاتے" الخ (مقیاس حنفیت ص۱۶۴)

جواب :-

یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب مناظرِ اسلام کا جواب۔ سبحان اللہ وہ دلِ ماؤف میں بڑے خوش ہونگے کہ میں نے جواب دے کر چار چاند لگا دیئے، اور اُن کے حواری بغلیں بجاتے ہوں گے کہ واہ واہ مولوی محمد عمر صاحب نے کمال ہی کر دیا (مگر در حقیقت کمال کی ٹانگ ہی توڑ دی ہے)۔ مولوی صاحب کو ذرا ہوش میں آکر یہ بتانا چاہیئے کہ آپ نے جو یہ لکھ مارا ہے کہ "آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا تھا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے"، کیا اس واقعہ سے ناواقفی صرف اس بات پر ہی موقوف ہے کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے ؟ کیا حضرت سلیمان ع کے ان الفاظ سے اس واقعہ سے ناواقفی ثابت نہیں ہوتی ؟ کہ :

مَالِیَ لَآ اَرَی الْھُدْھُدَ اَمْ کَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ۝ — کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا : یا کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے ؟ (پ ۱۹ - نمل - ۲)

کیا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور تاج و تخت کے مالک حضرت سلیمان ع نے عالم جمیع ما کان و ما یکون اور حاضر و ناظر ہو کر عمداً یہ فرمایا ہے ؟ باقی شاہی انتظام اپنے مقام پر صحیح ہے، اس سے بحث نہیں ہے، بحث صرف اس سے ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد اور اُس کے حالات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے؟ یا کیا عالمِ کُل اور حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز غائب ہوتی ہے ؟ الغرض مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب نہایت لچر اور بے معنی ہے، اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :" اسی ہُدہُد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ

Marfat.com

چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی اُن کو خبر نہ تھی۔ ہُدہُد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہو گی، یہ کہہ دیا، لہٰذا اس سے سند نہیں پکڑی جا سکتی۔" (جاء الحق صفحہ ۱۶۱)

جواب :-

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ :-

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ سلیمانؑ نے (یہ سُن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ کیا تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں شامل ہے۔

کیا خدا تعالےٰ کے نبی نے علم رکھتے ہوئے اور ہُدہُد کا بیان سُنتے ہوئے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تُو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ میرا یہ خط لے جا اور اس کا جواب لے آ۔ اور مفتی صاحب ہی ازراہِ انصاف یہ فرمائیں کہ کیا یہ قرآن کی آیت نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے صرف ہُدہُد ہی کی بات نقل کی ہے یا حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے؟

مفتی صاحب ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں خدا کی سچی عدالت میں رتی رتی کا حساب ہو رہا ہو گا اور دُنیا کی ناپائدار وجاہت اور حلوے مانڈے سب فراموش ہو جائیں گے۔ ؎

باش کہ تا طبل قیامت زنند آن تو نیک آید و یا این ما

یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ تھا، اب ذرا حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ اور واقعہ بھی سُن لیجئے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں، ایک بڑی، دوسری چھوٹی۔ دونوں کی گود میں لڑکے تھے، کہیں غفلت میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک (چھوٹی) کے لڑکے کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا، جو لڑکا بچ گیا تھا، اس کے بارے میں اختلاف ہُوا۔ بڑی نے کہا، یہ میرا ہے، چھوٹی نے کہا، یہ بچہ میرا ہے۔ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے گئیں۔ بڑی چونکہ پختہ کار تھی اس نے بیان کا ایسا طریقہ اور لہجہ اختیار کیا کہ حضرت داؤد نے اس کو سچی سمجھ کر بچہ اس کے حوالہ کر دیا اور دوسری

Marfat.com

کو محروم کر دیا۔ بڑی بہت شاداں و فرحاں واپس ہوئی اور چھوٹی کی دُنیا کی کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب حالات کا جائزہ لیا تو اُن کو شک ہُوا۔ اُنھوں نے فرمایا اگر مجھے فیصلہ کا حق ہو تو میں بھی فیصلہ کروں۔ چنانچہ ان کو حَکم بنایا گیا۔ اُنھوں نے خادم کو کہا، چھری لاؤ۔ چھری پیش کی گئی۔ اُنھوں نے فرمایا: میں لڑکے کو دو ٹکڑے کر کے تمہیں دیتا ہوں۔ بڑی خاموش ہو گئی۔ سمجھی ہو گی کہ دو کے بجائے چار ٹکڑے ہو جائیں میرا کیا بگڑتا ہے؛ لیکن چونکہ لڑکا چھوٹی کا تھا، وہ اِس فیصلہ کو برداشت نہ کر سکی سمجھی ہو گی کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا، تو کبھی کبھی تو دیکھ لیا کروں گی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس حیلہ سے حقیقت کی تہ پالی، اور کیا بعید ہے کہ بڑی نے بعد میں اقرار بھی کر لیا ہو۔ بہرحال وہ بچہ چھوٹی کے حوالہ کر دیا گیا۔ (یہ روایت بخاری ج ا ص۴۸۷ و مسلم ج ۲ ص۷۷ وغیرہ میں موجود ہے)۔

اس سے معلوم ہُوا کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو وہ کبھی دیدہ دانستہ چھوٹی (جس کا حقیقتہً وہ لڑکا تھا) کا حق بڑی کو دلواتے (العیاذ باللہ) مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔

فریقِ مخالف کا تو یہاں تک غلو ہے کہ بزرگ رحم کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اور نطفہ کے قرار پکڑنے کا بھی ان کو علم ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو بچہ پیدا ہو چکنے کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کس کا بچہ کھویا گیا اور کس کا زندہ رہا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اگر علمِ غیب ہوتا تو اِس تدبیر کی ضرورت اُن کو محسوس نہ ہوتی۔

فائدہ:۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ بزرگ تو اپنی جگہ رہے، حیوانات کو بھی علمِ غیب ہوتا ہے۔ مثلاً سلیمان علیہ السلام کی فوج جب مارچ کر رہی تھی تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں وہ تمھیں روند نہ ڈالیں، اس سے معلوم ہُوا کہ چیونٹیوں کو بھی حضرت سلیمانؑ اور ان کے لشکر کا علم تھا، لہٰذا ان کا بھی غیب ثابت ہُوا۔

جواب:۔ اگر وہ لوگ قرآنِ کریم کے اصل مضمون کو دیکھتے تو ان کو اسی مضمون سے علمِ غیب کی نفی ملتی، لیکن کیا کیا جائے، غور تو کرنے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

Marfat.com

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ص۱۹ نمل ۲

یہاں تک کہ جب فوج پہنچی چیونٹیوں کے میدان پر، کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمانؑ اور اس کی فوجیں اور اُن کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ آیت ہی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب فوج چیونٹیوں کے میدان میں پہنچی تو اُس وقت چیونٹیوں کو اس کا علم ہوا اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمانؑ کو مختلف قسم کے حیوانات پر حکومت عطا فرمائی تھی، لہٰذا چیونٹیوں کو بھی خداداد حس سے حضرت سلیمانؑ اور ان کی فوجوں کا اجمالی علم ہو گیا ہوگا۔ اس سے چیونٹیوں کے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا، البتہ یہ استدلال بہت زیادہ قریب ہے کہ چیونٹیوں میں بھی خدا نے یہ فطرت، حس اور علم رکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ جیسے پیغمبر کو بھی غیب نہیں ہوتا، کیونکہ چیونٹی نے کہا کہ وہ بے خبری میں تمہیں نہ روندیں" اور چونکہ عالم الغیب کبھی بے خبر نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہ آیت ہی دلالت کرتی ہے کہ چیونٹیاں حضرت سلیمانؑ اور ان کے لشکر کو جس میں اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ بھی ہوگا اور دیگر تمام فوجی اور سلیمان علیہ السلام کے صحابی بھی ہوں گے، بے خبر ثابت کرتی ہیں۔ جو اُن کے غیب دان ہونے کی نفی پر صراحت سے دال ہے۔

علم غیب اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں مختلف اسلوب سے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔ مختصر الفاظ میں ان کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مضافاتِ موصل میں شہر نینوا کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو تقریباً لاکھ سوا لاکھ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ انھوں نے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کی مگر قوم نہ مانی۔ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر ہی ان لوگوں سے ناراض ہو کر چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۱)، قوم نے عذاب کے کچھ آثار دیکھے ہوں گے، گھبرا کر سب نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت یونسؑ کو راستہ میں ایک دریا سے گزرنا پڑا۔ کشتی پر سوار ہوئے، جب کشتی دریا میں

Marfat.com

پہنچی تو کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے۔ قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ حضرت یونس ؑ کے نام پر نکلا وہ دریا میں پھینک دیئے گئے۔ مچھلی نے ان کو لقمہ بنا کر نگل لیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ مچھلی کو تنبیہ ہوئی ہوگی کہ حضرت یونس ؑ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲) حضرت یونس ؑ نے اپنی لغزش پر اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی تو ان کو معافی ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا وَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۷۔ انبیاء۔ ۶)

اور (سن لو) مچھلی والے کا (قصہ) جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ گرفت کریں گے اس پر پھر پکارا، اس نے ان اندھیروں میں کہ کوئی فریاد رس نہیں تیرے سوا تو عیب سے پاک ہے اور میں تھا لغزش کرنے والوں میں پھر سن لی ہم نے اس کی فریاد اور بچایا ہم نے اس کو غم سے اور یوں ہی ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام کو علم غیب حاصل ہوتا تو ان کو پہلے ہی یہ بات معلوم ہوجاتی کہ میں خدا کے حکم کے بغیر یہاں سے نہ جاؤں، کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑی سخت داروگیر ہوگی اور قدم قدم پر رنج کے علاوہ خدا کی ناراضگی بھی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ آخر میں اللہ تعالےٰ نے اپنی بہت سی عنایات سے انہیں نوازا تھا۔

علم غیب اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے تیسرے پارہ میں ایک صاحب کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ جمہور مفسرین کرام ؒ کا بیان ہے کہ وہ بزرگ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ اور حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عزیر ؑ خدا کے نبی تھے۔ (مستدرک ج ۲ ص ۲۸۲ قال الحاکم والذہبی علیٰ شرطہما)

Marfat.com

واقعہ یہ ہے کہ کسی اُجڑی ہوئی بستی پر ان کا گزر ہوا، اس کی خراب حالت کو دیکھ کر ازراہِ تعجب اُنھوں نے فرمایا یہ بستی بھی کسی وقت آباد ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت پر یقین دلانے کے لئے اُن کو وفات دے دی۔ ان کے پاس گدھا تھا وہ بھی فنا ہو گیا، کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں وہ اللہ نے محفوظ کر کے اپنی قدرت بتلا دی کہ عادۃً جو چیز جلدی خراب ہو سکتی ہے ہم اس کو کس طرح بچا لیتے ہیں اور جو چیز (مثلاً گدھا وغیرہ) جلدی ضائع نہیں ہو جاتی ہم اس کو کس طرح فنا اور برباد کر دیا کرتے ہیں۔

غرضیکہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے ان سے پوچھا، کتنا عرصہ مُردہ رہے۔ فرمانے لگے، ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تو سو سال مُردہ رہے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیں:-

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ۚ قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ ۖ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (پ۳ - بقرہ - ۳۵)

یا مثل اُس شخص کے کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گرا ہوا تھا اپنی چھتوں پر، بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ اس کے مرنے (اور تباہ ہونے) کے بعد، پھر مُردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اُٹھایا اُس کو کہا تُو کتنی دیر یہاں رہا، کہا رہا ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم، کہا نہیں بلکہ رہا تُو سو برس، اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح اُبھار کر جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اُس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اُٹھا مجھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت عزیر علیہ السلام کو پہلے ہی سے وہ کیفیت معلوم ہوتی جو بعد کو معلوم ہوئی تو وہ کبھی اس پر تعجب نہ کرتے، اور پہلے ہی سے اطمینان کر لیتے، اور اگر ان کو علمِ غیب حاصل ہوتا تو کبھی بھی وہ سو سال کی طویل عمر کو ایک دن یا دن سے بھی کم کے ساتھ تعبیر نہ کرتے مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔

Marfat.com

اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوگئی کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو علم غیب حاصل نہیں ہوسکتا نہ جیسا کہ بعض نادان لوگ سمجھے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی رُوح کو ترقی ہوجاتی ہے اور اس پر اسرار کھلنے لگ جاتے ہیں اور علم غیب کلی کے ادراکات اور ملکات اس پر روشن ہوجاتے ہیں جزوی واقعات محل نزاع

علم غیب اور حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

عرصہ دراز تک حضرت زکریا علیہ السلام اولاد کے لئے دُعا کرتے رہے، یہاں تک کہ بڑھاپے تک پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ کے کمرہ میں داخل ہوئے تو اُن کے پاس ایک ٹوکری میں بے موسم انگور دیکھے (ٹوکری میں بے موسم انگوروں کا ملنا اور باوجود زبان صحیح ہونے کے بولنے پر تین دن قادر نہ ہو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ مستدرک ۲ صث ۲۹۱، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) وہیں دعا کی کہ جو خدا اس کو بے موسم میوہ دے سکتا ہے شاید کہ مجھے بھی وہ اولاد دے دے۔ نماز کی حالت میں فرشتہ خوشخبری لے کر آیا کہ خدا آپ کو ایک لڑکا دے گا جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ حضرت زکریاؑ نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے لڑکا کہاں سے ملے گا؛ ارشاد ہوا اسی طرح ہوگا۔ فرمایا تو میرے لئے کوئی نشانی ہو جس سے مَیں سمجھ سکوں کہ اب بیوی کو اُمید ہوگئی ہے۔

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۚ (پ ۳ - آل عمران - ۴) فرمایا خدا نے نشانی تیری یہ ہے کہ نہ بات کرسکے گا تو لوگوں سے تین دن تک؛ مگر اشارہ سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت زکریا علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو اپنی بیوی کے حمل کا علم بغیر نشانی اور علامت کے بھی ان کو ہوجاتا، لیکن چونکہ ان کو آخر عمر تک علم غیب نہ تھا اس لئے نشانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

علم غیب اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالےٰ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے جب یہ سوال فرمائیں گے

Marfat.com

اگر تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالے کے ورے دو معبود بنالو، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، تو پاک ہے، مجھے کیا حق تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا میں سرے سے حقدار ہی نہ تھا۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو وہ تجھ کو معلوم ہو گی، کیونکہ تو میرے جی کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا اس لئے کہ :۔ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ (بے شک تو ہی ہے غیوب اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا) میں نے تو ان کو وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اے لوگو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (پ۔ مائدہ ۔ ۱۶)

اور میں اُن سے خبردار تھا جبتک کہ میں اُن میں موجود تھا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف آسمان پر اٹھالیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اِس مضمون سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کو عیسائیوں نے الٰہ بنایا ہے۔ مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نہیں، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ یہ ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ (كنت اشهد على اعمالهم حين كنت بين اظهرهم ۔ ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۰) مگر جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا، تو بعد کے حالات کی مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا کرتے اور کہتے رہے، تو ہی ہر چیز سے خبر رکھنے والا ہے۔ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو تفصیل سے یہ معلوم ہوتا کہ قوم نے ان کے بعد کیا کچھ کہا ہے۔ اور نزول من السماء کے بعد اگرچہ اجمالی طور پر انکو اس کا علم حاصل ہو گا مگر تفصیل پھر بھی معلوم نہ ہو گی۔

فائدہ : شاہد اور شہید کے لفظ سے کسی کو ہرگز مغالطہ نہ ہو۔ ہم نے تبرید النواظر میں اس مسئلہ کی بما لا مزید علیہ بحث کر دی ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔

فریقِ مخالف کا مغالطہ

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ " اور عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ

Marfat.com

جمع کرتے ہو۔ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا جہاں عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اُس کی خبر آپ باہر دے رہے ہیں، یہ ہے علم غیب۔ (انتہی بلفظہ جاء الحق ص ۵۹)

جواب: مفتی صاحب کا اس مضمون سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے علم غیب پر استدلال محض اپنے ماؤف دل کی تسکین ہی ہو سکتی ہے اور بس۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے عملی معجزات کے بعد علمی معجزات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا کہ :-

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (پ ۳۔ آل عمران ۔ ۵)

اور میں بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ، اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں اس میں نشانی پوری ہے تمہارے لئے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

اس آیت کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ خطاب صرف بنی اسرائیل کو ہے چند قومی اور ملکی لوگوں کے کھانے اور پینے اور گھر میں اکل و شرب کی بعض اشیاء کو ذخیرہ بنا کر رکھنے کے علم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہر قوم ہر ملک اور ہر اہل مذہب کے متعلق تفصیلی حالات معلوم تھے؛ اپنے زمانہ کے بعض لوگوں کو جو خصوصیت سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس آتے جاتے تھے) بعض حالات کے علم سے جو لوگوں کے ایمان اور یقین کو بڑھانے کے لئے بطور معجزہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا، علم غیب کیسے ثابت ہوا؟ غیب کی چند خبروں اور جزئیات کو "یہ ہے علم غیب" سے تعبیر کرنا مفتی احمد یار خان ہی کا کام ہو سکتا ہے، آخر مفتی جو ہوئے۔ ہم آئندہ باحوالہ عرض کریں گے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خود اقرار فرمایا کہ قیامت کی خاص گھڑی کا علم مجھے نہیں ہے مگر مفتی صاحب کے نزدیک ان کو غیب کا علم حاصل تھا۔ ہم تو اسی کے قائل ہیں، جس کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام قائل تھے مفتی صاحب اپنے لئے سوچ لیں ؎

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مُردے اُکھڑ گئے

یہ مری جبینِ نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

مولوی محمد عمر صاحب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ سے

Marfat.com

غیر متعلق آیت سے اپنا باطل مدعا ثابت کرتے ہوئے طویل کلام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ :-

"چنانچہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنی والدہ کی برأت سے پہلے اپنے رب کی برأت فرمائی - فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ آپ کو ان کے ابن اللہ کہنے کا علم اسی وقت تھا جس بنا پر آپ نے ان کا رد کرتے ہوئے اپنے اللہ کی برأت فرمائی جس سے ان کے علم غیب کا ثبوت ملا اور علم ما فی غد کی دلیل بیان فرمادی پھر اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ فرما کر علم ماذا تکسب غدًا کا اظہار فرمایا اور وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا سے ثابت کر دیا کہ نبی اللہ کی نظر پیدائشی علم غیب پر ہوتی ہے۔" (مقیاس صـ۳۲۱)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

"فرمایا وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا میں مع اپنی ماں کے متقی ہوں یعنی مجھے اللہ نے پرہیز گار اور متقی بنایا ہے اور میری والدہ بھی بڑی متقیہ ہے اور میری والدہ کی عصمت کا ثبوت واضح ہے کیونکہ اللہ نے مجھے متکبر اور بدبخت نہیں بنایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے متکبر اور بدبخت بنادیتا تو یہ علامت ولدالزنا کی ہوتی ہے۔ جب میں متکبر اور شقی نہیں تو ولدالزنا نہیں معاذاللہ اور جب میں ولدالزنا نہیں تو میری والدہ مشکوکہ نہیں جیسا کہ تم سمجھ بیٹھے ہو اس آیت کریمہ سے ما فی الارحام کا علم اور ما فی القلوب کا علم حضرت عیسٰے علیہ السلام کے واسطے یقیناً ثابت ہو گیا۔" (ملفظہ مقیاس صـ۳۲۲)

جواب :-

مولوی محمد عمر صاحب نے علم غیب کا متنازع فیہا مسئلہ اس آیت سے جو کشید کیا ہے اور اپنی فطرت اور سرشت سے مجبور ہو کر جو کچھ کہا ہے، وہ نرا اعجوبہ بلکہ خالص اختراع اور ایجاد بندہ ہے۔ جن اخبار غیب اور انباء غیب کی طرف حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اور وہ بھی شیرخوارگی کے عالم میں؛ اس کا کس کو انکار ہے؟ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنی عبدیت اور رسالت کا اور نیز اپنی والدہ ماجدہ کی عفت اور پاکدامنی کا جو اظہار فرمایا ہے اور جس چیز کی انھوں نے منجانب اللہ اطلاع دی ہے وہ بالکل حق ہے مگر اس میں اپنی اور اپنی والدہ کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے ساری مخلوقات کے حالات کا ذکر نہیں ہے۔ ایسی چند جزئیات کو کلی کا درجہ دینا اور اس پر اپنی باطل پرستی کی دیوار اور

Marfat.com

عبارت کو استوار کرنا کسی عقلمند کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے جس علمِ غیب کے مسئلہ کا فریقین میں تنازع اور اختلاف ہے، یہ آیت اور آیت کا کوئی بھی جملہ اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتا، اور جو چیز اس سے ثابت ہے وہ نہ تو متنازع فیہ ہے اور نہ مولوی محمد عمر وغیرہ کو مفید ہے۔ کما لا یخفیٰ علیٰ احد من اهل العلم۔ خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ لکھ دینے کا نام ہرگز دلیل اور ثبوت نہیں ہوتا۔ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت پھر جو دلیل جس آیت اور حدیث وغیرہ سے پیش کی گئی ہو اس سے اس کا ثبوت اہلِ علم کے نزدیک ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب اپنی مرغی کی ایک ٹانگ ہی کہتے چلے جائیں اور بتکلف بلکہ بجبر کسی آیت اور حدیث کو اپنی دلیل بتاتے رہیں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟ ؎

لاکھ زلفوں کو سنوارے بھی تو کیا ہوتا ہے

حسنِ انسان کا جب تک کہ خداداد نہ ہو

اس باب کے آخر میں ہم قرآن کریم کی ایک آیت اور اس کی تفسیر میں معتبر اور مستند تفاسیر کے حوالے عرض کرتے ہیں جس میں تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے اقرار سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی ذات ہے۔ جس سے ایک منصف مزاج آدمی بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے؟ ع

قیاس کن زِ گلستانِ من بہارِ مرا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اور تمام انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی وہاں جمع کرے گا۔ پھر سوال فرمائے گا:-

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (پ ۷ - المائدہ - ۱۴)	جس دن اللہ تعالےٰ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر سوال کرے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا وہ فرمائیں گے ہم کو علم نہیں تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا۔

یہ سوال محشر میں اُمتوں کے روبرو پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دُنیا میں جب تم اُن کے پاس پیغامِ حق لے کر گئے تھے تو اُنھوں نے کیا جواب دیا تھا اور کہاں تک اُنہوں نے دعوتِ الٰہی کی اجابت کی تھی۔

Marfat.com

چونکہ ہر نبی اور رسول سے اس کی ساری اُمت کے متعلق سوال ہوگا خواہ وہ اُمتی قریب ہوں یا بالبعید، ان کی انبیاء سے پہلے وفات ہوگئی ہو یا بعد تک وہ زندہ رہے ہوں اور نیز ظاہری اور باطنی جُملہ کیفیاتِ اجابت اس میں داخل ہیں، اِس لئے انبیاء کرامؑ کا جواب اس کے بغیر اور کیا ہو سکے گا کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، غیوب کا جاننے والا تو صرف تُو ہی ہے اور جبکہ بنی آدم کے جُملہ ظاہری و باطنی احوال ماکان و مایکون میں داخل ہیں تو معلوم ہُوا کہ جمیع ماکان و مایکون کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی رسُول اور نبی کو نہیں اور نہ قیامت تک ہوگا۔ کیونکہ ان تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا یہ بیان قیامِ قیامت کے بعد ہی ہوگا۔ قرآنِ کریم کی یہ نص جو قطعی الدلالت ہے صاف بتا رہی ہے کہ عالم الغیب اور ظاہر و باطن کو جاننے والا اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں، اگرچہ وہ رسول اور نبی ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ وہ بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں تمام انبیاء کرام علیہم السّلام تمام قوموں اور اُمتوں کے روبرُو پیش کریں گے۔

اس آیت میں مفسّرین کرامؒ کو ایک اشکال یہ پیش آگیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنی اُمتوں کے جواب کا فی الجملہ علم تو ضرور ہے، پھر حق تعالےٰ کے سامنے اُنھوں نے مطلقاً علم کی نفی کیوں کر دی؟ اس اشکال کو حل کرنے کے لئے مفسّرینِ کرام کے چند اقوال ہیں، اور چونکہ ان میں سے اکثر میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر درست ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

معناہ لا علم لنا کعلمك فیھم لانك تعلم ما اضمروا و ما اظھروا فعلمك فیھم انفذ من علمنا و ابلغ۔	اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو ان کے متعلق اے اللہ تیری طرح کا علم نہیں ہے کیونکہ تُو ان کے پوشیدہ اور ظاہری سب حالات کو جانتا ہے اور ہم کو تو صرف ظاہری حال کا علم ہے اور تیرا علم زیادہ گہرا اور بلیغ ہے۔
(تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹)	

حضرت امام رازیؒ اس قول کو نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ھو الاصح وھو الذی اختارہ ابن عباس رضؓ۔	یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی کو حضرت ابن عباس رضؓ نے اختیار فرمایا ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۸)	

Marfat.com

اور خطیب شربینی رح لکھتے ہیں کہ :-

لاعلم لنا بما انت تعلمه انك انت علام الغیوب فتعلم ما اجابوا وما اظهروہ لنا وما نعلمه مما اضمروہ فی قلوبھم (سراج منیر ج ۱ صـ ۴۰۲)

ہم کو اس چیز کا علم نہیں جس کا تجھے ہے کیونکہ تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ پس تو ہی جانتا ہے جو انھوں نے جواب دیا اور جو انھوں نے ہمارے سامنے ظاہر کیا اور تو ہی جانتا ہے جس کو ہم نہیں جانتے جو انھوں نے اپنے دلوں میں مخفی رکھا۔

اور علامہ ابوالسعود رح اپنی تفسیر ج ۴ صـ ۵۳ اور قاضی بیضاوی رح نے انوار التنزیل ج ۱ صـ ۲۱ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رح اس قول کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

قالوا لا علم لنا باخلاص قومنا دلیله انك انت علام الغیوب (مدارک ج ۱ صـ ۲۳۱)

پیغمبر فرمائیں گے کہ ہمیں اپنی قوم کے اخلاص کا علم نہیں، اور اس قول کی دلیل اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ کا ارشاد ہے۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :-

رواہ ابن جریر رح ثم اختارہ علی هذہ الاقوال الثلاثة ولاشك انه قول حسن وهو من باب التأدب مع الرب جل جلاله ای لا علم لنا بالنسبة الی علمك المحیط بکل شیء ونحن وان کنا قد اجبنا وعرفنا من اجابنا ولکن منهم من کنا انما نطلع علی ظاہرہ لا علم لنا بباطنه وانت العلیم بکل شیء المطلع علی کل شیء فعلمنا بالنسبة الی علمك کلا علم انك انت علام الغیوب۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ - صـ ۱۱۴)

اس قول کو امام ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور باقی کے تین اقوال پر اس کو ترجیح دی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ قول اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا ایک بہترین نمونہ ہے کہ اے بار الہا تیرے علم محیط کے مقابلہ میں ہم کو کچھ علم نہیں ہے اور ہم کو اگرچہ جواب ملا تھا اور ہم ان کو بھی جانتے ہیں جنہوں نے ہماری دعوت قبول کی تھی۔ لیکن ان میں وہ بھی تھے کہ ہم کو ان کے صرف ظاہری حال کی اطلاع تھی اندرون کے باطن کا علم ہم کو نہیں اور تو ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ پس ہمارا علم تیرے علم کے مقابلے میں مثل عدم علم کے ہے کیونکہ تو ہی علام الغیوب ہے۔

Marfat.com

اور المفتی الشیخ محمد عبدہٗ المصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء لکھتے ہیں کہ :۔

یعنی انہ لیس بنفی لعلمھم باطلاق و انما ھو نفی لعلم الاحاطۃ الذی ھو خاص بالخلاق العلیم اذ الرسل کانوا یعلمون ظاھر ما اجیبوا بہ من مخاطبیھم ولا یعلمون بواطنھم ولا حال من لم یروہ من اممھم الا ما یوحیہ تعالیٰ الیھم من ذالک وھو قلیل من کثیر (المنار ج ۳ ص ۲۴۲)

اس میں مطلق علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس میں اس علم کی نفی ہے جو محیط ہو جو خاصہ باری تعالےٰ ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو مخاطبین کے ظاہری جواب کو جانتے تھے اور باطن سے وہ مطلع نہ تھے اور اسی طرح اُمت کے اُن افراد کا علم بھی اُن کو نہ تھا جن کو انبیاء علیہم السلام نے دیکھا نہیں، ہاں مگر جن کے حالات اللہ تعالےٰ نے بذریعۂ وحی بتا دیئے تھے مگر وہ تو کثیر مقدار میں سے بہت ہی کم تھے۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا اور ہمارا دین قبول کیا تھا لیکن اُن کو پورے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون اُس پر قائم رہا، اور کس کا کیسا انجام ہوا اور کس نے کیا کیا نئی بدعات اور باتیں نکالیں۔ اِس لئے وہ فرمائیں گے کہ لا علم لنا، ہم کو ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہے اور جزا و سزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۴۔ معالم ۲ ص ۸۹، خازن ج ۲ ص ۸۹۔ ابو السعود ج ۴ ص ۸۳، مدارک ج ۱ ص ۲۳۹، بیضاوی ج ۱ ص ۲۱۰، جامع البیان ج ۱ ص ۱۰۸، اور تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۸ وغیرہ)۔ اس قول سے بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اُن کی اُمتوں پر جو احوال طاری ہوئے، اُن کا تفصیلی علم اُن کو نہ تھا اور اگر جمیع ماکان و ما یکون کا علم ان کو عطا ہوتا تو ضرور اس کا علم بھی ان کو ہوتا۔

تیسری توجیہ امام رازی رحمہ اللہ نے یوں کی ہے کہ علم سے مُراد خاص علم یقینی ہے جو احکام آخرت میں معتبر ہوتا ہے اور مخلوقات میں سے ایک کو دوسرے کے اندرونی احوال کا جو علم ہوتا ہے، وہ عام طور پر ظنی ہوتا ہے، مگر یہ کہ وحی سے ہو اور وہ احکام دنیوی میں تو معتبر ہے مگر عالم آخرت کے احکام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ ارشاد فرمائیں گے کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہم کو اپنی اُمتوں کے

Marfat.com

احوال کا علم یقینی نہیں (محصلہ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۸) اس توجیہ سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہے۔ کما لا یخفیٰ

چوتھی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ لا علم لنا کا مطلب یہ ہے کہ خداوندا ہم کو معلوم نہیں کہ آپ کے اس سوال میں کیا حکمت مضمر ہے (معالم ج ۲ ص ۸۹ وخازن ج ۲ ص ۸۹) یہ قول قیل سے نقل کیا گیا ہے، قائل کا بھی علم نہیں کہ کون تھا اور کیسا تھا؟ پھر سیاق اور سباق سے اس کا ربط بھی قدرے بعید ہے۔ تاہم ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پانچویں توجیہ اس کی یہ کی گئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم تو تھا کہ اُمتیوں نے کیا جواب دیا۔ مگر سکوت اور ادب و تواضع کے طور پر یہی مناسب سمجھیں گے اور فرمائیں گے کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہم کو علم نہیں ہے تو ہی غیوب کا جاننے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۸ وخازن ج ۲ ص ۸۹)۔

حافظ ابن القیم الحنبلی رح المتوفی ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ " انبیاء علیہم السلام سے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ لوگوں نے تمہارا کہا مانا یا نہیں، تو وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ ہمیں علم نہیں، تو ہی سب پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اس طرح لاعلمی کا اظہار کرنا پاسِ ادب کے علاوہ حق اور نفس الامر کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے علوم بلکہ سب مخلوق کے علوم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے سامنے ہیچ اور لاشئے ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ایک ٹمٹماتے چراغ کی کوئی حقیقت نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے مخلوق کے علوم کی کوئی ہستی نہیں۔ (کتاب التقدیر ترجمۂ شفاء العلیل لحافظ ابن القیم رح ص ۴۶۶)

اس قول کو فریق مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے مگر یہ ان کی جہالت ہے، اس قول میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کہ تمام اُمتیوں کے ظاہر و باطن اور جملہ حرکات و سکنات سے پیغمبر آگاہ تھے مگر تادب مع اللہ کے طور پر لَا عِلْمَ لَنَا فرمائیں گے، اور اگر یہی بات ہوتی تو اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ہی کافی تھا لَا عِلْمَ لَنَا کی کیا ضرورت تھی؟ جیسا کہ کسی متامل پر مخفی نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ کیا تادب مع اللہ اور تواضع اسی پہلو سے پورا ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دیدہ دانستہ خلاف واقع بات فرمائیں؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی رح (وغیرہ) لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع اور اظہار

Marfat.com

عبودیت پر حمل کیا ہے۔ بل ھو لیس بشیٔ کما لا یخفی (روح المعانی ج ۷، ص ۱۳۵) تو یہ بالکل ہیچ اور لا یعبأبہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحب مواقف (ص ۱۰۶ میں) لکھتے ہیں کہ لا نسلم انہ فی معرض التواضع : ہم نہیں تسلیم کرتے کہ یہ تواصل پر محمول ہے۔

فریقِ مخالف کی عجیب منطق اور نرالی محبت ہے، اس توجیہ کا صرف یہی مطلب ہے کہ اے خداوندِ کریم ہم کو تفصیلی اور یقینی علم تو تھا ہی نہیں، اور جس قدر تھا بھی تو اُس کا اظہار اس موقعہ پر کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا۔ اس لئے ازرہِ ادب و تواضع ہم یہ کہتے ہیں لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، تو یہ ادب اور تواضع نفس الامر کے بالکل موافق ہے نہ یہ کہ مخالف۔ لہٰذا یہ توجیہ بھی فریقِ مخالف کو سُود مند نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے مدعیٰ کے بالکل عین موافق ہے۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ اس توجیہ کو محض ایک احتمال کی صورت میں علامہ رازی رح اور خازن رح نے نقل کیا ہے، کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا، صرف احتمالی توجیہ کو اختیار کرنا اور مذکورۃ الصدر صحیح توجیہات کو جن میں سے بعض کو صراحت کے ساتھ مفسرین نے ترجیح دی اور اختیار کیا ہے، حق پرستی سے انحراف اور محض ہوٰی پرستی ہے۔ مگر ؎

صبر، خود داری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے

چھٹی توجیہ اس آیت کی یہ کی گئی ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جس وقت یہ سوال ہوگا اس وقت گھبراہٹ وخوف وہراس کی وجہ سے اُن کے حواس حاضر نہ ہوں گے اور اُس گھڑی وہ بہت سی باتوں کو بھول جائیں گے اور اس وجہ سے وہ فرمائیں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں، اس قول کو حضرت مجاہد رح، حسن بصری رح اور حضرت ابنِ عباس رض کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ابنِ کثیر ج ۲ ص ۱۱۴ ومعالم ج ۲ ص ۸۹۲ والبو السعود ج ۴ ص ۸۳) مگر اس توجیہ پر چند وجوہ سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

اوّلاً متعدد مفسرین نے اس پر کلام کیا ہے چنانچہ امام رازی رح لکھتے ہیں کہ اس توجیہ کو اگرچہ ایک جماعت نے اختیار کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف اور کمزور ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ ثواب کے بیان میں فرمایا ہے کہ اُن کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی، اور نیز حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے

Marfat.com

دن مومنین صالحین کے چہرے چمکتے ہوں گے اور ہشاش بشاش ہونگے بلکہ اللہ تعالے نے تو یہ فرمایا ہے کہ مسلمان یہود نصاریٰ صابئین میں سے جو بھی صحیح معنی میں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں ان کو اُن کا پُورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ پس جب مومنین کا یہ حال ہوگا

فکیف یکون حال الانبیاء والرسل افضل من ذلك ومعلوم انھم لوخافوا لکانوا اقل منزلۃ من ھٰؤلاء الذین اخبرھم اللہ تعالی عنھم انھم لا یخافون البتۃ (کبیر ج ۳ ص ۴۶۵)

تو انبیاء کرام ؑ کا حال اُن سے کمتر کیونکر ہو سکتا ہے، اور اگر اُن کو خوف ہوگا تو وہ کم درجہ کے ٹھہریں گے اُن مومنوں سے جن کے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اُن پر ہرگز کوئی خوف نہ ہوگا۔

اور علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ :۔

وھذا فیہ ضعف ونظر لان اللہ تبارك وتعالی قال فی حق الانبیاء لا یحزنھم الفزع الاکبر ۔ (خازن ج ۲ ص ۹۵)

یہ قول ضعیف ہے اور اس میں کلام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے تو انبیاء کرام ؑ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ بڑی گھبراہٹ ان کو غم اور حزن میں نہ ڈالے گی۔

اور علامہ ابو السعود الحنفی رح اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لَا عِلْمَ لَنَا کی جو اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ سے علت بیان کی گئی ہے۔ وہ اس توجیہ کے ہرگز مناسب نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ :۔

لایلائمہ التعلیل المذکور۔ (ابو السعود ج ۲ ص ۸۳)

یہ مذکور تعلیل اس کے ہرگز موافق نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ ذہول کی توجیہ پر شیخ الاسلام رح نے اعتراض کیا ہے کیونکہ

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فی موضع التعلیل و لایلائم ما ذکر ۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۵۳)

اللہ تعالے کا یہ ارشاد انك انت علام الغیوب مقام تعلیل میں ہے اور ذہول کی توجیہ کے ساتھ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے

الغرض یہ چھٹی توجیہ اگرچہ بعض سلف سے منقول ہے مگر محققین نے بوجوہ بالا مذکورہ اس کو ضعیف اور مکزور بنا دیا ہے، اس لئے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

وثانیاً کیا اس ذہول کے لئے جمیع ماکان ومایکون کا علم ہی ہو تو تب ہی یہ متحقق ہو سکتا ہے ؛ اگر بعض کا

Marfat.com

علم ہو مثلاً اُمت کے ظاہری احوال اور اُمت کے جن افراد و اشخاص کو دیکھا ہے، انہی سے متعلق یہ علم ہو اور اُس گھبراہٹ میں اُس سے بھی ذہول ہو جائے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا؛ عقلاً اور نقلاً ذہول اور جمیع ما کان وما یکون کے علم میں کونسا تلازم ہے؛ اگر یہ توجیہ صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب بھی اس کے لئے بغیر کچھ نہیں ہو گا کہ ظاہری طور پر جو محدود علم انبیاء کرام کو ہو گا، اس سے متعلق بھی وہ فرما دیں گے لا علم لنا - اور رہا ظاہری علم کے علاوہ باطنی اور محیط تفصیلی تو وہ انک انت علام الغیوب میں داخل ہے (کہ تو ہی جانتا ہے کیونکہ تمام غیوب کا جاننے والا ہی بس تو ہے)۔

و ثالثاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن خوف و ہراس ہو گا جس کی بنا پر وہ لا علم لنا کا اظہار کریں گے تو جناب خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوف و ہراس کا ثبوت تو کہیں بھی نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس طاری ہو گا کہ آپ کے حواس مبارکہ بھی بجا نہ رہیں گے (العیاذ باللہ) دیکھا آپنے کہ اہل بدعت کے خانہ ساز اور جعلی عقیدہ نے محض جمیع ما کان وما یکون کے علم کے تحفظ کے لئے صرف یہ تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کو شدت کے ساتھ اس پر اصرار ہے کہ یہ خوف و ہراس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی طاری ہو گا، اور آپ کی فضیلت اور خصوصیت کی قطعاً کوئی پروانہ کی، محب ہوں تو ایسے ہوں اور عاشق ہوں تو ایسے ہوں - آخر توحید و سنت کا ترک کرنا بھی کچھ تو سکھلاتا ہے - ؎

عمل اُن سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا کوئی پوچھے کہ اُن کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جبکہ ساری مخلوق پریشان اور بے چین ہو گی تو اُس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی دِل جمعی اور استقامت حاصل ہو گی جس کی نظیر نہیں مل سکے گی اور کیوں نہ ہو آپ کی جلالت شان ہی اس کی مقتضی ہے - ؎

شراب خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

تعجب ہے مفتی احمد یار خان صاحب (وغیرہ) پر کہ وہ صحیح اور مختار تفسیر کو چھوڑ کر سارا زور ہی اس پر صرف

Marfat.com

کرتے ہیں کہ : تیسرے یہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اُس وقت انبیاء کرام فرمائیں گے اور پھر آگے اپنی معتبر تفسیر روح البیان شریف کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا اور اُس کے بعد جواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرما دی اور ہماری قوم نے کیا جواب دیا۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص۹۶)

مفتی صاحب ذرا ہوش میں آکر یہ بتائیں کہ اس صورت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور شان پر کوئی اثر تو نہ پڑے گا؟ اور اس میں توہین اور تنقیص انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نہیں ہوگی، اگر کوئی اور ایسا کہتا تو آپ زمین کو سر پر اُٹھا لیتے مگر ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

Marfat.com

بابِ ششم

اس باب میں ہم قرآن کریم کی بارہ عدد آیات مع مستند اور معتبر تفاسیر کے عرض کرتے ہیں جن سے بخوبی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ تمام پیغمبروں کے سردار، امام الانبیاء، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ عالم الغیب تھے اور جب آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا تو بدیگراں چہ رسد۔

اس باب میں پیش کردہ آیات کے جوابات میں جو جو عذر لنگ فریقِ مخالف کی طرف سے کئے گئے ہیں ان کے چہرہ سے بھی اچھی طرح نقاب کشائی کی گئی ہے، اور فریقِ مخالف کے خیالات اور نفسی میلانات کی پردہ دری بھی ضروری ہی تھی کیونکہ پردہ دری کے بغیر درونِ پردہ کا نظارہ کس نے کیا ہے؟ ارادہ تھا کہ اس باب میں کم وبیش پچاس۵۰ آیات پیش کی جاتیں مگر خوفِ طوالت سے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب دائرۃ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا نہ بن جائے، اس لئے انہی آیات پر اکتفا کی گئی ہے۔ و فیھا کفایۃ لمن لہ ھدایۃ۔

پہلی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج   بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے

Marfat.com

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو علم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا، تحقیق سے اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

(پ ۲۱ - لقمان - ۴)

یعنی قیامت آکر رہے گی مگر کب آئے گی؛ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہیں، نہ معلوم کب یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ زمین کی ساری رونق اور مادی برکت (جس پر مخلوق کی خوشحالی کا مدار ہے) آسمانی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو خاک اُڑنے لگے، مگر یہ بارش کب ہوگی، کہاں ہوگی، کتنی مقدار میں ہوگی، کن کن نتائج کی حامل ہوگی، اس کو بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور اس کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ ارحام کے اندر کیا ہے لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ اکیلے ہیں یا جڑواں، کالے ہیں یا گورے صحیح الاعضاء ہیں یا ناقص الاعضاء، اور پیدا ہونے کے بعد اُن کی عمر کیا ہوگی، روزی کتنی ملے گی، کیا کیا کام کریں گے، سعید ہوں گے یا شقی وغیرہ وغیرہ اور نیز یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا (خود ساختہ پروگرام کا سوال نہیں ہے) نفع کمائے گا یا نقصان، نیکی کرے گا یا بدی اور کچھ کرنے کے لئے زندہ بھی رہے گا یا نہیں؛ اور موت آئے گی تو کہاں اور کس نوعیت کی؛ دفن ہوگا یا جانور کھا جائیں گے، تجہیز و تکفین کون کرے گا، کس خطۂ زمین میں دفن کیا جائے گا؛ وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں ان پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے جن کا علم کلی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ احکامِ غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور اکوانِ غیبیہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا ہے، ان اکوانِ غیبیہ کی کلیات اور اصول کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ رہی ان پانچ اشیاء کی تخصیص تو اس کی کئی وجوہ ہیں:۔

اوّل۔ چونکہ سوال کرنے والوں نے ان ہی پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا تھا لہٰذا جواب میں بھی ان پانچ اشیاء ہی کو ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ، علامہ بغویؒ۔ علامہ عینیؒ، علامہ سیوطیؒ، علامہ آلوسیؒ، حضرت مُلّا احمد جیون الحنفیؒ لکھتے ہیں۔ واللفظ لہ:۔

Marfat.com

نقل فی نزولها ان حارث بن عمرو جاء الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اخبرنی
عن الساعة ایان مرسٰها وقد ذرعت بذرا
فاخبرنی متی تنزل الغیث وامرأتی حاملة
فاخبرنی عما فی بطنها ذکر ام انثی واعلم
ما وقع امس واخبرنی عما یقع غدا واعلمت
ارضا ولدت فیها اخبرنی عما ادفن فیہ فنزلت
الآیة المذکورة فی جوابہ یعنی ان هذہ الخمسة
فی خزانة غیب اللہ لا یطلع علیہ احد من
البشر والملائکة والجن اھ (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵،
معالم ج ۳ ص ۱۵۶، عمدة القاری ج ص ، درمنثور
ج ۵ ص ۱۶۹، روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۷ وتفسیر احمدی ص ۳۹۶)

اس کا شانِ نزول یہ نقل کیا گیا ہے کہ حارث بن عمرو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا مجھے بتائیے کہ قیامت کب آئے گی؟ اور کب اس کا قیام ہوگا؟ اور میں نے کھیتی بو کر اس میں بیج ڈالا ہے، بتائیے بارش کب ہوگی؛ اور میری بیوی حاملہ ہے فرمائیے اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؛ مجھے یہ تو علم ہے کہ گزشتہ کل میں کیا کچھ ہوا، آپ مجھے یہ بتائیے کہ آنے والے کل میں کیا کچھ ہوگا؟ اور مجھے علم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں دفن کہاں ہوں گا؛ اس کے جواب میں یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی کہ یہ پانچ چیزیں اللہ تعالٰے کے خزانہ غیب میں ہیں ان پر نہ تو کوئی بشر اور نہ فرشتہ مطلع ہو سکتا ہے اور نہ جن۔

معالم التنزیل، عمدۃ القاری اور روح المعانی وغیرہ میں حارث کی بجائے وارث اور عمرو کی جگہ عمرو رض آیا ہے۔ کچھ بھی ہو مطلب واضح ہے کہ چونکہ سوال ہی ان پانچ اشیاء کے متعلق ہوا تھا، اس لئے جواب میں انہی پر اقتصار کیا گیا ہے، اگرچہ ہزاروں اور لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تفصیلی علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہی کو حاصل ہے اور بس ع اُسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

دوسری وجہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رح اور علامہ بدر الدین عینی الحنفی رح اور مفتی عبدہ رح لکھتے ہیں جس کا خلاصہ ہماری عبارت میں یہ ہے کہ:۔ ان پانچ چیزوں کے اندر حصر کی حکمت یہ ہے کہ عالم پانچ قسم کے ہیں: عالمِ حیوان، یعلم ما فی الارحام اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالمِ نباتات یا بالفاظِ دیگر عالمِ علوی جو نباتات کا سبب اور ذریعہ ہے، وینزل الغیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالمِ سفلی یا بالفاظِ دیگر عالمِ برزخ۔ بای ارض تموت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ عالمِ زمان اور جو کچھ اس میں حوادث

Marfat.com

ہوتے ہیں ما ذا تکسب غدًا میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور عالمِ آخرت اور عندہ علم الساعۃ
کی طرف مشیر ہے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۱۳ صلی۳۰ وعمدۃ القاری ج ۱۱ صلی۱۹۱ وتفسیر المنار ج ۷ ص ۶۱)
اور شیخ احمد المدعو بملا جیون الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:-

فان قلت فما فائدۃ ذکر الخمسۃ لان جمیع المغیبات کذالک قلت ذکر تعالی ان ھذہ الخمسۃ مجامع الغیوبات لانھا مفاتحھا فانہ اذا وقف منھ علی ما فی غد وقف علی موت زید وولد عمرو وفتح بکر ومقھوریۃ خالد وقدوم بشر وغیر ذالک مما فی الغد وھکذا القیاس (التفسیرات الاحمدیۃ صلی۴۹۶)

اگر تو یہ کہے کہ ان پانچ اشیاء کے ذکر کرنے میں کیا فائدہ حالانکہ سب مغیبات اسی طرح ہیں، تو میں جواب میں کہ کہ ان پانچ اشیاء کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ علم غیب بلکہ غیبیات کی چابیاں ہی یہی ہیں کیونکہ اگر مثلاً کوئی شخص کل کے حوادث پر آگاہ ہو گیا تو وہ زید کی موت عمرو کی ولادت بکر کی فتح خالد کی شکست اور بشر کی آمد پر اور اسی طرح کہ کل ہونے والا ہے اُس سب پر آگاہ ہو گیا (تو کوئی چیز باقی رہی ہی نہیں) اور اسی طرح باقی (چار چیزوں) کا اس قیاس کرو۔

(فائدہ:- قرآن کریم کی اس آیت میں جس علم کی اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے سا تخصیص کی گئی ہے، وہ علم کلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کے کلیات کا بطور کلی علم صرف ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اور آئے بعض احادیث اور آثار اور اقوال علماء میں ان میں سے جن بعض جزئیات کا علم غیر اللہ کے لئے ثابت ہوگا تو وہ صرف علم جزئی ہے، اور ایجاب جزئی اور رفع ایجاب کلی کوئی منافات نہیں ہوتی، بالفاظِ دیگر اس آیت میں غیر اللہ سے علم کی نفی بطور عموم سلب اور سلب کلی کے اور ایجاب جزئی اس کے منافی نہیں ہے۔ سلب عموم اور سلب کلی کے طریقہ سے نہیں ہے، جو ایجاب جزئی منافی ہے فتدبر ولا تکن من الغفلین)

چنانچہ علامہ آلوسی الحنفی رح قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ
تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

Marfat.com

ولائق ان لا يعتبر في الآية سلب العموم بل عموم السلب ويلتزم ان القاعدة اغلبية ان ايقال في السلب والعموم في جانب الفاعل

(روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۲)

یہ امر قابلِ غور اور لائقِ فکر ہے کہ آیت میں سلبِ عموم معتبر نہیں ہے بلکہ عمومِ سلب مراد ہے اور یہ بات بھی قابلِ التزام ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے اور یہی ایک جانبِ فاعل میں سلب اور عموم کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف اور واشگاف الفاظ میں وہ یوں لکھتے ہیں کہ :-

انه يجوز ان يطلع الله تعالى بعض اصفيائه على احدى هذه الخمس ويرزقهم عزوجل العلم بذلك في الجملة وعلمها الخاص به جل وعلا ما كان على وجه الاحاطة والشمول لاحوال كل منها وتفصيله على الوجه الاتم في شرح المناوي رح للجامع الصغير في الكلام على حديث بريدة رضي الله عنه خمس لا يعلمهن الا الله على وجه الاحاطة والشمول كليا وجزئيا فلا ينافيه اطلاع الله تعالى بعض خواصه على بعض المغيبات حتى من هذه الخمس لانها جزئيات معدودة اھ

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۰۱)

یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان پانچ امور میں سے کسی چیز پر مطلع کر دے اور اللہ تعالیٰ ان کو فی الجملہ اس کا علم عطا فرما دے اور ان امورِ خمسہ میں سے جو علم اللہ تعالیٰ سے مختص ہے وہ ایسا علم ہے جو علیٰ وجہ الاحاطہ اور علیٰ سبیل الشمول ہو کہ ان میں سے ہر ایک کا علیٰ وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہو۔ جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی رح لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تمام کلیات اور جزئیات کا علیٰ سبیل الاحاطہ و الشمول علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پر مطلع کر دے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں

اس مسئلہ کی تحقیق پر متعدد عبارات اور بھی موجود ہیں مگر ہمارا مقصد تمام عبارات کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف اپنے دعویٰ کو مدلل کرنا ہے۔ علامہ عبد الرؤف مناوی رح المتوفی سنہ اور علامہ آلوسی رح کے

Marfat.com

اس حوالہ سے یہ بات بالکل روشن ہوگئی ہے کہ ان امورِ خمسہ کا احاطہ اور شمول کے طور پر علم صرف باری تعالےٰ سے مخصوص ہے، ان میں سے بعض بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے مگر یہ صرف چند جزئیات ہیں اور بس۔

اور حضرت ملا علی القاری رح ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

فان قلت قد اخبر الانبیاء والاولیاء بشیئ کثیرا من ذلك فکیف الحصر قلت الحصر باعتبار کلیاتھا دون جزئیاتھا الخ

(بحوالہ فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲)

اور اگر تو یہ کہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام رح نے ان پانچ سے بہت سی چیزوں کے بارے میں خبر دی ہے تو حصر کیسے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم؟ میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے لحاظ سے نہیں ہے۔

حضرت ملا علی القاری رح کی عبارت بھی بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ان امورِ خمسہ کے کلیات مختص ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رح نے ان میں سے جو چیزیں بتائی ہیں وہ صرف معدودے چند جزئیات ہیں۔

اس لحاظ سے اصولی طور پر کوئی چیز ایسی نہیں جو ان سے خارج اور مستثنیٰ ہو۔ مثلاً دیکھئے انسان، چرند پرند، کیڑے مکوڑے اور مچھلیاں وغیرہ تمام عالم حیوان میں داخل ہیں، ان تمام کی اناث کے ارحام اور پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کون جانتا ہے؛ عالمِ نباتات کو دیکھئے تو اس کا تفصیلی علم خالق کائنات کے اور کسی کو نہیں اور اسی طرح برزخ کے متعلق اجمالی طور پر جزا و سزا، راحت و عذاب پر مسلمان کا عقیدہ ہے مگر ہر ایک کے ساتھ کیا گزرے گی، اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کس کو معلوم ہے؛ اور طرح زمانہ کی تمام اقسام ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حوادث کو کون جانتا ہے بغیر مالکِ سمٰوٰت و الارض کے، اور عالمِ آخرت اور قیامت تو اس کا کہنا ہی کیا، نہ اس کی انتہا اور نہ اختتام، کوئی سمجھے تو کیسے سمجھے کسی کے علم میں آئے تو کیسے آئے، وہاں کے طویل اور غیر متناہی جینے کا تصور کرتے ہی ہمارے دماغ تھک جاتے ہیں، کیا ہی پتے کی بات کہی گئی ہے :-

Marfat.com

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دُنیا نہ وہ دُنیا یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی

امام رازی رحؒ اسی موقعہ پر لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بس انہی پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالےٰ سے مخصوص ہے کیونکہ اُس ذرۂ بے مقدار کا علم بھی بس اللہ ہی کو ہے جو مثلاً طوفانِ نوحؑ کے زمانہ میں ریت کے کسی ٹیلے میں تھا اور بعد کو ہوا نے اُس کو بارہا مشرق سے مغرب کی طرف منتقل کیا۔ (تفسیر کبیر ص ۵۰۲ ج ۶) اس کے بعد اُنھوں نے تخصیص بالذکر کی وجہ بیان کی ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند صحیح احادیث اس مقام پر عرض کردیں تاکہ کسی کوتاہ فہم یا مغالطہ آفرین کو موقع نہ مل سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متیٰ یأتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متیٰ تقوم الساعۃ الا اللہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ و ج ۲ ص ۶۸۱ و ص ۱۰۹۶ ج ۲ ومسلم ج ص ومسند احمد ج ص ودرمنثور ج ۳ ص ۱۵ و ج ۵ ص ۱۷۰)

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے اور سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ دانیوں) میں کیا ہے (مثلاً نر یا مادہ وغیرہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی؛ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؛

حضرت بریدہ رضؓ المتوفی ۶۲ھ فرماتے ہیں کہ:۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خمس لا یعلمهن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزّل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

میں نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، بے شک خدا ہی کے پاس ہے علم قیامت کا، اور وہی (اپنے علم کے مطابق) اتارتا ہے بارش اور وہی جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا

Marfat.com

(مسند احمد ج ۲ صـــ ورواہ الضیاء المقدسی رح بسند صحیح الدر المنثور ج ۵ ص۱۶۷ وقال ابن حجر رح صححہ ابن حبان رح و الحاکم رح، فتح الباری ج صـــ اور حافظ ابن کثیر رح تحریر فرماتے ہیں ھذا حدیث صحیح الاسناد (تفسیر ج ۳ ص۴۵۴))

اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا یقیناً اللہ تعالےٰ ہی ان چیزوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

نیز یہی حدیث حضرت ابوہریرہ رضہ سے بھی مروی ہے۔ (در منثور ج ۵ ص۱۶۷) حضرت ربعی بن حراش اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح روایتیں ذاتی اور عطائی کے باب میں گزر چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالےٰ نے کسی کو نہیں دیا۔

حضرت ایاس بن سلمہ رح المتوفی ۱۱۹ھ اپنے والد حضرت سلمہ رضہ المتوفی ۷۴ھ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص آیا اور اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے، ایک یہ بھی تھا، کہ

قال متی تقوم الساعۃ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ مستدرک ج ۱ ص۴ (قال الحاکم والذہبی رح علی شرط مسلم)

قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کا علم) غیب ہے اور غیب کو اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔

حضرت ابوامامہ رضہ المتوفی ۸۶ھ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

ان اعرابیا وقف عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم بدر علی ناقۃ لہ عشراء فقال یا محمد ما فی بطن ناقتی ھذہ فقال لہ رجل من الانصار دع عنک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھلم الی حتی اخبرک وقعت انت علیھا وفی بطنھا ولد منک فاعرض عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال ان اللہ یحب کل حیی کریم متکرہ ویبغض کل لئیم متفحش ثم

غزوۂ بدر کے دن ایک اعرابی اپنی دس مہینے کی گابھن اونٹنی پر سوار ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ اے محمدؐ بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ ایک انصاری رضہ نے طیش میں آکر اُس سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر میرے پاس آ تاکہ میں تجھے بتلاؤں تو نے اس اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا بچہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر اس انصاری رضہ کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا کہ

Marfat.com

اقبل على الاعرابي فقال خمس لا يعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآية (در منثور ج ۵ صـ ۱۷۰)

اللہ تعالیٰ ہر صاحب حیا اور صاحب وقار کو جو گندی باتوں سے کنارہ کشی کرتا ہو پسند کرتا ہے، اور کمینہ اور بدزبان کو مبغوض رکھتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم بجز اللہ کے اور کسی کو نہیں پھر آپ نے سورہ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ

امام حاکم رح نے یہ روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ :-

قال فان كنت رسول الله فاخبرني ما في بطن ناقتي هذه فقال له سلمة رض بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لا تسأل رسول الله صلے الله عليه وسلم انا اخبرك نزوت عليها ففي بطنها سخلة منك فقال رسول الله صلے الله عليه وسلم فحشت على الرجل يا سلمة (مستدرک ج ۳ صـ ۴۱۶ وقال صحيح الاسناد ـ وقال الذهبي صحيح مرسل ـ)

اس اعرابی نے کہا، اگر آپ خدا کے رسول ہیں تو بتائیے میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ تو سلمہ رض بن سلامہ بن وقش نے کہا، اور یہ ایک (تیز مزاج) نوجوان تھا۔ اے اعرابی! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ میں تجھے بتاتا ہوں تو نے اس اونٹنی سے مجامعت کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا بچہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمہ تو نے اس شخص کو بڑی فحش بات کہی ہے۔

اس روایت میں صحابی کا ذکر نہیں تھا، اسی لئے علامہ ذہبی اس کو مرسل کہتے ہیں مگر فرماتے ہیں کہ مرسل کی سند صحیح ہے۔ اور پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ درمیان میں صحابی حضرت ابوامامہ رض ہیں۔ اب مرسل کا خدشہ بھی جاتا رہا۔ واضح رہے کہ اس روایت میں سلمہ رض کا جواب، حقیقتاً اس اعرابی کے سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے بے جا سوال پر زجر اور توبیخ ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی سے بے موقع اور بے محل یہ سوال کرے کہ رات کو تم نے کیا کھایا تھا؟ تو مجیب غصہ اور طیش میں آکر یہ کہے اینٹ پتھر کھایا تھا ظاہر بات ہے کہ یہ اصل سوال کا جواب نہیں بلکہ خفگی اور ناراضگی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری رض سے اعراض بھی کیا اور یہ بھی فرمایا کہ تو نے فحش گوئی سے کام

Marfat.com

لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بدزبان کو پسند نہیں کرتا۔ اور پھر اُس اعرابی کے اصل سوال کا جواب آپ نے یوں ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا، اور یہ تیرا سوال بھی اُن پانچ میں سے ایک کے متعلق ہے۔ تعجب ہے فریق مخالف کے علم اور اُن کی دیانت پر کہ وہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اُس انصاریؓ کو مافی الارحام کا علم تھا، یہ اُن کی انتہائی خوش فہمی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب غازی قطع و برید اس روایت میں فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخشیت علی الرجل یا سلمۃ کے الفاظ شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں اور اس پر سرخی یوں قائم کرتے ہیں کہ "آپ کے غلام بچے علم مافی الارحام سے واقف ہیں"۔ اور پھر حدیث نقل کرکے اور اس کا ترجمہ کرکے اس مورچہ کو یوں سر کرتے ہیں۔ انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے غلاموں کو پیٹ کا علم یعنی مافی الارحام کا علم ہو اور تم کہو کہ انبیاء کو مافی الارحام کا علم نہیں ہو سکتا۔ کیا منکر کا ایمان بالانبیاء صحیح ہے، بلفظہٖ (مقیاس حنفیت ص ۲۴۲، ۲۴۳)

مولوی صاحب کو واضح ہونا چاہئے کہ ہماری کیا مجال ہے جو ہم یہ کہیں کہنے والا باری تعالیٰ اور اس کا برحق رسول ہے اور ہمارا ان پر ایمان ہے اور اس کے خلاف ایک ادنیٰ دلیل بھی ثابت نہیں ہے، بتائیے منکر کو ایمان کی فکر کرنی چاہئے یا اس باطل اور مردود نظریہ کے حامل اور مقر کو؛ دوسروں کی عبارات میں سے اہم حصوں کو حذف کر کے انصاف کی اپیل کرنا تو آسان ہے۔ مگر اس کا عملی ثبوت بڑا مشکل ہے کہ خود بھی مولوی محمد عمر صاحب انصاف و دیانت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اگر مولوی صاحب اپنے متعلق یہ ارشاد فرما دیتے کہ مجھے بھی پیٹ کا علم ہے تو ہمیں اس کے ماننے میں ہرگز کوئی تأمل نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کو اس پیٹ اور پیٹ کے علم نے ہی غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ مگر بات تو عقائد صحیحہ اور ان کے دلائل کی ہو رہی ہے

حضرت سلمہ بن الاکوعؓ المتوفی ۷۴ھ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبةٍ حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال من انت قال انا رسول الله، قال متى الساعة؛ قال غيب وما يعلم الغيب الا الله قال ما في البطن

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سرخ رنگ کے خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص گھوڑی پر سوار ہو کر آیا اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں، اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے

Marfat.com

فرسی؛ قال غیب وما یعلم الغیب الا اللہ قال فمتی یمطر؛ قال غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔ (در منثور ج ۵ ص۱۷۱)

فرمایا یہ غیب کی بات ہے اور اللہ نے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا پھر اس نے سوال کیا میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، غیب ہے اور غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر اس نے کہا بارش کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا یہ بھی غیب ہے اور اس کو خدا تعالٰی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

حضرت لقیط بن عامر رضہ المتوفی ســـہ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ:۔

قلت یارسول اللہ انی اسئلك عن حاجتی فلا تعجلن علیّ قال سل عما شئت قلت یارسول اللہ هل عندك من علم الغیب فضحك لعمراللہ وهز رأسه وعلم انی ابتغی بسقطه فقال ضن ربك بمفاتیح خمس من الغیب لایعلمهن الا اللہ واشار بیده الحدیث (مستدرک ج ۴ ص۵۶۱ قال الحاکم صحیح الاسناد والبدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۔)

میں نے کہا یارسول اللہ میں آپ سے اپنی ایک حاجت کے بارے میں سوال کرتا ہوں سو آپ مجھ پر ہرگز جلدی نہ کریں۔ آپ نے فرمایا جو چاہتا ہے پوچھ؛ میں نے کہا یارسول اللہ کیا آپ کے پاس علم غیب ہے؛ بخدا آپ زور سے ہنسے اور سر مبارک کو حرکت دی اور آپ کو خیال گزرا کہ شاید میں آپ کی لغزش کو گرانے کے درپے ہوں تو آپ نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب کو بتانے میں اللہ تعالٰی نے رازداری سے کام لیا ہے ان کو اللہ تعالٰی کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر اپنے ہاتھ سے ان مفاتیح غیب کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ پانچ ہیں۔

علامہ ذہبی رح نے تلخیص المستدرک ج ۴ ص۵۶۱ میں فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یعقوب بن محمد بن علی الزہری ضعیف ہے۔ علامہ ذہبی رح کے علاوہ بھی بعض محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ لیکن امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین رح المتوفی ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ وہ صدوق ہے اور جب ثقات سے روایت کرے تو تم اس کی روایت کو لکھو۔ امام ابوحاتم رح فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک عادل ہے۔ امام الحجاج بن الشاعر رح کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔ امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث ہے۔ امام ابن حبان اس کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ امام حاکم اس کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۹۶ و ص۳۹۷)

Marfat.com

امام بخاری رح نے تعلیقات میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ فنِ حدیث کے رُو سے یہ روایت کم از حسن کے درجہ کی ہے، اور حافظ ابنِ کثیر رح نے اس کی تصریح کی ہے کہ لقیط بن عامر ابو رزین العقیلی رض کا یہ سوال رجب ۹ھ کو پیش آیا تھا۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۸۰ وص ۸۰)۔

حدیث جبرائیل اپنے مقام پر بسط کے ساتھ عرض کی جائے گی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صحیح ارشاد موجود ہے کہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔ بلکہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیلؑ نے بصورت ایک ناواقف اعرابی کے آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

سبحان اللہ خمس من الغیب لایعلمھن الا اللہ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیۃ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۳)

اللہ کی ذات پاک ہے، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے بے شک اللہ ہی کو ہے علم قیامت کا۔ الخ

اِس مضمون کی متعدد صحیح روایات اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز بیان ہوں گی۔ حضرت علی رض اور حضرت ابنِ مسعود رض کی موقوف روایتیں علمِ ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کی جا چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور حضرت عائشہ ام المومنین رض سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:۔

ومن قال ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ما فی غدٍ فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (بخاری ج ۲ ص ۷۲۰ ومسلم ج ۱ ص ۹۸ وابوعوانہ ج ۱ ص ۱۵۴ واللفظ لہ)۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل کے واقعات کو جانتے ہیں تو بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فرما دیجئے کہ آسمان اور زمین کی کوئی مخلوق غیب نہیں جانتی، بجز اللہ تعالیٰ کے۔

اور حضرت عائشہ رض کی دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

Marfat.com

ومن حدثك انہ یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث الآیہ (ابوعوانہ ج۱ ص۱۵۵)

جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ وہ کل کے حوادث کو جانتے ہیں، تو بے شک وہ جھوٹ کہتا ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

ومن حدثك انہ یعلم الغیب فقد کذب و ھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ۔

(بخاری ج ۲ ص۱۰۹۸)

جو تجھے یہ بتائے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

من اخبرك ان محمداً رأی ربہ او کتم شیئاً مما اُمر بہ او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث فقد اعظم الفریۃ (ترمذی ج ۲ ص۱۶۰ والمشکوٰۃ ج ۲ ص۵۰۱)

جو تجھے یہ کہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو (شب معراج میں) آنکھوں سے دیکھا ہے یا جو حکم اللہ نے آپ کو دیئے ہیں اُن میں سے کوئی حکم چھپایا ہے یا ان پانچ چیزوں کا آپ کو علم ہے جن کا ذکر ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں کیا گیا ہے تو اس شخص نے ایک عظیم بہتان باندھا ہے۔

روئیت بصری کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضؓ حضرت عائشہ رضؓ سے اختلاف کرتے ہیں مگر مسئلہ علم غیب میں دیگر صحابہ کرام رضؓ عموماً اور حضرت ابن عباس رضؓ خصوصاً (جیسا کہ پہلے باحوالہ ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے) متفق ہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ کی ایک مرفوع روایت یوں آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ کے پاس سے تشریف لے جا رہے تھے اور وہ لوگ شادی کی خوشی میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ بھی پڑھ دیا ع وحبك فی النادی ویعلم ما فی غدٍ (تیرا محبوب مجلس میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے)۔

فقال النبی صلے اللہ وسلم لا یعلم ما فی غدٍ الا اللہ (مستدرک ج ۲ ص۱۸۵ قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرط مسلم)

تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل کے واقعات کو اللہ تعالےٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رض کی یہی روایت حافظ ابن حجر رح نے امام طبرانی رح المتوفی ۳۶۰ھ کی معجم اوسط سے نقل کی ہے اور کہا ہے اسنادہ حسن۔ مگر اس میں اس کا ذکر ہے کہ کچھ عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ (دیکھئے فتح الباری ج۹ ص۱۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رض کا یہ ارشاد قرآن کریم کی قطعی نصوص اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی صحیح اور صریح حدیث پر مبنی ہے اور بخاری شریف کی روایت وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ۔ میں ھو کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالے کو اور دوسری تفسیر کے موافق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ بخاری ج۲ ص۱۰۹۸) تو اس لحاظ سے حضرت عائشہ رض اپنے اس فتوے پر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کو پیش کر رہی ہیں۔ یہ بھی ملاحظہ کیجئے اور فریق مخالف کی خوش گپیاں بھی دیکھتے جائیے۔ مولوی محمد صالح صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ "اور نہ ہی حضرت عائشہ رض نے کوئی مرفوع حدیث روایت کی"۔ (علم غیب رسول ص۱۱۹) اور مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ قول اپنی رائے سے ہیں اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں"۔ (جاء الحق ص۱۱۷) کیا مفتی صاحب کے نزدیک آیات سے استدلال کمزور ہوتا ہے؟ اور آیات سے استدلال کرنے کے بعد بھی رائے ذاتی ہی رہتی ہے؟ اور کیا ان کا قول صاوی اور بیجوری وغیرہ سے بھی فروتر ہے؟ مفتی صاحب معاف کیجئے حضرت عائشہ رض کا یہ قول صرف ذاتی نہیں بلکہ قرآن اور حدیث مرفوع پر مبنی ہے۔

حضرت علی رض نے ایک موقع پر :۔

ومن خطبة له عليه السلام فيما يخبر به عن الملاحم في البصرة ووصف التتار وصاحب الزنج فقال له بعض اصحابه لقد أعطيت يا امير المؤمنين علم الغيب فضحك عليه السلام وقال للرجل (وكان كلبيا) يا اخا كلب ليس هو بعلم غيب وانما هو تعلم من ذی علم وانما علم الغيب علم الساعة وما عدد الله تعالى بقوله ان الله

ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ بصرہ میں اس طرح جنگی کارروائیاں ہوں گی، تاتار کا فتنہ یوں برپا ہوگا، زنگی کا واقعہ اس طرح پیش آئے گا (وغیرہ وغیرہ) تو ایک صاحب نے سوال کیا یا امیر المومنین رض آپ کو تو علم غیب عطا کیا گیا ہے۔ حضرت علی رض ہنس پڑے اور اس شخص سے فرمایا! اے قبیلہ بنو کلب کے نوجوان یہ علم غیب نہیں ہے، یہ تو علم والے سے سیکھی ہوئی چند باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت

Marfat.com

عندہٗ علم الساعۃ الآیۃ فیعلم سبحانہٗ ما فی الارحام من ذکر او انثیٰ وقبیح او جمیل وسخی او بخیل وشقی او سعید ومن یکون فی النار حطبا او فی الجنان للنبیین مرافقا فھذا علم الغیب الذی لا یعلمہ احد الا اللہ وما سوی ذالک فعلم علمہ اللہ تعالیٰ نبیہٗ فعلمتہٗ ودعا لی بان یعیہٗ صدری وتضطم علیہ جوانحی۔

نہج البلاغۃ
طبع مصر
ج ١ ص ٣

کا علم ہے اور وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیۃ میں بیان فرمائی ہیں۔ اسواللہ تعالٰے ہی بچہ دانیوں کے علم کو جانتا ہے کہ آیا رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی؛ خوبصورت ہے یا بدصورت؛ سخی ہے یا بخیل؛ بدبخت ہے یا نیک بخت؛ اور کون دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوگا؛ اور کون جنت میں اپنی اولاد کا رفیق بنے گا؛ یہ ہے علم غیب جس کو اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی نہیں جانتا رہا ان امور کے علاوہ اور چیزوں کا علم تو اللہ تعالٰے نے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور اس کو میں بھی جانتا ہوں اور آپ نے میرے لئے دعا فرمائی ہے کہ میں اس کو محفوظ رکھ سکوں سو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہے۔

اس سے ایک تو بات واضح ہوگئی کہ غیب کی خبریں اور ہیں اور علمِ غیب اور ہے۔ اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت علی رضہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان امورِ خمسہ کا علم اللہ تعالٰے کے ساتھ مخصوص ہے حتیٰ کہ ان کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں کیا گیا اور نہ خود حضرت علی رضہ کو ان امور کا علم ہے جن پر بقول صوفیاء ولایت کا درجہ ختم ہے۔ شیعہ کے اس غلط اور بے بنیاد دعوے کے ہوتے ہوئے بھی کہ ائمہ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا ہے، خود انہی کی مرکزی کتاب "اصولِ کافی" میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رحمہ المتوفی سنہ ١٤٠ھ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

یا عجبا لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب لا یعلم الغیب الا اللہ عزّ وجلّ لقد ھممت بضرب جاریتی فلانۃ فھربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار ھی۔ (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ اوّل ص ٢٢٦)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰے کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا۔ میں نے فلاں لونڈی کو پیٹنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ اس ڈر کے مارے مجھ سے بھاگ گئی ہے اور مجھے یہ علم نہیں ہے کہ وہ لونڈی اب حویلی کے کس کمرہ میں ہے؟

Marfat.com

خان صاحب نے حضرت علی رضؓ اور حضرت امام جعفر صادق رحؒ کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتا دوں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا کی قسم کہ قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتا دوں گا۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ (خالص الاعتقاد ص۴۴) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انھیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا۔ (خالص الاعتقاد ص۴۵)

اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر واقعی یہ قول حضرت علی رضؓ اور حضرت امام جعفر صادق رحؒ کا ہے تو اس سے مراد احکام اور ملاحم و فتن وغیرہ کے اہم واقعات ہیں نہ کہ کلی علم غیب، کیونکہ یہ دونوں بزرگ اس کی نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمیں علم غیب حاصل نہیں ہے عالم الغیب تو صرف باری تعالٰی ہے، ورنہ مدعی سست اور گواہ چست کا ارتکاب لازم آئے گا۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ:۔

هن خمس ان الله عنده علم الساعة (الآية) (در منثور ج۳ ص۱۵) — مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کا ذکر سورۂ لقمان کی کی آخری آیت میں ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ:۔

هذه الخمسة لا یعلمها ملك مقرب ولا نبی مصطفٰی فمن ادعی انه یعلم شیئا من هذه فقد کفر بالقران لانه خالفه۔ (تفسیر خازن ج۵ ص۱۸۳) — یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا علم نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ نبی مصطفٰی کو تو جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوی کرے تو اس نے قرآن کریم کا انکار کیا، کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی۔

شیئا من هذه کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں سے کسی ایک چیز کا دعوی بھی کرے کہ مجھے یا کسی

Marfat.com

اور کو بجز خدا تعالیٰ کے اس کا کلی طور پر علم ہے تو وہ کافر بالقرآن ہے ان پانچ میں سے کسی شے کی جزئیات کا معاملہ الگ ہے، اور ان سے متعلق حضرت ابن عباس رضہ کا یہ ارشاد نہیں ہے۔ اس مطلب کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجئے۔

حافظ بدر الدین الحنفی رحہ علامہ زجاج رحہ المتوفی ۳۱۱ھ سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

من ادعی انہ یعلم شیئاً من ھذہ الخمس فقد کفر بالقرآن العظیم۔ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۶)	جو شخص یہ دعوٰی کرے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا مجھے علم ہے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا قرآن کریم کی نص قطعی میں بیان ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص اپنے لئے یا مخلوق میں سے کسی اور کے لئے ان پانچ میں سے کسی ایک کے علم کا دعوٰی کرے گا تو خاصہ خداوندی میں شرکت کے دعوٰی کے ساتھ آیت کا منکر بھی ہوگا اور کافر بالقرآن بھی۔

اور حضرت مجاہد بن جبیر رحہ المتوفی ۱۰۲ھ فرماتے ہیں کہ:۔

وھی مفاتیح الغیب التی قال اللہ تعالیٰ و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۵)	یہ پانچ چیزیں وہی مفاتح الغیب ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مفاتح الغیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کے سوا اُن کو کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت قتادہ بن دعامہ رحہ مشہور تابعی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً ان اللہ عندہ علم الساعۃ فلا یدری احد من الناس متی تقوم الساعۃ فی ای سنۃ او فی ای شھر اولیل او نھار و ینزل الغیث فلا یعلم احد متی ینزل الغیث لیلاً او نھاراً و یعلم ما فی الارحام	پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کر لیا ہے اُس نے ان پر نہ تو کسی فرشتہ مقرب کو اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو بے شک قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ پس کوئی بھی انسانوں میں سے یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی، کس سال اور کس مہینہ میں رات میں یا دن میں اور وہی نازل کرتا ہے بارش سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش

Marfat.com

اذکر ام انثی احمر او اسود وما ھو وما تدری
نفس ماذا تکسب غداً أخیر أم شر ولا تدری
یا ابن ادم متی تموت لعلك المیت غداً لعلك
المصاب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت
ای لیس احد من النّاس یدری این مضجعه
من الارض افی بحر ام بر او سھل او جبل۔
(ابن جریر ج صـ ابن کثیر ج ۳ صـ ۴۵۵، درمنثور ج ۵ صـ ۱۷۰
والسراج المنیر ج ۳ صـ ۲ و روح المعانی ج ۲۱ صـ ۹۹ وصـ ۱۰۰)

ہوگی رات کو یا دن کو اور وہی جانتا ہے جو کچھ کہ رحموں میں
سو کسی کو علم نہیں کہ نر ہے یا مادہ، سرخ ہے یا سیاہ اور
کیا ہے ؛ (سعید ہے یا شقی وغیرہ) اور کسی کو پتہ نہیں کہ
کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے فرزند آدم تو کیا جا
کہ شاید تو کل مرنے والا ہو اور شاید کہ کل تجھ پر کوئی مصیبت
ہو اور کوئی نفس خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے
یعنی کسی انسان کو پتہ نہیں کہ زمین کے کس حصہ میں اس
قبر ہوگی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑ
جگہ میں (بس خدا ہی ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار ہے)

قیامت کے متعلق اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا علم دیا ہے کہ وہ جمعہ کے ہوگی (دیکھئے مسلم ج ۱ صـ ۲۸۲ و مشکوٰۃ ج ۱ صـ ۱۱۹ وغیرہ) لیکن یہ کہ وہ کس ماہ کا جمعہ ہوگا ؛ اور مہینہ میں بیش چار جمعے ہوتے ہیں، وہ کون سا جمعہ ہوگا ؛ پہلا دوسرا تیسرا یا چوتھا ؛ پھر کس سال کا ہوگا ؛ یہ سب صرف اللہ تعالےٰ کے علم میں ہیں۔ باقی جس روایت میں آتا ہے کہ وہ دسویں محرم کا جمعہ ہوگا تو یہ روایت بے اصل ہے۔

بجائے اس کے کہ ہم کتب تفاسیر کے مزید حوالجات (مثلاً خازن ج ۵ صـ ۱۸۳، جلالین صـ ۳۴۶ بیضاوی ج ۲ صـ ۵۶، ابو السعود ج ۷ صـ ۳۰۱ روح المعانی ج ۲۱ صـ ۹۹ تفسیر کبیر ج ۶ صـ ۵۰۳ اور تفسیر مظہری ج وغیرہ سے) اس آیت کی تفسیر میں نقل کریں اور خواہ مخواہ اس بحث کو طول دیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سراج الامت امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رح کی تفسیر ہی نقل کر دیں تاکہ بناسپتی حنفیوں کی آنکھیں کھل جائیں کہ حضرت امام صاحب سے اس آیت کی تفسیر میں کیا منقول ہے ؛ اور اس پر ہم تین حوالے اور وہ صرف حنفیوں کی معتبر اور مستند تفسیروں سے عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو البرکات نسفی الحنفی رح مدارک میں (جس کے معتبر اور مستند ہونے کا غیر مقلدین حضرات کو بھی صاف اقرار ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب

Marfat.com

المتوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں :۔

"موشح باقاویل اہل سنّت وجماعت خالی از اباطیل اہل بدع وضلالت الخ" (اکسیر ص۱۰۳)

اور الشیخ احمد مدعو بملا جیون الحنفی رح تفسیر احمدی میں اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی مظہری میں لکھتے ہیں کہ :۔

ورأی المنصور فی منامہ صورۃ ملك الموت وسألہ عن مدۃ عمرہ فاشار باصابعہ الخمس فعبرھا المعبرون بخمس سنوات و بخمسۃ اشھر و بخمسۃ ایام فقال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو اشارۃ الی ھذہ الآیۃ فان ھذہ العلوم الخمس لا یعلمھا الا اللہ تعالیٰ۔

(مدارک ج ۳ ص ۲۹ و تفسیر احمدی ص ۳۹۶ و مظہری ج ۷ ص ۲۸)

خلیفہ منصور عباسی رح المتوفی ۱۵۸ھ نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا اور اپنی مدتِ عمر کے متعلق سوال کیا ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر بتانے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں بتائیں کسی نے پانچ سال، کسی نے پانچ مہینے اور کسی نے پانچ دن بتائے حضرت امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ درحقیقت یہ سورہ لقمان کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت اُن پانچ چیزوں میں ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو بھی نہیں ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ دیکھئے اب نام نہاد اور بناسپتی حنفی قرآن کریم، صحیح احادیث، صحابہ کرام اور حضرت امام ابوحنیفہ اور دیگر معتبر مفسرین کرام کے بتائے ہوئے عقیدہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا خود ساختہ عقیدہ کو؟ اور ان کو سینہ پہ ہاتھ رکھ کر یہ بتانا چاہئے کہ مسلمان اور حنفی کون ہے :ـ

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
کھلیں گے کچھ قدرتی شگوفے جب اپنے کانٹے وہ بو چکے گا

مولوی محمد عمر صاحب کو شاید اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مضمون بھی یاد ہی ہوگا کہ :۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور احناف نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں اب تم سوچ کر تم حنفی ہو یا وہابی ؟"

(بلفظہ: مقیاس حنفیت صفحہ ۲۹۰)

مولوی محمد عمر صاحب حضرت امام ابوحنیفہ رح کا یہ ارشاد ملاحظہ کریں اور پھر فتوی صادر کریں کہ امام صاحب رح کون ہیں اور خود مولوی محمد عمر صاحب کیا ہیں ؟

ع چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی !

فریق مخالف کی رکیک تاویلیں اور ان کے جوابات :-

فریق مخالف نے بجائے اس کے کہ اپنے باطل عقائد کو قرآن کریم اور صحیح احادیث صحابہ کرام رض تابعین اور ائمہ عظام رح کے عقیدوں کے موافق بناتے اور نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ کے سامنے گردن جھکا دیتے، انھوں نے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی دور از کار بعید از قیاس اور بے جا و رکیک تاویلات شروع کر دی ہیں حالانکہ ان کو اپنی اصلاح کرنی زیادہ مناسب تھی اور بقول عارف رومی رح المتوفی ۶۷۲ھ ع "خویش را تاویل کن نے ذکر را" پر عمل کرنا چاہئے تھا۔

انھوں نے جو تاویلیں کی ہیں وہ مع جوابات کے یہ ہیں :-

اوّل کہ اس قسم کی آیات اور احادیث میں غیر اللہ سے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصاً صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی ۔ مولوی احمد رضا خان صاحب مفتی نعیم الدین صاحب، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ جملہ رضا خانی علماء نے اس تاویل سے کام لیا ہے ۔

الجواب :-

لیکن درحقیقت یہ تاویل اتنی رکیک، کمزور اور سفیہانہ ہے کہ کسی ذی علم کی طرف اس کی نسبت کرنا اس کی عالمانہ حیثیت کے لئے نہایت بدنما داغ ہے ۔ ہم ذاتی اور عطائی کے باب میں با دلائل یہ عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض بعض اشیاء کا عطائی علم بھی نہیں دیا تھا

Marfat.com

حضرت ربعی بن خراش رضؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح اور مرفوع روایت میں یہ گزر چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے بعض چیزوں کا عطائی علم بھی نہیں دیا گیا۔ نیز ہم نے مفسرین کرامؒ اور ائمہ دینؒ سے وہاں قیامت کے علم کے متعلق لم یطلعنی علیہ۔ لم یطلع علیہ ملکاً مقرباً ولا نبیاً مرسلاً وغیرہ وغیرہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں، وہ بغور ملاحظہ کر لئے جائیں۔ مزید بحث علمِ قیامت کی احادیث کی اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت وغیرہ کے بارہ میں نفسِ علم کا سوال کیا تھا، ان کا سوال علمِ ذاتی کے متعلق نہ تھا، پھر اُن کے جواب میں یہ کہنا کہ مجھے اس کا ذاتی علم نہیں بلکہ خدا ہی کو ہے۔ معاذ اللہ سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہوگا اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً اس سے پاک اور بری ہیں، اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ بہت سی چیزیں جب لوگوں نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر اُن کا جواب دے دیا، وہاں یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے ذاتی علم نہیں ہے بلکہ خدا ہی کو ہے؛ اُن احکام میں اور ان امورِ خمسہ وغیرہ میں فریقِ مخالف کو بیّن اور واضح طور پر وجوہِ فرق بیان کرنی چاہئیں کہ وہاں ذاتی علم کا سوال کیوں سامنے نہ آیا اور یہاں کیوں آیا؟ اور پھر انہی سوالات میں یہ بھی تھا کہ مَنْ اَنْتَ، قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیا رسالت اور نبوت رسول اللہ کی ذاتی تھی؟ پھر آپ نے رسالت کا انکار کیوں نہ فرما دیا؟ (معاذ اللہ)۔ الغرض یہ تاویل اتنی لچر اور پوچ ہے کہ سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جن بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی اور مستقل وغیر مستقل کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تو اُنھوں نے اپنے فہم اور دانست کے مطابق صرف بعض بعض جزئیاتِ غیب کے دلائل کو اصولی اور کلّی طور پر علمِ غیب کی نفی کی آیات واحادیث کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے یہ توجیہ اختیار کی ہے، کُلّی غیب کے وہ بھی ہرگز قائل نہ تھے جیسا کہ اُن میں سے بیشتر محققین کی عبارتیں ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کی ہر ہر بات کا علم ہونا ثابت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جن آیات اور احادیث میں علمِ قیامت وغیرہ کو حق تعالےٰ کی طرف (عندہٗ علم الساعۃ وغیرہ تعبیرات کے ساتھ) رد کیا گیا ہے تو اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو عموماً اور جناب رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً اُن کا علم نہیں بلکہ اُن کا مفاد صرف یہ ہے کہ حق تعالٰے کو ان کا علم ہے، اور دوسروں کو ان کا علم ہونا نہ ہونا اس سے آیات واحادیث ساکت ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب الفیوض الملکیہ صـــ وغیرہ اور مفتی نعیم الدین صاحب کی الکلمۃ العلیا، اور بعض دیگر اہل بدعت کی کتابیں۔

الجواب :-

یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ لچر اور بودی ہے، کیونکہ ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب اس کی بیخ کنی کے لئے کافی ہیں۔ اِس لئے کہ آیت کا شانِ نزول ہی یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے ان اشیاء کے متعلق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا اور اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، پھر یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ساکت ہیں؟ اور یہ بھی مستدرک کی صحیح روایت سے نقل کیا جا چکا ہے کہ سائل نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ متی الساعۃ؟ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: غیب و لا یعلم الغیب الا اللہ، کہ قیامت کا علم غیب ہے اور اللہ تعالٰے کے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا اور اسی طرح کے الفاظ حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ کی روایت میں ہیں کہ پوچھنے والے نے آپ سے ہی پوچھا تھا متی الساعۃ؟ تو آپ نے فرمایا: غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔ اور حضرت ربعی بن حراش رضؓ کی روایت میں بھی اس کا ذکر ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ حضرت، کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے مجھے بہت کچھ بھلائی کے علوم عطا کئے ہیں مگر یہ پانچ علم مجھے نہیں دیئے گئے: اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الآیۃ۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا: ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ یہ اور اس قسم کے متعدد صحیح دلائل اور براہین اس امر کو متعین کرتے ہیں کہ یہ تاویل کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا علم ان اشیاء کے بارے میں مسکوت عنہ ہے۔ قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے۔ پس یہ کہنا کہ ان دلائل میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالٰے ہی کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اور دوسروں سے اُس کی نفی نہیں کی گئی اور ماسوی اللہ اور خصوصیت سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم اور عدم علم سے یہ

Marfat.com

ساکت ہیں شرمناک جہالت اور افسوسناک تجاہل ہے کم از کم دعویٰ اور دلیل میں مطابقت تو دیکھنی چاہئے مگر یہ اہلِ بدعت کے بس کا روگ نہیں ہے ؎

اِن حقائق میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

اُمورِ خمسہ کا علم اور فریقِ مخالف کے دلائل

فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ ان آیات اور احادیث کے نزول کے بعد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امُورِ خمسہ کے (جن میں قیامت وغیرہ بھی داخل ہے) علوم اللہ تعالےٰ نے عطا فرما دیئے تھے۔ مگر آپ کو یہ حکم تھا کہ ان کو چھپائے رکھنا۔ دلائل یہ ہیں (ہم ترجمہ فریقِ مخالف کا ہی نقل کریں گے مگر طوالت کے خوف سے ساتھ عربی عبارتیں نقل نہیں کریں گے):۔

(۱) مولوی احمد رضا خان صاحب، علامہ شنوانی کی کتاب مستطاب عجب العجاب سے نقل کرتے ہیں:۔

"یعنی کہا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کو چھپانے کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے" (بلفظہٖ خالص الاعتقاد ص ۵۳)

(۲) علامہ حسن بن علی اور فاضل ابن عطیہ، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علمِ قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:۔

"یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجلّ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دُنیا سے نہ لے گیا یہاںتک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اُس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کو بتانے کا حکم دیا" بلفظہٖ (خالص الاعتقاد ص ۵۲ وص ۵۳ و جاء الحق ص ۱۱۲)

(۳) علامہ قسطلانی رحمہ تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں:۔

"کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اُس کے پسندیدہ رسُولوں کے کہ اللہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے یعنی وقتِ قیامت کا علم بھی اُن پر بند

Marfat.com

نہیں ہے، الخ۔ (خالص الاعتقاد صـ۵۲ وجاء الحق صـ۱۱۱)

(نوٹ ضروری :۔ علامہ قسطلانی رح وقتِ قیام ساعت کے متعلق نہیں بلکہ نفسِ ساعت کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کیونکہ وہ خود صاف طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ فلم یعلم ذالک نبی مرسل ولا ملک مقرب۔ (قسطلانی شرح بخاری ج۱۰ صـ۲۹۶)

کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی بجز اللہ تعالیٰ کے نہ تو قیامِ ساعت کا وقت کسی نبی مرسل کو معلوم ہے اور نہ فرشتہ مقرب کو۔ (صفدر))

(۴) شیخ محقق قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں :

مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔ (خالص الاعتقاد صـ۵)

(شیخ عبدالحق صاحب رح کی عبارتیں اس کے خلاف اپنے مقام پر بیان ہوں گی ان شاء اللہ، اور کچھ پہلے بیان بھی کی جا چکی ہیں۔ صفدر)

(۵) علامہ ابراہیم بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں :۔

"نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا بلکہ علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطورِ حدیث بیان کیا کہ بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا" (خالص الاعتقاد صـ۵ وجاء الحق صـ۱۱۱، صـ۱۱۲)

(نوٹ : لفظ "کل" استغراقِ حقیقی میں نص قطعی نہیں جس کی پوری بحث اپنے مقام پر آئے گی، ان شاء اللہ۔)

(۶) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ۔ یعنی قیامت کب آئے گی مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا مادہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا ہو گا فلاں کہاں مرے گا یا پانچوں غیب جو آیۂ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے مرتبہ کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر ان کا

Marfat.com

کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں ہر شئے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (خالص الاعتقاد ص۵ و جاء الحق ص۱۱۱)

(۷) نیز ابریز عزیز میں فرمایا۔ یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں (علماء محدثین کا قطعاً ہرگز اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ سراسر ان پر بہتان ہے، وہ سب کے سب متفق ہیں کہ ان پانچ اشیاء کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا ۔ صفدر) علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے، اس میں حق کیا ہے ۔ فرمایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں، حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی اُمت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں، وہ جبتک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے (خالص الاعتقاد ص۵۱)

(نوٹ: گویا اس قول کے لحاظ سے جمہور اُمت باطل پر ہوئی جس میں فقہاء و محدثین بھی شامل ہیں العیاذ باللہ)

تمام اہل بدعت حضرات کا ان حوالجات میں اصل ماخذ ہی خانصاحب کی کتاب خالص الاعتقاد ہے ۔

(۸) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ان کا ہی ہے، اصل عربی کی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے) صاوی ج۲ ص۱۱۱ ۔ اور جس کے ساتھ ایمان واجب ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع مغیبات کا علم سکھایا کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا کے ماتحت ملاحظہ ہو ۔ (بلفظہ مقیاس حنفیت ص۳۸۴)

نیز صاوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ۔ سچی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان خمسہ امور کے علم پر آپ کو مطلع فرمایا اور لیکن ان کو چھپانے کا بھی حکم فرمایا۔ بلفظہ (مقیاس ص۳۸۴)۔

(۹) خصائص کبریٰ شریف ج۲ ص۱۹۵ ۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، قیامت کے وقت کا بھی اور روح کا بھی اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ بلفظہ (مقیاس ص۳۸۵)

(نوٹ ضروری): ۔ امام سیوطی رح نے ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ یہ جو لوگ یہ روایت

Marfat.com

نقل کرتے ہیں کہ دُنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ وہ غلط کار ہیں اور یہ روایت جھوٹی ہے ، اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم ادر تو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا۔ اس رسالہ کا نام الکشف عن مجاوزۃ الامۃ الالف ہے جس کا یہ مضمون ملا علی القاری رح نے موضوعات الکبیر ص۱۱ میں نقل کیا ہے۔ صفحہ

(۱۰) کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ج ۲ ص۷۳ ــــ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کل شے کا علم دیا گیا حتیٰ کہ روح کا اور اُن پانچ کا بھی جو اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ آیت میں ہیں ، بلفظہٖ ۔ (مقیاس ص۳۱۵)

(۱۱) مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں : (ترجمہ ہم انہی کا عرض کریں گے مگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عربی عبارت درج نہیں کی جاتی) عرائس البیان زیر آیت یعلم ما فی الارحام ہے ۔ میں نے بعض اولیاء کو سُنا کہ انہوں نے پیٹ کے بچہ لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی بلفظہٖ (جاء الحق ص۱۰۹)

(۱۲) مدارج النبوۃ جلد دوم ص۴۰ ــــ وصل ایذا رسانی کفار فقرا اصحابہ را میں ہے و بعضے علماء علم ساعت نیز مثل ایں معنی گفتہ اند ۔ یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔ (جاء الحق ص۱۰۵)

اور خانصاحب لکھتے ہیں کہ مدارج النبوۃ شریف میں ہے : " ہرچہ در دنیاست از زمانِ آدم اوان نفخہ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید یاراں خود را نیز از بعضے احوال خبر داد۔ نیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ " ہو بکل شئی علیم و وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ دانا ست بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بہ جمیع علوم ظاہر باطن و اوّل و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات واکملہا " (انتہیٰ بلفظہ خالص الاعتقاد ص۳۷)

(مگر ان عبارات سے کلی علمِ غیب پر استدلال سراسر باطل ہے ۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح حوالہ سے پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور نہ کسی اور نبی مرسل اور ملک مقرب کو حاصل اور احادیث کی بحث میں ہم ان کا حوالہ درج کریں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے

Marfat.com

کُبریٰ کے بارے میں سوال کرتے ہو حالانکہ: آں خود معلوم من نیست و آں را جز خدا تعالےٰ نہ داند (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷) و حدیث ۱۸ میں عرض ہوگا کہ شاہ عبدالحق صاحب حجۃ الوداع کے ایک مخصوص واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، و نمے دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۲۸) اور حدیث ابن صیاد کی تشریح کرتے ہوئے اپنا قولِ فیصل یہ لکھتے ہیں کہ: بالجملہ حال وے مبہم است و دریں باب بر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وحی نشدہ و حال وے مبہم داشتند۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص) ؛

اندریں حالات حضرت شیخ صاحب کی مجمل اور استغراقِ عُرفی کے الفاظ (مثلاً لفظ کُلّی۔ لفظ کُلّ شیئ اور لفظ ہمہ احوال وغیرہ) سے کُلّی علم غیب پر استدلال کرنا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے اور کسی اہلِ علم اور منصف مزاج اور صاحب دیانت کو اس میں کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہوتی۔ لہٰذا حضرت شیخ صاحب کی اور اسی طرح دیگر اکابر کی عبارات اثبات علم غیب کُلّی سے بالکل غیر متعلق ہیں اور ان سے مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، بشرطیکہ وہ عقل و دانش کو خیرباد نہ کہہ چکے ہوں، اور ان کو اس متاعِ عزیز سے محروم ہونے کا افسوس بھی ہو، مگر یہاں تو ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا ———— (صفدر)

(۱۳) روح البیان یہی آیت۔ بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے وقت کو جانتے تھے اللہ کے بتلانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔ روح البیان میں یہی عبارت پارہ ۹ زیر آیت یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دُنیا کی کُل عُمر ہزار سال ہے یہ بروایتِ صحیحہ ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

(جاء الحق ص ۱۰۴)

(نوٹ: ان کا حوالہ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ ان کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ جن امور کا تعلق منصب نبوت کے مبادی اور احکام سے نہ ہو مثلاً وقت قیامِ ساعت، تو اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو کبھی بھی اطلاع نہیں دیتا

Marfat.com

باقی دُنیا کی عُمر کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ علامہ محمد طاہر الحنفی رح المتوفی ۹۸۶ھ فرماتے ہیں: تمام مرفوع حدیثیں ضعیف ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات ص۲۲۳) اور علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں کہ یہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔ (اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ص) اور حضرت ملّا علی القاری تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

و منها مخالفة الحديث لصريح القرآن كحديث مقدار الدنيا وانها سبعة الاف سنة ونحن فى الالف السابعة وهذا من ابين الكذب الخ (موضوعات کبیر ص۱۱۱)	(جن قواعد سے احادیث کا جعلی ہونا ثابت ہوتا ہے، موضوعات ص۱۱۱) ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ حدیث صریح قرآن کے مخالف ہو جیسا یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں ہزار میں ہیں اور یہ حدیث واضح ترین جھوٹ ہے، الخ۔

صاحبِ روح البیان جو ایک خشک صُوفی اور حاطب لیل اور جامع رطب ویابس مصنّف ہے اس کو احادیث کی تصحیح کا مقام کہاں سے اور کیسے حاصل ہو گیا؟ سات ہزار سال والی روایت بروایۃ صحیحہ نہیں بلکہ جعلی من گھڑت اور سفید جھُوٹ ہے۔

اگر مفتی احمد یار خان صاحب (وغیرہ) کو ان مذکورہ حوالجات پر یقین نہیں آتا تو ہم ان کو ان کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ ان کی تسلّی کے لئے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی المتوفی ۱۳۵۶ھ کی عبارت پیش کرتے ہیں، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے کہ قیامت سات ہزار سال پر آئے گی، تحریر فرمائی ہے:۔

"اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ مَیں کہتا ہوں یہ سات ہزار کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے لاعلمی بیان فرمائی۔" (رسالہ شمس الہدایہ ص۱۱۹)

چونکہ مفتی احمد یار خان صاحب نے پیر صاحب گولڑوی پر مکمل اعتماد کیا ہے (دیکھئے جاء الحق ص۹ سطر آخری) اس لئے وہ اُن ہی کی بات مان لیں۔)

(۱۴) تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ ـــــ اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدائے پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے۔

Marfat.com

اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔ (جاءالحق صـ۱۰۹)

(نوٹ ضروری):۔ حضرت ملا جیون رح کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ان پانچ چیزوں کے کلیات کا علم اولیاء اللہ کو حاصل ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض جزئیات کی اطلاع اللہ تعالٰے اپنے محبوب بندوں کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی مبسوط بحث کرتے ہوئے قاضی بیضاوی رح کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرکے آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

فعلم من کلامہ ھذا ان اللہ یطلع علی الاولیاء علی بعض ما یشاء من الغیوب الخمسۃ (التفسیرات الاحمدیۃ صـ۳۹۷)

قاضی صاحب رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی غیوب خمسہ میں سے بعض پر جس مقدار میں چاہے اولیاء کرام رح کو مطلع کر دیتا ہے۔

اور اس سے پہلے قاضی بیضاوی رح کے جملہ الغیب المخصوص کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ولعلہ اراد بالغیب المخصوص ھذہ الخمسۃ اذ علی ما سواھا یطلع الاکثر وقید بعلم بعضھم لیخرج مثل علم الساعۃ (صـ۳۹۷)

غیب مخصوص (جس پر اللہ تعالٰے کسی کو مطلع نہیں کرتا) یہ پانچ ہیں، کیونکہ ان کے علاوہ پر اکثر مطلع ہیں اور بعض کے علم کی اس لئے قید لگائی ہے تاکہ قیامت کا علم اس سے خارج ہوجائے (کہ اس کا علم بجز خدا کے کسی کو نہیں)۔

اور اس سے قبل وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

واما ما اشتھر من بعض الاولیاء من اخبار المغیبات فظنی انہ ما دام یستقیم صرفہ عن ظاھرہ یصرف بان نقول فیما یخبرون بما فی الرحم من الذکر والانثیٰ او بنزول الغیث انھم لا یطلعون علی ما فی الرحم ولا علی نزول الغیث وانما یقولون ذالک ابشارا بالولادۃ الذکر ودعاءً بنزول الغیث ولکن یکون دعاءھم

بعض اولیاء کرام رح سے غیب کی خبریں جو مشہور ہوتی ہیں تو میرے خیال میں جب تک ان کو ظاہر سے پھیر کر کوئی ممکن تاویل کی جاسکی تو کی جائے گی مثلاً ہم یہ کہیں گے کہ رحم میں لڑکا اور لڑکی یا نزولِ بارش کی جو خبر وہ دیتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ رحم کے اندر کا اور نزولِ غیث کا علم رکھتے ہیں بلکہ وہ محض لڑکے کی ولادت اور نزولِ غیث کی بشارت سناتے ہیں لیکن اکثر حالات میں اُن

Marfat.com

مستجابا ویکون موافق التقدیر فی اکثر الحال لانهم کانوا عالمین به او انهم لا یقولون ذلک علما یقینا بل ظنا والممنوع هو العلم به۔ ص ۲۹۷

کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور موافق تقدیر ہو کر خبر پوری ہو ہے یہ نہیں کہ وہ اس کو جانتے ہیں یا یہ کہا جاسکتا ہے وہ علم یقینی کے طور پر نہیں جانتے بلکہ ظن سے ایسا کہتے اور ممنوع تو علم ہے ظن نہیں۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

والمراد بالعلم العلم القطعی والعلم الحاصل للاولیاء بالالہام وغیرہ ظنی لیس بقطعی (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۹۶

مراد علم سے علم قطعی ہے اور اولیاء کرام رہ کو ال وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہے قط نہیں ہوتا ۔

اور ملا علی القاری رح فرماتے ہیں کہ مکاشفہ یا الہام یا خواب کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں ھی ظنیا لا تسمی علوما یقینیات (بحوالہ فتح الملہم ج ۱ ص) کہ یہ سب ظنی امور ہیں ان کو علوم یقینیہ کا درجہ حاص نہیں ہے ۔

ان واضح روشن اور صریح عبارات کے ہوتے ہوئے بھی اگر مفتی احمد یار خاں وغیرہ تفسیر احمدی کے کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں تو ان کے نزدیک شاید انصاف اور دیانت کا مفہوم ہی کو اور اور اگر ہوگا ! ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے)

(۱۵) امام قرطبی رح المتوفی ۶۷۱ھ کی ایک عبارت بھی فریق مخالف نے اپنے دعویٰ کے ثبوت پر پیش کی وہ عبارت مع اس کے جواب کے حدیث جبرائیل ع کے ذیل میں آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز ۔

(۱۶) تفسیر صاوی یہ ہی آیت ـــ جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو تمام وہ غائب چیزیں (اپنے مقام پر آئے گا کہ لفظ جمیع استغراق حقیقی کے لئے نہیں بلکہ استغراق عرفی کے لئے بھی آتا ہے۔ صفدر) بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں ہوں گی جس طرح کہ ہیں عین یقین کیونکہ حدیث میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی پس ہم اس میں اس طرح نظر

Marfat.com

کر رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ میں (اپنے مقام پر آئے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ صفدرؔ) یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی (اگر اس سے بعض مراد ہے تو یہ چیز محل نزاع سے خارج ہے اور اگر کُل مراد ہے تو جنت اور دوزخ کی ابدی زندگی کے تمام حالات تو فریقِ مخالف کے نزدیک بھی جن میں مفتی صاحب بھی شامل ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں پھر اس سے استدلال کیسا؛ صفدر) علاوہ ازیں اور متواتر خبریں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ (یہ سفید جھوٹ اور خالص افترا ہے۔ ایک حدیث بھی صحیح موجود نہیں۔ چہ جائیکہ متواتر۔ صفدرؔ) بلفظہٖ جاء الحق صـ۱۰۶) ؛

یہ ہے فریقِ مخالف کے دلائل اور براہین کی کل کائنات (غزوۂ بدر میں کافروں کے مقتل کی تعیین۔ غزوۂ خیبر میں حضرت علی رضؓ کو جھنڈا دینے کا تذکرہ، حضرت فاطمہ رضؓ کے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور حضرت ابوبکرؓ کا لڑکی کی بشارت سنانا وغیرہ وغیرہ بعض دلائل کا ذکر عنقریب مع ان کے جوابات کے عرض کیا جائے گا انشاء اللہ) جن کے بل بوتے پر وہ قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ اور متواتر احادیث کے مطالب کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے درپے ہیں اور بقول شخصے اس کا عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ ؏

"مَیں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں"

ان کے علاوہ بھی کچھ اور حوالجات ہیں مگر اُن کا ان کے مدعیٰ سے دُور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ محض انہوں نے سینہ زوری اور کشید سے کام لیا ہے، لہٰذا ہم بھی ان کے نقل کرنے پر نہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور نہ سامعین اور قارئین کرام کی بلاوجہ سمع خراشی کا موجب بنتے ہیں ؛

قارئین کرام :-

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ فریقِ مخالف کی طرف سے ایک بھی نص قطعی یا خبر متواتر نہیں پیش کی گئی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ خمسہ کا اور خاص طور پر قیامت کے وقت کا علم حاصل تھا بلکہ کوئی صحیح حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکی بلکہ یہی کچھ عذر لنگ تلاش کیا گیا کہ فلاں بزرگ لکھتے ہیں کہ آپ کو امورِ خمسہ کا علم دیا گیا مگر ساتھ ہی چھپانے کا حکم بھی تھا۔ فلاں یہ فرماتے ہیں

Marfat.com

اور فلاں یہ کہتے ہیں اور ان میں سے بعض کی مجمل اور گول مول عبارتوں سے یہ ثبوت کشید کیا گیا حالانکہ اُن کی صریح عبارتیں اُس کے خلاف ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ ان لوگوں میں اکثر و بیشتر وہ غیر معتبر مجہول اور محض صوفی ہیں جن کو دائیں اور بائیں کی تمیز نہیں اور غلبہ سکر میں کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں، اور انہوں نے طب یا بس کمزور اور واہی کہانیاں اور صدری نسخے پیش کر کر کے کتابیں لکھ ماری ہیں، دین کے بارے میں ان ایک رتی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور ان متفسرین اور متصوفین کی بات پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہرگز اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ قرآن کریم کی قطعی نصوص اور احادیث متواترہ اور امّت کے اجماع کے مقابلہ میں ان غیر معتبر اور مجہول شخصیتوں سے دین اور دین کے مسائل اخذ کریں حاشا ثم حاشا وکلا۔

امام بیہقی رح المتوفی ۴۵۶ھ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

ولم یکلفنا اللہ تعالیٰ ان ناخذ دیننا عمن لا نعرفہ۔ (کتاب القرأۃ ص۱۲۷) — ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ہرگز مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین غیر معروف لوگوں سے حاصل کریں۔

صرف نام کے معلوم ہونے سے یا اس کو علامہ کہہ اور لکھ دینے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ تاریخی طور پر ان کا قابلِ اعتماد ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ ان میں جن حضرات پر اعتبار کیا جا سکتا ہے مثلاً علامہ قسطلانی امام سیوطی رح، شیخ عبد الحق رح اور ملا جیون رح وغیرہ، تو ہم نے انہی کی عبارات سے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے کہ نہ تو قیامت کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور نہ اولیاء کرام رح کو امور خمسہ کا علم دیا گیا تھا۔ باقی رہے عشماوی اور بیجوری اور صاوی وغیرہ تو اُن پر ایک رتی برابر اعتبار بھی دین کے بارے میں ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب روح البیان الشیخ اسمٰعیل حقی رح المتوفی ۱۱۳۷ھ جنہوں نے تفسیر ہی علی لسان التصوف لکھی ہے، ان کے متعلق تاریخ یہ بتاتی ہے کہ :-

وانی بار اجیف کثیرۃ لا ینبغی الالتفات الیھا وفتاوی ضعیفۃ لا یعتمد علیھا ولیس فی الحقیقۃ — اور بہت سی بے تکی باتیں بھی اس میں موجود ہیں جن کی طرف ذرا بھی التفات مناسب نہیں اور ضعیف فتوے بھی ہیں جن

Marfat.com

من التفسیر الکتاب العزیز بشیئ الی ان قال واجترأ علیٰ کتاب اللہ بادخال مالیس منہ فی تفسیرہ ۔

(اکسیر فی اصول التفسیر ص۴۲)

پر کوئی اعتبار نہیں درحقیقت اس (روح البیان) کو قرآنِ کریم کی تفسیر سے دُور کا تعلق بھی نہیں ہے ـــــ اور اس بندۂ خدا نے بڑی جرأت اور دیدہ دلیری سے کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جن کا تفسیر سے کوئی لگاؤ ہی نہیں۔

اور عرائس البیان شریف کے مصنف الشیخ ابو محمد روزبہان البقلی الشیرازی الصوفی رح المتوفی ۶۰۶ھ ہیں جن کو خود کھلے لفظوں میں اقرار ہے کہ :۔

و بسیار است کہ تفسیری آیتے میکنم کہ مشائخ تفسیروی نکردہ اند (بحوالہ اکسیر ص۸۶)

اور بسا اوقات میں قرآن کریم کی آیتوں کی ایسی تفسیر کروں گا جو مشائخ (اور معتبر علماء) سے منقول نہ ہو گی اور نہ انہوں نے ایسی تفسیر کی ہو گی ۔

بتائیے ایسی خود ساختہ تفسیروں کو کون مانتا ہے ؟ اور یہی حال صاوی وغیرہ کا ہے جس کے متعلق کچھ بعید نہیں کہ شیعہ ہی ہو ۔ ایسے صوفیوں کی باتیں عمل کے اثبات کے لئے بھی ناکافی ہیں چہ جائیکہ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو چُن چُن کر ان پر عقائد کی عمارت استوار کی جائے ایسی مردود اور باطل باتیں اس قابل ہیں کہ بقول علامہ اقبال رح المتوفی ۱۳۵۷ھ ع اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

شرح مواقف ص۴۷، شرح فقہ اکبر ص۸۶، مسامرہ ج ۲ ص۸۴، شرح عقائد ص۱۰۱ اور فتح الباری ج ۱۳ ص۲۳۱ (وغیرہ) میں ہے ، واللفظ لہٗ

الاحادیث اذا کانت فی مسائل عملیتہ یکفی فی الاخذ بھا بعد صحتھا افادتھا الظن اما اذا کانت فی العقائد فلا یکفی فیھا الا ما یفید القطع ۔

یعنی جن مسائل کا تعلق عمل کے ساتھ ہے ان میں صحیح احادیث سے استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کے لئے ظنی دلائل ہی کافی ہیں لیکن جب عقائد کی باری آئے گی تو ان میں صرف وہ حدیثیں قابلِ قبول ہوں گی جو یقین کا فائدہ دیں ۔ (مثلاً یہ کہ متواتر ہوں) ۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ عقیدت اَور چیز ہے اور عقیدہ اَور ہے ۔ اثباتِ عقیدہ کے لئے نص قطعی یا

Marfat.com

خبر متواتر درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی، اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش کرنا ہی سرے سے باطل ہے، چنانچہ فریق مخالف کے قائد مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

ان نصوص القرآن لا تعارض بالاحاد (الفیوض الملکیۃ ص۱۵۲) اخبار احاد نصوص قرآن کے معارضہ میں نہیں پیش کی جا سکتیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ: "اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اُٹھ جائے نہ حدیث آحاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد سے کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے" بلفظہٖ انباء المصطفیٰ ص۴

بلکہ بھی خانصاحب لکھتے ہیں کہ "عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بافی"۔ (انباء المصطفیٰ ص۴)

اور خانصاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالت یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں" بلفظہٖ (انباء المصطفیٰ ص۵)

اور مفتی احمد یار خان صاحب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو" (جاء الحق ص۴)

قارئین کرام! پوچھئے خان صاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی سے کہ دوسروں سے تو مطالبہ قطعی الدلالت آیت کا اور حدیث متواتر کا ہو اور خود آپ لوگ ہجویری، عثمانی اور صاوی (وغیرہ) جیسے حاطب لیل متفسرین اور متصوفین کی عبارتوں سے قرآن کریم کی قطعی الدلالت اور صحیح احادیث کو رد کرتے پھریں، تمہیں اس تخصیص اور نسخ کا حق کس نے دیا ہے؛ اور کیا اخبار میں ان کے اقوال سے نسخ جائز ہے؟ غضب ہے اور نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں تو تمہارے مسلمات کے رو سے بھی صحیح احادیث جبکہ خبر واحد ہوں نہیں پیش کی جا سکتی۔ پھر ہجویری اور صاوی کو کون پوچھتا ہے؛ ہوش و حواس کو ٹھکانے کر کے جواب دینا ہوگا ؎

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے؟

Marfat.com

مفتی احمد یار خان صاحب یہ تو فرمائیں کہ آپ نے تو خود یہ تحریر فرمایا ہے کہ :-

"رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہٗ" (بلفظہٖ جاء الحق ص۹)

فرمائیے کہ کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ ایک طرف تو تابعین اور تبع تابعین کی تفسیریں بھی جبکہ روایت اور حدیث سے نہ کی گئی ہوں مردود اور غیر معتبر ہیں اور دوسری طرف اسمٰعیل حقی اور صاوی وغیرہ جیسے متفسرین کی تفسیریں بھی معتبر ہیں جن کی تائید میں ایک صحیح روایت بھی تا قیامت نہیں پیش کی جا سکتی۔ بتائیے مفتی صاحب، ایک طرف تو آپ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو موقوف قرار دے کر اس سے گلو خلاصی کی ناکام سعی کرتے ہیں، (جیسا کہ گزر چکا ہے) اور دوسری طرف بیجوری اور صاوی کے غیر معتبر بلکہ سو فیصدی باطل اور مردود اقوال سے قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ کو اپنی خواہش کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ فرمائیے مفتی صاحب کو اپنا یہ بیان یاد نہیں کہ "قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بتا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے، انتہیٰ۔ بلفظہٖ (جاء الحق ص۶)۔

مولوی محمد عمر صاحب سے جب حدیث انك لا تدری الخ کا اور کوئی جواب نہ بن سکا تو بخاری و مسلم کی اس صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینے کے درپے ہو گئے (جس کا مکمل جواب راقم نے تبرید النواظر میں دے دیا ہے) اور لکھتے ہیں کہ "دوسری یہ بات ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے حجت نہیں ہو سکتی" (انتہیٰ بلفظہٖ ...)

شاباش مولوی محمد عمر صاحب! بخاری وغیرہ کی حدیث ضعیف ہو کر حجت نہیں ہو سکتی مگر صاوی وغیرہ کی بے سند بات بھی حجت ہے؛ انصاف اور دیانت شاید اسی کا نام ہو گا؟

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"عمل صوفیہ در حل وحرمت سند نیست ہمیں بس است کہ ما ایشاں را معذور داریم و ملامت نکنیم و امر ایشاں را بحق سبحانہٗ وتعالیٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہ رح و امام ابی یوسف رح و امام محمد رح معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلی رح و ابوالحسن نوری رح" (مکتوبات، المکتوب ۲۶۶ دفتر اول ص ۳۳۵)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

Marfat.com

کلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار است نہ کلام محی الدین اکبر ابن عربی رح وصدر الدین قونیوی رح وعبد الرزاق کاشی رح مارا بنص کار است نہ بفص فتوحات، بیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ اند۔

(مکتوبات حصہ ۱ ص ۱۰۱ مکتوب ۱۰۰)

محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام درکار ہے نہ کہ ابن عربی رح قونیوی رح اور کاشی رح کا۔ ہمیں نصِ قرآنی درکار ہے ابن عربی فصوص الحکم کی ضرورت نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کی روشن حدیثوں نے ابن عربی رح کی فتوحاتِ مکیہ سے ہمیں مستغنی دیا ہے۔

علامہ محمد طاہر الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

النصوص علی ظواهرها والعدول عنها الی معان باطن الحاد (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۳ خاتمہ)

نصوص کو ظاہر پر محمل کیا جائے گا اور ظواہر سے باطنی معانی کی طرف عدول کرنا الحاد ہے۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

واما کلام الصوفی فلیس بتفسیر وتفسیر ابی عبدالرحمن السلمی ان کان قد اعتقد انہ تفسیر فقد کفر۔ (مجمع البحار ج ۳ ص ۱۵)

بہر حال صوفی کا کلام تفسیر نہیں ہے اور ابو عبدالرحمن السلمی (الصوفی) کی تفسیر کو جس نے تفسیر اعتقاد کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

علامہ ذہبی رح انہیں ابو عبدالرحمن السلمی رح المتوفی ۴۱۲ھ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

الف حقائق التفسیر فاتی فیہ بمصائب وتاویل الباطنیۃ نسال اللہ العافیۃ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۳۴)

انہوں نے تفسیر میں چند حقائق لکھے ہیں اور اس میں بڑی مصیبتیں اور باطنی تاویلیں انہوں نے کی ہیں ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رح لکھتے ہیں کہ :" نترہات صوفیہ غتون نگردی" (مکتوبات حصہ ۵ ص ۱۲)

مسلم اور مستند محدثین کرام رح کا صوفیوں کی تفسیر سے متعلق نظریہ تو یہ ہے مگر فریقِ مخالف ان کی بے سروپا تفسیروں کو لے کر ان سے قرآنِ کریم کی نصوصِ قطعیہ اور احادیثِ متواترہ کو رد کرنے کے در پے ہے

ببیں تفاوت رہ است از کجا تا بکجا

اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رح المتوفی ۷۵۰ھ فرماتے ہیں : " حجت در اقوال و اعمالِ مشائخ

Marfat.com

...ست حجت آنست کہ درکتاب وسنّت است" ـ (ومثلہ فی البلاغ المبین صد)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں کہ :" مشرب پیر حجت نیست دلیل از کتاب وسنت ...ے باید" (اخبار الاخیار صد ۹۳)

اور مولانا روم رح فرماتے ہیں : ؎

نیست حجت قول وفعل ہیچ پیر   قول حق وفعل احمد را بگیر

حضرت مجدد الف ثانی رح فقہاء احناف رح کی ایک تحقیق پیش کی تھی جو بظاہر احادیث کے مخالف تھی۔ اس ...مولوی احمد رضا خان صاحب برستے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ـــ" معاذ اللہ اس بھاری شرک تقلیدی کو ...ئے کہئے کہ مذہب کے مقابل احادیث صحیحہ مشہورہ کو نہیں مانتے اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ...اب میں اپنے مولویوں کی سنت پیش کرتے ہیں" ـ (بلفظہ ـ کوکب الشہابیہ صد ۴۹) ـ شاباش خانصاحب! ...ر کسی ایسے مسئلے کے مقابلہ میں جس میں قرآن کریم کی کوئی آیت موجود نہیں بلکہ احادیث ہی سے اس کا ثبوت ...ہو سکتا ہے، اپنے مولویوں کی باتیں پیش کرنا نہ صرف یہ کہ شرک ہے بلکہ بھاری شرک تقلیدی ہے تو خانصاحب ...ان کے اتباع واذناب کو ذرا ہوش میں آکر یہ فرمانا چاہئے کہ جس مسئلہ پر صدہا آیات اور متواتر حدیثیں موجود ہوں اور دیگر جملہ اُمت اور خصوصیت سے فقہائے احناف کا اجماع بھی ہو، ایسے مسئلہ میں اپنے ...ہجوری، عشماوی اور صاوی وغیرہ مولویوں کی باتیں پیش کرنا کونسا ایمان ہے ؟

اور سنیئے ـ وقف کے ایک اختلافی مسئلہ پر بعض علماء نے ایک مالکی المذہب عالم امام ابن القاسم رح المتوفی سنہ ھ کی ایک عبارت پیش کی تھی، جس پر مولوی احمد رضا خان صاحب سیخ پا ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ـــ" ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمایئے کہ ابن القاسم رح نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی کے مسجد کر دینا روا اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنانا حرام آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم رح کی بات حق جانیں ...ابوالقاسم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں" ـ انتہی بلفظہ (اہلاک الوہابیین صد ۳۳) ـ

کیا خوب ؟ فریق مخالف کے اعلیٰحضرت بھی بقول شخصے ع " یہ بھی لگا کے خون شہیدوں میں مل گیا"

Marfat.com

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا صوفی اور مولوی کے کسی قول سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو امورِ خمسہ کا علم حاصل تھا اور اللہ تعالےٰ اور اس کا رسولِ برحق صلے اللہ علیہ وسلّم یہ ارشاد فرمائیں کہ ان امور کا علم اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی اور کو حاصل نہیں ہے، تو فریقِ مخالف انصاف سے فرمائے کہ کس کا قول و ارشاد کو تسلیم کرنا ہوگا ؛ احمد بن محمد الصاوی یہ کہتے ہوں کہ ان پانچ اشیاء کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو حاصل تھا مگر چھپانے کی تاکید تھی اور خود سردارِ دوجہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ فرمائیں کہ مجھے ان اشیاء کا علم عطا نہیں کیا گیا اور یہ دونوں حکم حالتِ واحد پر وارد ہیں جب تو تمہارا ایمان ہے کہ احمد الصاوی کی بات حق جانیں اور احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نہ مانیں ۔ ؎

اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات اُن کی
اُنہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

الغرض فریقِ مخالف عشاوی ۔ بیجوری اور صاوی وغیرہ کے باطل اقوال کو پیش کرنے کی ہرگز تکلیف نہ اُٹھائیں ، قرآن کریم اور متواتر احادیث سے یا کم از کم خبرِ واحد صحیح سے (جو مرفوع اور متصل ہو اور علل سے پاک ہو) ہی یہ ثابت کرے کہ ان پانچ چیزوں کا علم جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو عطا دیا گیا تھا ۔ بس اسی پر نگاہ رکھئے ۔ ع اسی ہی بات پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

قیامت کا علم اور فریقِ مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علمِ قیامت ہے ۔ مستدرک ج ۴ ص ۵۶۷ ، عمران بن حصین رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے قیامت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ اللہ اور اُس کے رسول زیادہ جانتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علمِ قیامت ہے ۔ (بلفظہٖ ۔ مقیاس ص ۳۸۳ / ۳۸۴)

الجواب :۔ مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے ۔ اوّلاً اس لیے کہ اس

سند میں الحسن البصری رح المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) عن عمران بن حصین رضؓ ہے۔ امام ابو حاتم رح، یحییٰ بن سعید القطان رح، علی بن المدینی رح اور ابن معین رح وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسن رح کی حضرت عمران رضؓ سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ صفحہ ۲۶۹) اور حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں کہ :-

کان یرسل کثیراً و یدلس (تقریب صفحہ ۵۷) — حسن رح کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رح لکھتے ہیں کہ :-

وھو مدلس فلا یحتج بقولہ عن من لم یدرکہ (تذکرہ ج ۱ صفحہ ۶۷) — وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے ملاقات نہیں کی تو اُن کی بات حجت نہیں ہے۔

جب اُن کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی اُن پر عائد کیا گیا ہے تو اصولِ حدیث کے رُو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟

وثانیاً یہ حدیث اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ قیامِ ساعت کا وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا بلکہ اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ :-

فینادیہ ربہ فیقول یا اٰدم ابعث بعث النار من کل الف تسع مائۃ و تسعۃ و تسعین فی النار وواحد فی الجنۃ۔ الحدیث (مستدرک ج ۴ صفحہ ۵۶۷) — اللہ تعالیٰ آدم کو ندا کر کے فرمائے گا اے آدم دوزخ کے گروہ کو کھڑا کر تو ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے ۹۹۹ دوزخ میں اور صرف ایک جنت میں داخل کیا جائے گا۔

یہ تو قیامِ ساعت کے بعد کا واقعہ ہے جو محشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش آئے گا، قیامت کی خاص گھڑی کا (جس میں نزاع ہے) اس سے کیا تعلق ہے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے، مولوی صاحب موصوف نے اپنی عادتِ مالوفہ کے مطابق اُس حدیث سے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی، یہ ثابت کرنے کی بے جا سعی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت کا علم تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی، مگر وہ جمعہ کتنے سالوں کے بعد آئے گا اور کس مہینے کا کون سا جمعہ ہوگا؟ اور پھر جمعہ کے دن کے بارہ گھنٹوں میں سے کونسا گھنٹہ ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ امُور اس سے ہرگز حل نہیں ہوتے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا اپنی کتاب مقیاس صفحہ ۴۳۴ طبع جدید میں فوجداری عدالت کے دفتر کی الماریاں

Marfat.com

اور فائلیں گنوا کر اُن کے سرسری اور ظاہری حالات کے جاننے والے کو ہمہ دان تصور کر کے اس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشراطِ ساعت کو بیان کرنے کی بنا پر وقتِ قیامت کے علم کو قیاس کرنا ایک مضحکہ خیز قیاس ہے جس کو درحقیقت ہذیان سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے اور جو اس کا مصداق ہے کہ ع

"کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

مفتی احمد یار خان صاحب کا مغتبانہ اجتہاد

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ۔۔۔ حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا مشکوٰۃ باب الجمعۃ میں ہے قیامت نہ قائم ہوگی مگر جمعہ کے دن۔ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الجمعۃ) یعنی ہمارے زمانہ کے بعد بس قیامت ہی ہے اور اس قدر علاماتِ قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا اُن علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرما دیا پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی سنہ ہجری عہدِ فاروقی میں مقرر ہوئی الی ان قال نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک من وعن واقعات بیان کر دیئے اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو، کیونکہ دُنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دُنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہا کا علم دوسری کی ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کر لیا جاوے نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مُرشدی اُستاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مُرادآبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔ انتہیٰ بلفظہٖ (جاء الحق ص ۱۰۸ ج ۱)

الجواب:۔ جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے سے اس کے صحیح وقت کا اثبات مفتی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ باقی انا والساعۃ کھاتین کی روایت سے قیامت کی ٹھیک

Marfat.com

مقدار اور وقت پر استدلال کرنا نری جہالت ہے۔ چنانچہ امام رازی رح اور خطیب شربینی رح لکھتے ہیں کہ:۔

فان قیل الیس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت انا والساعۃ کھاتین فکان عالما بقرب وقوع القیٰمۃ فکیف قال ھٰھنا لا اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ اجیب بان المراد بقرب وقوعہ ھو ان ما بقی من الدنیا اقل مما انقضی فھٰذا القدر من القرب معلوم فاما معرفۃ مقدار القرب فغیر معلوم۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۴۳ وسراج منیر ج ۴ ص ۴۰۸)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ میری بعثت اور قیامت میں اتنا قرب ہے جتنا انگشت شہادت اور اس کی قریب والی انگلی ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قرب قیامت کا علم تھا پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے قریب ہونے کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیا کی باقیماندہ عمر اس کی گزشتہ عمر سے کم ہے۔ پس اتنا قرب تو معلوم ہے لیکن اس قرب کی ٹھیک مقدار معلوم نہیں ہے۔

اور یہی امام رازی رح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

المراد ان العلم بالوقوع غیر العلم بوقت الوقوع فالعلم الاول حاصل عندی وھو کاف فی الانذار والتحذیر واما العلم الثانی فلیس الا للہ ولا حاجۃ فی کونی نذیرا مُبِیناً الیہ۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۹۱)

مطلب یہ ہے قیامت کے نفس وقوع کا علم اور چیز ہے اور اس کے وقت وقوع کا علم علیحدہ چیز ہے پس پہلا علم تو مجھ کو حاصل ہے اور انذار و تخویف کے لئے وہی کافی ہے۔ اور دوسرا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میرے نذیر مبین ہونے کے لئے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان سے نزول اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجّالِ لعین کے خروج وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں کسی ادنیٰ مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا مگر سوال صرف یہ ہے کہ کیا ان کے نزول اور ظہور و خروج کا وقت بھی بتایا ہے کہ فلاں وقت ان کا نزول اور ظہور و خروج ہوگا؟ جھگڑا تو وقت کی تعیین کے علم اور عدم علم کا ہے۔ اگر اس کے بارے میں کوئی دلیل ہے تو مفتی صاحب اس کو پیش کریں۔

علامہ الذہبی اور حافظ ابن حجر رح علی بن احمد الحرانی المغربی المتوفی ۶۳۸ھ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

وزعم انہ استخرج من علم الحروف وقت خروج الدجال و وقت طلوع الشمس من مغربها و هذه علوم وتحديدات ما علمتها رسل الله بل كل منهم حتى نوح عليه الصلوٰة والسلام يتخوف من الدجال و ينذر امته الدجال و هذا نبينا صلى الله عليه وسلم يقول ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه وهؤلاء الجهلة اخوته يدعون معرفته حتى يخرج نسأل الله السلامة انتهى۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۔ ولسان المیزان ج ۴ ص ۲۰۲)

اس نے یہ گمان کیا ہے کہ اس نے علم حروف سے دجال کے خروج کا وقت اور مغرب سے طلوع آفتاب کا وقت نکالا ہے حالانکہ یہ علوم اور ان کی تعیین اور تحدید وقت کا علم اللہ تعالےٰ کے رسولوں کو بھی نہ تھا بلکہ سب کے سب رسول حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو دجال لعین کے فتنہ سے ڈراتے رہے اور یہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو میں (امت کی طرف سے) اس کے ساتھ جھگڑا کروں گا اور یہ جاہل دجال کے بھائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو دجال کے خروج کا وقت معلوم ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے گندے عقائد سے محفوظ رکھے۔ انتہی

فرمائیے مفتی صاحب طبیعت صاف ہوئی یا نہیں۔ حافظ ذہبی رح اور حافظ ابن حجر رح تو فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حتیٰ کہ خود جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو علی التعیین دجال کے خروج کا وقت اور اسی طرح طلوع شمس من المغرب کا وقت معلوم نہ تھا اگر آپ کو وقت معلوم ہے یا اس کا ادعا ہے تو حافظ صاحبؒ نے اس گروہ کا تذکرہ بھی کر دیا ہے اللہ کا نام لے کر ایک جست لگائیے اور شوق سے اس گروہ میں شامل ہو جائیے۔ ؎

ہستی سے تا بملکِ عدم ایک جست تھی — جھپکی نہ آنکھ بھی کہ اِدھر سے اُدھر گیا

مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وقت کی تحدید اور تعیین کے لئے سنہ کی تقرری ضروری نہیں ہے۔ آپ سنہ ہجری سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بھی یہ فرما سکتے تھے کہ مثلاً آج سے پندرہ سو ایک سال دو ماہ اور چار یوم کے بعد قیامت آئے گی۔ باقی جس روایت کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ آپ نے قیامت تک کے من وعن واقعات بتا دیئے تھے لہٰذا آپ کو قیامت کا علم لازم ہے، اس روایت کی بحث ا

Marfat.com

مقام پر آئے گی۔ انشاءاللہ العزیز۔ اس سے وقت قیامت کا علم ثابت نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مفتی صاحب کا اپنے مایۂ ناز استاد اور صدر الافاضل سے یہ نقل کرنا کہ دو ملی ہوئی چیزوں میں ایک کی ابتدا دوسری کی انتہا ہوتی ہے روایۃً و درایۃً باطل اور مردود ہے۔

اولاً تو اس لئے کہ اشراط ساعت اور علامات قیامت کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھ کر بھی جمہور شراح حدیث بجز چند واقعات کے ان کی صحیح ترتیب بیان نہیں کر سکے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ یہ واقعات قیامت سے قبل ضرور رونما ہوں گے مگر کونسا واقعہ پہلے اور کونسا بعد کو ہوگا سوائے معدودے چند واقعات کے اور کسی میں ٹھیک ترتیب معلوم نہیں ہے۔

صدر الافاضل اگر حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی یہی ایک روایت دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں کہ

قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الآیات خروجاً طلوع الشمس من مغربہا وخروج الدابۃ علی الناس ضحیً و ایہما ما کانت قبل صاحبتہا فالاخریٰ علی اثرہا۔ (مسلم ج ۲ ص و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۲)	میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ (ایمان کے نفع نہ دینے کی) نشانیوں میں سے پہلی نشانی مغرب سے طلوع آفتاب، اور خروج دابۃ ہے۔ چاشت کے وقت پر لوگوں پر ظاہر ہوں گی۔ ان دونوں میں سے جونسی نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ ان دونوں میں بھی ٹھیک ترتیب کہ پہلے کونسی ہوگی اور بعد کو کونسی نہیں بتلائی گئی یہی بتلایا ہے کہ ان میں سے جونسی ایک پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔

و ثانیاً جب واقعات کے اندر ترتیب ہی معلوم نہیں تو مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کیسے درست ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض تمام واقعات کی ترتیب بھی معلوم ہو اور من وعن تمام واقعات اور حوادث اس میں بھی شامل ہوں تو اس سے صرف یہی ثابت ہوگا کہ بڑے بڑے اور اہم واقعات کا علم مراد ہے غیر ضروری واقعات کا اس سے کیا لگاؤ ہے؛ کہ فلاں مرغی انڈے دیگی اور فلاں بکری فلاں درخت کے پتے کھائے گی اور فلاں آدمی کے پیٹ میں فلاں کھانا جائے گا اور پھر فضلہ بن کر فلاں جگہ خارج ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر واقعات کے معلوم ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کا علی التعیین

Marfat.com

ٹھیک وقت بھی معلوم ہو؛ اور کس قطعی دلیل سے اس کا ثبوت ہے؛ مفتی صاحب کو محض اپنی رائے سے تعیین کا حق کس نے دیا ہے اور ان کے صدر الافاضل کو یہ منصب کہاں سے حاصل ہوا ہے؛ پھر اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آخری واقعہ کا وقت بھی معلوم تھا تو اس کا ثبوت کہاں سے ملے گا کہ اس آخری واقعہ کے آناً فاناً بعد فوراً قیامت آجائے گی درمیان میں سالوں اور مہینوں کا، ہفتوں اور دنوں کا اور لمحوں کا وقفہ نہ ہوگا؛ اور اس فرضی طریقہ سے قیامت کا ٹھیک وقت معلوم ہو جائے گا۔ الغرض یہ تمام باتیں مفروض ہیں اور ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا صحیح مصداق ہیں؛ ؎

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم　　حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: — "اسی بنا پر آپ نے اپنے سبابہ اور وسطیٰ کو لمبا کر کے اپنا اور قیامت کا تعلق ظاہر فرمایا۔ اگر کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے تعیین کا امر ہمیں کیوں نہیں ارشاد فرمایا تو آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا" انتہی بلفظہ (مقیاس ص۲۷۰)

الجواب:۔ بلا شک عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتا مگر جب سائل آپ سے یہ پوچھے کہ قیامت کب ہوگی اور آپ یہ فرمائیں کہ غَيْبٌ وَمَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰہ یا سائل یہ پوچھے کہ کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ گو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے بھلائی کے علوم عطا کیے ہیں مگر ان پانچ کا علم مجھے نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ، تو پھر بھی مولوی محمد عمر صاحب یہ کہتے جائیں کہ آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا، سراسر بہتان اور خالص افتراء ہے۔

اسی طرح مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال کہ — "مسلم ج ا ص۲۹۷۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے ہر چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہو گئے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم کلی عطا کیا گیا قیامت کا بھی کیونکہ اس میں بھی ہمارا دخول ہے اور مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا بھی کیونکہ تُوْلَجُوْنَہٗ صیغہ استقبال ہے اور مَا فِي الْاَرْحَامِ کا بھی اور نزولِ غیث کا بھی" (بلفظہ، مقیاس ص۳۷۲) تو یہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کُلّ عموم میں نص قطعی ہے اس

Marfat.com

کا مفصل جواب اپنے مقام پر عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز کہ لفظ کُلّ استغراق کُلی کو نہیں چاہتا۔ علاوہ بریں لفظ عرض بھی اس کو نہیں چاہتا کہ ہر ہر چیز پر تفصیلی نگاہ پڑے صرف اجمالی طور پر دیکھ لینا بھی عرض کے تحت داخل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا حساب قیامت کے دن ہوگا وہ ہلاک ہی ہوجائے گا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا، حضرت! کیا اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ (مومنوں کا) عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

انما ذالک العرض ولکن من نوقش فی الحساب یھلک (متفق علیہ۔ المشکٰوۃ ج ۲ ص ۴۸۲)

یہ تو محض عرض اور پیشی ہے مگر جس کا پورا پورا حساب لیا گیا تو وہ ہلاک ہی ہو جائے گا۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ لفظ عرض اس کا ہرگز مقتضی نہیں ہے کہ ہر ایک ایک چیز کو تفصیلاً دیکھا جائے گا اور ہر ایک ایک سے الگ الگ بحث کی جائے بلکہ صرف اجمالی طور پر پیشی سے اس کا مفہوم پورا ہو جاتا ہے لہٰذا عرض کی جتنی بھی حدیثیں فریق مخالف اپنے مدعا کے اثبات کے لئے پیش کرتا ہے وُہ ان کے لئے کسی طرح بھی سُود مند نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحؒ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

ای تدخلونہ من جنۃ و نار و قبر و محشر وغیرھا (انتہٰی ج ۱ ص ۲۹۷)

یعنی جس چیز میں تم داخل ہوگے مثلاً جنت اور دوزخ اور قبر اور محشر وغیرہ۔

اور ان چیزوں کی اجمالی خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دی ہے، اس میں کیا شک ہے؟ اگر اس سے پوری تفصیل مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ جنت اور دوزخ وغیرہ کی پوری تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم تھی تو اس سے نصوص قطعیہ کی مخالفت لازم آئے گی علاوہ بریں یہ فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ آخر اُن کا بھی تو یہی عقیدہ ہے کہ ما کان و ما یکون کا اطلاق تا دخول جنت و نار ہی پر ہوتا ہے بعد کی طویل اور ابدی زندگی پر نہیں ہوتا جیسا کہ خانصاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سے باحوالہ یہ بات اسی کتاب میں عرض کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم

مولوی محمد عمر صاحب سُرخی یہ قائم کرتے ہیں کہ :۔ "علم نزول غیث"۔ پھر اس کے اثبات کے لئے بخاری ج ۱ ص۱۳۵ اور مسلم ۱ ص۲۹۴ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ "انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرمایا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی آیا تو اُس نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بارش کا کال پڑگیا ہے اللہ سے دُعا فرمایئے آپ نے دعا فرمائی تو بارش شروع ہوگئی ہمیں اپنے مکانوں تک پہنچنا مشکل ہوگیا الخ، پھر آگے لکھتے ہیں "اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ بارش کا برسنا آپ کے فرمان اور اشارے سے ہوتا تھا جس کے اشارے سے بارش برسے اور جس کے اشارہ پاک سے بادل پھٹ جائے بادل کیا چاند ٹکڑے ہوجائے، سورج واپس لوٹ آئے (یہ حدیث کہ سُورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے، دیکھئے راقم کی کتاب "دل کا سرور" صفدر) اُس ذات کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اُس کو بارش کا علم نہ تھا تو اس سے زیادہ کم فہمی اور کیا ہوسکتی ہے (مقیاس ص۳۴۵ و ص۳۴۶)۔

الجواب :۔ مولوی محمد عمر صاحب ازروئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کے نزدیک انصاف و دیانت کوئی چیز ہو) کہ اس حدیث سے علم نزول غیث کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر یہ بتائیں کہ آپ کو ایک دفعہ ہی بارش کا علم ہوگیا تھا یا ہر ہر دفعہ کی اور ہر ہر جگہ کی بارش کا علم تھا؟ اور کیا یہ بارش آپ کی دُعا کی برکت سے خدا تعالےٰ نے برسائی تھی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برسائی تھی؟ اگر آپ نے برسائی تھی تو خدا تعالےٰ سے سوال اور دُعا کرنے کا کیا مطلب تھا؟ اور اس ایک دفعہ کے معجزہ سے مولوی محمد عمر صاحب نے (اشارہ سے ہوتا تھا کہہ کر) ماضی استمراری کیسے بنادی؟ اور پھر علم نزول غیث کے ثبوت میں مسلم ج ۲ ص۴۰۱ کی یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجّال آسمان کو حکم کرے گا بارش شروع ہوجائے گی الخ (مقیاس ص۳۴۷) پیش کرکے علم اور انصاف کا جو جنازہ مولوی محمد عمر صاحب نکالا ہے وہ ہرگز قابل فراموش نہیں۔ ہم اگر ان کو اس سے کیا۔ وہ تو یہ کہہ دیں گے کہ ؏

"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"

Marfat.com

علم ما فی الارحام اور فریقِ مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ما فی الارحام ثابت کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ــــ " دلائل النبوۃ ج ۳ صـ ۲۰۰ و صـ ۲۰۱ و تاریخ الخلفاء صـ ۱۵ میں حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے جب ان کی والدہ حضرت ام فضل رض (لبابہ بنت الحارث المتوفاۃ سنہ ۳۰ھ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو اس کو جنے تو لڑکا میرے پاس لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر آگے مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ــ " تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے دائیں کان میں اذان فرمائی اور داہنے کان میں اقامت " بلفظہ (مولوی محمد عمر صاحب کو دائیں اور بائیں کی خیر سے تمیز نہیں ہے۔ ان کے نزدیک داہنے کا معنیٰ بائیں ہے۔ یہ فریقِ مخالف کا مناظرِ اعظم بلکہ مناظرِ اسلام ہے جس کا مناظرہ ہی ہمیشہ اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ رہتا ہے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست ــ صفدر) " پھر آپ نے بچے کا نام عبداللہ رکھا جو عبداللہ بن عباس رضہ سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خلفاء (عباسیہ) کا باپ ہے جس کی نسل سے سفاح اور مہدی اور وہ شخص پیدا ہوگا جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اقتدار میں نماز پڑھے گا " (مقیاس حنفیت صـ ۳۳۹ و صـ ۳۴۰) پھر اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ارقام فرمایا کہ " ۱ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پردے میں عورت کے حاملہ ہونے کی غیبی اطلاع دینا ۲ آپ کا علم ما فی الارحام کی حقیقت کا مطلع ہونا اور قبل از ولادت لڑکے کی مبارک دینا۔ پھر چند فوائد اور زیبِ قلم فرما کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ــ " کیوں جناب تم تو کہتے ہو کہ سوائے خدا کے ما فی الارحام کا علم اور ما فی غد کا علم کسی کو ہے ہی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قیامت تک نسلوں کا ثبوت دے دیا کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے یا نہ ؟ (بلفظہ مقیاس صـ ۳۴۱)

الجواب : مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن راشد بن خثیم الہلالی ہے۔ علامہ ذہبی رح میزان ج ۱ صـ میں اور حافظ ابن حجر رح لسان ج ۱ صـ ۱۷۱ میں لکھتے ہیں کہ بخبر باطل (کہ اس نے یہ باطل

Marfat.com

حدیث روایت کی ہے) پھر آگے لکھتے ہیں فسر وحدیثا رکیکا (نہایت ضعیف اور رکیک روایت اس نے بیان کی ہے) اور پھر لکھتے ہیں احمد بن راشد فھو الذی اختلقہ بجھل (لسان ج ۱ ص ۱۷۲) کہ احمد بن راشد ہی نے حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب بتائیں کیا ان کا یہ ایمان ہے کہ قرآن کریم کی قطعی الدلالہ نصوص کو رد کرنے کے لئے ایسی ہی باطل اور من گھڑت روایتوں سے کام چل جاتا ہے:

وثانیاً کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت ام فضل رض کے حمل کا علم تھا یا تمام روئے زمین پر عورتوں (بلکہ جملہ حیوانات کی اناث) کے ارحام کا بھی علم تھا؟ اور کیا آپ نے صرف چند خلفاء کے متعلق فرمایا ہے یا قیامت تک تمام نسلوں کے لئے؟ بات صاف اور دو ٹوک ہو لگی لپیٹی نہ کہنا ہ

اور ہوں گے جو سہیں ان کی جفائیں بے محل ہم کسی کا غمزۂ بے جا اٹھا سکتے نہیں

مولوی محمد عمر صاحب مسلم ج ۲ ص ۳۹۲ کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ ان کی زبانی یہ ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب دس اسپ سوار نکلیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں ان کے ناموں کو بھی جانتا ہوں اور اُن کے آباء کے ناموں کو بھی اور اُن کے گھوڑوں کے رنگوں کو بھی وہ اُس دن تمام روئے زمین کے اسپ اسواروں سے بہتر ہوں گے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ما فی غد اور ما فی الارحام کے علوم قیامت تک بیان فرما دیئے" (بلفظہ مقیاس ص ۳۴۲)

الجواب: مولوی محمد عمر صاحب کا تقریر و تحریر میں ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے (اور اب اس بڑھاپے میں وہ بھلا جا بھی کیسے سکتا ہے؟) کہ وہ خاموش نہیں رہا کرتے اُن کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ اور لکھ دینا کافی اور معقول جواب تصور ہوتا ہے اور غالباً ان کا اس پر عمل ہے ع "ملّاں آں باشد کہ چپ نشود"۔ اس خدا کے بندے کو اس کی تمیز ہی نہیں ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کو ملحوظ رکھ سکے۔ دعویٰ تو ہے ما فی الارحام کے علم کا اثبات کرنا اور دلیل یہ پیش ہو رہی ہے کہ آپ نے قیامت کے قریب دس سواروں کے نام اور ان کے آباء کا نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بیان فرما دیئے، کیا یہ لوگ ماں کے پیٹ میں ہی گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے؟ (معاذ اللہ) مولوی صاحب آپ کو ایک دو تین اور چار کا نہیں بلکہ

Marfat.com

کُلّی طور پر مافی الارحام کے علم پر ثبوت پیش کرنا ہے اور وہ بھی نص قطعی اور خبر متواتر سے خبر واحد سے نہیں۔ علاوہ بریں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صرف اُن دس آدمیوں کے اور ان کے آباد اور گھوڑوں کے بارے میں اطلاع دی ہے یا تمام روئے زمین کے ارحام اور تمام کے مافی غدٍ کے واقعات کی اطلاع دی ہے؟ غور سے بتائیں اور دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ملحوظ رکھیں :۔

سنبھل کر قدم رکھیو دشتِ خار میں مجنوں　　کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مفتی احمد یار خان صاحب جاء الحق ص۱۱۱ میں اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو علم مافی الارحام تھا۔ پھر مؤطا امام مالک ص۳۱۴، بیہقی ج ۶ ص۱۷۰، طحاوی ج ۲ ص۲۴۵، تاریخ الخلفاء ص۹۶ اور اصابہ ج ۸ ص۲۸۶ کی روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے وفات کے وقت وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضؓ کو ارشاد فرمایا جس کا آخری حصّہ یہ ہے اور ترجمہ مولوی محمد عمر صاحب کا ہے :۔

"دو تیرے بھائی ہیں اور دو تیری بہنیں ہیں تو اللہ کی کتاب کے مطابق تم اس کو تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، قسم اللہ کی اگر ایسے ایسے ہوتا تو مَیں اس کو چھوڑ دیتی (میری ہمشیرہ) وہ اسماءؓ ہی تو ہے اور کوئی نہیں دوسری کون ہے؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے مَیں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں۔"

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں ـــــ کیوں جناب تم تو کہتے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو پیٹ کا علم نہیں، یہاں تو آپ کے نام لیوا پیٹ کا علم ظاہر فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرما دیا کہ مَیں تیری والدہ کے پیٹ میں لڑکی دیکھ رہا ہوں۔ (بلفظہٖ۔ مقیاس ص۲۴۴ و ۲۴۵)

الجواب :۔ اس روایت سے فریقِ مخالف کا احتجاج بچند وجوہ باطل ہے :۔

اوّلاً اس لئے کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ نے صرف ایک رحم کی خبر دی ہے، مافی الارحام کے علم کی خبر نہیں دی اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کو علم مافی الارحام تھا۔ ایک

Marfat.com

رحم کے علم سے جمیع مافی الارحام کا علم کیسے حاصل ہوا؛ بندگانِ خدا دعویٰ اور دلیل کی مطابقت تو پیشِ نظر رکھیں

وثانیاً اُرٰیھا جاریۃ کے یہ معنی جو مولوی محمد عمر صاحب نے کیا ہے "میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں" یہ فنِ عربی سے ناواقفی کی روشن اور واضح دلیل ہے۔ اُرٰیھا (بضم الہمزۃ) ظن کے معنی میں آتا ہے نہ کہ علم کے معنی میں چنانچہ امام ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی الحنفی رح المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں کہ:۔

وما اُراہ یفعل کذا ای ما اظنہ ومنہ ..... وذو بطن بنت خارجۃ اُراھا جاریۃ ای اظن ان ما فی بطنھا انثیٰ۔

(مغرب ج ۱ صـ۱۹۷)

ما اُراہ یفعل کذا کا یہ معنی ہے کہ میرا اس کے متعلق ظن یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اسی سے ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی (رضہ) بنت خارجہ کے حمل کے متعلق فرمایا کہ اُراھا جاریۃ یعنی میرا ظن اور گمان یہ ہے کہ وہ لڑکی ہوگی

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

اُراھا بضم الھمزۃ ای اظھر ما فی بطنھا جاریۃ وفیہ حصول الظن بمثل ذالک وانما الممتنع العلم فلا یخالفہ قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ۔

(مصفّٰی برموطا صـ۳۱۳)

اُراھا بضم ہمزہ ہے یعنی میں ظاہر کرتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ اس طرح کا ظن حاصل ہو سکتا ہے۔ ہاں البتہ علم کا حاصل ہونا ممتنع ہے تو یہ روایت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور نازل کرتا ہے بارش اور علم رکھتا ہے مافی الارحام کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضہ نے جس چیز کا اظہار فرمایا تھا، وہ ظن ہے اور آیت میں جس چیز کا ذکر ہے وہ یقینی علم ہے اور علم یقینی کلی طور پر مافی الارحام کا کسی کو حاصل نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب کا کمال ملاحظہ کریں کہ وہ انجاح الحاجۃ سے مفید مطلب حوالہ اور عبارت نقل کرتے ہیں۔ (دیکھئے جاء الحق صـ۱۱۱) مگر آگے یہ عبارت شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں کہ:۔

ومع ھذا لا یخرج عن درجۃ الظن ولا یدخل فی حد العلم فافترقا (انجاح الحاجۃ صـ۳۰۲)

باوجودیکہ یہ فراست اور ظن ہے اور خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔ جاء الحق صـ۱۱۱) واقعہ صحیح ثابت ہوا مگر

Marfat.com

پھر بھی ظن اور گمان کے درجہ سے خارج نہیں اور نہ علم کی حد میں داخل ہے اور دونوں میں فرق ہے۔

دیکھا آپ نے کہ ان نام نہاد مفتیوں اور مولویوں نے خدا کی کتاب پر کیسا ظلم روا رکھا ہے کہ غیر معصوم اقوال سے قطعی احکام کو اور ظن اور گمان سے علم یقینی کو اور ادھورے اور نامکمل حوالجات سے مکمل اور ناقابل تنسیخ آیات کو رد کر رہے ہیں اور شرک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ؎

لائے گا تاب سماعت کس کا دل کس کا جگر
داستاں ہے درد و غم داستانِ عندلیب

وثالثاً اگر فریق مخالف کا مقصد اس حوالہ سے یہ ہو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو علم غیب حاصل تھا جبھی تو آپ نے پیٹ کے حمل کا تذکرہ فرمایا کہ میرے خیال میں وہ لڑکی ہوگی تو ان کا یہ مزعوم تصور بھی یقیناً باطل ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے چند لمحات پہلے حضرت عثمانؓ کو بُلا کر فرمایا کہ :۔

اکتب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذا ما عهد ابوبکر بن ابی قحافة فی آخر عهده بالدنیا خارجا منها وعند اول عهده بالآخرة داخلا فیها حیث یؤمن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب انی استخلف علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا له واطیعوا وانی والله لم آل الله ورسوله ودینه ونفسی وایاکم خیرًا فان عدل فذلک ظنی به وعلمی فیه وان بدل فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم الغیب وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ وصیت ہے جو ابوبکرؓ بن ابی قحافہؓ نے دنیوی زندگی کے آخری لمحات میں اور دنیا سے جُدائی اختیار کرتے ہوئے اور آخرت کی پہلی منزل میں داخل ہوتے ہوئے کر رہا ہے یہ وہ وقت ہے جس میں کافر ایمان لاتا اور فاجر یقین کرنے اور جھوٹا سچ بولنے پر [illegible] ہے میں نے تمہارے اوپر عمرؓ بن الخطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور خدا کی قسم [illegible] اللہ تعالےٰ اس کے رسول اور اس کے دین [illegible] تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں کوتاہی نہیں کی [illegible] عدل و انصاف سے کام لے تو میرا خیال اور دانستہ [illegible] کے متعلق یہی ہے اور اگر عدل و انصاف [illegible] کرے تو ہر آدمی کے لئے [illegible]

(تاریخ الخلفاء صفحہ وشرح عقائد جلالی صفحہ)

نے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور
عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پھرتے ہیں۔
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملاحظہ کیا آپ نے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر رض نے وفات سے چند لمحات پہلے کیا فرمایا؟ اگر حضرت ابوبکر رض کو علم غیب نہیں تو کسی اور ولی اور بزرگ کو کیسے اور کہاں سے ہوگا؟ اور اگر وہ اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے عدل وانصاف اور رعایا پروری کے نشیب وفراز سے آگاہ نہیں تو فرمائیے اور کون ہو سکتا ہے؟ اور اگر حضرت ابوبکر رض کو مافی غد کے واقعات کا علم نہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے؟ انصاف اور دیانت کے ساتھ ملاحظہ کرنے والے کو صرف اس ایک ہی واقعہ سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے مگر حرماں نصیبوں اور تہی دستانِ قسمت کو اس سے کیا حاصل ہے؟

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ۔۔۔ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

علم مافی غدٍ اور بایِّ ارضٍ تموت اور فریقِ مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ماذا تکسب غداً کی خبر دینا (مقیاس ص۳۲)
پھر اس کی دلیل میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کی سورت میں آیت وَلَآ اَنَا عَابِدٌ الآیۃ سے یوں استدلال کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی خبر دی کہ جس کی تم عبادت کرتے ہو اس کی میں نہیں عبادت کروں گا الخ (مقیاس ص۳۲)

الجواب: مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال بھی کمزور ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ اسم فاعل اور مضارع اگرچہ حال اور استقبال دونوں کا احتمال رکھتے ہیں مگر علی التعیین اس سے استقبال ہی مراد لینا اور اس پر بضد ہو جانا صحیح نہیں ہے۔

وثانیاً اگر اس آیت کا یہ معنی تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض مفسرین کرام رح نے لکھا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے لفظ قُل سے اطلاع دے کر اعلان کروایا ہے یہ بات تو محلِ نزاع سے بالکل خارج ہے۔

Marfat.com

وثالثاً کیا آپ نے کل کے متعلق صرف عبادت ہی کی خبر دی ہے یا ہر ہر چیز کی جو کل واقع ہونے والی ہے؟ جھگڑا امورِ خمسہ کے جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے۔ فاین الثریٰ من الثریا۔ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ابوداؤد ج ۲ صث، نسائی ج ا ص۲۹۳ مسلم ج ۲ ص۳۸۷، ۲۰۰ ص۱۰۲، مسند ابوداؤد طیالسی ص۹، خصائص الکبریٰ ج ا ص۱۹۹ میں حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہے کل فلاں کے گرنے کی جگہ اور آپ نے اپنے دستِ پاک کو زمین پر رکھا اور یہ ہے کہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ اور آپ نے اپنے دست پاک کو زمین پر رکھا تو فرمایا حضرت انس رضہ نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ پاک کی جگہ سے اُن فرمودہ آدمیوں سے کچھ بھی پس وپیش نہیں ہوا تو مطابق حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ اِس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی (۱) مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا علم یعنی کل کیا ہوگا؟ (۲) وبِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوتُ کا علم یعنی کونسی زمین میں مرے گا: تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظ غد یعنی کل کا علم ظاہر فرمایا الخ (مقیاس ص۳۲۸) اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ ــ خیال رہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگِ بدر میں ایک روز پہلے ہی دے رہے ہیں۔ (جاء الحق ص۶۵)

الجواب: ــ جھگڑا اس میں نہیں ہے کہ امورِ خمسہ میں سے بعض امُور کی بعض بعض جزئیات کا علم بھی کیا اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی کو ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے بعض جزئیات کی اطلاع دی گئی ہے یا نہیں؟ جزئیات کا علم مفروغ عنہ ہے، اہلِ حق میں سے کوئی اس کا منکر نہیں ہے۔ جھگڑا صرف اِس امر میں ہے کہ کیا ان امُور کے کلیات کا علم اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی کو حاصل ہے؟ اہلِ حق اس کا انکار کرتے ہیں اور فریقِ مخالف اس پر اہلِ حق سے مخالفت کرتا ہے اور اس پر بضد ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کا ازرہ جہالت یا خیانت یہ ارشاد فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی الخ سراسر باطل ہے کیونکہ آپ نے امورِ خمسہ میں سے امرین کی اطلاع نہیں دی بلکہ ان امرین میں سے صرف دو جزئیات بتائی ہیں اور ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

Marfat.com

اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ لکھنا خالص خود فریبی پر مبنی ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علوم خمسہ میں سے نہیں بلکہ علوم خمسہ کے جزئیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے بشرطیکہ وہ اس سمجھ کے اہل بھی ہوں سہ

ترا وجود ہے بے فیض مردہ دل زاہد ۔۔۔ کہ نخل خشک سے امید برگ و بار نہیں

قارئین کرام! ہمارا ایمان ہے کہ جو خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی سے ایک دن پہلے دی تھی وہ بالکل صحیح اور حق تھی مگر وہ صرف یہ خبر تھی کہ فلاں کافر کل اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ ان کو کون قتل کرے گا؟ کل کی جملہ گھڑیوں اور گھنٹوں کے اندر وہ کس گھڑی یا گھنٹے یا گھنٹے کے کون سے حصے، منٹ یا سیکنڈ میں وہ قتل ہوگا؟ یہ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات وقوع سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھیں۔ جب ان مقتولوں کے بارے میں پوری تفصیلات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا تو جمیع ما فی غد کی تفصیل کا علم کس طرح حاصل ہوگا؟ ایک جزئی واقعہ سے کلی بنا لینا فریق مخالف کے بائیں ہاتھ کا کرتب اور کھیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر کے مقتولوں کے سرغنہ ابو جہل کے قتل کی سرسری اور اڑتی ہوئی خبر سنی تو :-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر من ینظر ما فعل ابو جھل فانطلق ابن مسعودؓ فوجدہ قد ضربہ ابنا عفراء

(بخاری ج ۲ ص ۵۶۵ و مسلم ج ۲ ص ۱۱۰)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن فرمایا کون ہے جو جا کر دیکھے کہ ابو جہل اس وقت کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ تو ابن مسعودؓ تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراءؓ کے دو بیٹوں نے مارا ہے۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقتولوں کے اور خصوصیت سے ان کے سرکردہ لیڈر ابو جہل کے قتل کے مکمل تفصیلی حالات معلوم ہوتے تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ کون جا کر ابو جہل کے حال کو دیکھ آتا ہے کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہے (ما فعل) (وفی روایۃ للبخاریؒ ومسلمؒ ما صنع) اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب دونوں قاتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابو جہل کا قصہ بیان کرتے ہیں تو آپ مزید قرائن اور شواہد کو دیکھ کر طمانیت قلب کا سامان تلاش فرماتے ہیں۔ آخر صحیح روایت ہی کے اندر یہ بھی تو موجود ہے کہ

Marfat.com

ثم انصرفا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبراہ فقال ایکما قتلہ فقال کل واحد منھما انا قتلتہ فقال ھل مسحتما سیفیکما فقالا لا فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السیفین فقال کلاکما قتلہ وقضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسلبہ لمعاذ بن عمرو بن الجموح والرجلان معاذ بن عمرو بن الجموح ومعاذ بن عفراء

بخاری ج ۱ ص۴۴۴ و مسلم ج ۲ ص۸۸ و مشکوٰۃ ج ۲ ص۳۵۲

پھر وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں نے ابوجہل کے قتل کی خبر آپ کو سنائی آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھی ہیں؟ وہ دونوں بولے نہیں۔ جب آپ نے دیکھا تو دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں نے ہی اس کو قتل کیا ہے مگر آپ نے ابوجہل کا کل سلب کا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا اور یہ دونوں آدمی ایک معاذ بن عمرو اور دوسرا معاذ بن عفراء تھے۔

فائدہ:۔ بعض روایات میں معوذؓ اور معاذؓ کا نام آتا ہے۔ ان دونوں کی والدہ ایک تھی مگر باپ الگ الگ تھے، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر کاٹا تھا۔ امام ابوداؤد الطیالسیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے قتلِ ابوجہل کے بعد سخت گرمی کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ فرمایا کہ:۔

یارسول اللہ ھذا عدو اللہ ابوجھل قد قتل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد قتل قلت اللہ لقد قتل فانطلق بنا فاریناہ فجاءہ فنظر الیہ فقال ھذا کان فرعون ھذہ الامۃ

(ابوداؤد طیالسی ص۴۳)

یارسول اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل قتل کر دیا گیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا بخدا ابوجہل قتل ہو چکا ہے؟ میں نے کہا ہاں حضرت خدا کی قسم وہ قتل ہو چکا ہے۔ پس آپ ہمارے ساتھ تشریف لے گئے اور ہم نے ابوجہل آپ کو دکھایا اور آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ اس امت کا فرعون تھا۔

یہ روایت بھی اس بات کی صریح اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل کے تفصیلی حالات اور جملہ کیفیات معلوم نہ تھیں، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ جنگ بدر سے ایک دن پہلے ھذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے عالم الغیب اور جمیع ما کان

Marfat.com

وماکیون کے عالم ہو گئے ہیں، ورنہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ خاص اہتمام سے بتانا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا اور حضرت ابن مسعود رضؓ کا بیان سُن کر آپؐ نے ان کو مزید طمانیتِ قلب کے لئے قسم دی پھر ان کے ساتھ جا کر بچشمِ خود اس اُمّت کے فرعون کو مقتول حالت میں دیکھا بھی۔ یہ تمام اندرونی اور بیرونی شواہد اور قرائن فریقِ مخالف کے "ہذا مصرع فلان الخ" سے اخذ کردہ نظریۂ علم جمیع ماکان وما یکون پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ علم و فہم اور دیانت و انصاف سے محروم نہ ہو چکے ہوں اور جہل و ضد جیسے متاع عزیز کو چھوڑنے پر بھی آمادہ ہوں مگر وہ یہ کہہ دیں گے کہ ؎

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

امام نووی رحؒ اور علامہ طیبی الحنفی رحؒ لکھتے ہیں کہ:۔

قالوا وانما اخذ السیفین لیستدل بهما علی حقیقة کیفیة قتلهما فعلم ان ابن الجموح اثخنه ثم شارکه الثانی بعد ذالك وبعد استحقاق السلب فلم یکن له حق فی السلب۔

(نووی ج ۲ ص۸۸ وہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص۳۵۲)

(علماءِ کرام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں تلواریں اس لئے لی اور دیکھی تھیں تاکہ ان کے ذریعے سے ان دونوں کے قتل کی کیفیت کی حقیقت کو معلوم کر سکیں جب آپ نے تلواریں دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوا کہ ابنِ جموح کے زخم کاری ہیں اس کے بعد دوسرا قاتل اس کے ساتھ شریک ہوا ہے اور چونکہ ابنِ جموح اپنے کاری زخموں کی وجہ سے سلب کا مستحق ہو چکا تھا اس لئے دوسرے کو سلب سے کچھ نہ مل سکا مگر تطییبِ خاطر کے لئے آپ نے دونوں کو قاتل فرمایا۔)

پوچھیئے مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ اہلِ بدعت حضرات سے کہ مافی غدٍ کے اندر جو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں دیگر حوادث اور واقعات پیش آئے تھے، ان کا تو قصہ ہی چھوڑ دیجئے جن مقتولینِ بدر کے قتل کی خبر آپ نے ایک دن پہلے سنائی تھی، ان کے قتل کی کیفیت — قاتلوں کا صحیح علم — اور یہ کہ کس کی تلوار سے وہ قتل ہوں گے وغیرہ وغیرہ یہ بھی معلوم نہ تھا۔ اہلِ بدعت تو رائی کا پہاڑ بنانا جانتے ہیں اور بقول حضرت عیسٰے علیہ السلام (بروایت انجیل) "تم مچھروں کو چھانتے ہو اور اونٹوں

Marfat.com

تو نگل جاتے ہوئے کہ صریح روایات کو چھوڑ کر صرف ادھورے جملوں پر عقاید کی بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر ہم کیا کریں کیا قرآن کریم کی قطعی آیات اور ان صحیح احادیث کو چھوڑ دیں اور تمہارے باطل اور خود ساختہ عقائد کو اپنائیں حاشا وکلا ہم تو اس کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام ہم اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولِ برحق کے ارشاد کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ؛ ؎

جاؤ تم عالمِ فرصت کا تماشا دیکھو ۔۔۔ چھوڑ دو گردشِ تقدیر کو تقدیر کے ساتھ

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے علم ما غار پر چند روایات اور بھی پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور شادی کریں گے اُن کی اولاد ہوگی اور کم وبیش پینتالیس سال حکومت کریں گے ، پھر ان کی وفات ہوگی اور میری قبر کے پاس ہی دفن ہوں گے۔ اسی طرح یہ روایت کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام باب لُد کے پاس دجالِ لعین کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ (دیکھئے مقیاس صت ۳۲۹ وصت ۳۳) مگر ان روایات سے استدلال باطل ہے کیونکہ یہ اشراط الساعت اور علامات قیامت سے ہیں اور ان کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکتا ان سے علم جمیع ما فی غد ثابت کرنا دُور از کار بات اور ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم نے باب اول میں اس قسم کی روایات کو قدرے تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ مشکوٰۃ باب مناقب علی رضؓ میں ہے حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اُس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرما دے گا۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے ؟ (جاء الحق صت ۶۵)

الجواب :۔ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کے واقعات میں سے صرف ایک واقع کی اطلاع دی کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا تو یہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ کل کے اندر رونما ہونے والا ہر ہر واقعہ آپ کو معلوم تھا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے تو یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اس ارشاد کے بعد ہی خیبر میں زینب نامی ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر آپ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو کھلایا جس کی وجہ سے حضرت بشر بن براء بن معرور رضؓ کی شہادت ہوگئی۔ (دیکھئے ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۶ ومستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ یہ روایت بھی آتی ہے کہ وتوفی اصحابہ

Marfat.com

الذین اکلوا من الشاۃ الخ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۴) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ کرام رض جنہوں نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام رض تھے ما گر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر کل کی بات معلوم ہوتی جس کے اثبات کے فریق مخالف درپے ہے تو بتایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً اور دیدہ دانستہ ان صحابہ کرام رض کو زہر کھلا کر واثاں لقتا ؛ بینوا توجروا ۔

کیا تمہارا یہی عشقِ رسول ہے حضرت اُسامہ بن زید رض المتوفی ۵۴ھ کے واقعہ میں آپ ایک کلمہ گو کے قتل کر دینے سے اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت اُسامہ رض کو یہ کہنا پڑا کہ کاش میں اس وقت تک مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا (مسلم ج ۱ ص ۶۸) مگر جب اپنی باری آئی تو کئی مخلص صحابہ کرام رض کو شہید کرنا دیا (العیاذ باللہ) یہ بہانہ کہ شہادت بھی ایک بلند مقام ہے لہذا آپ نے عمداً ایسا کروایا تھا، یہ کہہ کر فریق مخالف ہرگز گلو خلاصی نہیں کرسکتا اور نہ اس سے کوئی سنجیدہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ حضرت اُسامہ رض کے واقعہ میں آپ ایسی شہادت سے کیوں ناراض ہوئے تھے؟ یہ توجیہ سراسر مردود اور باطل ہے ؎

چل دیئے آپ دل کو تڑپا کر کون سمجھے یہ بے بسی دل کی

قارئین کرام! کوئی معقول اور صحیح دلیل فریق مخالف کی طرف سے اس پر نہیں پیش کی جا سکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کلی طور پر علم قیامت، نزول باران، ما فی الارحام اور بای ارض تموت وغیرہ امور خمسہ کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے دلائل کی کائنات بھی دیکھ ہی لی اب اس کے بعد ہم اپنے دلائل پیش کرتے ہیں اور فریق مخالف کے بے ڈھنگے اعتراضات اور غلط انسہ کئے جوابات کو حل کرنے کے درپے ہم نہ ہوں گے کیونکہ ہمارا راستہ اب بالکل صاف ہے ... کوئی بات ایسی ان کی نظر آئی جس کی طرف توجہ مناسب ہوئی تو ہم اس کو حل کرتے جائیں گے انشاء اللہ العزیز۔ ہاں ان کی طرف سے جو آیات اور احادیث وغیرہ پیش کی جائیں گی ان کے جوابات مستقل ابواب میں بھی عرض کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز! ؎

یہ دیکھ کر میرا دیدۂ تر سمجھ لو خود حالِ قلبِ مضطر

کہ ہوگا کس جوش میں سمندر جو یہ تلاطم سحاب میں ہے

Marfat.com

دوسری آیت :۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا

(پ ۲۲ - احزاب ، رکوع ۸)

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں - آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کس چیز نے بتایا ، شاید کہ وہ قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔

اس آیت سے بھی بصراحت یہ ثابت ہوا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا ۔ امام سفیان بن عینیہ رح اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے حوالہ سے پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور یہی آیت ان بزرگوں نے اپنی دلیل میں پیش کی ہے ۔

امام علی بن محمد خازن رح فرماتے ہیں کہ :۔

ان المشركين كانوا يسألون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن وقت قيام الساعة استعجالا على سبيل الهزء وكان اليهود يسألونه امتحانا لان الله عمّى عليهم علم وقتها فى التوراة فامر الله تعالى نبيه صلے الله عليه وسلم ان يجيبهم بقوله . قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ - يعنى ان الله تعالى قد استاثر به ولم يطلع عليه نبيا ولا ملكا

(تفسیر خازن ج ۵ صفحہ ۲۲۸ ۔)

مشرکین از راہ شرارت و عجلت خواہی کے اور یہود بطور امتحان کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے ۔ کیونکہ تورات میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا گیا تھا سو خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سب کو یہی جواب دیں کہ اس کا علم بس صرف خدا ہی کے پاس ہے اس نے اس کو اپنے ہی ساتھ مختص کر لیا ہے ۔ اور اس نے اس کی اطلاع کسی نبی اور کسی فرشتہ کو نہیں دی ہے ۔

امام محی الدین البغوی رح فرماتے ہیں کہ :۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيكَ اى اىّ شيئ يعلمك

لوگ آپ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کے پاس ہے اور کس نے آپ کو

Marfat.com

امر الساعة ومتی یکون قیامها ای انت لاتعرفہ (معالم التنزیل برخازن ص ۲۲۸/۵) — بتایا؛ یعنی کس چیز نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی کہ وہ کب واقع ہوگی؛ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے

اور خطیب شربینی رح کے اس موقع پر یہی الفاظ ہیں۔ (دیکھئے سراج منیر ص ۲۷۲/ج ۴)

اور امام رازی رح لکھتے ہیں کہ:۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ - لا یتبین لکم فان الله اخفاها لحکمة - (کبیر ج ۶ ص ۵۳۷) — آپ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے تمہیں اس کا علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

اور قاضی بیضاوی رح فرماتے ہیں کہ:۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ - لم یطلع علیها ملکًا ولا نبیًّا - (بیضاوی ج ۲ ص ۱۷) — آپ فرما دیجئے کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم بس خدا کو ہے۔ اس نے نہ تو کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی نبی کو۔

اور علامہ معین بن صفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ - لم یطلع علیه احدًا - (جامع البیان برجلالین ص ۳۵۶) — آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو بس خدا ہی کے پاس ہے اس نے اس کی خبر اور اطلاع کسی کو نہیں دی۔

اور امام سیوطی رح لکھتے ہیں کہ:۔

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْكَ یُعلمك بها ای انت لا تعلمها - (جلالین ص ۳۵۶) — آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس خدا ہی کو ہے اور آپ کو کس نے بتایا؛ یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

اور علامہ ابو السعود رح فرماتے ہیں کہ:۔

یعنی ان الله تعالیٰ قد استاثر به ولم یطلع علیه نبیا ولا ملکا - (تفسیر ابو السعود ج ۷ ص ۳۵۲) — یعنی اللہ تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کیا اور کسی فرشتہ اور کسی نبی کو اس کی اطلاع نہیں دی

اور بعینہٖ یہی الفاظ اس مقام پر علامہ نسفی الحنفی رح کے ہیں (دیکھئے تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۲۴)

Marfat.com

اور حافظ ابن کثیر رح تحریر فرماتے ہیں کہ : (ترجمہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلوات اللہ

یقول تعالیٰ مخبرًا لرسوله صلوات الله وسلامه علیه انه لا علم له بالساعة وان سأله الناس عن ذالک وارشده ان یرد علمها الی الله عز وجل کما قال تعالیٰ فی سورة الاعراف وھی مکیة وھذه مدنیة فاستمر الحال فی رد علمها الی الذی یقیمها لکن اخبره انها قریبة بقوله وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تکون قریبًا ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۹)

سلامہ علیہ) کو بتلایا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے ۔ اگرچہ لوگ پوچھتے ہیں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو بس خدا ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۂ اعراف میں بھی یہی حکم ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے ۔ اس مدنی آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ علم قیامت کو اس کے قائم کرنے والے کے حوالہ کرنا ہی مستمر رہا البتہ وَمَا یُدْرِیْکَ الخ فرما کر آپ کو یہ بتلا دیا گیا ہے کہ فی الجملہ قیامت کا وقوع قریب ہی ہے ۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ای عن وقت قیامها استهزاءً او تعنتاً او امتحاناً الی ان قال قُلْ یا محمد اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ لم یطلع الله احدًا من الانبیاء والملائکة وَمَا یُدْرِیْکَ وای شیئ یعلمک وقت قیامها اذا لم یطلع الله علیه احدًا من خلقه

(التفسیر مظہری ج ۷ ص ۴۲۰)

آپ سے لوگ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں یعنی قیامت کے برپا ہونے کے مخصوص وقت کے متعلق استہزاءً یا عناداً یا امتحاناً آپ سے پوچھتے ہیں (پھر فرمایا) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم تو بس خدا ہی کے پاس ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور فرشتوں میں سے کسی ایک کو بھی اس کی اطلاع نہیں کی اور آپ کو کس چیز نے بتایا ہے اس کے قیام کا وقت؟ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے قیام پر مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کیا ۔

قرآن کریم کی یہ آیت اور اس کے تحت مفسرین کرام رح کی یہ صریح عبارتیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ قیام قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ

Marfat.com

کو اس پر مطلع کیا تھا اور قرآنِ کریم کی اس آیت سے مفسرین کرام رح نے یہی سمجھا ہے (جیسا کہ ان کی عبارات سے یہ روشن ہو گیا ہے) کہ قیامت کا عطائی علم بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ نہ تو مکہ مکرمہ میں یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا اور نہ ہی مدینہ طیبہ میں، آخر تک یہی حال مستمر رہا۔ مگر نہ معلوم اہلِ بدعت کو یہ کہاں سے منکشف ہوا اور ان پر اب کونسی نئی وحی نازل ہوئی ہے جس سے اُن کو یہ بتلا دیا گیا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہو گیا تھا اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کو بھی؛ سہ

سرّے خدا کہ عارف و زاہد بکس نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

فائدہ :۔ علامہ خازن رح نے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تورات میں علمِ قیامت کو مخفی رکھا ہے اور علامہ ابوالسعود رح اور علامہ نسفی رح نے اسی موقع پر اس کی تصریح کی ہے کہ حق تعالےٰ نے قرآنِ کریم سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علمِ قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔

اور انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۶ میں ہے۔ " لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ " اور یہی عبارت انجیل مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲ میں مذکور ہے الغرض قرآن کریم اور صحیح احادیث کی طرح سابق آسمانی کتابیں بھی اس پر متفق ہیں کہ قیامت کا ٹھیک وقت اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں نہ کسی فرشتہ کو اور نہ رسول کو۔

تیسری آیت

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ٥ (پ ۲۰ - نمل - ع ۵)	آپ فرما دیجئے کہ نہیں علم رکھتے غیب کا وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں مگر صرف اللہ تعالےٰ اور مخلوق کو یہ علم اور خبر بھی نہیں کہ کب جلائے جائیں گے۔

یہ نص بھی قطعی طور پر اس کو واضح کر رہی ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو غیب کا علم حاصل ہو، غیب کا علم تو صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اور بس انباءِ غیب اور اخبارِ غیب

Marfat.com

کا معاملہ ہی جدا ہے۔ پہلے تفصیل سے باحوالہ یہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور ان کا استدلال سو فیصدی حق اور صحیح ہے۔ ذاتی اور عطائی وغیرہ کا جھگڑا پہلے مفصل گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ جن حضرات نے ذاتی اور مستقل وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں ان کی مراد بھی ہرگز یہ نہیں کہ کلی طور پر سب علم غیب غیر اللہ کو حاصل تھا بلکہ انہوں نے نفی اور اثبات کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر صرف بعض جزئیات کے بارے میں ایسا کہا ہے چنانچہ خود اُن کی تصریحات ہم نے باحوالہ عرض کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔

علامہ بغوی رحؒ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں کہ :-

نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعۃ۔	یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا۔
(معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۸)	

اور یہی شانِ نزول جلالین ص ۳۲۲، مدارک ج ۳ ص ۱۶۷ اور جامع البیان ص ۳۲۲ وغیرہ میں مذکور ہے۔

علامہ خازن رحؒ فرماتے ہیں کہ :-

والمعنیٰ ان اللہ ھو الذی یعلم الغیب وحدہٗ ویعلم متی تقوم الساعۃ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ یعنی ان من فی السمٰوٰت، وھم الملائکۃ ومن فی الارض وھم بنو ادم لا یعلمون متی یبعثون واللہ تعالیٰ تفرد بعلم ذٰلک۔	مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس ایک خدا ہی کو علم غیب ہے اور وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں میں ہے اور وہ فرشتے (وغیرہ) ہیں اور جو زمین میں ہے یعنی بنی آدم اور جنات وغیرہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے۔ (اس کو اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا)۔
(خازن ج ۵ ص ۱۲۵)	

اور حافظ ابن کثیر رحؒ ارقام فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

يقول تعالى آمرًا لرسوله صلى الله عليه وسلم ان يقول معلّما لجميع الخلق انه لا يعلم احد من اهل السّموات والارض الغيب الّا الله وقوله الّا الله - استثناء منقطع اى لا يعلم احد ذٰلك الّا الله عزوجل فانه المتفرد بذٰلك لا شريك له كما قال تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الّا هو الآية - وقال تعالى ان الله عنده علم الساعة الى اخر السورة والآيات فى هذا كثيرة - (ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۲)

اللہ تعالےٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو تعلیم دیتے ہوئے یہ بتلا دیں کہ آسمان اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی ایک بھی خدا تعالےٰ کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا، اور الّا اللہ استثناء منقطع ہے - اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بغیر کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے ، وہی اس کے ساتھ منفرد ہے - اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے ، جیسا کہ وہ دوسری جگہ فرماتا ہے . وعنده مفاتح الغيب الآية اور فرماتا ہے عنده علم الساعة الآية اور اس بارے میں بہت سی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں -

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قُل يا محمد فى جوابهم لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ من الملائكة وَمَن فِي الْاَرْضِ من الجن والانس ومنهم الانبياء عليهم السلام من موصول او موصوف الغيب يعنى ما غاب عن مشاعرهم ولم يقم عليه دليل عقلى اِلَّا اللّٰهُ - (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۳۶)

اے محمد آپ فرما دیجئے کہ غیب بجز خدا کے نہیں جانتے وہ جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے اور وہ جو زمین میں ہیں یعنی جن اور انسان اور انہی انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں - حرف من موصول یا موصوف ہے اور غیب وہ چیز ہے جو ان کے حواس سے اوجھل ہو اور اس پر کوئی عقلی دلیل بھی قائم نہ ہو -

غرضکہ اس آیت سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ جن ، انسان اور فرشتے کوئی بھی آسمان و زمین میں رہنے والی مخلوق غیب کا علم نہیں رکھتی کیونکہ علم غیب کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی متفرد ہے ۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع

مفتی احمد یار خان صاحب قُل لَا يَعْلَمُ الآیۃ کا جواب دیتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں بگاڑتے ہیں

Marfat.com

"تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ"۔ پھر آگے تفسیر انموذج جلیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ :۔" اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر مدارک یہی آیت غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا، مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے" بلفظہٖ (جاء الحق صـ۹۱)۔

الجواب :۔ مفتی صاحب اتنے جری اور دلیر ہیں کہ تفسیر ہی میں نہیں بلکہ قرآنِ کریم کے لفظی ترجمہ میں بھی اپنی طرف سے لفظ خود داخل کرنے سے نہیں چوکتے۔ نہ ان کو خدا کا خوف ہے اور نہ مرنے کا نہ قبر کا اور نہ حشر کا، اور ہیں ماشاء اللہ مفتی ۔۔۔ مفتی صاحب! آپ کو قرآنِ کریم کے ترجمہ میں لفظ خود کوئی نہیں ہضم ہونے دے گا اور پھر انموذج جلیل کی جو عبارت پیش کی اس پر بھی مطلقاً کوئی غور ہی نہیں کیا کہ کیا اس سے غیر اللہ کے لئے کُل غیب ثابت ہوتا ہے یا بعض ؟ اور پھر یہ عبارت اُن کی تائید میں ہے یا تردید میں ؟ پھر مدارک کی عبارت سے جو سند بزورِ رشید کیا وہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ کیا صاحب مدارک نے یہ کہا ہے کہ تمام ماکان و مایکون کا غیب غیر اللہ کے لئے ثابت ہے ؟ اور کیا جو علوم فریقِ مخالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتا ہے ان پر بقول علامہ نسفی رح کوئی قطعی دلیل قائم ہے ؟ اور کیا صاحب مدارک نے قیامت کے علم کو غیب نہیں کہا ؟ اور کیا یہ بھی نہیں فرمایا کہ باوجود غیب ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع کسی کو بھی نہیں دی۔ پہلے ان کی مفصل عبارت عرض کر دی گئی ہے۔ اور پہلے مفصل گزر چکا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم شعر تفصیلی قصص انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور قیامت وغیرہ کا عطائی علم بھی حاصل نہ تھا +

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وُہ علم ذاتی کی ہے سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ مفصل گزر چکا ہے کہ کلیات کا عطائی طور پر بھی علم کسی کو نہیں بعض بعض جزئیات کا معاملہ ہی الگ ہے اللہ تعالےٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر جس گروہ اور جن عقائد و اعمال سے ان کا تعلق ہے ان سے

Marfat.com

وابستہ ہونے کے بعد عقل وسمجھ رہتی ہی کہاں ہے ؟ مفتی صاحب یہ تو فرمائیے کہ آپ نے جو خود اور ذ
علم غیب کی تفسیر کی ہے کیا یہ روایت اور حدیث سے ثابت ہے ؟ اگر ہے تو لائیے ورنہ ایسی تفسیر تو
کے نزدیک بھی غیر معتبر ہے۔ (دیکھئے جا، الحق ص۹) پھر اس سے استدلال کیسا ؟ ع

"صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں"

چوتھی آیت

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝

(پ۳۰ - نٰزعٰت - رکوع ۲)

آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کب اس کا ہوگا ؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا ؟ تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہا۔ تُو تو صرف ڈر سنانے کو اس کو جو اُس سے ڈرتا ہے۔

یہ آیت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت کے بارے میں جنا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ہی سے سوال کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ فرمادیا کہ آپ مُنذر ہیں، وقتِ قیام
کا علم آپ کے منصب میں داخل نہیں ہے اس کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، آپ کو اُس کے ع
سے کیا غرض ؛

حضرت علی رضؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة فنزلت فيم انت من ذكرها ط

(اخرجه ابن مردويه - درمنثور ج ٦ ص٣١٤)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قیامت (کے وقت) کو دریافت فرماتے تھے تو آپ پر یہ آیت فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا نازل ہوئی کہ آپ کو اس کے ذکر سے تع

اور حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:۔

لم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يسأل عن الساعة حتى انزل عليه فيم انت من

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برابر قیامت کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی

Marfat.com

ذِکْرٰهَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا فَلَمْ یسأل عنها (مستدرک ج ۲ ص۵۱۳ قال الحاکم رح صحیح وسکت عنہ الذہبی رح واخرجہ ابن مردویہ درمنثور ج ۶ ص۳۱۴)

کو اس کے ذکر سے کیا تعلق ؟ تیرے رب ہی کی طرف ہے اس (کے علم) کی انتہاء پھر آپ نے اس کے بارے میں کبھی دریافت نہیں فرمایا۔

حضرت طارق بن شہاب رضؓ (المتوفی سنہ ۸۲ھ) علامہ ابن حزم رحؒ المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ صحیح الصحبۃ مشہور (محلی ج ۲ ص۱۴۵) فرماتے ہیں کہ :۔

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ذکر الساعۃ حتّٰی نزلت فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا فکف عنها۔ (اخرجہ عبد بن حمید والنسائی وابن جریر والطبرانی وابن مردویہ، در منثور ج ۶ ص۳۱۴)

کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کا بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آیت فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا الخ نازل ہوئی تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا۔

حضرت امام شافعی رحؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وقال اللہ عز وجل لنبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا ۝ اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا ۝ اخبرنا سفیان عن الزہری عن عروۃ قال لم یزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یسأل عن الساعۃ حتّٰی انزل اللہ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا فانتہٰی قال الشافعی رح وقال اللہ عز وجل قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وقال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ الی اٰخر سورۃ انتہٰی بلفظہ۔

(رسالہ فی اصول الفقہ ص۱۶ للامام الشافعی رحؒ)

اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اس کا قیام ہوگا ؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق ؟ تیرے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ ہم سے سفیان رح نے بیان کیا وہ زہری رح سے اور وہ حضرت عروہ رح سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برابر قیامت کے متعلق دریافت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت فِیْمَ اَنْتَ الآیہ نازل ہوئی امام شافعیؒ فرماتے ہیں نیز باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ فرما دیجیے کہ آسمان و زمین میں اللہ تعالےٰ کے بغیر غیب کا علم کسی کو نہیں ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا نازل کرنا وغیرہ (ان اللہ عندہ ... الآیہ)

Marfat.com

جس طرح کہ ان آیات سے حضرت عائشہ رض اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رض نے غیراللہ سے علم غیب کی نفی کی ہے۔ اسی طرح امام اہل السنّت والجماعت حضرت امام شافعی رح بھی اسی مقصد کے لئے ان آیات کو پیش کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور اللہ تعالٰے کے بغیر کوئی اور نہ تو غیب کا علم رکھتا ہے اور نہ امورِ خمسہ کا۔

یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ پہلے جناب رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم مخصوصاتِ باری تعالٰے میں سے ہے اس لئے مشرکین اور منافقین کے سوال سے متأثر ہو کر بار بار اس کے متعلق دریافت فرماتے تھے اور آپ کو اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اس خیال کو ترک کر دیا جیسا کہ ابھی ابھی روایات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے لیکن کفار اور منافقین کی طرف سے ازراہِ شرارت و امتحان اور بعض مخلص مسلمان محض اپنی تشفی کے لئے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک یہ سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے مکمل دور میں قیامت کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا جیسا کہ نصوص قطعیہ اس پر بوضاحت دلالت کرتی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر پورے بسط سے کیا جائے گا، انشاء اللہ العزیز!

حافظ ابنِ کثیر رح فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا الآیہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ای لیس علمها الیك ولا الی احد من الخلق بل مردّها ومرجعها الی اللّٰہ عزوجل فهو الّذی یعلم وقتها علی التعیین ولهذا لما سأل جبرائیل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن وقت الساعۃ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۹)

یعنی اُس (قیامت کے وقتِ خاص) کا علم نہ آپ کو ہے اور نہ کسی اور مخلوق کو بلکہ اس کا مدار اور مرجع بس صرف اللہ ہی ہے۔ وہی اس کے وقتِ معین کو جانتا ہے اور اسی لئے جب حضرت جبرائیل ع نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے یعنی جس طرح تم اس کو نہیں جانتے میں بھی نہیں جانتا۔

اور علامہ علی بن محمد خازن رح فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

يسئلونك اى يا محمد عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا اى متى ظهورها وقيامها فِيمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا اى لست فى شيئ من علمها و ذكراها حتى تهتم لها وتذكروقتها - إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اى منتهى علمها لا يعلم متى تقوم الساعة الاّ هو - (خازن ج ۷ ص۱۷۳)

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب ہوگا اس کا قیام؟ کس چیز میں ہیں آپ اس کے ذکر سے یعنی آپ کو اس کے علم و ذکر سے کوئی سروکار نہیں یہاں تک کہ آپ اس کا اہتمام کریں اور اس کے وقت کا خیال کریں آپ کے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہا یعنی اس کا علم بس صرف خدا پر ہی ختم ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

اور امام بغوی رح لکھتے ہیں کہ :-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا متى ظهورها وقيامها فِيمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا لست فى شيئ من علمها وَذِكْرٰهَا اى لا تعلمها -

(معالم التنزیل ج ۷ ص۱۷۳)

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا ظہور اور قیام کب ہوگا آپ کو اس کے علم اور ذکر سے کوئی تعلق نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے۔

اور خطیب شربینی رح لکھتے ہیں کہ :-

إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اى منتهى علمها لم يؤت احداً من خلقه كقوله تعالٰى إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ وقوله تعالٰى إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

(سراج منیر ج ۴ ص۴۸۳)

یعنی قیامت کے وقت کا علم خدا پر ہی ختم ہے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس کا علم عطا نہیں کیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اس کا علم تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔

اور بعینہٖ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی رح کے ہیں۔ (دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص۳۵۴)

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا منتهى علمها متى تكون لا يعلمها غيره (مدارک ج ۴ ص۲۲۸)

تیرے رب ہی کی طرف ہے اس کے علم کی انتہا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا

Marfat.com

اور قاضی بیضاوی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وقتها ای وقت الساعة مما استاثر الله بعلمه
(بیضاوی ج ۲ ص۳۵۸)

قیامت کا علم اُن چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے ہی لئے مخصوص کر لیا ہے۔

اور علامہ ابو السعود رح لکھتے ہیں کہ :۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ای فی ای شیئ من ان تذکر لهم وقتها و تعلمهم به حتی یسئلونك بیانها لان ذلك فرع علمك به وانی لك ذلك وهو مما استاثر بعلمه علام الغیوب ..... اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا الیه تعالی یرجع منتهیٰ علمها ای علمها بکنهه وتفاصیل امرها و وقت وقوعها لا الی احد غیره ۔ (ابو السعود ج ۸ ص۴۰)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب اس کا قیام ہوگا؟ کسی چیز میں ہیں آپ اس کے ذکر کرنے سے یعنی آپ کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کا منصب ہی نہیں کہ آپ اُن کو قیامت کا وقت بتلائیں یہاں تک کہ وہ آپ سے اُس کے بیان کرنے کا سوال کریں کیونکہ یہ تو جب ہو سکتا ہے جبکہ آپ کو خود اس کا علم ہو اور وہ بھلا آپ کو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے درآنحالیکہ قیامت ان چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ علام الغیوب نے اپنی ذات سے مختص کر لیا ہے آپکے رب ہی کو ہے اس کے علم کی انتہا یعنی اس کی کُنہ کا علم اور اس کی تمام تفصیلات کا علم اور اس کے وقتِ خاص کا علم خدا کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔

اور علامہ جلال الدین محلی رح المتوفی ۸۶۴ھ لکھتے ہیں کہ :۔

ای لیس عندك علمها حتی تذکرها اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ای منتهی علمها لا یعلمها غیره
(جلالین ص۴۸۸)

آپ کے پاس قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے کہ آپ اس کو بتا سکیں خدا ہی کی طرف ہے اس کی انتہا یعنی اس کا علم بس خدا ہی پر ختم ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا

اور علامہ معین بن صفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ای منتهی علمها الی

تیرے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہا یعنی اس کا علم

Marfat.com

اللہ وحدہٗ۔ (تفسیر جامع البیان ص۴۵۰ برجلالین) بس اکیلے خدا ہی پرختم ہے (اور کوئی نہیں جانتا)

قرآن کریم کہ یہ نص قطعی الدلالۃ اور اس کی تفسیر میں اقوال مفسرین کرام رح اس امر کو واضح کرتے ہیں کہ قیامت کا وقت خاص اور اس کی جملہ تفاصیل کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا فریق مخالف کی طرف سے اس آیت کے جواب میں جو بیہودہ اور فرسودہ باتیں پیش کی گئی ہیں۔ (مثلاً اس میں علم ذاتی کی نفی ہے، اور یہ کہ اس کے بعد آپ کو اس کا علم عطا کر دیا گیا تھا جیسا کہ روح البیان اور صاوی وغیرہ میں لکھا ہے، اور یہ کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی اور سات ہزار سال کے بعد آئے گی وغیرہ وغیرہ (دیکھئے جاء الحق ص۴۲ تا ص۱۰۱ وغیرہ) ان تمام کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مُنیب اور منصف مزاج کے لئے یہ پیش کردہ دلائل بالکل کافی ہیں' ہاں ہٹ دھرم کے لئے کچھ بھی نہیں ہے

نصیحت کُن مرا چنداں کہ خواہی   کہ نتواں شستن از زنگی سیاہی

پانچویں آیت

اللہ تعالےٰ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (پ ۹ - اعراف - رکوع)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) فرماد یجئے کہ میں تو اپنی جان کے بھلے اور بُرے کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالےٰ چاہے اور اگر میں جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔

قرآن کریم کی یہ قطعی نص اس امر کو بالکل عیاں کر رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم خداوندی صفات کے حامل نہ تھے، نہ تو آپ مختارِ کُل تھے کہ دوسروں کا تو کہنا ہی کیا خود اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک ہوتے اور نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا' ورنہ آپ کی زندگی سدا بہار رہتی اور آپ کو کبھی حالات زمانہ اور دشمنوں کی طرف سے گزند اور تکلیف نہ پہنچتی اور یہ اعلان بھی اللہ تعالےٰ نے آپ سے کروایا ہے تاکہ آپ کے منصب نبوت کا علم ہر ایک مومن کو بخوبی ہو سکے کہ نہ تو آپ متصرف فی الامور ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں مگر شرط

Marfat.com

یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے والا بھی تو کوئی ہو (لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی رح اور خازن رح حضرت عبداللہ بن عباس رض سے اس کا شان نزول یوں نقل کرتے ہیں کہ :۔

ان اهل مكة قالوا يا محمد الا يخبرك ربك بالسعر الرخيص قبل ان يغلو فنشتريه فتربح عند الغلاء وبالارض التى يريد ان تجدب فنرحل عنها الى ما قد اخصبت فانزل الله تعالى قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا الآية۔

(معالم ج ۲ ص ۲۶۶ و خازن ج ۲ ص ۶۸)

اہل مکہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد! کیا تمہارا پروردگار اشیاء کی گرانی سے پہلے نرخ کی ارزانی کی خبر تجھے نہیں دیتا تاکہ آپ ارزانی میں خرید کر گرانی کے زمانہ میں خاطرخواہ نفع حاصل کریں؟ اور کیا آپ کا رب آپ کو یہ نہیں بتاتا کہ فلاں زمین میں قحط نازل ہونے والا ہے تاکہ آپ وہاں سے کسی سرسبز و شاداب علاقہ کی طرف کوچ کر جائیں اور خوشی و عیش سے زندگی گزاریں تو اس پر یہ آیت قُلْ لَّآ اَمْلِكُ الخ نازل ہوئی۔

اور قاضی بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۔ جلب نفع ولا دفع ضر وهو اظهار للعبودية والتبرى عن ادعاء العلم بالغيوب ۔ الا ما شاء الله من ذالك فيلهمنى اياه ويوفقنى له وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ولو كنت اعلمه لخالفت حالى ما هى عليه من استكثار المنافع واجتناب المضار حتى لا يمسنى سوء ۔ (بیضاوی ج ۲ ص ۶۸)

فرما دیجئے کہ میں اپنے نفس کے نفع و ضرر کا مالک نہیں ہوں کہ میں نفع حاصل کر سکوں اور ضرر کو ٹال سکوں۔ اس میں اظہار عبودیت ہے اور غیوب کے علم کے دعویٰ سے بیزاری کا اعلان ہے ہاں مگر جو خدا چاہے تو مجھے اس پر آگاہ کر دے اور بتا دے اور اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی یعنی اگر میں غیب جانتا تو اپنی اس موجودہ حالت کو بدل دیتا بایں طور کہ بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مضرات سے بچ سکتا اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

Marfat.com

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ - ای لکانت حالی علی خلاف ما ھی علیہ من استکثار الخیر واجتناب السُّوْءِ والمضار حتیٰ لا یمسنی شیٔ منھا۔

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنی موجودہ حالت کو بدل دیتا کہ منافع بہت سے حاصل کر لیتا اور تکلیف و پریشانی سے مجتنب رہتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

(مدارک ج ۲ ص۶۸)

اور علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب الشافعی رح المتوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں کہ:-

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ النفع والضر لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ من النفع وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ - الضر۔

اگر میں غیب جانتا ہوتا یعنی نفع اور ضرر جانتا تو میں بہت خیر یعنی نفع جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف یعنی ضرر نہ پہنچتا

(تنویر المقباس ج ۲ ص۶۸)

اور علامہ معین بن صفی رح لکھتے ہیں کہ :-

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ ای لکانت حالی من استکثار الخیر واستغزار المنافع واجتناب السُّوء علیٰ خلاف ما ھی علیہ فلم اکن غالبا مرّۃً ومغلوبا اُخریٰ ورابحا وخاسراً (جامع البیان ص۱۴۴)

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میرا حال موجودہ حال کے برعکس ہوتا یعنی میں خیر کثیر حاصل کرتا اور بہت زیادہ منافع سمیٹ لیتا اور تکلیف و نقصان سے بالکل محفوظ رہتا اور یہ نہ ہوتا کہ کبھی غالب رہتا اور کبھی مغلوب اور کبھی تجارت میں نفع اٹھاتا اور کبھی نقصان۔ (بلکہ ہمیشہ نفع اور غلبہ ہی ہوا کرتا)۔

اور علامہ ابوالسعود رح اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

ای ما انا الا عبد مرسل للانذار والبشارۃ شانی حیازۃ ما یتعلق بھما من العلوم الدینیۃ والدنیویۃ لا الوقوف علی الغیوب التی لا علاقۃ بینھا وبین الاحکام والشرائع - (ابوالسعود ج ۴ ص۵۴۶)

یعنی میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں جو ہشیار کرنے اور بشارت سنانے کے لئے بھیجا گیا ہوں میرا تعلق ان دینی اور دنیوی علوم سے ہے جن کا انذار و تبشیر سے کچھ لگاؤ ہو، باقی غیب کی وہ باتیں جن کا احکام اور شرائع سے کچھ تعلق نہیں، اُن کا معلوم کرنا میری شان نہیں ہے۔

اور امام ابن جریر رح (المتوفی ۳۱۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ:-

Marfat.com

معنیٰ ذالك لو كنت اعلم الغيب لاعددت للسنة المجدبة من المخصبة ولوقت الغلاء من المرخص فاستعددت له من الرخص۔

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۔ وحکاہ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو قحط کے سال کے لئے شادابی کے سال سے اور گرانی کے زمانہ کے لئے ارزانی کے موسم سے سامان تیار کر لیا کرتا۔

اور امام بغوی رح فرماتے ہیں کہ :۔

ای لو كنت اعلم الخصب والجدب لاستكثرت من المال لسنة القحط وما مسنی السوء ای الضر والفقر والجوع (معالم ج ۲ ص ۲۶۶)

اگر میں شادابی اور قحط کو جانتا تو قحط کے سال کے لئے بہت سامان اور متاع پہلے سے جوڑ لیا کرتا اور مجھے تکلیف نہ ہوتی اور ناداری اور بھوک میرے قریب نہ پھٹکتی۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :۔

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير ای من المال وفی رواية لعلمت اذا اشتريت شيئا ما اربح فيه فلا ابيع شيئا الا ربحت فيه ولا يصيبنی الفقر۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۳)

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سامال حاصل کر لیتا اور جب کوئی چیز بغرض تجارت خرید تا تو مجھے انجام معلوم ہوجاتا کرتا اور ہر معاملہ میں مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر و ناداری میرے پاس بھی نہ پھٹکتی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۔ ای جلب منفعة ولا دفع مضرة دينية ولا دنيوية وهو اظهار للعبودية والتبرئ عن دعوى العلم بالغيب اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ من ذالك فيعلمنی به وحيا جليا اوخفيا ويعطی قدرة على جلب النفع او دفع الضرر۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ الآية يعنی لاستكثرت من جذب المنافع و

فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے نفع اور ضرر کا مالک نہیں یعنی جلب منفعت اور دفع مضرت کا عام اس سے کہ نفع دینی ہو یا دنیوی ہر میں مالک نہیں ہوں اور اس میں عبودیت کا تو اور دعویٰ علم غیب سے بیزاری کا اظہار ہے مگر جو اس سے خدا تعالیٰ چاہے تو وہ مجھے وحی جلی یا خفی سے خبردار کر دیتا ہے اور مجھے جلب نفع اور دفع ضرر پر قدرت دے دیتا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر جمع کر لیتا یعنی میں

Marfat.com

دفع المضار حتى لا يمسني سوء ولم اكن مغلوبا في الحروب تارة وغالبا أُخرىٰ ۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۹۶)

منافع حاصل کر لیتا اور مضرات سے محفوظ رہتا اور مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی اور میں جنگوں میں کبھی مغلوب اور کبھی غالب نہ ہوتا، بلکہ ہمیشہ غالب ہی رہتا)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح نے اس آیت کی چند تفاسیر نقل کر کے اس کو ترجیح دی ہے کہ:-

نفي علمه عليه الصلوٰة والسلام اذ ذلك بالمفيد جلب المنافع و دفع المضار التي لا علاقة بينها وبيان الاحكام والشرائع وما يعلمه صلى الله عليه وسلم من الغيوب ليس من ذلك النوع وعدم العلم به مما لا يطعن في منصبه الجليل عليه الصلوٰة والسلام (روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱)

یعنی اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ ایسا علم ہے جو جلب منافع اور دفع مضار میں مفید ہے اور یہ ایسا علم ہے جس کو احکام اور شرائع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن غیوب کو آپ جانتے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں (کیونکہ ان کا تعلق تو احکام و شرائع وغیرہ سے ہے) اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے علوم کے نہ حاصل ہونے سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیل پر ہرگز کوئی طعن نہیں آتا۔

مفسرین کرام رح کی ان عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ **الخیر** سے ایمان، عمل اور ایسی دینی و اُخروی خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہے ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس خیر سے جو حصہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے وہ اور کس کو مل سکتا ہے؟ بلکہ الخیر سے مراد اس آیت میں مال، فتح، تجارت میں نفع اور سرسبز و شاداب زمین اور علاقہ کا علم ہونا وغیرہ اشیاء مراد ہیں اور ان اُمور کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اخیر زمانہ حیات تک بھی حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کا علم حاصل نہیں تھا اور اس عدم علم کی وجہ سے آپ کے منصب رفیع پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا جیسا کہ علامہ آلوسی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

اسی طرح اس آیت کریمہ میں **السُّوء** کے لفظ سے کفر، شرک، بدعت اور دینی طور پر السوء ہرگز مراد نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے سُوء سے تو خدا تعالےٰ کے نیک بندے بھی محفوظ رہتے ہیں چہ جائیکہ

Marfat.com

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم رسول صرف رسول ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء سردارِ دوجہاں خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بلکہ اس مقام پر حسب تصریح مفسرین کرام رح (جن کے حوالجات ذکر کر دیئے گئے ہیں) السوء سے مراد ضرر، فقر، بھوک، قحط، گرانی اور تجارت وغیرہ میں خسارہ مراد ہے۔ اور اس قسم کے السوء سے تادمِ زیست جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی محفوظ نہیں رہی۔ دشمنوں کی طرف سے آپ کا دانت مبارک شہید کرنا، چہرہ مبارک کا زخمی کرنا، یہود کی طرف سے زہر کا دیا جانا اور آپ کی وفات کا ایک ظاہری سبب یہ بھی تھا (مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹ علیٰ شرطہما) لبید بن اعصم یہودی کی طرف سے جادو کیا جانا، اصحاب بئرِ معونہ کا واقعہ وغیرہ وغیرہ صحیح واقعات اس السوء کے ثبوت پر شاہد عدل ہیں۔ اور یہی حال آپ کے فقر و فاقہ کا تھا جس کے ثبوت کے لئے اتنا ثبوت ہی کافی ہے کہ جس وقت آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی زرہ مبارک چند صاع جَو کے بدلے ایک یہودی کے ہاں رہن رکھی ہوئی تھی (بخاری ج ۱ ص ۳۷۱ ومسلم ج ۲ ص ۳۱) جس کو حضرت ابوبکر رض نے آپ کی وفات کے بعد چھڑایا تھا۔ اور آپ کے ایک مہمان کے لئے آپ کی جملہ ازواجِ مطہرات کے گھروں سے کھانا مہیا نہ ہو سکا، ناچار حضرت ابوطلحہ انصاری رض نے اس کو ایک لطیف اور قابلِ رشک طریقہ سے کھانا کھلایا تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۲۵) اور مرض الموت میں تین دفعہ مسجدِ نبوی میں جا کر نماز پڑھنے کے لئے اُٹھنا اور ہر بار غشی کا طاری ہونا (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۹۵ ومسلم ج ۱ ص ۱۷۷ وغیرہ) اس مسِ سوء کی بیّن دلیل ہے۔ بہرحال یہ حقیقت بالکل ناقابلِ انکار ہے کہ اخیر زمانۂ حیات تک بھی عدم استکثارِ خیر اور مسِ سوء کے باب میں آپ کا وہی حال رہا جو پہلے سے تھا۔ پس معلوم ہؤا کہ اس وقت تک بھی آپ کو ان غیوب کا پورا علم عطا نہیں فرمایا گیا جو استکثارِ خیر اور اجتناب عن مسِ السوء میں عادۃً مؤثر ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار خالص جہالت اور بے دینی ہے، صرف نام کے اسلام اور حق پرستی سے کیا بنتا ہے؟ ؎

صبر، خودداری، دلیری، حق پرستی اب کہاں؟ — رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے

اس آیت کریمہ میں اَلْخَیْر کا مطلب آپ نے مفسرین کرام رح کی زبانی سُن ہی لیا ہے، اب آپ فریقِ مخالف کی ہرزہ گوئی یا بزعمِ خود نہایت نفیس تحقیق بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

Marfat.com

فریقِ مخالف کے مجدّد اور اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین صاحب وغیرہ نے جو شگوفے کھلائے ہیں، وہ تو قابلِ دید ہیں ہی مگر مفتی احمد یار خان صاحب کی بھی سُن لیجئے کہ بڑے میاں تو خیر بڑے میاں اچھوٹے میاں سبحان اللہ کیا ارشاد فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت آیت کو کاٹنے کے لئے (معاذ اللہ) کس طرح عشق پیچہ لڑاتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ

"ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کرلو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا نیز إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ نیز يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالےٰ نے فرمایا وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ لہٰذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں"۔ (بلفظہٖ۔ جاء الحق ص ۸۸ و ۸۹)

الجواب:۔ مفتی صاحب! ہوش و حواس کو ٹھکانے میں لا کر خیر سے اُس الْخَيْرِ کو پیش نظر رکھئے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے اور جس کا بیان مفسرین کرام رح نے مال، غلبہ اور تجارت میں نفع وغیرہ سے کیا ہے۔ آپ الخیر کی جس لائن پر چل کر راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں وہ محلِ نزاع نہیں ہے۔ اُس الخیر سے جو وافر حصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو عطا ہُوا ہے، اس کا کس کو انکار ہے؟ اسی طرح وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ میں جس عصمت اور حفاظت کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو جان سے کوئی نہیں مار سکتا اور اللہ تعالےٰ اس میں آپ کا محافظ اور نگران ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ کو کبھی بیماری، قحط، فقر اور بھوک وغیرہ سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا، اور نہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگا اور نہ دانت مبارک شہید ہوگا۔ اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے فاین الثرےٰ من الثریا۔

اور مجاہدِ تحریف مولوی محمد عمر صاحب کی باری جب آتی ہے تو بقول شخصے "پدر نتواند پسر تمام کند" کے مطابق وہ سب سے بازی لے جاتے ہیں، اور یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ اگر بقول کسے آپؐ کو نقصان ہو سکتا ہے اور آپؐ نقصان دُور کرنے کے اہل نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے

Marfat.com

رحمۃ للعالمین ہونے کا قائل نہیں کیونکہ رحمت اور زحمت کا اجتماع ایک ذات میں محال ہے اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان کے قائل کی مثال یوں سمجھئے جیسا ایک شخص ایک ہی وقت میں دن کا بھی قائل ہو اور اُسی دن کو رات بھی سمجھے۔ لہٰذا مذکورہ بالا آیت سے آپ کی ذات کے واسطے مشیت الٰہی نفع ہی نفع ثابت ہے الخ (بلفظہٖ۔ مقیاس حنفیت ص۳۰۶ و ص۳۰۷)

پھر اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت کو قضیہ شرطیہ بنا کر اور شرط وجزاء کی طرف تحلیل اور تجزیہ کر کے بزعم خود متعدد آیات اور احادیث جس میں کہیں الخیر سے اطاعت خداوندی، کہیں سخاوت اور کہیں کوئی اور عملِ صالح وغیرہ مراد ہے اور اسی طرح السُّوء سے کہیں بدکاری اور کہیں بُرے اعمال وغیرہ مراد ہیں جن سے بہر حال آپؐ کی ذاتِ گرامی محفوظ رہی ہے پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ آپ نے چونکہ استکثار خیر کیا اور اجتناب سوء سے موصوف رہے لہٰذا آپ کو علم غیب حاصل ہے ورنہ قضیہ شرطیہ باطل ہو جائے گا اور اس پر کئی صفحات انہوں نے بلاوجہ سیاہ کر دیئے ہیں مگر بے سُود، کیونکہ اس مقام پر الخیر اور السّوء سے دینی طور پر خیر اور سوء ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ الخیر سے یہاں مال، فتح اور نفع وغیرہ اور السُّوء سے فقر و شکست اور خسارہ وغیرہ مراد ہے، کما مر، اعادہ کی ضرورت ہی نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں)۔

الجواب:۔ مولوی محمد عمر صاحب کی یہ تمام خود تراشیدہ منطق باطل اور مردود ہے:۔

اولاً اس لئے کہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ دانت مبارک کا ایک حصہ شہید ہوا، زہر خورانی کا واقعہ پیش آیا اور اس قسم کے متعدد واقعات کتب احادیث میں آتے ہیں مثلاً ایک مرتبہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی ٹانگ مبارک زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ نے نماز بھی بیٹھ کر پڑھی بلکہ پڑھائی بھی (دیکھئے بخاری ج ا ص۹۶ وغیرہ) یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ دُنیوی امُور میں آپؐ کو نقصان نہیں ہوا؟ مولوی محمد عمر صاحب کا تمام حدیثی اور تاریخی صحیح واقعات سے انکار کرنا ایک کھُلی ہوئی جہالت یا خیانت ہے۔

ثانیاً آپ کو نقصان بھی ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی متعدد نصوص قطعیہ اس

Marfat.com

دال ہیں اور خود ہی آیت قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ الآیہ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ اگر آیات اور احادیث پر یقین نہیں آتا تو ہم سے مت پُوچھئے اپنے ہی ہم مسلک یارِ غار مفتی احمد یار خان صاحب سے پوچھ لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علمِ حقیقی ہوتا اس طرح کہ مَیں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا"۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ۔ "اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو۔ الیٰ ان قال۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے"۔ (بلفظہٖ۔ جاء الحق ص۸۵) علمِ غیب ذاتی کے متعلق مفصّل بحث پہلے گزر چکی ہے اور اشارۃً ابھی مذکور ہو گا۔ مگر اتنی بات تو مفتی احمد یار خان صاحب کو بھی مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو نقصان کے ٹالنے پر قدرت نہ تھی، وہو المطلوب۔ اور کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مفتی احمد یار خان صاحب بھی رحمۃ للعلمین ہونے کے منکر ہیں؟ صاف بتانا۔ یہاں تو مفتی صاحب یہ لکھ گئے مگر جاء الحق ص۱۸۵ ہی میں حضور کے مختارِ کُل ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ سچ ہے کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد"۔

ثالثاً باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو نقصان ہُوا اور آپ کو اس کے ٹالنے پر قدرت بھی نہ تھی، معہذا آپ رحمۃ للعلمین بھی تھے اور اس میں نہ تو رحمت و زحمت کا اجتماع ہے اور نہ اجتماعِ نقیضین ہے۔ (یہ مولوی محمد عمر صاحب ہی کی خوش نصیبی اور نیک بختی ہے کہ ان کو اس مقام پر اجتماعِ نقیضین نظر آتا ہے) کیونکہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ میں رَحْمَۃً مفعول لہ ہے۔ اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (دیکھئے متنِ متین ص۱۳۰ وغیرہ) اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں تو یہ رحمت صفتِ خداوندی ہے۔ رحمت خدا کی صفت ہے اور نقصان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کو پہنچا۔ جب محل ایک نہ رہا تو اجتماعِ نقیضین کہاں سے اور کیسے لازم آیا؟ علاوہ ازیں اگر یہ رحمت بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کی صفت ہو تو یہ رحمت دینی لحاظ سے ہے اور آپ کو جو نقصان پہنچا وہ دُنیوی اعتبار سے ہُوا۔ اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہی ہے کہ "بتفاوت الاعتبارات بتفاوت الاحکام"۔

Marfat.com

ورابعاً مولوی محمد عمر صاحب کے کلام سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ یونانی منطق کا یہ جزئیہ کہ اجتماع نقیضین محال ہے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی ہزار سال پہلے بنا ہی اس لئے تھا کہ آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں لہٰذا رحمت اور زحمت دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا اور بقول مولوی محمد عمر صاحب اسی اجتماعِ نقیضین محال ہے۔ یہ ہیں وہ علوم عقلیہ اور نقلیہ جن سے مولوی محمد عمر صاحب کی ذات گرامی موصوف فَسُبْحَانَ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ؕ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے　　جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

رہا فریقِ مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو سراسر باطل اور مردود ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ جن اہل مکّہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اُن کا سوال علم ذاتی سے نہ تھا بلکہ اُنھوں نے تو یہ دریافت کیا تھا (جیسا کہ پہلے مفسرین کرام رح سے باحوالہ نقل کیا جاچکا ہے) کہ لا یعلمک ربك بالسعر الرخیص الخ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیا تیرا پروردگار تجھ کو گرانی سے پہلے ارزانی کی اور اطلاع نہیں دیتا؟ اور کیا زمین پر قحط نازل ہونے سے پہلے تیرا رب تجھے اس کی اطلاع نہیں دیتا تاکہ اُس کے مطابق عمل کر کے خاطر خواہ نفع حاصل کریں اور نقصانات سے بچ جائیں (ملخصاً) اس سے معلوم ہوا ان مشرکین کا سوال بھی علم عطائی ہی کے متعلق تھا ذاتی کا سوال نہ تھا ورنہ یہ سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہوگا۔

وثانیاً اس عالمِ اسباب میں صرف اسبابِ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کا معلوم ہونا کافی ہے یہ لازم ضروری نہیں کہ علم ذاتی ہو۔ ایک سلیم الطبع اور صاحبِ عقل کو زہر کی مضرت سے بچنے کے لئے اتنا کافی کہ اُس کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کے کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی طرح شہد کے منافع مطلق علم اس کو درکار ہے علم ذاتی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی احمق یہ جانتے ہوئے بھی زہر کھا لے مجھے تو اس کے نقصان کا ذاتی علم نہیں بلکہ کسی کا بتلایا ہوا ہے تو ایسے بیوقوف اور احمق کا دُنیا میں علاج ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر بروقت علاج کرے تو شاید کہ مفید ہو ورنہ بے سُود ہے۔ ؎

علاجِ نفسِ ظالم زود ہنگامِ جوانی کن　　کہ ایں مارِ سیاہ چوں پیر گردد اژدھا گردد

Marfat.com

چھٹی آیت

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (پ ۲۶ - الاحقاف - رکوع ۱)

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی راہ پر چلتا ہوں جس کا مجھے حکم آیا اور میرا کام تو ڈر سنانا ہے کھول کر

یعنی میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلۂ نبوت و رسالت جاری رہا ہے اُن سب رسولوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے پس جو کچھ میں کہتا ہوں جو ان سب نے کہا باقی مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا ہاں میرا کام صرف وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو اُن کا علم اور درایت نہ تھی، اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادثات اور واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی۔ حضرت ام العلاء الانصاریہ رضی اللہ عنہا المتوفاۃ سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم (رواہ البخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۳۹ صاحب المشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۶ واللفظ لہ)

خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا، حالانکہ میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

ما یفعل بی ولا بکم سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ سے (جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ رح، حضرت حسن رح اور حضرت قتادہ رح وغیرہ کا نام بھی آیا ہے) یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ سورۂ الفتح نازل ہوئی اور اس میں لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا

تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی اور
برفریقِ مخالف کے اعلیحضرت نے انباء المصطفیٰ ص ۵ و ۶ وغیرہ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاء الحق
ص ۹۷ و ۹۸ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت ص ۳۹۵ میں زور دیا ہے اور دیگر اہلِ بدعت حضرات نے
بھی یہی کچھ کہا ہے۔

الجواب:۔ اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام رحہ نے دعویٰ کیا ہے مگر
اس میں چند وجوہ سے کلام ہے:۔

اوّل اس لئے کہ نص قرآنی میں وما ادری ما یفعل بی ولا بکم خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز نہیں
ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحہ لکھتے ہیں کہ فاما الاخبار فلا یکون فیھا ناسخ ولا منسوخ (ابن کثیر ج ا ص ۱۴۹)
اخبار میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ھذا اخبر لا
یجوز نسخہ (تفسیر ج ا ص ۵۳۷) "یہ خبر ہے اور اس میں نسخ جائز نہیں ہے"۔

اور شیخ احمد المدعو بہ ملّا جیون رحہ نسخ اور انساء کا فرق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

وبعضھم علی ان النسخ لایکون الا فی الامر والنھی دون الخبر (تفسیرات احمدیہ ص ۱) کہ بعض نے کہا ہے کہ نسخ امر اور نہی میں ہوتا ہے خبر میں نہیں ہوتا۔

اور نواب صاحب رحہ لکھتے ہیں کہ:۔ "نسخ در اخبار نیست زیرا کہ وقوع آں خلاف خبر مخبر صادق غیر معقول
است"۔ بلفظہٖ (افادۃ الشیوخ ص ۵)

اور علامہ سیوطی رحہ لکھتے ہیں کہ:۔ "خبر اور وعد و وعید میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا"۔ (اتقان ج ۲ ص ۲۱)
اور حضرت ملا علی القاری رحہ حضرت ام العلاء الانصاریہ رضہ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

قلت وفیہ ان النسخ علی تقریر صحتہ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار۔ (مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۹) میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے اس لئے کہ بلوجود تاخیر ناسخ کے صحیح ہونے کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔

اور فریقِ مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ "اور اخبار کا نسخ ناممکن"۔ بلفظہٖ انباء المصطفیٰ ص ۴

Marfat.com

اور یہی کچھ مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب کہتے ہیں کہ ــــ " اس لئے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے" بلفظہٖ (روئداد مناظرہ تونسہ صـ۵۰)

ان تمام اقتباسات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے بلکہ بقول خانصاحب یہ ناممکن ہے، اور لا ادری الآیۃ خبر ہے لہٰذا اس کا نسخ کیسے ؟

مفتی احمد یار خان صاحب کا ارشاد

مفتی صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ :ــ " اگر کوئی کہے کہ آیت لَآ اَدْرِیْ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا سے منسوخ ہے الیٰ ان قال دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا قُلْ لَآ اَدْرِیْ اور قُلْ امر ہے نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنیٰ میں حکم ہیں جیسے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ یا لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے۔ چوتھے یہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر و احادیث پر ہے جن سے نسخ ثابت ہے۔ (بلفظہٖ۔ جاء الحق صـ۹۸)

الجواب :ــ مفتی صاحب کے یہ جوابات بچند وجوہ باطل ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ علماء کے ذمہ یہ الزام کہ وہ مطلقاً خبر کے نسخ کو جائز کہتے ہیں، بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ علماء نے اس کی تفصیل کی ہے کہ اگر وعید یا حکم وغیرہ کی صورت میں خبر ہو تو اس کا نسخ جائز ہے، اور خبر بحیثیت خبر کا نسخ جائز نہیں ہے اور لَآ اَدْرِیْ خالص خبر ہے، لہٰذا اس کا نسخ کسی صُورت میں صحیح نہیں ہوگا، رہا وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ سے استدلال تو ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ مفسرین کرام رح کا ایک جمِ غفیر اس کو منسوخ تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ امام بغوی رح اور علامہ خازن رح وغیرہ لکھتے ہیں کہ :ــ

وقال بعضهم الآیۃ (وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ) غیر منسوخۃ لان النسخ لایرد علی الاخبار انما یرد علی الامر والنهی وقوله یحاسبکم به الله خبر لایرد علیه النسخ (معالم التنزیل ج ۱ صـ۱۴۲ وخازن ج ۱ صـ۲۴۷)

اور بعض مفسرین کرام رح فرماتے ہیں کہ آیت وَاِنْ تُبْدُوْا الخ منسوخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کا وقوع اخبار میں نہیں ہوتا بلکہ نسخ کا وقوع تو امر اور نہی میں ہوتا ہے اور یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ خبر ہے اس میں کیا نسخ کیونکر ...

Marfat.com

اور علامہ نسفی الحنفی رح اسی آیت وَاِنْ تُبْدُوْا الآیۃ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

والمحققون علی ان النسخ یکون فی الاحکام لافی الاخبار۔ (مدارک ج ۱ صہ ۲۴۷)

محققین علماء کا یہ مسلک ہے کہ نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نہیں ہوتا۔

باقی جن مفسرین کرام رح نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا ادعاء کیا ہے تو وہ اور قاعدہ پر مبنی ہے جمہور علماء کرام کا یہ مسلک ہے کہ جب خبر کسی حکم یا وعید یا تکلیف پر مشتمل ہو تو اس کا نسخ جائز ہے۔ ابو علی اور ابو ہاشم وغیرہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو افادۃ الشیوخ صہ ۶) اور چونکہ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اگرچہ خبر ہے مگر از قسم وعید اور تکلیف ہے، اس لئے اس میں اس اعتبار سے نسخ جائز ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خبر من حیث خبر کو وہ موردِ نسخ قرار دیتے ہیں اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اہل بدعت حضرات کو ان غامض اور دقیق مباحث میں بصیرت حاصل نہ ہو مگر اس میں علم اور علماء کا کیا قصور ہے؟

ان مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار یہ حقائق ہیں تماشائے لبِ بام نہیں

قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رح آیت مَا یُفْعَلُ بِیْ الآیۃ کی تفسیر میں نسخ کا قول نقل کر کے ارقام فرماتے ہیں کہ

وھذا القول عندی غیر مرضی الی ان قال وقولہ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ بعد بضع عشر سنۃ تاخیر للبیان عن وقت الحاجۃ وذالک محال (التفسیر مظہری ج ۸ صہ ۳۹۶)

اس آیت کے منسوخ ہونے کا قول میرے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ یہ اس لئے کہ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ کا دس سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد نزول (جس میں نجات اخروی کا ذکر ہے) اس پر مبنی ہے کہ وقت ضرورت سے بیان مؤخر ہو اور یہ محال ہے۔

حضرت قاضی صاحب رح کی یہ عبارت اس امر کو بالکل واضح کرتی ہے کہ کئی سال گزر جانے پر بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی اور مؤمنین کی نجاتِ اُخروی کا علم نہ ہونا یقیناً محال ہے اور اس لئے یہ نسخ کا قول قابلِ التفات نہیں ہے، اور نہ یہ پسندیدہ ہو سکتا ہے اور اس میں تنقیص شان کا پہلو بھی نکلتا ہے (معاذ اللہ) مگر فریق مخالف کو اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کے لئے اسی میں توقیر نظر آتی ہے :۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

Marfat.com

وثانیاً مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ متنازع فیہ جملہ (لا ادری) الآیۃ کا ہے۔ لفظ قل کا نہیں ہے عوام ہے۔ کلام کے سمجھنے کا سلیقہ بھی درکار ہے۔

وثالثاً جملہ لا ادری صورت میں بھی خبر ہے اور معنیٰ میں بھی خبر ہے۔ یہ خبر نفئی حکم کو متضمن نہیں ہے ایسا کہ مفتی صاحب نے ٹھوکر کھائی یا مغالطہ دینے کی ناکام سعی کی ہے۔

ورابعاً مفتی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اور احادیث پر اعتراض ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔ یہ بھی مفتی صاحب کی نری خوش فہمی ہے۔ حدیث تو اس بارے میں ایک بھی موجود نہیں ہے چہ جائیکہ احادیث باقی موقوفات صحابہ رض وتابعین رح کا نام اگر ان کے نزدیک عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے حدیث ہے تو لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رض وغیرہ کی روایت اس کے خلاف بھی آرہی ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہمارا اعتراض آپ پر ہو یا مفسرین رح کے ایک غیر معصوم نظریہ پر ہمارا مدعیٰ تو بہر حال ثابت ہے اور تمہارا استدلال باطل ہے کما لا یخفی ؎

خزاں نہ تھی چمنستانِ دہر میں کوئی　　　خود اپنا ضعفِ نظر پردۂ بہار ہوا

دوم اس لئے کہ نسخ کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنی نجات اُخروی کا علم نہ تھا۔ جب سورۂ فتح نازل ہوئی تو پھر یہ علم ہوا اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی (بلفظہ جاء الحق ص ۹۸) اور حدیبیہ کا معاملہ سنہ ۶ ھ میں پیش آیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے بعد انیس سال تک (تیرہ سال بعد از نبوت مکی زندگی میں اور چھ سال مدنی زندگی میں، کیونکہ معاہدہ حدیبیہ ذوالقعدہ ۶ ھ میں ہوا تھا) اپنی اخروی نجات کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ) اگر اپنی نجات کا علم نہ تھا اور اپنی اُخروی فلاح کا یقین نہ تھا تو آپ لوگوں کو کس فلاح کی دعوت دیتے تھے؟ فریقِ مخالف سینہ پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے یہ کہے اگر اُن کے نزدیک انصاف و دیانت کسی چیز کا نام ہے کہ کیا ایسا نظریہ رکھنے میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین تو نہ ہوگی؟ اور بتائیے کہ یہ کس کے ایمان پر رجسٹری ہوگی اور کس کا ایمان کامل ہوگا؟ لوگوں کو توہین وتحقیر کا طعن دینے والو ذرا گھر کی خبر بھی تو لو ؎

Marfat.com

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے　　　　دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جس دن نبوت عطا ہوئی تھی اُسی دن آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم تھا، یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کو اُنیس[19] سال بعد از نبوت اپنی اُخروی نجات کا علم ہی تھا۔ باقی صحیح دلائل کی موجودگی میں غیر معصوم ہستیوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو چُن چُن کر اپنا سہارا بنانا فریق مخالف ہی کو زیب دیتا ہے، کیونکہ وہ ایسے ہوائی قلعہ میں بسنے کے اور تارِ عنکبوت میں پناہ لینے کے عادی ہیں۔

سوم:۔ اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دُنیاوی اُمور کے متعلق یہ فرما رہے ہیں لَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئیں گے۔ چنانچہ متعدد تفاسیر کے حوالجات اس پر موجود ہیں مگر ہم صرف چند حوالجات ہی اس پر عرض کرتے ہیں جن میں ایک حوالہ تفسیر ابن کثیر کا ہوگا اور یہ وہی تفسیر ہوگی جس سے نسخ کا ذکر تو مفید مطلب سمجھتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب (دیکھئے مقیاس صہ۳۹۵) وغیرہ نے نقل کر دیا ہے اور اس عبارت کو ولائتی کھانڈ سمجھ کر پھانک گئے ہیں، ممکن ہے کہ اس کو سفوف ملین ہی سمجھ رکھا ہو۔

حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں کہ:۔

وقال الضحاک وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ای ما ادری بماذا اؤمر وبماذا انھی بعد ھذا؟ وقال ابوبکر الھذلی رح عن الحسن البصری فی قولہ تعالٰی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم قال اما فی الاٰخرۃ فمعاذ اللہ وقد علم انہ فی الجنۃ ولکن قال لا ادری ما یفعل بی ولا بکم فی الدنیا اخرج کما اخرجت الانبیاء علیھم

ضحاک رح نے فرمایا کہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم کا یہ مطلب ہے کہ مَیں یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد مجھے کس چیز کا حکم دیا جائے گا اور مَیں کس چیز سے منع کیا جاؤں گا، ابوبکر الہذلی رح حضرت حسن بصری رح سے روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ حضورؐ کو اُخروی نجات کا علم نہ تھا، آپ کو یہ معلوم تھا کہ آپ جنت میں جائیں گے لیکن آپ نے یہ فرمایا کہ مَیں یہ نہیں جانتا کہ دُنیا میں

Marfat.com

الصلوٰة والسلام من قبلی ؛ ام اقتل کما قتلت
الانبیاء من قبلی ؛ ولا ادری ایخسف بکم
اوترمون بالحجارة ؛ وهذا القول هو الذی
عوّل علیه ابن جریر وانه لا یجوز غیره ولا شك
ان هذا هو اللائق به صلی الله علیه وسلم فانه
بالنسبة الی الآخرة جازم انه یصیر الی الجنة
هو ومن اتبعه واما فی الدنیا فلم یدر ما
کان یؤل الیه امره وامر مشرکی قریش الی
ماذا ؛ ایؤمنون ام یکفرون فیعذبون
فیستاصلون بکفرهم (بلفظه)

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۵)

میرے ساتھ کیا پیش آئے گا. کیا میں ملک سے نکال دیا
جاؤں گا جیسے پہلے انبیاء کرام نکالے گئے ؛ یا قتل کیا
جاؤں گا جیسے کہ پہلے بہت سے انبیاء قتل کیے گئے ؛ اور
میں یہ نہیں جانتا کہ کیا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا
یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے ؛ اور اسی قول پر امام ابن
جریر رح نے اعتماد کیا ہے، اور یہ کہ اس کے بغیر اور کوئی
قول جائز ہی نہیں اور کوئی شک نہیں کہ یہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے لائق ہے کیونکہ
آخرت کے بارے میں تو آپ کو یقین تھا کہ آپ بھی اور
آپ کے پیروکار بھی جنت میں جائیں گے ہاں البتہ دنیاوی
امور کا علم آپ کو نہ تھا کہ آپ کا انجام کیا ہوگا ؛ اور مشرکین
مکہ کا کیا حشر ہوگا ؛ کیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے
اور عذاب کے اندر ان کا استیصال کر دیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رح کی یہ عبارت ہر ایک منصف مزاج آدمی کے لئے حجتِ قاطعہ ہے کہ اس آیت سے مراد نجاتِ اخروی نہیں بلکہ امورِ دنیوی مراد ہیں اور حضرت ملا علی القاری رح فرماتے ہیں کہ لا ادری الخ امورِ دنیوی کے ساتھ مخصوص ہے، اور پھر امورِ دنیوی کی یہ تفسیر کی ہے کہ :۔

والمراد من الامور الدنیویة بالنسبة الیه
صلی الله علیه وسلم هی الجوع والعطش
والشبع والری والمرض والصحة والفقر و
الغنی وکذا حال الامة وقیل المعنی اخرج
من بلدی ام اقتل کما فعل بالانبیاء من قبلی

امورِ دنیوی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت
کے حق میں بھوک، پیاس، سیرشکمی، سیرابی، مرض، صحت،
فقر اور غنی (وغیرہ) مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امور
دنیوی سے مراد یہ ہے کہ کیا میں اس طرح شہر بدر کیا
جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

وانتم ترمون بالحجارة ام يخسف بكم كالمكذبين
من قبلكم والحاصل انه يريد نفى علم الغيب
عن نفسه وانه ليس بمطلع عليه وانه غير
واقف ولا مطلع على المقدر له ولغيره والمكنون
من امره وامر غيره لا انه متردد فى امره غير
متيقن بنجاة لما صح من الاحاديث الدالة على
خلاف ذالك (بلفظه)

(مرقات حاشیہ مشکوٰۃ
ج ۲
ص ۴۵۶)

شہر بدر کئے جاتے رہے، یا قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے
پہلے پیغمبر قتل کئے جاتے رہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا
کہ تم سابق مکذبین کی طرح زمین میں خسف کئے جاؤ گے
یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے اور حاصل یہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری فرما کر اپنی ذات مبارک
سے علم غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ آپ غیب پر
مطلع نہیں ہیں اور اسی طرح جو آپ کے لئے اور دوسروں
کے لئے مقدر ہے آپ اس پر بھی آگاہ نہیں ہیں یہ مطلب
ہرگز ہرگز نہیں کہ آپ کو اپنی نجات کے بارے میں تردد ہے
اور اس کا آپ کو یقین نہیں ہے (حاشا وکلا) کیونکہ صحیح
احادیث سے اس کے خلاف ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نجات
اخروی کا کامل یقین تھا۔

امام بغوی رح فرماتے ہیں کہ :-

وقال جماعة قوله مَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ وَلَا
بِكُمْ فِى الدُّنْيَا واما فى الآخرة فقد علم انه فى
الجنة وان من كفر به فهو فى النار ثم اختلفوا
فيه فقال ابن عباس لما اشتد البلاء باصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائم وهو بمكة
ارضاً ذات سباخ ونخل رفعت له يهاجر
اليها فقال له اصحابه متى تهاجر الى الارض

ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ ما ادری الخ کی آیت
امور دنیوی کے بارے میں ہے، رہی آخرت تو اس کے
بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا
کہ آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کو جھٹلانے والے
دوزخ میں جائیں گے، پھر ان دنیوی امور کی تفصیل میں
بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض پر مصائب
کا ہجوم ہوا تو حضور نے مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا کہ آپ

Marfat.com

التی اریت فسکت فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الآیۃ وَمَا أَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اترک فی مکانی ام اخرج انا وایاکم الی الارض التی رفعت لی وقال بعضھم وما ادری ما یفعل بی ولا بکم الی ماذا یصیر امری وامرکم فی الدنیا اما انا فاخرج کما اخرجت الانبیاء من قبلی وانتم ایھا المصدقون لا ادری تخرجون معی ام تترکون ام ماذا یفعل بکم ولا ادری ماذا یفعل بکم ایھا المکذبون اترمون بالحجارۃ من السماء ام یخسف بکم ام ای شیئ یفعل بکم کما فعل بالامم المکذبۃ اھ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۵۹-۱۶۰)

کے سامنے ایک ایسی زمین پیش کی گئی ہے جس میں شور اور بکثرت کھجوریں تھیں (جو مدینہ طیبہ کی زمین تھی) آپ سے صحابہ رض نے دریافت کیا کہ آپ کب اُس سرزمین کی طرف ہجرت کریں گے تو آپ خاموش رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ فرما دیجئے کہ مجھے معلوم نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ یعنی کیا میں اور تم اس جگہ میں چھوڑ دیئے جائیں گے یا جو زمین خواب میں دکھائی گئی ہے وہاں کی طرف ہجرت کا حکم دیا جائے گا؟ اور بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ ما ادری الخ کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے معاملہ کا دنیا میں انجام کیا ہوگا؟ کیا میں شہر سے نکالا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے رسول نکالے گئے؟ یا میں قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے انبیاء قتل کئے گئے اور اے میری تصدیق کرنے والو میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم میرے ساتھ نکالے جاؤ گے یا پیچھے چھوڑ دیئے جاؤ گے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا؟ اور اے میری تکذیب کرنے والو میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے یا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا یا اس کے علاوہ کوئی اور عذاب آئے گا، جیسا کہ پہلے جھٹلانے والوں پر آیا تھا؟

اِس عبارت سے ایک تو یہ بات بصراحت معلوم ہوئی کہ حضرات مفسرین کرام رح کی ایک بہت بڑی جماعت

Marfat.com

کے نزدیک یہ آیت امورِ دنیوی سے متعلق ہے، نجات وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا یہ آیت کسی طرح منسوخ نہیں ہوگی، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت ابن عباسؓ سے نسخ کی روایت کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ہجرت کے مقام کے متعلق صحابہ کرامؓ کا سوال تھا اور ظاہر ہے کہ وہ اسی دُنیا کے اندر ہوئی، کوئی معقول وجہ نہیں پیش کی جاسکتی کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو جو نقلی اور عقلی دلائل سے مؤید ہے ترک کر کے ان کی اس روایت کو ترجیح دی جائے جس کی تائید میں عقلی اور نقلی دلائل مفقود ہیں، جس میں تعظیم اور توقیرِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلّم) کا پہلو بھی عنقا ہے اور جس پر بلا وجہ فریقِ مخالف زور دے رہا ہے۔ نیز یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ کیا حضرت ابن عباسؓ کی طرف نسبت کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہے

طریقِ عشق میں ہم یوں سنبھل سنبھل کے چلے ۔۔۔ کہ جیسے ہاتھ میں لبریز جام ہوتا ہے

الحاصل قرآن کریم کی آیت اور اسی طرح حضرت ام العلاد الانصاریہؓ کی صحیح حدیث نہ تو منسوخ اور نہ اس کی مُراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم نہ تھا، حاشا وکلا ثم حاشا وکلا بلکہ اس سے علمِ غیب کی نفی اور امورِ دُنیوی کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ امورِ دنیوی سے نہ تو آپ کا کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا اور نہ ان سے لاعلمی سے آپؐ کی شانِ رفیع پر کوئی حرف آتا ہے ان دُنیوی امور کا نہ جاننا ہی آپؐ کا کمال سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سید آلوسی الحنفیؒ وغیرہ سے نقل کیا جا چکا ہے

چہارم اگر ولا ادری ما یفعل بی ولا بکم سے آخرت ہی مراد ہو تو اس درایت سے تفصیلی درایت مراد ہوگی۔ چنانچہ حضرت ملّا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ان یکون نفیا للدرایۃ المفصّلۃ دون المجملۃ قلت ھذا ھو الصّحیح۔ (مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۰۷ وسندی ہامش بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۹)

اس لا ادری میں درایت مفصلہ کی نفی ہے درایت مجملہ کی نفی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی بات صحیح ہے

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ومع ذالک ما ادری تفصیلاً ما یفعل بی ولا بکم فی جزاء کل عمل مخصوص (مظہری ج ۸ ص ۳۹۷)

اس (اجمالی جزاء کے علم کے) باوجود میں تفصیلاً نہیں جانتا ہر ایک عمل مخصوص کی جزاء کے سلسلہ میں میرے سا

Marfat.com

کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔

درایت مفصلہ کا یہ مطلب لینا چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نجات کا یقین کامل تھا مگر حشر میں آپ سے کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اور اسی طرح جنت کی ابدی زندگی میں جو ابدالآباد تک قائم رہے گی کیا کیا اور کس کس نوعیت اور مقدار کی نعمتیں آپ کو دی جائیں گی اور اسی طرح جو جو حالات دوسرے لوگوں سے پیش آئیں گے، اس مفصل درایت اور علم کی نفی ہے نہ کہ نفس نجات کی کیونکہ وہ تو یقینی تھی اور اس کے متعلق آپ کا علم بھی یقینی تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آیت کریمہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ سے جنت کی غیر محدود اور لامتناہی نعمتوں پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

مالم تر عین ولم تسمع اذن ولم یخطر علی قلب بشر ولا یعلم ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ (ابن ابی شیبہ۔ طبرانی۔ ابن جریر۔ درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰)	ان کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خطرہ گزرا، اور ان کو نہ تو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

اور مستدرک میں ان کی روایت یوں آتی ہے کہ

ولا یعلمہ نبی مرسل ولا ملک مقرب (مستدرک ج ۲ ص ۴۱۴ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)	نہ تو ان کو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ فرشتہ مقرب۔

اور علامہ بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس لا ملک مقرب ولا نبی مرسل (بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۸)	نہ تو ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ نبی مرسل جانتا ہے۔

اور علامہ ابوالسعود رح لکھتے ہیں کہ :-

فلا تعلم نفس من النفوس لا ملک مقرب ولا نبی مرسل (ابوالسعود ج ۷ ص ۱۳۱)	ان نعمتوں کو نفوس میں سے کوئی نفس نہیں جانتا، نہ تو کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل۔

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

Marfat.com

لا یعلم احدٌ ما اُعِدّ لھٰؤلاء من الکرامۃ (مدارک ج ۲ ص ۲۲۲) — کوئی بھی اُن خاص مخفی انعامات کو نہیں جانتا جو عباد صالحین کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔

اور حافظ ابنِ کثیر رح لکھتے ہیں کہ :۔

ای فلا یعلم احد عظمۃ ما اخفی اللہ لھم فی الجنات من النعیم المقیم واللذات التی لم یطلع علی مثلہ احد (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۰) — یعنی کوئی بھی ان دائمی لذات اور نعمتوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو اللہ تعالےٰ نے جنت کے اندر اپنے بندوں کے لئے چھپا رکھی ہیں کیونکہ ان پر کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔

اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا دعویٰ فریقِ مخالف کو بھی نہیں ہے۔ چنانچہ خانصاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلّم کو اللہ تعالےٰ نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الیٰ یوم القیٰمۃ جمیع مندرجات لوحِ محفوظ کا علم دیا۔" (ابناء المصطفےٰ ص ۴)

اور الدّولۃ المکیۃ ص ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ :۔

کل کائن من اوّل یوم الی الیوم الآخر بل الی دخول اھل الدارین منازلھم وھو المعبر عنہ بما کان وما یکون — تمام وہ باتیں جو روزِ اوّل سے روزِ آخر تک ہونے والی ہیں بلکہ اہلِ جنت کے داخلۂ جنت اور اہلِ نار کے داخلۂ نار تک کے واقعات کو ماکان ومایکون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یعنی اہلِ جنت اور اہلِ نار کے جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی منزلوں پر پہنچنے کے بعد کا علم ماکان ومایکون سے خارج ہے۔ وہو المطلوب۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے"۔ (بلفظہٖ۔ جاء الحق ص ۴۲)

اِن تمام عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتا ہے کہ اگر آیت اور حدیث سے مراد امورِ اُخروی بھی ہوں تو نفسِ مغفرت اور نفسِ نجات اس سے ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک یقینی امر ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُمورِ اخروی کی پُوری تفصیلات اور بعد از قیامت اہلِ جنت

لے ا؎ یہی کچھ حافظ ابنِ تیمیہؒ نے شرح حدیث النزول ص ۱۳۳ طبع مدرس میں لکھا ہے لا یعلمہ ملک مقرب ولا نبی مرسل الخ

Marfat.com

اور اہلِ نار کے مکمل حالات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا اور یہ آیت اور حدیث بھی صرف یہی بتلا رہی ہے اور اس معنی میں فریقِ مخالف کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے ان کی عبارات سے ملاحظہ کر لیا اور ان نعمتوں کے لئے ہر مسلمان کے دل میں صحیح تڑپ ہونی چاہئے، اگرچہ ان کا بیان نہیں ہو سکتا ؎

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری!
بیاں میں کس طرح آئے کہ جو دل پر گزرتی ہے؟

پنجم: اگر فریقِ مخالف کا یہ جواب صحیح ہے کہ ۶ھ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا (معاذ اللہ) تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ کو ۶ھ تک علمِ غیب حاصل نہ تھا اور نہ جمیع ماکان و مایکون کے آپ عالم تھے۔ کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ فریقِ مخالف کے نزدیک اہلِ جنت کے داخلۂ جنت تک اور اہلِ نار کے داخلۂ نار تک کا کل علم ماکان و مایکون میں داخل ہے اور جب آپ کو انیس ۱۹ سال تک بعد از نبوت اپنی نجات کا علم نہیں تھا اور اسی طرح ولا بکم قوم کی نجات اور فلاح کا علم بھی نہیں تھا، تو مولوی احمد رضا خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کو دیانت اور انصاف کے ساتھ (بشرطیکہ وہ دیانت اور انصاف کو سمجھیں اور پھر ملحوظ بھی رکھیں) ۶ھ سے قبل کی نازل شدہ آیات اور پہلے کی وارد شدہ احادیث سے ہرگز اپنے مزعوم دعوائے علمِ غیب پر استدلال کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ ۶ھ تک تو آپ کو ان کے خیال کے مطابق اپنی اور قوم کی نجات اور فلاح ہی کا علم نہیں تھا اور یہ ماکان و مایکون میں داخل ہے اور اگر پہلے کی آیات (جن میں مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وغیرہ وغیرہ آیات اور ہذا مصرع فلان غدًا وغیرہ وغیرہ احادیث جن کی پوری تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ العزیز) سے کلی علمِ غیب ثابت ہے تو اس آیت کے منسوخ ہونے کے کیا معنی؟ اور پھر اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اور قوم کی نجات کے متعلق علم کا حاصل نہ ہونا کیونکر صحیح ہوا؟ کوئی وجہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ اگر فریقِ مخالف اس آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے تو اس سے پہلے کی نازل شدہ

Marfat.com

آیات سے علمِ غیب کُلی پر اور جمیع ماکان ومایکون پر استدلال کر سکے ؛ واضح دلیل بیان کریں ؎

پڑا فلک کو کبھی دِل جلوں سے کام نہیں　　جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

" اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اوّلاً یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درایت اٹکل اور قیاس کے جاننے کو کہتے ہیں یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا وحی سے جانتا ہوں دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے لہٰذا یہ منسوخ ہے"۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص ۹۷)

الجواب :- مفتی صاحب نے جس دجل کا ثبوت اس آیت میں دیا ہے وہ قابلِ غور ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ مخالفین کے ذمہ یہ الزام لگایا کہ وہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق یہ خبر نہ تھی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر اس سے نفس نجات مراد ہے تو یہ ہم پر مفتی صاحب کا خالص افتراء اور بہتان ہے جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے اور اگر جنت کی تمام نعمتوں کا معاملہ ہے تو اس میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت بھی ہمارے ساتھ ہے۔ پھر الزام کس پر رہو گا ؟ ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر　　اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر !

وثانیاً مفتی صاحب ! وہ تیسری صحیح تفسیر جو ہم نے باحوالہ نقل کی ہے، اس کو آپ کیوں ہڑپ کر گئے ہیں ؟ کیا وہ صحیح تفسیر مفسرین کرام ؒ نے نہیں کی ؟

وثالثاً درایت کے یہ معنی کہ اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں، یہ بھی مفتی صاحب کی بدایونی ایجاد یا مفتیانہ اختراع ہے۔ ائمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے یا درایت کو خاص علم کہا ہے یا جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جو قیل سے مروی ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح ص ۲۵۵ میں ہے : دری بہ ای علم بہ و ادراہ اعلمہ (ومثلہ فی القاموس ج ۴ ص ۳۲۷)

Marfat.com

اور علامہ الزبیدی الحنفی رح المتوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں کہ :-

(فی) التکملة قال شیخنا باتحاد العلم والدرایة وصرح غیرہ بان الدرایة اخص من العلم کما فی التوشیح وغیرہ وقیل ان دری فیما سبقہ شک قالہ ابو علی - (تاج العروس ج ۱۰ صفحہ ۱۲۱)

تکملہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں اور دوسروں نے تصریح کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے توشیح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے قالہ ابو علی

ساتویں آیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(پ ۱۰ - الانفال - رکوع ۹)

نبی کو لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوتے جب تک کہ وہ ان کا خون زمین پر نہ بہا دیتا تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے اس سے قبل تو تم پر اس چیز کی وجہ سے جو تم نے لی ہے بڑا عذاب نازل ہوتا۔

اس آیت کا شانِ نزول متعدد صحابہ کرام رض سے (جن میں خصوصیت سے حضرت عمر رض، حضرت ابن مسعود رض، حضرت عبداللہ بن عمر رض، حضرت ابو ہریرہ رض اور حضرت ابو ایوب انصاری رض قابلِ ذکر ہیں - دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۶ وغیرہ) مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے جس کا بقدرِ مشترک خلاصہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں (جو ۱۷ رمضان ۲ھ کو ہوئی) مشرکین کے ستر آدمی جن میں بڑے بڑے نامی گرامی سردار اور رؤساء اور صنادیدِ قریش شامل تھے قتل کئے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام رض سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رض نے فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں پر احسان کیا جائے اور کچھ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اس سے ہمیں کچھ تو مالی قوت حاصل ہو جائے گی اور پھر یہ بھی امید ہے کہ شاید یہ لوگ کسی دن راہِ راست پر آجائیں اور اسلام قبول کر

Marfat.com

پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت یہ سب کے سب ائمہ کفر اور مشرکوں کے سردار ہیں ان کو اگر ہمیں تہ تیغ کر دیا جائے تو کفر کی بڑی طاقت ٹوٹ جائے گی اور میری رائے ہے کہ ہر ایک اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے ، میرا فلاں عزیز میرے حوالے کر دیا جائے ۔ حضرت علی رضؓ کا بھائی ان کے ہاتھ میں اور حضرت حمزہ رضؓ کا بھائی اُن کے ہاتھ میں دے دیا جائے ، اور ہم خود اپنے عزیزوں کو قتل کریں ۔ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر رضؓ کے مشورہ کو قبول کر لیا اور ان تمام قیدیوں کو معاوضہ لے کر چھوڑ دیا ۔ (دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۹۳ ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۰ ، ابوداؤد ج ۲ ص ۱ ، ترمذی ج ۲ ص ... مستدرک ج ۲ ص ۳۲۹ ، جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۷ اور ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵ و ۳۲۶ وغیرہ) اور امام حاکم رحؒ المتوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے اس روایت میں یہ ٹکڑا بھی نقل کرتے ہیں کہ :-

فلقی النبیؐ صلے اللہ علیہ والہ وسلم عمرؓ قال کاد ان یصیبنا فی خلافک بلاء (مستدرک ج ۲ ص ۳۲۹ ۔ قال الحاکم رحؒ والذہبی رحؒ صحیح)

(نزول آیت کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ (اے عمرؓ) بہت قریب تھا کہ تیری رائے کی مخالفت کی وجہ سے ہم پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ۔

یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ واقعہ جنگِ بدر کے اختتام کے بعد کا ہے اور جنگ کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے آپ یہ فرما بھی چکے ہیں کہ ہٰذا مصرع فلان غداً ان شاء اللہ (جس سے فریقِ مخالف بلا دلیل علمِ غیب کا اثبات کرتا ہے) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ دیدہ دانستہ اُس رائے کو اختیار نہ فرماتے جو حق تعالےٰ کے نزدیک زیادہ پسند نہ تھی بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ دونوں اس لغزش کی وجہ سے روئے اور خداوند کریم کا عذاب آپ نے بہت ہی قریب دیکھا ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی روایت میں ہے کہ :-

فلما کان من الغد جئت فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکرؓ قاعدین وھما یبکیان قلت

مَیں جب کل حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ دونوں رو رہے ہیں ۔ میں نے کہا یا رسول

Marfat.com

رسول اللہ اخبرنی من ای شیئ تبکی انت و صاحبک فان وجدت بکاء بکیت وان لم اجد بکاء تباکیت لبکائکما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابکی للذی عرض علی اصحابک من اخذھم الفداء لقد عرض علی عذابھم ادنی من ھذہ الشجرۃ شجرۃ قریبۃ من نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ عزوجل ما کان لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ الآیہ (مسلم ج ۲ ص ۹۳)

مجھے بھی بتایئے کہ آپ اور آپ کا ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر مجھے بھی رونا آیا تو ضرور روؤنگا ورنہ آپ کے رونے میں شریک ہونے کے لئے بزور رونے کی کوشش کروں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے جو عذاب مجھے بتایا گیا اس کی وجہ سے میں رو رہا ہوں، وہ عذاب اس درخت کے قریب آپہنچا تھا۔ اور آپ نے اپنے قریب ہی ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے یہ فرمایا اس پر یہ آیت ما کان لنبی الخ نازل ہوئی۔

دیکھا آپ نے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد من الغد کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رض اور دیگر تمام صحابہ کرام رض کو جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں بلند درجہ اور شان رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر ولی کامل ہے) یہ معلوم نہیں کہ ہماری اس رائے کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں فرمائے گا اور عذاب کی ابتدائی نشانیاں ہمارے سامنے بہت ہی قریب رونما کی جائیں گی حتیٰ کہ ہمیں اپنی اس رائے پر پچھتاتے ہوئے رونا بھی پڑے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنی نوازش اور مہربانی سے درگزر فرما کر بعد کو فدیہ وغیرہ حلال قرار دیا اس واقعہ کی ایک ایک جزو اپنے اندر حقیقت رکھتی ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی واضح سے واضح تر دلیل ہے اور یہ بھی صرف واقعہ اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے اور قیامت سے پہلے کا ہے اور اُس دن کے بعد کا ہے جس دن آپ نے ھذا مصرع فلان الخ فرمایا تھا، لہٰذا مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا یہ عذر لنگ بھی ختم ہو گیا کہ "جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو" (بلفظہٖ جاء الحق ص ۴۲) دیکھئے مفتی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ: ؎

ہمارا حق محبت ہے آپ کے ذمہ غریب خانے پہ آکر حساب صاف کرو

Marfat.com

ان صحیح اور صریح روایات کے بعد اس کی ضرورت نہیں کہ ہم مفسرین کرام رح کی تفاسیر اس مضمون کی تشریح میں نقل کریں اور خواہ مخواہ دامنِ بیان کو دراز کریں۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم نے اس آیت سے ایک تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غیر منصوص احکام میں اجتہاد کے صحیح ہونے پر استدلال کیا ہے اور عالم ما کان و ما یکون کو اجتہاد کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور دوسرا یہ استدلال کیا ہے کہ مجتہد کو اس کی غلطی اور خطا کی صورت میں گرفت نہیں ہوتی۔ توضیح اور تلویح کا ایک حوالہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اور ملا جیون رح لکھتے ہیں کہ :۔

لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما حکم باخذ الفداء بالاجتہاد ثم نزل بعدہ نص بخلافہ وھو ھذہ الآیۃ لم ینتقل من اخذ الفداء الی القتل بل استقر علیہ (تفسیرات احمدیہ ص ۲۹۳)

جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جو اس اجتہاد کے خلاف تھی تو فدیہ کے بعد قتل کا فیصلہ اختیار نہ کیا گیا بلکہ فدیہ پر ہی بات قائم رہی۔

آٹھویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۞ (پ ۴ - آل عمران - رکوع ۱۳)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کا کچھ اختیار نہیں یا تو اللہ ان پر رجوع فرمانے (اور وہ توبہ کریں) یا ان کو عذاب کرے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول غزوۂ اُحد میں (جو شوال ۳ھ میں واقع ہوا تھا) مشرکینِ مکہ کی وہ سخت بے اعتدالیاں تھیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک بھی زخمی ہوا اور دانت مبارک کا ایک حصہ (کذا فی وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۰۸ للعلامہ السمھودی رح المتوفی ۱۰۱۱ھ) شہید ہوا تو آپ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ :۔

کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم وکسروا رباعیتہ وھو یدعوھم الی اللہ فانزل

وہ قوم کس طرح اور کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی (کے چہرۂ مبارک) کو زخمی کر دیا ہو اور ان کا دانت مبارک شہید

Marfat.com

اللّٰہ لَیْسَ لَکَ الْاٰیَۃ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ و مسلم ج ۲ ص ۱۰۸ واللفظ لہ) | کر دیا ہو حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور حضرت سالم بن عبداللہ رضؓ المتوفی ۱۰۶ھ سے روایت ہے کہ :-

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یدعوا علٰی صفوان بن اُمیّۃ رضؓ وسھیل بن عمرو رضؓ و الحارث بن ھشام رضؓ فنزلت لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ الآیۃ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۲ ونسائی ج ... وابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۲) | جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ رضؓ اور سہیل بن عمرو رضؓ اور حارث بن ہشام رضؓ (جو ابوجہل کا بھائی تھا) کے حق میں بددعا کرتے تھے حتیٰ کہ قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے انجام کا اور فلاح و ہدایت کا علم نہ تھا اس لئے آپ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے علم میں چونکہ ان کی قسمت میں ایمان کی دولت تھی، اس لئے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع کر دیا اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت امام احمدؒ المتوفی ۲۴۱ھ کی روایت میں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے یوں آتا ہے :-

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم العن فلانا و فلانا اللّٰھم العن الحارث بن ھشام اللّٰھم العن سھیل بن عمرو اللّٰھم العن صفوان بن امیۃ فنزلت ھذہ الآیۃ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ الآیۃ فتیب علیھم کلھم وفی روایۃ لہ وھداھم اللّٰہ للاسلام (مسند احمد ج ... ص ... وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۰۳) | حضرت ابن عمر رضؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت نازل کر اے اللہ حارث بن ہشام رضؓ اور سہیل بن عمرو رضؓ اور صفوان بن اُمیّہ رضؓ پر لعنت نازل کر، اس پر لَیْسَ لَکَ الآیہ نازل ہوئی، اور ان سب کو اللہ تعالےٰ نے توبہ کی توفیق دے کر ان پر رجوع فرمایا اور ان کو اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی۔

اور کتب احادیث اور تواریخ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے فتح مکہ کے موقع پر (جو ۸ھ کو ہوا) اسلام قبول کیا تھا اور مخلص مسلمانوں کی صف میں داخل ہو کر وہ کارنامے دکھلائے

Marfat.com

جو اسلامی تاریخ میں آفتاب نیمروز کی طرح درخشندہ ہیں۔ سچ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اسلام سے نوازے اس کو کون روک سکتا ہے؟ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ایمان کے لئے بڑی انتھک کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور ان حضرات پر لعنت اور بددعا بھی کی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہو کر رہا۔

اس آیت سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مختارِ کُل ہونے کی نفی بھی صاف طور پر ثابت ہو گئی ہے، دیکھئے فریق مخالف اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ صحیح بات کو تسلیم کرنا اُن کا شیوہ نہیں ہے اور اس کا اُنہیں کوئی احساس بھی نہیں ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

فریقِ مخالف کا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ایمان اور کفر اور ظاہر و باطن کو اور جو کچھ کہ آئندہ پیش آنے والا ہے، سب کو جانتے ہیں مگر یہ آیت کریمہ مع ان صحیح احادیث کے جو اس کی تشریح و تفسیر میں پیش کی گئی ہیں، اِس باطل نظریہ کی قطعی تردید کرتی ہیں۔ اس لئے کہ جو کافر آپ کے مقابلہ میں لڑنے آئے تھے (اور جن کی وجہ سے ستر صحابی شہید ہوئے جن میں آپ کے چچا محترم حضرت حمزہؓ سید الشہداء بھی تھے) اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں اس واقعہ کے صرف پانچ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے تھے، ان کے انجام اور ایمان کا علم بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہ تھا ورنہ کیوں اللّٰھم العن الخ کے الفاظ سے ان کے حق میں بددعا کرتے؛ آپ کو اگر ذرا سی بھی ان کے ایمان کی امید ہوتی تو آپ وہی پیکرِ عفو و کرم تو ہیں جنہوں نے طائف کی بستی میں سارے بدن کے لہولہان ہونے کے بعد بھی اہلِ طائف کی حسن عاقبت کی امید کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ، اور گویا اِس طرح آپ نے اُن کو ایک گونہ امان دی ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

اور اِس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ کو یہ ضرور معلوم ہوتا کہ میری اس بددعا پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا اور مجھے اس پر تنبیہ کی جائے گی لہٰذا میں بددعا ہی نہ کروں

Marfat.com

کیا فریقِ مخالف کی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عقیدت ہے کہ آپ دیدہ دانستہ اور عمداً اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیا کرتے تھے؟ بیّنوا توجروا۔ فریقِ مخالف کا اس آیت کے جواب میں کوئی قابلِ توجہ قول ہماری نظر سے نہیں گزرا تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔ اور یہ بھی یہ واقعہ اور آیات سے قبل کا ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب کی مُنہ مانگی مراد ہے۔

نویں۹ آیت

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

(پ۲۸ ۔ تحریم ۔ رکوع ۱)

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر چاہتا ہے تو رضا مندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے مقرر کیا ہے اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا اور اللہ مالک ہے تمہارا اور وہی علیم اور حکیم ہے اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے کوئی بات پھر جب اُس نے خبر کر دی اُس کی اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلا دی نبی نے اُس میں سے کچھ اور اعراض کیا کچھ حصہ سے پھر جب وہ جتلائی عورت کو وہ بولی آپ کو کس نے بتلا دی ہے یہ بات، فرمایا مجھ کو بتایا اُس خبر رکھنے والے واقف نے۔

ان آیات کے شانِ نزول میں روایات میں جو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ (المتوفاۃ ۱۶ھ) کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وھذا اسناد صحیح (تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۳۸۶) اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، بسند صحیح (فتح الباری ج ۹ صفحہ ۳۰۸) مگر زیادہ تر محدثین اور مفسرین اس روایت کو ترجیح دیتے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینبؓ بنت جحش ام المومنین

Marfat.com

کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافِ معمول حضرت زینب رض کے پاس شہد نوش کرنے کے سلسلہ میں دیر ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت عائشہ رض اور حضرت حفصہ رض کو بمقتضائے بشریت یہ چیز ناگوار گزری کہ آپ زیادہ دیر کسی اور کے پاس ٹھہریں۔ انہوں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا کہ کسی لطیف حیلہ اور بہانہ سے آپ کا حضرت زینب رض کے پاس کثرت سے آنا جانا بند کر دیں۔ سوچا اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اگر آپ حضرت عائشہ رض کے پاس تشریف لائیں تو وہ اور اگر حضرت حفصہ رض کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ کہدیں کہ آپ کے دہنِ مبارک سے مغافیر (ایک قسم کا گوند ہے) کی بُو آتی ہے۔ جب آپ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بات آخر کہہ ہی دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کھایا البتہ زینب رض کے پاس شہد استعمال کیا ہے۔

فلن اعود له وقد حلفت لا تخبری بذالك — لیکن میں پھر نہ کھاؤں گا اور اس کے ترک پر قسم کھا چکا ہوں مگر تو کسی کو نہ بتانا۔

(ملخّصاً بخاری ج ۲ ص ۷۲۹ واللفظ لہ ومسلم ج ۱ ص ۴۷۸)

اس زوجۂ مطہرہ سے غلطی یہ ہوئی کہ اُنہوں نے یہ راز کی بات کسی اور بی بی کو بھی بتا دی جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپ کو کر دی کہ آپ کی بیوی نے وہ راز افشا کر دیا ہے۔ جب آپ نے اس کا کچھ حصّہ اُس زوجۂ مطہرہ کے پاس پیش کیا اور دوسرے حِصّہ سے اعراض کر دیا تاکہ اس کو مزید ندامت نہ ہو، تو اُس نے کہا، حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا ہے کہ میں نے وہ راز کی بات کسی اور کو بتا دی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہے جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور شہد کو پھر استعمال کیا۔

ہمارا استدلال اس مضمون سے اس طرح ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب یا جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو نزولِ آیات سے قبل ہی معلوم ہوتا کہ میرا یہ فعل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوگا لہٰذا میں ایسا نہ کروں۔ کیا فریقِ مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً ایسا کیا تھا؟ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور مختارِ کل نہ ہونے کی بھی صاف وضاحت ہوگئی ہے کیونکہ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے، اور ازواجِ مطہرات نے جہاں خفیہ مشورہ کیا تھا آپ وہاں تشریف فرما ہوتے

تو آپ کو یہ تمام قصہ معلوم ہوتا۔ اور اگر مختار کل ہوتے تو جب آپ نے اپنی مرضی سے صرف اپنی ذات بابرکات کے لئے شہد حرام کر دیا تھا تو وہ حرام ہی رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو آپ کی بشریت بھی اس سے ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت ماریہ رضؓ کا مخصوص واقعہ اور شہد کا استعمال بشریت کے لوازمات میں سے ہے۔ نُورِ محض (جیسے فرشتے) کو نہ تو عورت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانے اور پینے کی، اور اللہ تعالےٰ کا نُور ازلی و ابدی ہے، وہ اس کی ایک صفت ہے جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ وہ قابلِ انفکاک ہی نہیں اور نہ وہ کھانے پینے اور بیوی کا محتاج ہے تعالیٰ اللہُ عَن ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات اور خصوصیت سے حضرت عائشہ رضؓ (اور حضرت حفصہ رضؓ) کا جو قرآن کریم کی حافظ اور تفسیر قرآن کریم، حدیث اور دین کی بڑی مہارت رکھتی تھیں، جن کی نظیر نہ تو پہلی اُمتوں میں ہے نہ پچھلی اُمتوں میں (کما صرح بہ ابن کثیرؒ فی البدایۃ والنہایۃ ج۶ صا۶) کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ما کان و ما یکون کا علم رکھتے اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے ہیں ورنہ جس طرح آپ کی موجودگی میں انہوں نے کوئی سازش اور مشورہ نہیں کیا تھا آپ کی غیر حاضری میں بھی ان کو یہ جرأت نہ ہوتی اس لئے کہ آپ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں۔ پھر آگے جس بی بی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا؟ یہ تو نصِ قطعی ہے کہ ان کا اعتقاد آپ کے متعلق علم غیب کا ہرگز نہ تھا اور آپ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں جمیع ما کان و ما یکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں مجھے باتوں کا علم ہونا کیا دشوار؟ بلکہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالےٰ نے دی ہے کیونکہ وہی علیم اور خبیر ہے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ سـ۹ـھ کا ہے اور وہ تمام آیات جن سے فریق مخالف مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ کشید کرتا ہے۔ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، کیا وجہ ہے کہ اُن آیات سے جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کو تو اپنا حاضر و ناظر اور جمیع ما کان و ما یکون کا عالم ہونا سمجھ میں نہ آسکا اور ازواج مطہرات کو بھی ان آیات سے یہ مسائل سمجھ نہ آسکے، اور فریق مخالف کو یہ سمجھ آ گئے۔ پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ واقعی ان آیات سے یہ مسائل ثابت ہوتے ہیں؟ یہ بات ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے اور ہر ایک

Marfat.com

باشعور اور منصف مزاج اس کی تائید کرے گا۔ اور تقریباً تمام وہ احادیث جن سے فریق مخالف علم غیب اور حاضر و ناظر پر استدلال کیا کرتا ہے اس واقعہ سے قبل کی ہیں۔ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ واقعی ان احادیث سے یہ مسائل اخذ اور ثابت ہوتے ہیں، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا آپ کے گھر میں رہتے ہوئے آپ کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ کا عقیدہ نہیں تھا تو فریق مخالف عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً یہ فرمائیں کہ کس کے ایمان پر رجسٹری ہوئی؟ اہل حق کے ایمان پر یا اہل بدعت کے؟ ؎

ہے روکش آفتاب ذرہ بغیر پردہ بلا وسیلہ — وہاں لگائی ہے آنکھ دل نے جہاں مجال نظر نہیں ہے

مفتی احمد یار خان صاحب کا چٹکلہ

مفتی صاحب ازراہِ شفقت و عنایت اہل حق کی جماعت کی طرف سے مفت وکالت کرتے ہوئے اس مضمون کو نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "جس پر یہ آیت اتری لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے دہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آرہی ہے یا نہیں؛ **جواب** اس کا جواب اسی آیت میں ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بو غیب نہیں محسوس چیز ہے، ہر صحیح الدماغ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے" اھ (بلفظہٖ جاء الحق صـ۱۲۴)

الجواب: نہ معلوم مفتی صاحب کی یہ منقول اور مفروضہ باتیں کس نے کہی ہیں؟ اور کن الفاظ میں کہی ہیں مگر مفتی صاحب اپنے ہوش و حواس کو قائم کرتے ہوئے پہلے ہمارا استدلال ملاحظہ کر لیں، پھر جواب کی ہمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ استدلال یہ نہیں ہے کہ آپ کے دہن پاک کی بو محسوس ہے یا غیب ہے؟ اس کا آپ کو علم تھا یا نہیں تھا؟ ہمارا استدلال پہلے گزر چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔ آپ حواس باختہ ہو کر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرف کیوں چلے گئے؟ اللہ کی مخلوق میں انبیاء کرام کے حواس کی طرح اور کس کے حواس ہو سکتے ہیں؟ نیز مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے۔ مفتی صاحب فرمائیں کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ نیز قرآن

Marfat.com

کریم کی کیسی کھلی ہوئی تحریف ہے (العیاذ باللہ) گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو علم تو تھا کہ واقعی اس تحریم سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اور مجھ پر وہ تنبیہ بھی نازل فرمائے گا۔ مگر چونکہ معترض ازواج کو راضی کرنا ہے لہٰذا میں عمداً اور دیدہ دانستہ اس حلال چیز کو حرام کرتا ہوں۔ کیا واقعی مفتی صاحب اور ان کی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمداً خدا تعالےٰ کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور ازواج کو راضی رکھا کرتے تھے؟ معاذ اللہ، استغفر اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے فریقِ مخالف کے عشق و محبت کی جھلک ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی ہیولیٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

دسویں آیت

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پ ۱۱ ۔ التوبہ ۔ رکوع) اور بعض مدینے والے اڑ رہے ہیں نفاق پر۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو جانتے ہیں

یہ ارشادِ خداوندی سورۂ توبہ میں ہے جو سب سے آخری سورت ہے۔ چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۶۲۶ اور مسلم ج ۲ ص ۳۵ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۲ھ سے اور مستدرک ج ۲ ص ۲۲۱ میں (جس کی تصحیح پر امام حاکم رح اور علامہ ذہبی رح دونوں متفق ہیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان المتوفی ۳۵ھ سے روایت ہے کہ آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبۃ۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ توبہ ہے۔ ہاں البتہ اس کی صرف دو آیتیں مکی ہیں وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الاٰیتین (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۳۱)

یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ اُن منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے اُن کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے، ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالےٰ ہی کو تھا اگر آپ کو علمِ غیب اور جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالےٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔

Marfat.com

قاضی بیضاوی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

لا تعلمهم لا تعرفهم باعيانهم وهو تقرير لمهارتهم فيه وتوقيهم في تحامي مواقع التهم الى حد خفي عليك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ونطلع على اسرارهم ان قدروا ان يلبسوا عليك لم يقدروا ان يلبسوا علينا -

(بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۶)

(اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان منافقوں کی شخصیتو
نہیں جانتے اور اس میں اس بات کو واضح کرتا ہے کہ
اپنے نفاق کو چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ وہ ان با
سے بھی بے حد بچتے ہیں جو ان کے معاملہ کو مشکوک کرتی
حتیٰ کہ آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراست کے ان
نفاق پر مطلع نہیں ہو سکتے ہم ہی ان کو جانتے اور ان
بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہو
تو ہم کو تو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

امام بغوی رح لکھتے ہیں کہ :-

لا تعلمهم انت يا محمد نحن نعلمهم الخ

معالم ج ۲ ص ۹۹

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ ان منافقوں کو نہیں جا
ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

اور علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ يعني انهم بلغوا في النفاق الى حيث انك لا تعلمهم يا محمد مع صفاء خاطرك واطلاعك على الاسرار نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ يعني لكن نحن نعلمهم لانه لا تخفى علينا خافية وان دقت

(خازن ج ۲ ص ۱۸۶)

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ نفاق کی اس حد کو پہنچ
ہیں کہ آپ باوجود روشن دلی اور اطلاع بر اسرار کے ان کو
جانتے بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں کیونکہ ہم پر کوئی چ
نہیں رہ سکتی - اگرچہ ایک ذرہ بے مقدار ہی کیو
ہو ۔

اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ :-

لَا تَعْلَمُهُمْ اي يخفون عليك مع كمال فطنتك وصدق فراستك لفرط توقيهم في تحامي ما

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ آپ پر باوجود آپ کی
فطانت اور صدق فراست کے مخفی ہیں کیونکہ وہ ایسے

Marfat.com

يشككك في امرهم ثم قال نحن نعلمهم اي لا يعلمهم الا الله ولا يطلع على سرهم غيره لانهم يبطنون الكفر في سويداء قلوبهم و يبرزون لك ظاهرا كظاهر المخلصين من المؤمنين (مدارك ج ۲ ص ۱۸۶)

سے بہت پرہیز کرتے ہیں جو ان کے نفاق پر آپ کو شک میں ڈال دیں ہم ہی ان کو جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی بھی ان کو نہیں جانتا اور نہ ان کے بھید پر کوئی اور واقف ہے کیونکہ وہ کفر کو تو سویدائے قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور ظاہر میں آپ کے سامنے وہ مخلص مومنوں کی صورت میں پیش آتے ہیں ۔

علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوب رح لکھتے ہیں کہ :۔

لا تعلمهم لا تعلم نفاقهم نحن نعلمهم نعلم نفاقهم (تنویر المقباس ج ۲ ص ۱۸۶)

آپ ان کو یعنی ان کے نفاق کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو یعنی ان کے نفاق کو جانتے ہیں ۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

لا تعلمهم يعني لا تعرفهم يا محمد بصفة النفاق مع كمال فطنتك وصدق فراستك فهو تقرير لمهارتهم وتوقيهم في تحامي مواقع التهم الى حد خفي عليك نحن نعلمهم نطلع على اسرارهم ان قدروا ان يلبسوا عليك فلا يقدرون ان يلبسوا علينا (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۸۹)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ باوجود کمال فطانت اور صحیح فراست کے ان کو بصفت نفاق نہیں جانتے اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ بڑے ماہر ہیں اور تہمت کے مواقع سے یہاں تک پرہیز کرتے ہیں کہ آپ ان کو نہیں جان سکتے بس ہم ہی ان کو جانتے اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہیں تو ہم کو تو فریب دینے کی اُن کو کوئی قدرت نہیں ہے ۔

اور قریب یہی کچھ علامہ معین بن صفی رح نے لکھا ہے ۔ (دیکھئے جامع البیان ص ۱۶۴)

اور علامہ آلوسی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

لا تعلمهم بيان لتمردهم اي لا تعرف انت عنوان نفاقهم الى ان قال وحاصله لا تعرف نفاقهم

آپ ان کو نہیں جانتے ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کو بیان کیا ہے کہ وہ نفاق میں اتنے سرکش واقع ہوئے ہیں کہ

Marfat.com

(روح المعانی ج ۱۱ صلہ)

آپ ان کو عنوان نفاق سے نہیں جانتے ۔ ۔ ۔ حال ہے کہ آپ ان کے نفاق کو نہیں جانتے ۔

نیز اسی آیت کے تحت امام فرماتے ہیں کہ :۔

وقال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم لا تعلمهم نحن نعلمهم وهذه الأيات ونحوها اقوی دلیل فی الرد علی من یزعم الکشف والاطلاع علی المغیبات بمجرد صفاء القلب وتجرد النفس عن الشواغل وبعضهم یتساهلون فی هذا الباب جدا (روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرما[یا] آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ اور [اس] قسم کی دوسری آیات ان لوگوں کی تردید کے لئے جو محض صفائی قلب اور شواغل نفس سے الگ ہونے کی وجہ [سے] کشف اور اطلاع بر مغیبات کا دعویٰ کرتے ہیں قوی ترین [دلیل] ہیں بعض لوگوں نے یوں ہی بلا وجہ اس باب میں تساہل [سے] کام لیا ہے ۔

(نوٹ :۔ صاحب روح المعانی مطلق کشف و کرامت کے منکر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزر بھی چکا ہے [اور] آگے آبھی رہا ہے بلکہ ایسے کشف کے منکر ہیں جو تمام امور کو محیط ہو اور ہر ایک کے ظاہر و باطن پر حاوی و مشتمل [ہو] ایسا کشف اور غیب کی بعض خبریں تو علامہ ابن خلدونؒ مجانین وغیرہ کو بھی معلوم ہو سکتی ہیں اس کی مبسوط بحث مقدمہ ص۱۰۰ میں دیکھیے)

ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے جن منافقین کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان کا نفاق اور ان کے دوسرے ظاہر[ی و] باطنی احوال سب ہی علم غیب اور جمیع ماکان و مایکون میں سے ہیں لیکن اس آیت میں اس کی تصریح ہے [کہ] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی منافقت اور منافقانہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا ۔ اور قطعی طور [پر] معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور [نہ] ماکان و مایکون کا علم محیط حاصل تھا ۔ اور یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو قرآن کریم کی تمام سورتوں کے بعد نا[زل] ہوئی ہے ۔ اب فریق مخالف پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث [صحیح] بتائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کا نفاق اور ان کی منافقانہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا [علم] ہو گیا تھا ۔ خبر واحد صحیح بھی اس پر ہرگز حجت نہیں چہ جائیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء اور خصوصاً صاوی شریف و[غیرہ]

Marfat.com

شریف اور جمل وغیرہ کا تو نام بھی مت لیجئے ؎

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل ! سخت جاں ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر فریقِ مخالف کے بزعمِ خود جوابات کا بھی سرسری طور پر طائرانہ جائزہ لے لیں۔

فریقِ مخالف کے اعلیحضرت

فریقِ مخالف کے اعلیحضرت اور مجدد مائۃ حاضرہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم پر استدلال کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ـــــ "بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس و پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جُدا جُدا تفصیلاً جان لیا" (بلفظہ انباء المصطفےٰ صٓ ۳) اور نیز لکھتے ہیں کہ ـــــ "اور جبکہ یہ قرآنِ عظیم کے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونے نے دیا اور پرظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ کہ ہر آیت یا سورت کا تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطۂ علم مصطفوی کا نافی نہیں۔ الحمد للہ طائفہ تالفہ وہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علمِ عظیم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن دوز و فتن سوز انہی دو فقروں میں ہو گیا۔" (بلفظہ انباء المصطفےٰ صٓ ۴)

الجواب:-

خانصاحب کا یہ مجددانہ مغالطہ پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اوّلاً اس لئے کہ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی جس آیت سے خانصاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کُلّی غیب ثابت کرتے ہیں وہ تو سورۂ نحل کی آیت ہے اور سورۂ نحل مکّی سورت ہے۔ اگر آپ کو مکّہ مکرّمہ ہی میں سب غیب عطا ہو گیا تھا تو اور باتیں تو رہیں الگ مدینہ طیّبہ میں سورۂ بقرہ۔ آل عمران اور مائدہ وغیرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں کیوں نازل ہوئیں ؟ کیا خان صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک یہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس میں نہ تھیں ؟

وثانیاً اگر واقعی آپ کو مکّہ مکرّمہ میں کُل صغیر و کبیر اور ہر رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا تو مدینہ طیّبہ

Marfat.com

میں بہت سی چیزوں کے بارے میں آپ کے علم کی نفی قرآن کریم و احادیثِ متواترہ میں کیوں وارد ہوئی ہے
بہت سی آیات پہلے عرض کی گئی ہیں اور احادیث کا ذکر آرہا ہے انشاء اللہ!

وثالثاً خانصاحب کو کوئی نصِ قرآنی اور حدیثِ متواتر پیش کرنی چاہیئے تھی کہ جن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم آپ کو لم نقصص علیک کے نزول تک نہیں دیا گیا تھا وہ آپ کو اس آیت یا حدیث سے ملنا ثابت ہے اسی طرح ان کو لا تعلمھم نحن نعلمھم کے بعد کوئی نصِ قرآنی یا خبرِ متواتر پیش کرنی تھی کہ ان منافقین کا علم آپ کو اس قطعی الدلالۃ نص سے اور اس متواتر اور صریح حدیث سے حاصل ہوگیا خانصاحب کو اگر اس جہان میں کوئی آیت اور خبرِ متواتر اس پر دستیاب نہیں ہو سکی تو اُس جہان سے (جہاں وہ پہنچ چکے ہیں) ہی اپنے اتباع و اذناب کو بتا دینی چاہیئے تاکہ وہ بیچارے یہ اُدھار تو ختم کر سکیں۔ آخر خانصاحب نے مُردوں سے امداد و اعانت پر کئی کتابوں میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہیں، اگر ان سے یہ بھی نہ ہو سکا تو وہ کس کام کے؟ اُن میں کوئی دم خم ہے تو یہ اُدھار ہی چکا دیں۔ ہے کوئی خانصاحب کا لال علمی بیٹا جو یہ حساب بے باق کر دے۔ دیدہ باید، فھل من مبارز؟

ورابعاً خانصاحب کا تغافل یا قلتِ تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ دیکھئے کہ کس طرح یہ لکھ گئے کہ "الحمدللہ طائفہ تالفہ وہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علمِ عظیم محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن دوز و فتن سوز انہیں دو لفظوں میں ہو گیا"۔ خانصاحب ہوش میں آکر فرمایئے کہ وہ کونسی آیاتِ قطعیہ قرآنیہ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماکان و مایکون کے علم پر پیش کی ہیں؛ لفظ کُل اور لفظ ما کے عموم سے آپ کا استدلال خالص خیانت یا نری جہالت پر مبنی ہے جیسا کہ اسی کتاب میں باقرارِ خانصاحب یہ مذکور ہو گا کہ یہ کبھی استغراقِ حقیقی نہیں بلکہ استغراقِ عُرفی کے لئے آتے ہیں اور یہی مطلب مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ بادلائل یہ بحث اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

اور خانصاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہلِ حق محض قصص و روایات و اخبار و حکایات ہی نہیں پیش کرتے بلکہ وہ تو صرف وہ قصص و اخبار و حکایات پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم کی قطعی آیات سے ثابت ہیں اور وہ

Marfat.com

روایات پیش کرتے ہیں جن کا قدر مشترک متواتر ہے اور ان کے خلاف ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے ریحان صاحب کا انتہائی فاسد اور باطل عقیدہ اور بے جا غلو ہے۔ خانصاحب جیسے فاسد عقیدہ رکھنے والے کسی غالی فرقہ کی شکایت امام سیوطی رحمۃ نے یوں کی ہے جس کو حضرت ملا علی ن القاری اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:

ولکن هو لاء الغلاة عندهم ان علم رسول الله منطبق علی علم الله سواء بسواء فکل ما یعلمه الله یعلم رسوله والله تعالیٰ یقول وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ وهذا فی براءة وهی من اواخر ما نزل من القراٰن هذا و المنافقون جیرانه فی المدینة انتهی ومن اعتقد تسویة علم الله ورسوله یکفر اجماعا کما لا یخفی۔ (موضوعات کبیر ص۱۱۹)

اور لیکن یہ غالی فرقہ اس کا قائل ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا اور خدا تعالےٰ کا علم برابر ہے سو جس چیز کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اس کو جناب رسول اللہ علیہ وسلّم بھی جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں کچھ منافق ہیں جو نفاق پر اڑے ہوتے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے بس ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ ارشاد سورت براۃ میں ہے جو قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور منافق بھی دور نہ تھے آپ کے پڑوس میں مدینہ کے اندر رہتے تھے اور جس نے یہ اعتقاد کر لیا کہ خدا تعالےٰ کا اور رسول کا علم برابر ہے تو وہ اجماع اُمت کے رُو سے کافر ہے۔

(نوٹ ضروری: اس تسویہ سے تسویہ فی الکیفیت مراد نہیں ہے کہ ذاتی اور عطائی کا دُور از کار جھگڑا شروع کر دیا جائے بلکہ اس سے تسویہ فی المقدار والکمیۃ مراد ہے جیسا کہ خود خانصاحب کو اقرار ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ:۔

وان اراد مجرد التسویة فی المقدار کما هو ظاهر کلامه الخ (الدولۃ المکیۃ ص۱۲)

اور اگر اس سے تسویہ فی المقدار مراد ہو جیسا کہ ان (حضرت ملا علی ن القاریؒ) کی ظاہری عبارت اور کلام کا اقتضاء ہے۔)

اس کے بعد خانصاحب نے آئیں بائیں شائیں کر کے بہت سی فضول باتیں لکھی ہیں جو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی طرف التفات کیا جائے۔

(۵) خامساً خانصاحب کا دعویٰ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو نزولِ تمیں قرآن کریم

Marfat.com

کے وقت سب ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوا تھا پہلے نہ تھا۔ پھر خانصاحب نے تبیاناً لکل شیئ وغیرہ آیات سے (جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں) کیوں ہر صغیرہ وکبیرہ اور ہر رطب ویابس وغیرہ کا ثبوت فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے؟ اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ دے کر اپنے تجاہل یا تغافل کا ثبوت دیا ہے خانصاحب! جس وقت کا دعویٰ ہے، اس وقت کے مطابق دلیل بھی درکار ہے۔ اس کو کوئی عقلمند نہیں باور کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو حاصل ہو آخری وقت میں اور دلائل پیش کئے جائیں مکی زندگی کے اور جنگ بدر کے کہ ھٰذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ۔ دعویٰ تو یہ ہو کہ آپ کو نزول جمیع قرآن کے وقت ما کان وما یکون کا علم عطا ہوا تھا اور دلیل پیش کی جائے لفظ النبی کو کہ اس کے معنی ہی غیب دان کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے جس دن آپ کو نبوت و رسالت عطا ہوئی تھی اسی دن سے آپ کے لئے کلی غیب کا دعویٰ کرنا چاہئے۔ الغرض بدعت پسند حضرات قرآن کریم اور حدیث کے علم سے تو ویسے ہی کورے ہیں، جو اشیاء صرف متوسط قسم کی عقل سے حاصل ہوتی ہیں وہ ان سے بھی محروم ہیں۔ مگر کیا کیا جائے، کہنے والے نے کیا ہی پتے کی بات کہی ہے ؎

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور حکیم سرّ محبت سے بے نصیب رہا

الغرض خانصاحب کی طرف سے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کا کوئی جواب نہیں ہو سکا اور نہ ہی ان کی جماعت سے تا قیامت اس کی امید کی جا سکتی ہے، وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ۔

مولوی محمد عمر صاحب کی راگنی

دیکھئے وہ خانصاحب بریلی سے بولے تھے اور یہ مولوی محمد عمر صاحب اچھرہ سے بول رہے ہیں دونوں کو خدا نے موزون ومناسب جگہیں دی ہیں۔ مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے، بھلا خدا کے کاموں میں کس کو دخل ہے۔ جیسے عقیدے ویسے بندے، جیسے بندے ویسی ہی جگہیں، اور لطف یہ کہ جیسے مولوی ویسے ان کے ماننے والے۔ کمی پھر کس چیز کی ہوگی؟ ع "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا"۔

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"محمد عمر۔۔۔ ذرا گستاخی سے کام نہ لو، یہ کلی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف منسوب ہے ایسے

Marfat.com

الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمانا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے محاورے کو سمجھانے کے واسطے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ فرمایا ہے۔ یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلہ میں اُس کے دشمن کو ضروری سزا دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدیدی نظر اُٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا یہ منکر بڑا بے ایمان ہے میں اس کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور اس کی سفارش نہ کرے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس مقام پر لَا تَعْلَمُهُمْ فرما کر آپ کی بے علمی مراد نہیں لے رہا۔ بلکہ اُن کی بے ایمانی کو سختی سے اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی منافقانہ چال دیکھ کر اپنی رحمت سے نہ چھوڑ دیں اور آپ کے علم منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ ۲۷ مائدہ ۶/۸ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (آپ ملاحظہ فرماتے ہیں اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ اگر آپ کو منافقین کے نفاق کا علم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کے نفاق کی رؤیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ منافقین کے دلوں کی مرض کو جانتے ہیں اور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ (انتہیٰ مقیاس۔ ص ۳۸۶-۳۸۷)

الجواب

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب قرآن کریم کی خالص تحریف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور بالکل باطل اور مردود ہے۔

اولاً اس لئے کہ آپ نے قرآن کریم کی آیت اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر میں متعدد مفسرین کرام ؒ کے اقوال ملاحظہ کئے۔ ان میں سے کسی کو یہ مبارک اجتہاد نہ سُوجھا۔ نہ معلوم مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کو (دیکھئے جاء الحق ص۱۰۱) یہ کہاں سے معلوم ہوا ؟ کتب تفاسیر کی ورق گردانی کر لیجئے، کوئی ایک معتبر اور مستند مفسر بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس نے ایسی تحریف کی ہو۔ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا

وثانیاً یہ جتنے مفسرین کرام ؒ جن کا ذکر ہو چکا ہے نہ تو اس آیت کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور اُن کا باطن معلوم نہ تھا اور مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں کہ

Marfat.com

ایسے الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک یہ سب مفسرین کرام رح کافر ٹھہرے
دل کی کہنا لگی لپٹی نہ ہو؛ ع " جو خناسب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے!"

وثالثاً مولوی محمد عمر صاحب نے تَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ پیش کر کے جو یہ لکھا ہے کہ
" اللہ تعالےٰ نے اُن کے دلوں کے نفاق کی رویت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا؛ تو یہ بھی
مولوی محمد عمر صاحب تیمم علم کی عجیب جہالت کا ثبوت ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فَتَرَی کا مفعول
الذین ہے فی قلوبھم نہیں ہے اور معنی یہ ہے کہ اے مخاطب آپ اُن لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دل
میں بیماری ہے یُسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ کہ دوڑ دوڑ کر اُن اہل کتاب میں گھستے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم کو اندیشہ
کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے لہٰذا ہمیں ان سے بگاڑ مناسب نہیں ہے۔ منافقوں کا اور ان کے ظاہری طور
پر اہل کتاب سے میل جول کا دیکھنا کہاں؛ اور دلوں کا دیکھنا کہاں؛ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی بلا سے ان
کو تو مال و زر در کار ہے، ایمان رہے یا نہ رہے ان کا مالی ٹھیکہ ہاتھ سے نہ نکل جائے: ؎

براں مرغے کہ پروردی بہ زنجیر تلاش دانہ در صحرا گراں است

مفتی احمد یار خان صاحب کا مفتیانہ کرشمہ

مفتی صاحب نے اس آیت کے جواب میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ
فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ سے منسوخ ہے جیسا کہ تفسیر جمل میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے — عینی شرح بخاری
ج ۴ صـ۲۲۱ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جمعہ کے دن خطبہ
پڑھا اور فرمایا، اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ اُن میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکالا
شرح شفا ملا علی قاری رح جلد اول صـ۲۴۱ میں ہے — ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین
سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ (محصلہ جاء الحق صـ۹۹)

الجواب:۔

مفتی صاحب کی یہ سب باتیں اس آیتِ کریمہ کا ہرگز جواب نہیں بن سکتیں۔ اولاً اس لئے کہ
سورۂ توبہ قرآنِ کریم کی آخری سورت ہے اور یہ لَا تَعْلَمُهُمْ اسی میں مذکور ہے، اور تمام معتبر مفسرین یہی فرماتے

Marfat.com

اور بتاتے ہیں، لہٰذا متقدم سے متاخر کا منسوخ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اور جمل (جو الشیخ سلیمان الجمل رح نے ۱۱۹۶ھ میں چار جلدوں میں لکھی ہے) کا یہ مقام ہی نہیں کہ اس کی غیر معتبر تفسیر کو لے کر صحیح روایات اور معتبر مفسرین کرام رح کی تفسیروں کو رد کیا جا سکے، اس لئے جمل کا یہ حوالہ اور تفسیر سرے سے قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ مفتی صاحب ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ "رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یا اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہٗ" (انتہیٰ جاء الحق ص۹) اور دوسری طرف جمل کی تفسیر کو لے کر خیر سے قرآن کریم کی آیت کو منسوخ کرنے کے درپے ہیں۔

وثانیاً لَا تَعْلَمُهُمْ خبر ہے اور خبر میں نسخ کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کما مرّ۔

وثالثاً ان دونوں آیتوں کا محل ہی الگ الگ اور جدا جدا ہے۔ نہ تو ان میں تعارض کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نسخ کا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں کہ:-

وقوله لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ لا ينافي قوله تعالى وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ لان هذا من باب التوسم فيهم بصفات يعرفون بها لا انه يعرف جميع من عنده من اهل النفاق والريب على التعيين۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴)

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ اس کے اس ارشاد وَلَوْ نَشَاءُ الخ کے منافی نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ منافق دکھا دیں، سو آپ اُن کو اُن کے چہرے بشرے کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں اور آپ ان کو بات کے ڈھب سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ یہ تو اُن علامات سے پہچاننا مراد ہے جو اُن کے چہرے پر رونما ہوں جس سے وہ پہچانے جا سکتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ تمام منافقوں اور مشکوک لوگوں کو علی التعیین جانتے تھے۔

اور یہی حافظ ابن کثیر رح وَلَوْ نَشَاءُ الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

ولو نشاء يا محمد لاريناك اشخاصهم فعرفتهم عيانا ولكن لم يفعل تعالى ذالك في جميع المنافقين سترًا منه على خلقه وحملا للامور على ظاهر

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر ہم چاہیں تو منافقین کو بأشخاصهم معین کر کے آپ کو دکھا دیں اور نام بنام مطلع کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے بارے میں ...

Marfat.com

السّلامة وردّ السرائر الی عالمها ولتعرفنّهم فی لحن القول ای فیما یبدو من کلامهم الدال علی مقاصدهم یفهم المتکلم من ای الحزبین هو بمعانی کلامه وفحواه وهو المراد من لحن القول ۔ (ابن کثیر ج ۴ ص [illegible])

تستر اور امور کو ظاہری سلامت روی پر رکھتے ہوئے اور بھیدوں کو اس کے جاننے والے کے حوالہ کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا اور آپ ان کو ان کے ظاہری کلام سے جو ان کے مقاصد پر دال ہے اور متکلم کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے پہچان سکتے ہیں کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس کی بات کے رنگ ڈھنگ سے اس کو پہچانا جا سکتا ہے اور لحن القول سے یہی مراد ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ لا تعلمهم نحن نعلمهم میں حقیقی علم مراد ہے کہ ان منافقوں کا حقیقی علم آپ کو نہیں صرف ہمیں کو ہے اور ولو نشاء الآیہ میں چہرے بشرے اور طرزِ گفتگو سے پہچاننا مراد ہے جو صرف ظاہری قرائن اور شواہد کے تحت ہے اور یہ ظن کے درجہ سے اوپر نہیں جاتا کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے ، جو زور و شوکت ، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے منافق کتنی ہی کوشش اور تصنع سے کام لے وہ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا ۔

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

ولا تنحصر السیماء بالکتابة بل قد تکون بغیرها ایضاً مما یعرفهم به النبی صلی الله علیه وسلم کما یعرف الفائف حال الشخص بعلامات تدل علیه وکثیرا ما یعرف الانسان محبه و مبغضه من النظر ویکاد النظر ینطق بما فی القلب وقد شاهدنا غیر واحد یعرف السنی والشیعی بسمات فی الوجه وان صح ان بعض الاولیاء قدست اسرارهم کان یعرف الابرو

اور یہ علامت کتابت ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقوں کو پہچان سکتے تھے جیسے کہ قیافہ دان کسی شخص کے ظاہری حالات اور علامات کو دیکھ کر اس کا حال معلوم کر لیتا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے دوست اور دشمن کو اس کی نظر ہی سے پہچان لیتا ہے اور نظر ہی اس کے دل کی ترجمانی کر دیتی ہے اور ہم نے متعدد حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ چہرے پر علامات کو دیکھ کر سنی اور شیعہ کو پہچان

Marfat.com

الفاجر والمؤمن والکافر ویقول اشم من فلاں رائحۃ الطاعۃ ومن فلاں رائحۃ المعصیۃ و من فلان رائحۃ الایمان ومن فلان رائحۃ الکفر

اھ (روح المعانی ج ۲۶ صـ)

لیتے ہیں، اور اگر یہ صحیح ہو (تو اس سے مزید تائید حاصل ہو جاتی ہے) کہ بعض اولیاءِ کرام نیک اور بد، مومن اور کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلاں سے مجھے طاعت کی اور فلاں سے معصیت کی بو آتی ہے اور فلاں سے ایمان اور فلاں سے کفر کا رائحہ محسوس ہوتا ہے الخ

الغرض لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کو فَلَعَرَفْتَهُمْ سے منسوخ قرار دینا سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ اُن کا محل جُدا جُدا ہے رہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقوں کو جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں، اولاً تو اس لئے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبر واحد ہے اور بقول خانصاحب اس کو قرآن کریم کی قطعی آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے ؛ خانصاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

" کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی ۔" (انباء المصطفیٰ صـ)

نیز لکھتے ہیں کہ " نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکتے ۔" (بلفظہ انباء المصطفیٰ صـ)

اور مفتی صاحب کا حوالہ بھی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ دوسروں سے قطعی الدلالۃ دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں کہ :۔ " وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو ۔" (بلفظہ جاء الحق صـ)

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ " قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے ۔" انتہی (جاء الحق صـ)

جب تک وُہ اس حدیث کا تواتر نہ ثابت کریں ان کو اپنے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے ؛

وثانیاً اس مضمون کی کوئی روایت صحیح نہیں ہے ہم اس سلسلہ کی روایات کا باحوالہ تذکرہ کرتے ہیں اور

Marfat.com

ساتھ ہی ان کے رجال کا ذکرِ خیر بھی کتب اسماء الرجال سے کر دیتے ہیں تاکہ اصل حقیقت سامنے آجائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت

ان کی روایت امام ابن جریرؒ (اور طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابوالشیخ) وغیرہ نے نقل کی ہے اور اس کی سند یوں ہے :۔ اسباط عن السدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضؓ الخ دیکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱ صث وعمدۃ القاری ج ۴ صـ۲۲۱ و در منثور ج ۳ صـ۱۲۷ و ابن کثیر ج ۲ صـ۳۸۵ و روح المعانی ج ۱۱ صـ۱ وغیرہ مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے، اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے۔ کیونکہ ایک تو اس کی سند میں اسباط بن نصر الہمدانی ابویوسف ہے۔ امام حرب رح کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل رح اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔ امام ابوحاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابونعیم سے اس کی تضعیف سُنی ہے اور اُنہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور مقلوب الاسانید ہیں۔ امام نسائی رح کا بیان ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ساجی رح اس کو ضعفاء میں بیان کرتے ہیں۔ امام ابن معینؒ سے ایک روایت میں لیس بشیئٍ کے الفاظ مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ صـ۲۱۲) اور دوسرے راوی اس میں السدی الکبیر ہیں جن کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ ہے۔ یہ اگرچہ فنِ تفسیر کے امام ہیں مگر فنِ حدیث کے بارے میں محدثینِ کرام رح کی رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن معین رح فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی رح فرماتے ہیں کہ ھو کذاب شتامؒ (وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا) ابوزرعہ رح فرماتے ہیں کہ وہ کمزور ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے مگر اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ عقیلی کہتے ہیں کہ وُہ ضعیف ہے۔ ساجی کا بیان ہے کہ صدوق فیہ نظر۔ امام طبری کہتے ہیں لا یحتج بحدیثہ کہ اس کی حدیث سے احتجاج و استدلال جائز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ صـ۳۱۴) اور معالم التنزیل ج ۴ صـ۲۳۱ بر ابن کثیر، اور مجموع التفاسیر ج ۳ صـ۱۷۶ میں اس مضمون کی ایک روایت کلبی اور سدی دونوں سے مروی ہے۔

کلبی کا حال بھی سُن لیجئے، اور سدی اس مقام پر الصغیر ہے۔ اس کا حال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابوالنضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں

Marfat.com

دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک اُن میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے، ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشیٔ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحیٰی اور ابنِ مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابوجزء رح نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریعؒ سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے میں نے بھی اُن سے یہی سنا کہ اشہد انہ کافر۔ اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ :۔

یقول کان جبرائیل یوحی الی النبیؐ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فقام النبی لحاجتہ وجلس علی رضؓ فاوحی الیٰ علی رضؓ	کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل عؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضؓ بیٹھ گئے تو جبرائیل عؑ نے اُن پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام موردِ وحی اور مہبطِ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضؓ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سُنا گئے، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس جبرائیلؑ نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہو گی اور نہ معلوم حضرت علی رضؓ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیلؑ حضرت علی رضؓ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہو گی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیلؑ پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سُنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضؓ ہی ہوں۔ آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ :۔

جبرائیل کہ آمد چوں از خالقِ بےچوں بہ پیشِ محمد شد و مقصود علی رضؓ بود

معاذ اللہ، استغفر اللہ، کلبی نے تو حضرت جبرائیلؑ، جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابوصالح عن ابن عباس رضؓ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو فھو کذب، (وہ جھوٹ ہے)

Marfat.com

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ محدثین سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو
صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا س
علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ
اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایات پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج
نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی ش
حافظ ابوعبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے

وقد اتفق ثقات اھل النقل علی ذمہ وترك الروایۃ عنہ فی الاحکام والفروع (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۸ تا ص ۱۸۱ ملتقطاً)

تمام اہل نقل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رحہ نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا
جائز نہیں ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲)، اور علامہ محمد طاہر الحنفی رحہ لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت
تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضہ ہے، اور

فاذا انضم الیہ محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲ و اتقان ج ۲ ص ۱۸۹)

جب اس کے ساتھ محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے پھر تو یہ جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ سچ ہے ع شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے :-

امام بخاری رحہ فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔ (ضعفاء صغیر امام بخاری رحہ ص ۱۰۹
اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائی رحہ ص ۵۲) علامہ ذہبی رحہ لکھتے
ہیں کہ محدثین نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن
معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد رحہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا
ہے کہ جھوٹ اس کی روایات پر بالکل بیّن ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲)۔ امام بیہقی رحہ فرماتے ہیں

Marfat.com

...ف ہے۔ (کتاب الاسماء والصفات ص۲۹۴)۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ...ج ۳ ص۵۱۵)۔ علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (شفاء السقام ص۳۷)۔ علامہ محمد طاہرؒ لکھتے ... وہ کذاب ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات ص۹)۔ جریر بن عبد الحمیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ابن نمیرؒ کہتے ... وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ... یضع (خود جعلی حدیثیں بھی بنایا کرتا تھا)۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی حدیث ہرگز ... بھی جا سکتی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص۴۳۶)

یہ ہیں وہ شبیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً قرآن ... نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے غلط اور باطل عقیدہ پر زد نہ پڑے۔ فوا اسفا۔ اور خود یوں گوہر ...ان ہیں کہ۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی ...ئے سے۔ (جاء الحق ص۶۰)۔

رہی حضرت ابن عباس رضؓ کی وہ روایت جو شرح شفاء میں حضرت ملا علی القاریؒ نے نقل کی ہے کہ ...ن مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند انہوں نے کوئی بیان نہیں کی۔ ظن غالب یہی ... کہ اس کی سند میں بھی کوئی کلبی اور سدی جیسا شبیر موجود ہے تو ایسی بلا سند اور موقوف روایت سے قرآن کریم ... الدلالۃ اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رد کیا جا سکتا ہے؟ اور ایسی روایت قرآن کریم کی آیت کا جواب کیسے ... ہے؟ مفتی صاحب اوروں سے تو آپ قطعی الدلالت نص اور حدیث متواتر مانگتے ہیں کیا اپنے گھر ... کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے؟ ذرا ادھر بھی تو نگاہ کیجئے اور دل کی کھوٹ عوام کے سامنے تو آپ مل کی نہ ... نہ ہوں گے۔ ہمارے سامنے ہی کہہ دیجئے ؏

میں اگر جاؤں تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ ۔۔۔ میرا جانا [illegible] ہے نا صبر کا جانا اور ہے

...ت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت

اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ ...ے جمعہ کے دن خطبہ کرنے کے وقت بہت سے منافقین [illegible] نکال دیا تھا [illegible]

Marfat.com

کی تعداد چھتیس تھی — یہ روایت عمدۃ القاری ج ۴ صت ۲۲۱ تفسیر ابن کثیر ج ۲ صت ۳۸۵ و ج ۴ صت ۱۸۰، البدایہ والنہایہ ج ۵ صت ۲۷ اور خصائص الکبریٰ ج ۲ صت ۱۰۲، روح المعانی ج ۱۱ صت ۱ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس روایت سے بھی استدلال کئی وجوہ سے درست نہیں ہے۔

اوّل وجہ تو یہ ہے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے۔ عمدۃ القاری، خصائص الکبریٰ اور البدایہ والنہایہ وغیرہ میں صحابی کا نام عبد اللہ بن مسعود رضؓ آیا ہے لیکن حافظ ابن کثیر رحؒ تفسیر میں نام یہ بتاتے ہیں ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضؓ (دیکھئے تفسیر ج ۴ صت ۱۸۰) اور روح المعانی میں ابن مسعود انصاری رضؓ کا ذکر ہے (حالانکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ مہاجر ہیں انصاری نہیں ہیں) قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود الہذلی رضؓ نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضؓ سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحؒ اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں عن ابی مسعود الانصاری رضؓ الخ (درمنثور ج ۳ صت ۲۷۲) ابن مسعود رضؓ اور ابو مسعود رضؓ میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بیہقی رحؒ کی سند میں "ابو احمد الزبیری عن سفیان الخ" واقع ہیں اور یہ اگرچہ بعض محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمد بن حنبل رحؒ فرماتے ہیں کہ :۔ کثیر الخطأ فی حدیث سفیان (سفیان سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطا کر جاتے ہیں) اور یہ روایت بھی اُن کی سفیان ہی سے ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے مگر شیعہ ہے، اور ابو حاتم رحؒ فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے مگر لہ اوہام ان سے اوہام صادر ہوتے رہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ صت ۲۵۵) اور دوسرے راوی اس سند کے سلمہ بن کہیل ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلی، یعقوب بن شیبہ اور امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔ (تہذیب ج ۴ صت ۱۵۷) اور شیعہ کا نظریہ علم غیب کے بارے میں نیز صحابہ کرام رضؓ کے اوپر طعن کرنے اور نفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اور ابن مردویہ کی روایت میں جو بطریق ابن مسعود رضؓ مروی ہے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ :۔

ماکنا نعرف المنافقین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ببغضھم علی بن ابی طالب۔ (درمنثور ج ۶ صت ۶۶)	ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف اس علامت سے منافقوں کو پہچانتے تھے کہ وہ حضرت علی رضؓ سے بغض رکھتے ہیں۔

Marfat.com

سوچنے کی بات ہے کہ گیا منافقوں کا بُغض صرف حضرت علیؓ سے تھا، حضرت عمرؓ وغیرہ سے نہ تھا؟ ان کے ساتھ بغض کرنے کو کیوں علاماتِ نفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ بلکہ اسی سابق روایت میں ایک لطیف حیلہ سے حضرت عمرؓ کا خطبۂ جمعہ میں دیر سے آنا بھی مذکور ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ آئے تو منافق مسجد سے نکل رہے تھے اور حضرت عمرؓ حیا کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو جمعہ پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آرہا ہوں مگر بعد کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں عیاض بن عیاض عن ابیہ عن ابن مسعودؓ الخ ہے دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷ و ابنِ کثیر ج ۲ ص ۳۸۱ وغیرہ اور کتب اسماء الرجال میں عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ باپ اور بیٹے دونوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون تھے اور کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف تھے؟ جو شخص اس کی صحت کا مدعی ہے وہ سابق اعتراض کے علاوہ ان دونوں کی توثیق بھی کتب الرجال سے پیش کرے۔ ودیدہ باید۔ اور اس کے بغیر اس کی صحت کا ادعا محض باطل ہوگا اور تفسیر منار میں اس کی تصریح ہے۔

والذی اراہ ان الروایۃ غیر صحیحۃ (المنار ج ۱۱ ص ۲۰) ہمارے خیال کے مطابق یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے۔

الغرض اصولِ حدیث اور فنِ روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو بھی جائے تب بھی خبرِ واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔ علاوہ بریں روایتی حیثیت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض درایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریقِ مخالف کا مدعیٰ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورتِ صحت ان روایات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس ۳۶ منافق تھے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟ مسجد سے خطبۂ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی اور احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابنِ عباسؓ کی بے سند روایت کا فریقِ مخالف کیا جواب دے گا۔ ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جس میں تین سو ۳۰۰ مرد اور ایک سو ستر ۱۷۰ عورتیں شامل تھیں؛ دیکھئے فریقِ مخالف کیا لب کشائی کرتا ہے؛

Marfat.com

فائدہ:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تبوک کے سفر میں ایک گھاٹی کے اندر بارہ (اور ایک روایت میں چو
ایک میں پندرہ کا ذکر بھی آیا ہے) منافقوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے (العیا
مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ نے صرف حضرت حذیفہ رض کو بتا
تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ صاحب سِرِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مشہور تھے۔ دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۳۶۹
البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹ و زاد المعاد ج ۲ ص ۹ و ابن کثیر ج ۲ ص ۳۷۳ و خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۷۹ و
اور یہی وہ سِر اور راز ہے جس کا تذکرہ ملا علی القاری نے مرقات ج ۵ ص ۹۱ میں کیا ہے کہ آنحضرت صلی
علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رض کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کے تمام منافقوں کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے نام حضرت
حذیفہ رض کو بتا دیئے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :-

انہ علیہ السلام اعلم حذیفۃ باعیان اربعۃ عشر او خمسۃ عشر منافقا وھذا تخصیص لا یقتضی انہ اطلع علی اسمائھم واعیانھم کلھم

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رض کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے نام (مع ان کی شخصیتوں کے) بتائے تھے اور یہ صرف ان چودہ پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رض کو سب کے نام اور ذوات بھی بتلا دی تھیں۔

الحاصل مرقاۃ کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ کو جملہ منافقوں کا علم تھا اور آپ نے حضرت حذیفہ رض کو و
سب بتلا دیئے تھے اور اسی لئے وہ رازدان مشہور تھے وغیرہ وغیرہ یہ حدیث اور تاریخ اسلام سے بے خبری
کا نتیجہ ہے۔ ؎

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن ٹوٹ چکا

گیارھویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

Marfat.com

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتیٰ یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین ○
(پ ۱۰ - التوبہ - رکوع ۷)

اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت دے دی تو نے اُن کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ۹ھ میں قیصر روم کے مقابلہ کے لئے تبوک کے مقام پر جانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لئے نفیر عام کا صاف اعلان فرمایا، تو منافقین نے یہ دیکھ کر کہ فصل کی کٹائی کا موسم ہے، گرمی بڑی سخت ہے، سفر اور مسافت بہت لمبی ہے، پھر رومیوں کی مسلح اور آزمودہ کار لاتعداد فوج سے مقابلہ ہے۔ وہاں سے بھلا کامیابی اور غنیمت کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر مختلف قسم کے عذر پیش کئے اور اپنی مجبوریاں بیان کیں اور اس غزوہ میں نہ جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت نے ان کو ان بہانوں میں صادق تصور کرتے ہوئے شرکت نہ کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ ایک گونہ عتاب آمیز مگر نہایت پیارے انداز میں کہا گیا کہ آپ نے ان کے اظہار کا سچ اور جھوٹ معلوم ہونے سے پہلے کیوں ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے غزوۂ تبوک میں جانا بہر حال نہ تھا اور ان کی عدم شرکت سے ان کا قرائن اور حالات کے تحت سچا اور جھوٹا ہونا آپ کو بخوبی معلوم ہو جاتا اب تو یہ آپ کی اجازت کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور لوگوں کے نزدیک سرخرو ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذن لجماعۃ فی التخلف باجتہاد منہ فنزل عتاباً لہ وقدم العفو تطمیناً لقلبہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم فی التخلف وھلا ترکتھم حتیٰ یتبین لک الذین صدقوا فی العذر وتعلم الکاذبین ○
(تفسیر جلالین صفحہ ۱۵۸)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے منافقوں کی ایک جماعت کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی تھی، اسی کے عتاب میں یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کی تسلی کے لئے معافی کے اعلان کو مقدم کر کے اس طرح فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کو بخشا آپ نے ان کو پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی؟ اور کیوں نہ ان کے معاملہ کو اُس وقت تک کے لئے ملتوی رکھا جب تک آپ ان میں سچے

Marfat.com

عذر کرنے والوں اور جھوٹوں کو جان نہ لیتے۔

اور علامہ معین بن صفی رح نے بھی اس کے قریب قریب تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے جامع البیان ص۱۵۸)

اور علامہ ابوالسعود رح لکھتے ہیں کہ :۔

کانہ قیل لم سارعت الی الاذن لھم وھلا تانیت حتیٰ ینجلی الامر کما ھو قضیۃ الحزم۔ (ابوالسعود ج ۵ ص۱۳۳)

گویا آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ نے ان منافقوں کو اجازت دینے میں کیوں اتنی جلدی کی؟ اور کیوں اتنا توقف بھی نہ کیا کہ اصل معاملہ آپ پر کھل جاتا جیسا کہ حزم و احتیاط کا مقتضیٰ ہے۔

اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

معناہ مالك اذنت لھم فی القعود عن الغزو حین استاذنوك واعتلوا الك بعللھم وھلا استانیت بالاذن حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ (مدارک ج۲ ص۹۸)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کیا ہوا تھا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے رہ جانے کی اجازت دے دی جب انہوں نے اجازت چاہی اور حیلے کئے اور کیوں نہ آپ نے اتنا توقف کیا کہ آپ کو ان کے سچے اور جھوٹے معلوم ہو جاتے۔

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاوی رح نے تحریر فرمایا ہے۔ (دیکھئے بیضاوی ص۲۹۲)

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :۔

یقول تعالیٰ ھلا ترکتھم لما استاذنوك فلم تاذن لاحد منھم فی القعود لتعلم الصادق منھم فی اظھار طاعتك فانھم کانوا مصرین علی القعود عن الغزو وان لم تاذن لھم فیہ۔ (ابن کثیر ج۲ ص۳۶۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقوں نے جب آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اس حالت میں کیوں نہ چھوڑ دیا، کہ اُن میں سے کسی کو بھی ترکِ جہاد کی آپ اجازت نہ دیتے تاکہ آپ اُن میں سے اُن کے صدق کو جو آپ کی اطاعت کا اظہار کرنے میں نہ جان لیتے کیونکہ منافق ترکِ جہاد پر مُصر تھے ہی، اگرچہ آپ ان کو اجازت نہ بھی دیتے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رض سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ :۔

لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرف المنافقین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منافقوں کو نہ جانتے

Marfat.com

یومئذٍ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۸۴) تھے (اور بعد کو بھی سب کا علم نہیں ہو سکا)

اور حضرت ابنِ عباس رضی کی ایک روایت میں ہے کہ :۔

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاذن لھم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دینے لگے (کہ

لایدری ما فی انفسھم (کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۹) وہ تبوک کی مہم میں شریک نہ ہوں) لیکن آپ ان کے دلوں

کی باتوں کو نہ جانتے تھے۔

اس آیت سے اور اس کی ذیل میں مفسرینِ کرامؒ کے اقوال اور عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیش کردہ اعذار کی بنا پر غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی تھی، ان کے اعذار اور بہانوں کا سچ اور جھوٹ ہونا اس وقت تک آپ کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے، اور یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ کما مرّ۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی اُپج

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ۔۔۔ "جواب: نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور اُن کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے اُن کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش آپ نے اُن کو رُسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کونسی ہوئی تھی؟ عفا اللہ، کلمۂ دعائیہ ہے نہ کہ عتاب۔" (انتہیٰ بلفظہٖ۔ جاء الحق ص ۱۰۳)

الجواب :۔

مفتی صاحب نے حسبِ عادت یہاں بھی عجیب قسم کی خیانت یا جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ حتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ ہ کو بالکل ہضم ہی کر گئے ہیں، اور ان کا معدہ ایسا قوی معلوم ہوتا ہے کہ ڈکار تک نہیں لیتے۔ اگر اس جملہ کا تذکرہ کرتے اور اس کو بھی ملاحظہ کر لیتے تو اُن کو حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اصل معاملہ کیا ہے اور مَیں کیا کہہ اور لکھ رہا ہوں کہ نہ حضور اُن کے فریب سے بے خبر تھے و ثانیاً، نہ معلوم یہ کس آیت کا ترجمہ اور مفہوم ہے کہ اے مجرموں کے پردہ پوش آپ نے ان کو رُسوا کیوں نہ کیا؟ اس آیت میں تو کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو تنبیہ کی

Marfat.com

گئی ہے جیسا کہ آپ نے مفسرین کرام رح کے اقوال اور عبارات میں ملاحظہ کر لیا ہے۔

وثالثاً۔ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ "نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے" ۔ سراسر غلط ہے تفسیر جلالین وغیرہ کی عبارت میں صراحت کے ساتھ عتاب کا لفظ موجود ہے، اور حافظ ابن کثیر حضرت عونؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

هل سمعتم بمعاتبة احسن من هذا؛ بدأ بالعفو قبل المعاتبة۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۶۰)

کیا تم نے اس سے بہتر عتاب سُنا ہے؛ کہ عتاب سے پہلے عفو کا پروانہ دیا جائے۔

غرضیکہ اس آیت میں عتاب بھی ہے اور عفو کی سند اور پروانہ بھی ہے۔

ورابعاً مفتی صاحب کی یہ بھی غلطی اور کوتاہ فہمی ہے کہ وہ یہ لکھتے ہیں کہ عتاب غلطی پر ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کونسی تھی؟ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ عتاب لغزش اور خطائے اجتہادی پر بھی ہوتا ہے اور اس مقام پر خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے۔ جیسا کہ خود نص اور مفسرین کے اقوال اس پر دال ہیں۔

بارھویں آیت (۱۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ط وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط الآية

(پ ۱۱ - التوبہ - رکوع ۱۳)

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد اور کفر پر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور مورچہ لگانے کے لئے اس شخص کے لئے جو اس سے قبل لڑ رہا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۝ آپ نہ کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خبیث قسم کا عیسائی پادری تھا جس کا نام ابوعامر راہب تھا، جو پیر مغنی اور مولوی تھا اور زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو ابوعامر کی مکاریاں اور دینی فریب کاریاں آفتاب نبوت کے سامنے بے نقاب ہوگئیں۔ وہ مجبور ہو کر وہاں سے مکہ بھاگ گیا اور مشرکین مکہ کو اہل اسلام کے خلاف اُکسایا۔ جنگ اُحد میں خود میدان میں لڑا

Marfat.com

اور اسی کی سازش سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ جب حنین کے مقام پر مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے فتح دی اور سارا عرب ان کے زیر اثر آگیا، تو ابوعامر نے محسوس کرلیا کہ اب عرب میں کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی تو بھاگ کر ملکِ شام جا پہنچا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک جرار لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں مسلمانوں کو پامال کردے گا (العیاذ باللہ)، تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنالو، جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہوکر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہوسکیں اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچادیا کرے اور میں بذاتِ خود آؤں تو ایک موزون ومناسب جگہ میرے ٹھہرنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث اور ناپاک مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور منافقوں نے حضور کے سامنے یہ کہا کہ حضرت واللہ ہماری نیت اچھی ہے۔ بیماری اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں اور ناتوانوں کا مسجد قبا تک جانا دشوار ہے، اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو۔ آپ وہاں نماز کا افتتاح فرمائیں تاکہ ہمارے لئے موجبِ برکت وسعادت ہو۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت تبوک کی مہم پر جارہا ہوں۔ (اور بعید نہیں کہ تبوک کے مقام پر جانے کے لئے جو مجبوری اہلِ اسلام کو پیش آئی تھی اس میں بھی ابوعامر کا ہاتھ ہو اور اس نے رومیوں کو اس بات پر آمادہ کرلیا ہو کہ وہ عرب پر چڑھائی کریں جیسا کہ اس کا مذکورہ بیان بتارہا ہے)

ولو قدمنا ان شاء اللہ تعالیٰ اتیناکم فصلّینا لکم فیہ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸)

جب ہم واپس آئے تو انشاء اللہ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔

جب آپ تبوک کی مہم سے بخیر وعافیت واپس تشریف لائے اور مدینہ طیبہ میں ابھی داخل ہوئے تھے کہ ایفائے عہد کا وقت بالکل قریب پہنچ گیا۔

لم یبق بینہ وبینہا الا یوم او بعض نزل علیہ جبرائیل بخبر المسجد الضرار

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مدینہ طیبہ میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ باقی رہا تو حضرت جبرائیلؑ مسجد

Marfat.com

وما اعتمدہ بانوہ من الکفر والتفریق بین جماعۃ المؤمنین الی ان قال فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ذالک المسجد من ھدمہ قبل مقدمہ المدینۃ

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸)

ضرار کی حقیقت سے آپ کو آگاہ کرنے آئے اور اس مسجد کے تعمیر کرنے والوں نے کفر اور تفریق بین المسلمین کا جو پروگرام بنایا تھا اس سے آپ کو باخبر کیا ۔ ۔ ۔ تو آپ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے قاصد بھیجے جنہوں نے اس مسجد ضرار کو گرا کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ان منافقین کے سرغنہ مجمع سے دریافت کیا کہ اس تمہارا کیا مقصد ہے ؟ تو اس نے کہا۔ یا رسول اللہ !:۔

واللہ ما اردت الا الحسنیٰ وھو کاذب فصدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(درمنثور۔ ج ۳ ص ۲۷۶)

خدا کی قسم میرا مقصد اس مسجد کی تعمیر سے صرف نیکی ہے۔ حالانکہ وہ جھوٹا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچا سمجھ کر اس کی تصدیق فرما دی۔

اور حضرت ملا جیون رح لکھتے ہیں کہ :۔

فقال علیہ السلام انا علی جناح سفر اذا قدمنا من تبوک انشاء اللہ تعالیٰ صلینا فیہ فلما قفل من غزوۃ تبوک سالوہ اتیان المسجد فنزلت علیہ فقال علیہ السلام لوحشی رض قاتل حمزۃ رض و معن بن عدی رض وغیرھما انطلقوا الی ھذا المسجد الظالم اھلہ فھدموہ واحرقوہ ففعل اھ

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۱۱)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس وقت تو سفر کی تیاری میں ہیں۔ انشاء اللہ جب تبوک سے واپس آئے تو اس میں نماز پڑھیں گے جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان منافقوں نے آپ سے ایفاء عہد کا کہا کیا۔ اس پر یہ ارشاد نازل ہوا۔ آپ نے حضرت وحشی قاتل حضرت حمزہ رض اور معن بن عدی رض وغیرہ کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ان ظالموں کی مسجد کو گرا کر جلا دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کا شان نزول دیگر مفسرین کرام رح نے بھی یہی کچھ لکھا ہے مگر ہم خوف طوالت سے اُن کی عبارت

Marfat.com

قلم انداز کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے ایک محلہ میں رہنے والے منافقوں کی ان گہری سازشوں اور اسلام کے خلاف مہلک اور خطرناک قسم کی ریشہ دوانیوں کا علم بھی نہ تھا۔ اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو آپ کبھی ان جھوٹوں کو سچا تصور نہ فرماتے اور نہ ان سے وعدہ کرتے اور اگر آپ کو اس سازش کا علم ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر اس سے آپ کو آگاہ کرنے اور قرآنِ کریم کے نازل ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزوۂ تبوک سے رجوع تک بھی آپ کو علمِ غیب اور جمیع ماکان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور نصِ قرآنی سے یہی کچھ ثابت ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت زید بن ارقم رضہ کے واقعہ میں سورۃ المنافقون کا نزول اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھانا وغیرہ متعدد واقعات قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہونے کی صراحت سے نفی ثابت ہوتی ہے مگر ہم بخوفِ طوالت ان کا ذکر ترک کرتے ہیں اور ہم نے پہلے ہی یہ بات عرض کر دی ہے کہ ارادہ تو کم و بیش پچاس آیات پیش کرنے کا تھا مگر کتاب کے حجم کے بڑھ جانے کے خوف سے ہم نے صرف ان آیات اور ان کی تفاسیر پر انحصار کیا ہے اور یہ بارہ آیات بفحوائے آیۃ کریمہ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا۔ صرف جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی پر نصِ قطعی ہیں اور ان میں بیشتر واقعات اور اخبار ہیں جن کا نسخ بالکل ناممکن ہے۔ ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ ازیں سخنم پند گیر و خواہ ملال

Marfat.com

جملہ اہلِ اسلام کے مسلّمہ اصول و قواعد کے رُو سے قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ کے بعد دلائل اور براہین کی مد میں حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین سید الرسل محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

اصلِ دیں آمد کلام اللہ معظّم داشتن
پس حدیثِ مصطفےٰ برجاں مسلّم داشتن

اسی وجہ سے ہم قرآن کریم کی واضح تر آیات کے بعد آئندہ باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چند صحیح اور صریح حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ احادیث کی رُو سے بھی آپ جمیع ماکان ومایکون کے عالم نہ تھے اور یہی کچھ محدثینِ کرام، بزرگانِ دین اور شراح حدیث نے سمجھا ہے نہ جیسا کہ فریق مخالف کا باطل اور بے بنیاد عقیدہ ہے کہ آپ کو تمام غیوب اور جملہ ماکان ومایکون کا علم حاصل تھا۔

Marfat.com

بابِ ہفتم

اِس باب میں ہم چند احادیث عرض کریں گے جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو علمِ غیب حاصل تھا اور نہ آپ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم تھے اور جب خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرما دی ہے تو کسی اور کی بات کیسے اور کیونکر حجت ہو سکتی ہے ؟ اور ہم اس کا التزام کریں گے کہ کوئی حدیث ضعیف پیش نہ ہو۔ جو حدیث بھی ہم استدلال میں پیش کریں گے وہ صحیح ہی ہوگی یا کم از کم درجہ میں حسن ہوگی۔ ہاں متابعات اور شواہد میں محدثین کرام رح کا قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا:۔ ع

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

پہلی حدیث

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ :۔

قال کان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم بارزا یوما للناس فاتاہ رجل فقال ما الایمان قال الایمان ان تؤمن باللہ و ملائکتہ وبلقائہ ورسلہ (وفی نسخۃ وکتبہ) وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ (وفی نسخۃ شیئًا) وتقیم الصلوٰۃ وتؤدی

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا۔ ایمان کیا چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور آخرت پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس

Marfat.com

الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال متی الساعۃ قال ما المسئول (وفی نسخۃ عنھا) باعلم من السائل وساخبرک عن اشراطھا اذا ولدت الامۃ ربھا واذا تطاول رعاۃ الابل البھم فی البنیان فی خمس لایعلمھن الا اللہ ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ ثم ادبر فقال ردوہ فلم یروا شیئاً فقال ھذا جبرائیل جاء یعلم الناس دینھم۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۲ ومسلم ج ۱ ص ۲۹ ونسائی ج ۲ ص ۲۲۹ وترمذی ج ۲ ص ۸۵ مطولاً وابن ماجہ ص ۳۰۲ وابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۹)

شخص نے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کو قائم کرو اور فریضۂ زکوٰۃ ادا کرو اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے عرض کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور خلوص سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے، وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی علامتیں بتلائے دیتا ہوں جب لونڈی اپنے آقا کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) اور وقتِ قیامت تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں پھر آپ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی، ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الخ۔ اس کے بعد وہ سوال کرنے والا شخص چلا گیا تو حضور نے فرمایا اس کو واپس لاؤ مگر وہ نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت جبرائیل تھے لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

Marfat.com

یہ روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۷ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۹ وطیالسی ص ۵ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳ ونسائی ج ۲ ص ۲۲۹) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ المتوفی سنہ ۵۱ھ اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوعامر الاشعریؓ المتوفی سنہ ھ سے بھی مروی ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۶ وعمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۸۳) اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ المتوفی سنہ ۵۲ھ اور حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ المتوفی سنہ ۷۸ھ سے بھی مروی ہے (کنزالعمال ج ۱ ص ۶۹ و ص ۷۱) اور حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ ص ۲۲۹)۔ یہ جلیل القدر دس صحابہ کرامؓ وہ ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے اور پھر ذیل میں طبقات رواۃ کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا ضبط و شمار بھی مشکل ہے۔ اس حدیث میں جتنے علوم اور معارف اور دقائق و اسرار ہیں وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ان کی تفصیل کے لئے کتب شروح حدیث وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔ ہم اس حدیث کے پیش نظر جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں وہ صرف تین امور ہیں :-

امرِ اول :- یہ روایت اس پر نص قطعی ہے کہ قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا، ہاں البتہ قیامت کی چند چیدہ چیدہ اور چنیدہ چنیدہ نشانیاں آپ نے ضرور بیان فرمائی ہیں مگر یہ محل نزاع سے خارج ہیں۔ کما مر۔

امرِ دوم :- اس حدیث کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ خالص دین ہے، کیونکہ اس کے آخر میں صاف طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ سائل حضرت جبرائیل علیہ السّلام تھے۔ جاء یعلّم الناس دینھم۔ وہ اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھلا جائیں۔

امرِ سوم :- یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا واقعہ ہے جس میں تمام احکامِ دین نازل ہو چکے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السّلام لوگوں کے ذہن میں ان امور کا اہتمام پیدا کرنے اور ان امورِ دین پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے تشریف لائے تھے۔ مگر ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو نہیں پہچان سکے تھے البتہ بعد میں آپ کو یہ علم ہوا تھا کہ وہ تو

Marfat.com

حضرت جبرائیلؑ تھے۔ ہم ان امور پر اس ترتیب سے بحث کرتے ہیں اور چند دلائل عرض کرتے ہیں:

امرِ اوّل: جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ متی الساعۃ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل۔ جس سے یہ پوچھا جا رہا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ شراحِ حدیث نے اس کے دو معنے بیان کیے ہیں، اوّل یہ کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں نفی علم میں مساوی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:

فان المراد التساوی فی عدم العلم بہ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۴)

مراد اس سے بھی صرف یہی ہے کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں نفی علم میں برابر ہیں۔

اور حافظ بدر الدین عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

لانہما متساویان فی نفی العلم بہ وان کل سائل ومسئول فہو کذالک (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۴۰)

وہ دونوں نفی علم میں مساوی ہیں اور ہر ایک سائل اور مسئول عنہا کا یہی حکم ہے۔

اور علامہ قسطلانیؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:

والمراد نفی علم وقتہا لان علم مجیئہا مقطوع بہ فہو علم مشترک وہذا وان اشعر بالتساوی فی العلم الا ان المراد التساوی فی العلم بان اللہ استأثر بعلم وقت مجیئہا بقولہ بعد خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ (قسطلانی ج ۱ ص ۱۱۵)

اس سے مراد وقتِ قیامت کے علم کی نفی کرنا ہے کیونکہ اس کے آنے کا علم قطعی ہے لہٰذا وہ تو مشترک ہے اور اگرچہ بظاہر اس سے علم میں مساوات مفہوم ہوتی ہے لیکن در اصل مراد یہ ہے کہ اس بات کے جاننے میں برابری جتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خاص وقت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے کیونکہ اس کے بعد قول موجود ہے کہ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔

اور شیخ الاسلام زکریاؒ المتوفی سنہ فرماتے ہیں کہ:

انما المراد التساوی فی نفی العلم بہ الخ (تحفۃ الباری ج ۱ ص ۲۸)

اس سے مراد بس نفی علم میں برابری ہے۔

Marfat.com

اور حافظ ابن کثیر رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ای التساوی فی العجز عن درک ذالک علم المسئول والسائل (تفسیر ج ۳ ص ۳۷۳)

مطلب یہ ہے کہ علم قیامت کی تحصیل سے عاجز ہونے میں مسئول اور سائل دونوں برابر ہیں ۔

اور امام نووی رح ما المسئول عنها باعلم من السائل کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ :-

فیه انه ینبغی للعالم والمفتی وغیرهما اذا سئل عن مالا یعلم ان یقول لا اعلم وان ذالک لا ینقصه (شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷)

اس جواب میں اس کی تعلیم ہے کہ عالم اور مفتی وغیرہ کو چاہئے کہ جب اُن سے کسی ایسی بات کا سوال ہو جو اُنہیں معلوم نہ ہو تو وہ صاف صاف کہہ دیں کہ ہم کو علم نہیں اور اس سے ان کی تنقیص شان نہیں ہوتی ۔

اور علامہ سندی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ :-

قوله صلی الله علیه وسلم ما المسئول عنها باعلم من السائل کنایة عن تساویهما فی عدم العلم (بحواله التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۲۱)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "ما المسئول عنها باعلم من السائل" کا مطلب یہ ہے کہ سائل و مسئول دونوں اس بات میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم ان کو نہیں ہے ۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ :-

یعنی نیستم من داناتر از تو بداں یعنی من و تو هر دو برابریم در نادانستن آں بلکه هر سائل و مسئول همیں حال دارد که آں از اجزء خداوند تعالے کسے نداند و وے تعالی هیچکس را از ملائکه و رسل بران اطلاع نداده (اشعة اللمعات ج1 ص ۴۵)

یعنی میں اس وقت قیامت کو تم سے زیادہ نہیں جانتا یعنی میں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں بلکہ ہر سائل و مسئول کا اس بارہ میں یہی حال ہے کہ اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ۔

اہلِ علم کے نزدیک یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ [illegible]

Marfat.com

باعثِ اشکال ہو (اور اس مقام میں تو سرے سے اشکال ہے ہی نہیں) تو اس جملہ اور کلام کا دوسرا مقام دیکھ کر اس کی مدد سے معنیٔ مراد کی تعیین کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم نے جب ما المسئول عنھا باعلم من السائل کا جملہ دوسرے مقام پر دیکھا تو اس سے بھی نفی علم ہی کا معنی حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی عالم آیا، اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمین کے ٹکڑوں اور بقاع میں کون سے بقعات سب سے بہتر ہیں۔ آپ نے سکوت اختیار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد تک خاموش رہوں گا، اُن سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے حضرت جبرائیلؑ سے یہ دریافت فرمایا:۔

فقال ما المسئول عنھا باعلم من السائل	تو حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے
ولکن اسئال ربی تبارکؒ وتعالیٰ (الحدیث)	وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا لیکن میں اللہ تبارک و تعالےٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔

چنانچہ حضرت جبرائیل تشریف لے گئے اور باری تعالےٰ سے پوچھ کر آئے اور فرمایا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس مرتبہ باری تعالےٰ سے اتنا قریب ہوا کہ اتنا قُرب مجھے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا، اے جبرائیلؑ وہ کیسے؟ انہوں نے کہا کہ مجھ میں اور باری تعالیٰ میں اس دفعہ صرف ستّر ہزار پردے نور کے حائل تھے اور باری تعالےٰ نے فرمایا کہ:۔

شر البقاع اسواقھا وخیر البقاع مساجدھا	بدترین ٹکڑے بازار ہیں اور بہترین ٹکڑے
رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸)	مسجدیں ہیں۔

اس روایت میں ما المسئول عنھا باعلم من السائل کا مطلب اور معنی بغیر نفی علم کے اور کچھ بھی نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ترکیب علم کی مقتضی نہیں بلکہ نفی علم کی مقتضی ہے ❊

مولوی محمد عمر صاحب کی منطق دانی:۔ آپ نے حدیث کے اندرونی اور بیرونی دلائل

Marfat.com

کے تحت محدثین کرام اور شراح حدیث سے اس کا معنی اور مطلب بھی سُن ہی لیا ہے، اب ذرا مولوی محمد عمر صاحب کی بھی سُن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"اور وہابی صاحب اگر مَا الْمَسْئُوْلُ بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کے معنی معاذ اللہ بے علم ہونے کے ہی کرو گے تو تم سَاُخْبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا اور اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ رَبَّهَا اور وَاِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ کے مکذب ثابت ہو گے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جملے کے معنی اُلٹے سے آپ کے تین جملوں کا انکار لازمی ہوگا کیونکہ ما المسئول با علم من السائل کے تمہارے مطلب سمجھنے سے اگلے تین جملوں سے اس کا تناقض لازم آئے گا" (بلفظہٖ مقیاس حنفیت ص۱۳۲)

جواب:۔ یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کا جواب انیق یا جہل مرکب گویا وہ تمام محدثین کرام جن سے ہم نے ما المسئول عنها با علم من السائل کا مطلب نقل کیا ہے بقول مولوی محمد عمر صاحب وہ سب کے سب وہابی صاحب ہوئے اور اُنہوں نے اس ایک جملہ کا معنی اُلٹ کر اگلے تین جملوں کا انکار کر دیا اور وہ ان جملوں کے مکذب بھی ثابت ہو گئے، لاحول ولا قوۃ۔ مولوی محمد عمر صاحب خود اپنے علم کے مطابق اور انصاف و دیانت سے (اور درحقیقت اُن سے ان میں سے کسی چیز کی سرے سے توقع ہی بے جا ہے) فرمائیں کہ آپ ما المسئول عنها با علم من السائل کا یہ ایجادِ بندہ اور خود ساختہ معنی کر کے فی خمس لا یعلمهن الا اللہ الخ کا کیا مطلب بیان کریں گے؟ اور ایک روایت میں ہے: "فی خمس من الغیب" لا یعلمهن الا اللہ (مسلم ج۱ ص۲۹)

اس روایت کی موجودگی میں تو کوئی بھی باطل توجیہ کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اور کیا آپ اس کے مکذب نہیں ٹھہریں گے؟ باقی تناقض کا بھی عجیب گُر مولوی محمد عمر صاحب کو دستیاب ہوا ہے کہ نہ موضوع و محل ایک اور نہ تناقض کی دوسری شرطوں کا ان میں وجود، مگر تناقض بہر حال ان کے نزدیک ہو ہی جائے گا۔ مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ہے نفس قیامت کا علم اور ایک ہے اس کی بعض علامات اور اشراط کا علم۔ یہ دو بالکل الگ الگ اور جُدا جُدا چیزیں ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں مختلف ابواب میں مفصل عرض کر چکے ہیں۔ ما المسئول عنها با علم من السائل سے

Marfat.com

نفسِ قیامت کے علم کی نفی ہے اور آگے جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ قیامت کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ نفی اَور چیز کی ہے اور اثبات اَور چیز کا ہے تو تناقض کیسا اور کہاں سے؛ مگر مولوی محمد عمر صاحب اور اُن کی جماعت کو اس سے کیا غرض؛ افسوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کے علم اور دیانت پر کہ وہ سَاُخبِرُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا کے واضح مفہوم کو جو محض قیامت سے قبل بعض نشانیوں کی طرف مشیر ہے کیسے نظر انداز کر گئے ہیں؛ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضور سے پوچھا گیا کہ متی الساعۃ؟ تو آپ نے فرمایا ھی سبحان اللہ فی خمس لا یعلمھن الا اللہ الٰی قولہٖ ولکن ان شئت حدثتک بمعالم دون ذالک پھر آپ نے چند نشانیاں بیان فرمائیں اور فرمایا کہ:-

فذالک من معالم الساعۃ واشراطھا — یہ ہیں قیامت کی علامتیں اور اس کی نشانیاں

(رواہ ابن احمد۔ ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۵)

یہ سب عبارات اور اقتباسات اس امر کو متعین کر دیتے ہیں کہ اس عبارت سے مراد نفی علم میں برابری مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قیامت کی ٹھیک گھڑی اور وقت معلوم نہیں بعینہ اسی طرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ معلوم نہیں تھا اور حسب تصریح حافظ ابن حجر رح علامہ بدر الدین العینی الحنفی رح اور علامہ قسطلانی رح وغیرہ فی خمس لا یعلمھن[1] الا اللہ الخ اس کی دلیل ہے کیونکہ یہ قول نفی علم ہی کے ساتھ مناسب ہے نہ کہ علم کے ساتھ۔ جیسا کہ کسی ادنیٰ متأمل پر بھی یہ بات مخفی نہیں ہے۔ دوسرا معنی اس کا علم میں برابری سے کیا گیا ہے مگر برابری کس بات میں؛ صرف اس بات میں برابری کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں اس کے جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے چنانچہ علامہ قسطلانی رح کی عبارت میں یہ بات صراحت کے ساتھ گزر چکی ہے اور حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں کہ:-

وھذا وان کان مشعرًا بالتساوی فی العلم — اگرچہ اس لفظ سے بظاہر علم میں مساوات مفہوم ہوتی

[1] بلکہ طیالسی ص ۵ کی روایت میں ہے: قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما المسئول عنہا باعلم من السائل ھُنَّ خمس لا یعلمھن الا اللہ [illegible]

Marfat.com

لکن المراد التساوی فی العلم بان اللہ تعالٰی استأثر بعلمھا لقولہ بعد خمس لا یعلمھن الا اللہ۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۴)

ہے لیکن مراد یہ ہے کہ سائل اور مسئول اس بات کے علم میں برابر ہیں کہ اللہ تعالٰے نے اس علم کو اپنے ہی لئے مخصوص کر لیا ہے کیونکہ بعد میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالٰے کے سوا اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ :۔

والمراد التساوی فی العلم بان اللہ تعالٰی استأثر بعلمھا علی الوجہ الاکمل

(روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۰۱)

مراد یہ ہے کہ سائل اور مسئول دونوں کا علم اس میں برابر ہے کہ قیامت کے علیٰ وجہ الاتم علم کو اللہ تعالٰی نے اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ علم میں برابری سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ سائل اور مسئول عنہا دونوں کو قیامت کا علم ہے اور اس میں وہ دونوں برابر ہیں بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ سائل و مسئول عنہا دونوں اس علم میں برابر ہیں کہ قیامت کا علم اللہ تعالٰے کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے اور اس نے یہ علم اپنی ذات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔

شرح حدیث کا بیان تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے اب ذرا فریق مخالف کی خوش گپیاں بھی ملاحظہ کر ہی لیجئے۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی اور نہ فرماتے لَا اَعْلَمُ (مَیں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبرائیل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔" (بلفظہ جاء الحق ص ۱۰۱)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ مسئول سائل سے اعلم نہیں یعنی اے جبرائیل قیامت سے تُو بھی بے خبر نہیں اور مَیں بھی بے خبر نہیں، تُو بھی جانتا ہے مَیں بھی جانتا ہوں۔" (بلفظہ مقیاس حنفیت ص ۴۲۹)

Marfat.com

جواب: فریقِ مخالف کا یہ جواب قطعاً باطل اور مردود ہے بلکہ طفل تسلی سے بڑھ کر اس کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ **اوّلاً** اس لئے کہ اگر آپ کو یہ علم تھا تو آپ نے فی خمس لا یعلمھن الا اللہ الخ کیوں فرمایا، اور سورۂ لقمان کی آخری آیت جس میں ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ مذکور ہے آپ نے کیوں تلاوت فرمائی؟ اور اس سے احتجاج کیسے صحیح ہوا؟

وثانیاً شراحِ حدیث کے اقوال ہم نے پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد نفی علم ہی ہے۔

وثالثاً عنقریب بیان ہوگا کہ جب حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے سوال کیا تھا تو اس وقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ حضرت جبرائیلؑ ہیں تو پھر آپ نے یہ کیسے فرما دیا کہ تُو اور مَیں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟ سوال کے وقت تو حضرت جبرائیلؑ کی پوزیشن ایک سائل اور اعرابی سے بڑھ کر نہ تھی۔ آپ نے بھلا ایک اعرابی اور بدو کو یہ کیوں فرما دیا کہ تُو اور مَیں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟

زمانۂ سابق میں کسی احمق اور جاہل سے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ کا سابقہ پڑا ہے جس کو حضرت ملا علی بن القاریؒ یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

وقد جاھر بالکذب بعض من یدعی فی زماننا العلم وھو متشبع بما لم یعط ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم متی تقوم الساعۃ قیل لہ فقد قال فی حدیث جبرائیل ما المسئول عنھا باعلم من السائل فحرفہ عن موضعہ وقال معناہ انا وانت نعلمھا و ھذا من اعظم الجھل واقبح التحریف والنبی اعلم باللہ من ان یقول لمن کان یظنہ اعرابیا	ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے جو درحقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ نرے جعل ساز ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ قیامِ ساعت معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبرائیلؑ میں تو یہ آتا ہے کہ مسئول عنہا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تحریف کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مَیں اور تُو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل اور قبیح ترین تحریف

Marfat.com

انا وانت نعلم الساعة الاٰن يقول هذا
الجاهل انه كان يعرف انه جبرائيل فرسول الله
عليه السلام هو الصادق فى قوله والذى
نفسى بيده ما جاءنى فى صورة الا قد عرفته
غير هذه الصورة وفى اللفظ الاٰخر ما شبه
علىّ غير هذه المرة وفى اللفظ الاٰخر ردّوا
علىّ الاعرابى فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا
شيئًا وانما علم النبى صلى الله عليه وسلم
انه جبرائيل بعد مدة كما قال عمرؓ فلبثت
مليًا فقال عليه السلام يا عمرؓ اتدرى
من السائل والمحرف يقول علم وقت السوال
انه جبرائيل ولم يخبر الصحابةؓ بذلك الا
بعد مدة ثم قوله فى الحديث ما المسئول
عنها باعلم من السائل يعم كل سائل
ومسئول فكل سائل ومسئول عن
الساعة هذا شانهما الخ

{ موضوعات کبیر صہ ١١٩ }

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ
جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو
وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت
کا علم رکھتے ہیں الآیہ کہ یہ جاہل یہ دعوےٰ کرے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت جبرائیلؑ
کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ
بخدا حضرت جبرائیلؑ جب بھی میرے پاس آئے ہیں
میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں
میں اس کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا
ہے کہ حضرت جبرائیلؑ مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں ہوئے
مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی
کو واپس بلاؤ جب صحابہ رضؓ گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا
علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیل تھے، چنانچہ آپ
نے حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ اے عمرؓ
تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ اور یہ محرف کہتا ہے
کہ آپ سوال کے وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت
جبرائیلؑ تھے اور صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع ایک
عرصہ کے بعد دی پھر ما المسئول عنہا باعلم من
السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے

Marfat.com

کہ ہر سائل اور ہر مسئول کا یہی حکم ہے کہ قیامت
علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے بار بار پڑھیں اور پھر غور فرمائیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بیان کر کے کہ میں بھی قیامت کو جانتا ہوں اور تو بھی، وہ کن کن خطابات کے مستحق ہوئے ہیں اور علامہ سیوطی رح اور حضرت ملا علی القاری رح ان کو کس گروہ میں شامل کیا ہے اور کن کن خطابات سے نوازا ہے؟ ؎

لائے گا تابِ سماعت کس کا دِل کس کا جگر
داستانِ دردوغم ہے داستانِ عندلیب

اور اس عبارت کے آخری حصہ سے مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ بہانہ بھی دُور ہو گیا کہ ورنہ فرماتے "لا اعلم" (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ بات یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ فرماتے کہ لا اعلم (میں نہیں جانتا) یا یہ فرماتے کہ "میں اور تو دونوں نہیں جانتے" تو یہ احتمال باقی رہ جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور اس کو جانتا ہے اس لئے آپ نے تعبیر ہی ایسی فرمائی کہ ہر سائل اور ہر مسئول کا یہی حال اور شان ہے کہ قیامت کا علم ان کو نہیں اس میں کسی سائل اور کسی مسئول کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہ ہے اس دراز عبارت کا راز۔

چنانچہ علامہ عینی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

انما قال کذالك اشعاراً بالتعمیم تعریضا للسامعین ان کل سائل ومسئول فھو کذلك	یہ عام تعبیر آپ نے اس لئے اختیار فرمائی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے اور سامعین سمجھ جائیں کہ اس بارے میں ہر سائل اور ہر مسئول کا یہی حکم ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱ ص۲۹۳)	

(اور اسی کے قریب حافظ ابن حجر رح نے لکھا ہے۔ فتح الباری ص۱۲۳)

پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے قیامت کی چند نشانیوں کے علم سے نفسِ قیامت کا علم ثابت کرنے کی جو ناکام اور لاطائل کوشش کی ہے (دیکھئے جاء الحق ص۱۰۱) تو وہ عجیب جہالت کا پلندہ ہے مفتی

Marfat.com

صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چند نشانیوں کے علم سے (جن کا دلائل سے ثبوت ملتا ہے) ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نفسِ قیامت کا علم بھی ہو کیونکہ یہ تو اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ الآیہ کی مد میں ہے جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ باقی فرضی اور خود ساختہ اور خود تراشیدہ و بے معنی دلائل سے یہ محکم قلعہ ہرگز فتح نہیں ہو سکتا اور نہ یہ شیر قابو آ سکتا ہے جو بزبانِ حال یہ کہتا ہے کہ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش سے
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

امرِ دوم ۲:۔ اِس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے (جس میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ سے قیامت کے علم کی نفی بھی ہے) وہ خالص ایمان اور دین ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رح المتوفی ۲۵۶ھ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

جعل ذالک کلہ من الایمان (صحیح بخاری ج۱ ص۱۲) — اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے آپ نے اس سب کو ایمان قرار دیا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابنِ دقیق العید رح لکھتے ہیں کہ:۔

یعلمکم دینکم ای قواعد دینکم او کلیات دینکم (شرح الاربعین نوویہ لابن دقیق العید رح ص۱۷) — حضرت جبرائیل تمہیں دین کی تعلیم دینے آئے ہیں یعنی دین کے قواعد یا کلیات سکھلانے کے لئے آئے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں کہ:۔

فجعل ھذہ کلہ من الدین (العبودیۃ فی تفسیر القرآن ص۳) — اس حدیث میں تمام چیزوں کو آپ کی طرف سے دین قرار دیا گیا ہے۔

اور علامہ قرطبی رح المتوفی ـــــھ فرماتے ہیں کہ:۔

ھذا الحدیث یصلح ان یقال لہ ام السنۃ لما تضمن من جملۃ علم السنۃ — اس حدیث کو اُمّ السنۃ کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ تمام علومِ سنّت پر اجمالاً مشتمل ہے۔

(فتح الباری ج۱ ص۱۲۶ وعمدۃ القاری ج۱ ص۲۹۱)

Marfat.com

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ :

اشتمل ھذا الحدیث علی جمیع وظائف العبادات الظاھرۃ والباطنۃ من عقود الایمان ابتداءً وحالاً ومآلاً ومن اعمال الجوارح ومن اخلاص السرائر والتحفظ من آفات الاعمال حتی ان علوم الشریعۃ کلھا راجعۃ الیہ ومتشعبۃ منہ (بحوالہ فتح ج ۱ ص ۱۲۶ وعمدۃ ج ۱ ص ۲۹۱)

یہ حدیث ہر قسم کی ظاہری و باطنی عبادات یعنی تمام ایمانیات اور اعمال ظاہرہ اور اخلاص نیات (وغیرہ روحانی ملکات) اور آفات شیطانیہ کے تحفظات پر حاوی ہے گویا کہ تمام علوم شریعت اس کی طرف راجع ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں۔ (ملخصاً)

پھر علی الخصوص قیامت کے علم کو الگ کر کے شراح حدیث نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی الحنفی رح تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قلت الاعتقاد بوجودھا وبعدم العلم بوقتھا لغیر اللہ تعالیٰ من الدین ایضاً (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۲۷)

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اس کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ اس کا علم بجز اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو نہیں ہے جزو دین ہے۔

اور علامہ قسطلانی رح لکھتے ہیں کہ :-

ید خل فیہ اعتقاد وجود الساعۃ وعدم العلم بوقتھا لغیر اللہ تعالیٰ لانھما من الدین (ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۴)

اس میں قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اسی طرح یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عقیدے جزو دین ہیں

اور شیخ الاسلام زکریا رح نے اس موقع پر بعینہٖ یہی کچھ لکھا ہے۔ (دیکھئے تحفۃ الباری ج ۱ ص ۱۲۷ مع القسطلانی)

ان تمام عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے، قواعد دین، کلیات دین، ایمان اور جزو دین ہے۔ اب جو شخص اس عقیدہ کے خلاف کوئی اور خود ساختہ عقیدہ رکھتا ہے تو گویا وہ دین کے ایک اہم عقیدہ اور قاعدۂ دین کا منکر ہے اور اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

Marfat.com

الٰہی خیر ہو کہ فتنۂ آخر زماں آیا   رہے ایمان و دیں سالم کہ وقتِ امتحاں آیا

امرِ سوم :- یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دَور کا تھا۔ چنانچہ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ :-

ان رجلا فی اٰخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث بطولہ۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲ وعمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۶ وعون الباری ج ۱ ص ۲۳۶ رواہ ابن مندہ رح وھو صحیح علی شرط مسلم۔)	ایک شخص (جو درحقیقت حضرت جبرائیل ع تھے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے آخری حصہ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ (پھر آگے وہ پوری حدیث نقل کی جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں)۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہُوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ مخصوص آمد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک کے آخری حصہ میں ہوئی تھی۔

اور حافظ ابنِ حجر رح لکھتے ہیں کہ :-

انما جاء بعد انزال جمیع الاحکام لتقریر امور الدین التی بلغھا متفرقۃ فی مجلس واحد لتنضبط۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۳)	حضرت جبرائیلؑ تمام احکام کے نزول کے بعد اس واسطے اس موقع پر تشریف لائے تھے کہ دین کی جو اصُولی اور ضروری باتیں انہوں نے منتشر اور متفرق طور پر پہنچائی تھیں اب ان کو ایک مجلس میں بیان کر دیں تاکہ وہ منضبط ہو جائیں۔

اور علاّمہ عینی رح رقمطراز ہیں کہ :-

فھذا یدل علی انہ انما جاء بعد انزال جمیع الاحکام لتقریر امور الدین۔ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۳)	یہ روایت اس امر کی دلیل ہے کہ جناب جبرائیلؑ کی یہ آمد تمام احکام کے نازل ہونے کے بعد امورِ دینیہ کو منضبط کر کے بیان کرنے کے واسطے ہوئی تھی۔

اور حضرت حکیم الاُمّت شاہ ولی اللہ صاحب رح اپنی بے نظیر کتاب میں لکھتے ہیں کہ :-

Marfat.com

ولما تم امر الارشاد واقترب اجله بعث الله جبرائیل ع في صورة رجل يراه الناس فسأل النبي صلى الله عليه وسلم عن الايمان والاسلام والاحسان والساعة فبين النبي صلى الله عليه وسلم وصدقه جبرائيل ع ليكون ذالك كالعقد لكتاب الدين ه انتهى

(حجة الله البالغه ج ۲ صفحہ ۲۱)

اور جب وعظ و ارشاد کا سلسلہ مکمل ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیل ع کو ایک مرد کی شکل میں بھیجا تاکہ اس کو لوگ دیکھ سکیں سو اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوال کیا آپ نے جواب دیا تو حضرت جبرائیل ع نے تصدیق کی تاکہ اس طریقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین کا خلاصہ اور خاکہ سامنے آجائے۔

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل بے نقاب ہوگئی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی یہ آمد تمام احکام دین کے نزول کے بعد ہوئی تھی اور یہ محض اس لئے ہوئی تھی تاکہ تمام حاضرین مجلس کے سامنے دین قیم کی اصولی اور بنیادی باتوں کا اعادہ کرکے ان کو منضبط کر دیا جائے اور دیگر امور کی طرح یہ بھی اچھی طرح واضح کر دیا جائے کہ قیامت کے علم کا باری تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہونا امور دین اکلیات دین اور قواعد دین میں سے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے زندگی کے آخری لمحات میں یہ اعلان کروا دیا جائے کہ قیامت کا علم نہ مجھے ہے نہ سائل کو اور یہی حال ہے ہر ایک سائل اور ہر مسئول عن الساعۃ کا، اس لئے کہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو بجز خالق کائنات کے اور کوئی نہیں جانتا فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اور بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ایک سوال کرتے جاتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شافی اور کافی جواب ارشاد فرماتے تو حضرت جبرائیل ع اس کی تصدیق کرتے کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ صحابہ کرام رض فرماتے ہیں کہ ہم بڑے متعجب ہوئے کہ یہ عجیب قسم کا سائل ہے کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر تصدیق بھی کرتا ہے (دیکھئے مسلم

Marfat.com

ج ۱ ص۲۹ ونسائی ج ۲ ص۲۲۹ وغیرہ) کیونکہ سوال کرنا تو بظاہر اس بات پر مبنی ہے کہ اس کو کچھ بھی علم نہیں اور تصدیق کرنا اس امر پر متفرع ہے کہ سائل ان مسائل کو بخوبی جانتا ہے مگر تھا وہ بالکل نووارد اور غیر معروف کہ صحابہ کرام رضؓ میں سے کوئی بھی اس کو نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُس کے سوالات کے وقت اُس کو نہ پہچان سکے، چنانچہ حضرت عمر رضؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل ؑ کے چلے جانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ :-

فوالذی نفسی بیدہ ما شبہ علیّ منذ اتانی قبل مرتی ھذہ وما عرفتہ حتیٰ ولّی۔ (رواہ الدارقطنی ج ۱ ص۲۸۲ وقال اسنادہ ثابت صحیح - و فتح الباری ج ۱ ص۱۱۵ وعمدۃ القاری ج ۱ ص۳۳۰)	اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب سے حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آتے رہے ہیں وہ کبھی اس دفعہ سے پہلے مجھ پر مشتبہ نہیں ہوئے۔ (اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ان کو نہ پہچانا ہو) مگر اب میں ان کو نہیں پہچان سکا یہانتک کہ وہ چلے گئے

اور حضرت ابوذر رضؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

لا والذی بعث محمدًا بالحق ھدی وبشیرًا ماکنت باعلم من رجل منکم وانہ جبرائیل علیہ السلام الحدیث ۔ (نسائی ج ۲ ص۲۲۹ و فتح الباری ج ۱ ص۱۱۵ وعمدۃ القاری ج ۱ ص۳۳۰)	قسم ہے اس رب جلیل کی جس نے محمدؐ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا کہ میں اس سائل کو تم میں سے کسی ایک شخص سے بھی زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اور (اب معلوم ہوا کہ) وہ تو حضرت جبرائیلؑ تھے۔

اور حضرت ابو عامر اشعری رضؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

والذی نفسی محمد بیدہ ما جاءنی قط الا وانا اعرفہ الا ان تکون ھذہ المرۃ (فتح الباری ج ۱ ص۱۱۵ وعمدۃ القاری ج ۱ ص۳۳۰ و ارشاد الساری ج ۱ ص۱۱۱)	قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے یہ حضرت جبرائیل جب کبھی میرے پاس آئے میں اُن کو پہچانتا رہا بجز اس دفعہ کے کہ میں ان کو نہیں پہچان سکا۔

Marfat.com

اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضؓ کی حدیث میں ہے کہ :-

اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی صورۃ اعرابی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرفہ الحدیث (کنز العمال ج ۱ صـ۶۹)	حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی کی شکل میں آئے اور حضورؐ اُن کو نہ پہچان سکے ۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضؓ کی حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ :-

انہ اتاہ جبرائیل فی صورۃ لم یعرفہ فیھا الحدیث (کنز العمال ج ۱ صـ۷۱)	حضرت جبرائیلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی شکل میں آئے کہ حضور اُن کو اس شکل میں نہ پہچان سکے

ان روایات سے ایک تو یہ امر ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک نو وارد دیہاتی اور اعرابی سمجھ کر اُس سے گفتگو کی تھی ، پس یہ کیونکر عقل میں آسکتا ہے اور یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک عامی اور اعرابی سمجھتے ہیں اُس سے یہ فرمائیں کہ مسئول و سائل یعنی میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور مجھے اور تجھے دونوں کو قیامت کا وقتِ خاص معلوم ہے ؛ الغرض اس حدیث کے جملہ اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد سختی سے اس کی تردید کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل تُو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے اس کی تحریف کی ہے ، اور دُوسرا یہ امر بھی ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو یقیناً ما کان و ما یکون میں داخل ہیں اور جو بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی لاتے رہے ہیں ، جب ایک اجنبی صُورت و شکل میں آئے تو آپ ان کو بھی نہ پہچان سکے ۔ اگر آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ عالم الغیب ہوتے تو خود حلیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ پہچان لیتے اور آپ پر وہ ہرگز مخفی نہ رہتے ، کیونکہ عالم الغیب اور عالم ما کان و ما یکون پر کسی کے حُلیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی اس کی حقیقت مشتبہ نہیں ہوا کرتی لہٰذا اس موقع پر آپ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ پہچاننا علمِ غیب کے نفی کی ایک مستقل اور صدادلیل

Marfat.com

ہے۔ اور علامہ العینی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ صحیح ابوعوانہ ج ص کی روایت میں ہے کہ تین راتیں گزر چکنے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! وہ سائل تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اسی طرح ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۹ اور ترمذی ج ۲ ص ۸۵ کی روایت میں ہے۔ اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ تیسرے دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور محدث ابن مندہ رح کی روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ (محصلہ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۱) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

سبحان اللہ ھذا جبرائیل جاء لیعلم الناس دینھم الحدیث (فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۵ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۰ وشارقی ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۶)

سبحان اللہ وہ تو حضرت جبرائیلؑ تھے اور اس لئے آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں۔

کیا عالم ماکان و مایکون پر بھی کبھی تین دن (یا تین رات) تک حقیقت مخفی رہ سکتی ہے؟ اور کیا اس پر بھی ایسا تعجب طاری ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کے منکشف ہونے کے بعد سبحان اللہ سے بات کو شروع کرے؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی امور خمسہ اور ان میں سے علی الخصوص وقت قیامت اور حضرت جبرائیلؑ کا علم نہ تھا تو اس کے بعد کس دلیل سے یہ حاصل ہوا؟ اگر انصاف اور دیانت کے ساتھ دیکھا جائے تو یہی ایک روایت فریق مخالف کے باطل عقیدہ اور ان کی طرف سے جملہ پیش کردہ دلائل کا جواب بالکل کافی، وافی اور شافی ہے بشرطیکہ کوئی ماننا چاہے، ورنہ ع،

تُو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

فائدہ :۔

نوادر امام حمیدی رح المتوفی سنہ ۲۱۹ھ میں امام عامر بن شراحیل الشعبی رح المتوفی سنہ ۱۰۴ھ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے حضرت جبرائیل سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے :۔

Marfat.com

فانتفض باجنحتہ وقال ما المسئول عنھا باعلم من السائل ۔ (فتح الباری ج۱ ص۱۱۴ و عمدۃ القاری ج۱ ص۳۲۸ و درمنثور ج۳ ص۱۵۰)

زور سے اپنے بازو کو جھٹک کر (گویا لرز کر) جواب دیا اور فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے وقت کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مالا یدرک بالقیاس کے قبیلہ سے ہے لہٰذا حکماً مرفوع ہے۔

الغرض یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ بعض دیگر امور کی طرح وقتِ قیامت کا علم بھی مخصوصاتِ باری تعالیٰ میں سے ہے اور اُس کے بغیر ان کو اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ نہ تو اس کو حضرت جبرائیلؑ جانتے ہیں اور نہ حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔ اور یہی کچھ قرآن کریم، صحیح احادیث اور امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتفاقی عقیدہ سے ثابت ہے۔

حدیثِ جبرائیل اور فریقِ مخالف کا جواب

فریقِ مخالف کی طرف سے جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ مفتی احمد یار خان صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

"اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصلِ اوّل میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں فَمَنْ ادَّعٰی عِلْمَ شَیْئٍ مِّنْھَا غَیْرَ مُسْتَنِدٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَاہُ پس جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ لَا یَعْلَمُ بِدُوْنِ تَعْلِیْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو نہیں بلکہ امورِ خمسہ میں سے بعض بعض امور اور جزئیات کو صفدم بغیر اللہ تعالےٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق اسی

Marfat.com

حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل اینہارا نداند از امور غیب اند کہ جز خدائے تعالیٰ کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بدانا ند' مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتلائے ہوئے عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے وحی یا الہام سے۔

(بلفظہ جاء الحق صلا۱۱)

جواب :-

فریق مخالف کے مفتی اور وکیل نے اصل عبارت کے پیش کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے اصل عبارت یوں ہے :-

قال القرطبی رح لا مطمع لاحد فی علم شیئ من ہذہ الامور الخمس لہذا الحدیث و قد فسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول اللہ تعالیٰ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ بِهٰذِہ الخمس وھو فی الصحیح قال فمن ادعی علم شیئ منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔ (فتح الباری ج ۱ ص۱۱۴ وعمدۃ القاری ج۱ ص۳۳۷ ارشاد الساری ج ۱ ص۔۔ و مرقات ج ۱ ص۔۔)

امام قرطبی رح نے فرمایا کہ اس حدیث کے رو سے ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کی کسی کے لئے اُمید نہیں کی جا سکتی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو کی تفسیر انہی پانچ چیزوں سے کی ہے جیسا کہ اس کا ذکر صحیح (بخاری وغیرہ کی) حدیث میں ہے پس جو شخص ان پانچ میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کئے بغیر کرے تو وہ اپنے اس دعوے میں سراسر جھوٹا ہوگا۔

فریق مخالف نے ان امورِ خمسہ کے کلیات کے علم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعویٰ کیا ہے اور اس عبارت کے آخری حصہ سے جو نتیجہ انہوں نے نکالا ہے۔ وہ محض نافہمی یا ۔۔فہمی پر مبنی ہے۔ امام قرطبی رح تو ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور صاف کہہ

Marfat.com

رہے ہیں کہ فی علم شیئ من هذه الامور الخمس ــــ اور فمن ادعیٰ علم شیئ منها۔ کہاں امورِ خمسہ کے کلیات کا علم اور کہاں ان کے جزئیات کا علم ؛ ہم پہلے مفصل عرض کر چکے ہیں کہ ان امورِ خمسہ کے جزئیات کے علم میں اہلِ حق کا مبتدعین سے کوئی جھگڑا نہیں ہے جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔ اہلِ حق یہ کہتے ہیں کہ ان امورِ خمسہ کے کلیات کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا جتنا علم اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کر دے، وہ محلِ نزاع نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی باحوالہ ہم نے عرض کر دی ہے کہ اولیائے کرام کا مکاشفہ یا الہام وغیرہ ایک ظنی امر ہوتا ہے علمِ یقینی کا اطلاق اس پر نہیں کیا جا سکتا الّا مجازاً اور ان امورِ خمسہ کے جزئیات کا علم بھی وہی قطعی اور یقینی ہوگا جس کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے اور آپ سے وہ حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ امورِ غیب کی یقینی اور غیر مشکوک اطلاع جو وساوسِ شیطانیہ وغیرہ سے قطعی طور پر محفوظ ہو سوائے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی اور کو براہِ راست نہیں دی جاتی۔ اور یہی مفاد ہے امام قرطبی رح کے ارشاد کا جس کو حافظِ ابن حجر رح، علامہ عینی رح، خطیب قسطلانی رح اور حضرت ملا علی ن القاری رح وغیرہ نے صرف نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ جزئیاتِ امورِ خمسہ ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ عبد الحق رح لمعات اور اشعة اللمعات میں لکھتے ہیں کہ یہ بدون تعلیم خداوندی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ عام اس سے کہ وہ تعلیم قطعی بذریعہ وحی ہو یا ظنی بذریعہ الہام ہو جیسا کہ اولیاء کرام رح وغیرہ کو ہوتی ہے، کلیاتِ امورِ خمسہ کے بارے میں حضرت شیخ صاحبؒ ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ ان کا علم بھی باعلام خداوندی کسی اور کو ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب اور اسی طرح اُن کے اُستاذ مفتی نعیم الدین صاحب وغیرہ کو دھوکا ہوا ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق صاحبؒ کی متعدد عبارتیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اسی حدیث جبرائیل میں ان کی اشعة اللمعات کی عبارت نقل کی جا چکی ہے کہ قیامت کے وقت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور رسل میں سے کسی کو نہیں دی اور اس کے عدمِ علم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیلؑ دونوں برابر ہیں کہ من و تو ہر دو

Marfat.com

برابریم در ناد انستن آں آہ۔ ایسی صاف اور صریح عبارات کی موجودگی میں غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو مغالطہ دینا اہلِ حق اور اہلِ انصاف سے بالکل بعید ہے مگر کیا کیا جائے اہلِ بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ان کو ہر صحیح بات سے عناد اور کد ہے اور ہر باطل عقیدہ اور عمل سے اُن کو عقیدت ہے

کیوں یہ دل آگیا پسند نہیں کونسی بات بھاگئی دل میں

دُوسری حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رض روایت کرتے ہیں کہ :-

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسألونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ واللفظ لہ ومسند احمد ج ۳ ص ۳۲۶ ودر منثور ج ۳ ص ۱۵ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۰ ومستدرک ج ۴ ص ۴۹۹، وقال الحاکم صحیح الاسناد وقال الذہبی ع رواہ م)

مَیں نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پُوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (اور کسی کو نہیں ہے)

یہ صحیح اور صریح روایت بھی اس پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات حسرت آیات سے ایک ماہ پیشتر تک قیامت کے وقت کا علم نہ تھا اور اس کے بعد کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو قیامت کے ٹھیک وقت کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ باقی صاوی اور ہجوری اور اسی طرح غلبہ سکر میں کچھ لکھ یا کہہ دینے والے نیم صوفی ہرگز کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے اور نہ یہاں قیاس سے کام چل سکتا ہے۔ حضرت ملا علی ن القاری ؒ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

ھمزۃ الانکار مقدرۃ ای اتسألونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ ای لا یعلمہا الا ھو۔ (مرقات ج ۵ ص ۲۲۴)

ہمزۂ انکاری اس مقام میں مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے قیامت کا وقت پُوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم تو بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یعنی اللہ تعالےٰ

Marfat.com

کے بغیر قیامت کے وقت کو اور کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح اسی حدیث کے ترجمہ اور شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

گفت جابر رض شنیدم آنحضرت را پیش از رحلت خود بیک ماہ تسئالونی عن الساعۃ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیست علم بہ تعیین وقت آں مگر نزد خداوند عز وجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ مے پرسید آں خود معلوم من نیست وآں را بجز خدا تعالیٰ نداند۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷۷)	حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے صرف ایک مہینہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبریٰ کے آنے کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو، روہ تو خود مجھے معلوم نہیں (میں کیا بتاؤں) اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اس صحیح حدیث اور اس کی شرح میں حضرت ملا علی القاری رح اور شیخ عبدالحق صاحب رح کی تشریح سے صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے تک قیامت تک کا علم نہ تھا۔ جو لوگ حضرت ملا علی القاری رح اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح کی غیر متعلق عبارتوں سے (مثلاً دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب کی جاء الحق ص ۱۰۵ وغیرہ) مسئلہ علم قیامت کشید کرتے ہیں، ان کو ان صریح عبارات کو ٹھنڈے دل سے پڑھنا چاہیے کہ ان بزرگوں کا کیا عقیدہ اور تحقیق ہے اور اہل بدعت کیا کہتے ہیں؟

مولوی محمد عمر صاحب نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاکرہ قیامت کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اگر کوئی کج طبع آپ کی بے علمی کی دلیل اخذ کرے تو یہ اس کے نقص ایمانی کی دلیل ہے (بلفظہ مقیاس صفحہ ۴۳۹) کیا ان کے نزدیک حضرت ملا علی القاری رح اور شیخ عبدالحق رح وغیرہ سب کے سب کج طبع اور ناقص الایمان ہیں؟ یا یہ شیرینی صرف دیوبندیوں اور وہابیوں کے لئے رکھ چھوڑی ہے؟

Marfat.com

تیسری حدیث

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ :-

سُئِل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عن الساعۃ قال علمھا عند ربّی لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو ولکن اخبرکم بمشاریطھا و مایکون بین یدیھا ان بین یدیھا فتنۃً وھرجا الحدیث (رواہ احمد فی مسندہ ج ۵ ص ۳۸۹ بسند صحیح وتفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۳ ودر منثور ج ۳ ص ۱۵۰)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتِ قیامت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علم تو بس میرے رب ہی کو ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی کچھ نشانیاں بتلاتا ہوں اس سے پہلے (بکثرت) فتنے اور قتل و غارت ہو گی۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفسِ قیامت کبریٰ اور چیز ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں اور ہیں۔ اوّل کا علم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو حاصل نہ تھا اور ثانی الذکر کا علم اللہ تعالے نے آپ کو آپ کی شان کے لائق اور مناسب عطا فرما دیا تھا۔ جو خود غرض یا جاہل لوگ وقت قیامتِ کبریٰ اور اس کی نشانیوں کو خلط ملط کرکے اُلجھن پیدا کرنے کی ناکام اور بے سود کوشش کرتے ہیں ان کو اس مضمون کی دیگر احادیث کی طرح یہ حدیث بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :-

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عن الساعۃ وانا شاھد فقال لا یعلمھا الّا اللہ ولا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو ولکن ساخبرکم بمشاریطھا وما بین یدیھا من الفتن والھرج الحدیث (اخرجہ الطبرانی وابن مردویہ درمنثور ج ۳ ص ۱۵۰)

میرے سامنے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی بعض علامتیں بتلائے دیتا ہوں کہ اس سے پہلے بڑے فتنے اور خونریزیاں ہوں گی۔

یہ حدیث بھی اپنے مفہوم اور مراد میں بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

مولوی محمد عمر صاحب نے اس حدیث کے جواب میں جو جو شگوفے کھلائے ہیں اور جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ قابلِ دید ہے (دیکھئے مقیاس ص۴۳۳)۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ فوجداری عدالت کے محلِ وقوع کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے دفتر کی اندرونی جملہ کیفیات اور تمام فائلیں اور جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہوتا ہے، وہ سب مفصّل معلوم ہو۔ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ قیامت کی چیدہ چیدہ علامات اور نشانیاں بتانے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ قیامتِ کبریٰ کا ٹھیک وقت بھی آپ کو معلوم ہو جیسا کہ ان پیش کردہ روایات میں نفسِ قیامت اور علاماتِ قیامت کو الگ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ اوّل کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی کا علم خدا تعالےٰ نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا، اور ہمارا مقصد ان روایات کے پیش کرنے سے اہلِ بدعت کے خانہ ساز عقیدہ علمِ غیب کُلّی یا علم جمیع ماکان ومایکون ہی سے ہے اس کو اس پر محمول کرنا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کہ ہم کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین سردار دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی تنقیص مقصود ہے، انتہائی بے ایمانی اور اعلےٰ درجہ کی شیطنت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعد کمالِ علمی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا رُتبہ اور درجہ ہے۔ جملہ دیگر کمالات کی طرح علمی کمال میں بھی آپ ؐ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ؀

چوتھی حدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

قال لقیت لیلة اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم علیہ السلام فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسیٰ فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسیٰ فقال عیسیٰ اما وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ عزّ و

آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی تو ان میں وقتِ قیامت کا تذکرہ ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیم کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

اجل، الحدیث (رواہ احمد فی مسندہ ج ص
وابن ماجہ ص ۳۰۹ وسندہ صحیح والحاکم فی المستدرک
ج ۴ ص ۴۸۸ وج ۴ ص ۵۴۵ وج ۲ ص ۳۸۴ وقال الحاکم
والذہبی صحیح وابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۲ واللفظ لہ
ودر منثور ج ۳ ص ۱۵۲)

خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت عیسٰے علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالٰے کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے الخ

ابن ماجہ اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:۔

فبدؤا بابراھیم فسالوہ عنہا فلم یکن عندہ منہا علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عندہ منہا علم الحدیث
(ابن ماجہ ص ۳۰۹ ومستدرک ج ۴ ص ۴۸۸)

سب سے پہلے قیامت کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ سے سوال کیا گیا، مگر اُن کے پاس قیامت کا کچھ علم نہ تھا پھر حضرت موسیٰؑ سے پُوچھا گیا مگر اُن کے پاس بھی اس کا کچھ علم نہ تھا۔

اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:۔

فتراجعوا الحدیث الی عیسٰی فقال عیسٰی عہد اللہ الیّ فیما دون وجبتہا فلا نعلمہا الحدیث (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۴ وقال الحاکم والذہبی صحیح)

انہوں نے بات کا رُخ حضرت عیسٰیؑ کی طرف پھیر دیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے وقوعِ قیامت سے پہلے کی کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقتِ وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی یہی کچھ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی قیامت کے خاص وقت کا علم نہیں اور حضرت عیسٰے علیہ السلام چونکہ علاماتِ قیامت میں سے ہیں اس لئے بالآخر اس بحث کو ان کی طرف لوٹایا گیا مگر ان سے بھی یہی جواب ملا کہ اگرچہ قیامت کی بعض علامات مجھے بتائی گئی ہیں مگر اس کا ٹھیک وقت معلوم نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

اما وجبتہا فلا یعلم بہا احد الا اللہ — اس کا ٹھیک وقتِ وقوع اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں

جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے حالانکہ بارشادِ خداوندی "وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ" وہ قیامت کی علامت ہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا، اور اس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اور فنِ حدیث کا یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ جب جنابِ رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن اور دیکھ کر اس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی (تقریری) حدیث ہے : لانہ لا یسکت علی باطل ولا یقر منکراً (نووی ج ۲ صـ ۱۵۱ وغیرہ) کیونکہ آپ نہ تو باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو رد کئے بغیر چھوڑتے تھے ۔ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ :۔

اما وجبتھا فلا یعلم بھا احد الا اللہ ۔ بہرحال اس کا ٹھیک وقت بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس کی تردید نہیں فرمائی کہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں اس لئے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا وقت بتا دیا ہے ۔ لہٰذا اصولِ حدیث کے مسلم قاعدہ کے رو سے آپ بھی ان اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ میں شامل ہیں جن کو قیامت کا علم حاصل نہیں اور جب اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تو اور کس کو ہوگا یا ہو سکتا ہے ؟ حافظ ابن کثیر نے کیا خوب فرمایا کہ :۔

فھٰؤلاء اکابر اولی العزم من المرسلین لیس عندھم علم بوقت الساعۃ علی التعیین (تفسیر ابن کثیر ج ۲ صـ ۲۷۳) ۔ سو یہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت کے وقتِ معین کا علم نہیں رکھتے ۔

اور اس صحیح اور صریح روایت کے پیشِ نظر گویا اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اتفاق و اجماع قائم ہو گیا کہ قیامت کا علم بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اور یہی ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہے ۔

فریقِ مخالف کی رکیک تاویل

فریقِ مخالف کے اس دور میں وکیلِ اعظم نے جو کچھ اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے وہ بجائے خود ایک زندہ ڈرامہ ہے اور وہ اس ڈرامائی رنگ میں عجیب و غریب باتیں کہہ گئے ہیں چنانچہ

Marfat.com

ن کے جواب کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

"باقی رہا انبیاء علیہم السلام کا مذاکرہ تو یہ اس لئے تھا اور آپ کے روبرو اسی لئے ایک دوسرے پر بات ڈالتے تھے کہ آپ ملاحظہ فرمالیں کہ ہم نے آجتک قیامت کے راز کو فاش نہیں کیا آپ بھی اس کو فاش نہ فرمائیں، صرف یہ بات بتانی مقصود تھی، ادبیے عرض کرنا کہیں قیامت کا ذکر نہ کرنا اس جملے کو انہوں نے گستاخی سمجھی آپس میں مذاکرہ کر کے آپ کو جتا دیا کہ آپ ملاحظہ فرما لیجئے آپ نے بھی ایسے ہی عمل کرنا ہے کسی کو جتانا نہیں جیسا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر ڈالا ظاہر نہیں فرمایا، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے ضرور سوال کرتے انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے الخ" (بلفظہ مقیاس حنفیت صـ ۴۳۸)

جواب :-

یہ ہیں وہ جواہر پارے جو فریق مخالف کے مناظر اعظم نے زیب قلم فرمائے ہیں۔ مولوی صاحب ذرا ہوش میں آ کر فرمایئے کہ آپ نے تو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان میں سے ہر ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ لا علم لی بہا " مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں یا خدا کے نبی لا علم لی بہا فرما کر اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے میں سچے تھے؟ غور سے جواب دینا؟ اور پھر یہ بھی غور سے کہنا کہ ہم نے ہی اس سے ان کی لاعلمی کا مفہوم سمجھا ہے یا نفس الامر میں اس کا مطلب ہی صرف یہ ہے؟ مولوی محمد عمر صاحب! اصل عبارت کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنا اور لوگوں کو مغالطہ دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟ پھر اس پر بھی غور نہ کیا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عالم جمیع ما کان وما یکون ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کو اس حکمت عملی سے آپ کو

Marfat.com

یہ جتانا چہ معنی دارد کہ آپ بھی راز کی بات کو فاش نہ کرنا؟ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے جمیع ماکان و مایکون کے علم کو نہیں مانتے تھے جبھی تو اُنھوں نے اس لطیف حیلہ سے قیامت کے علم کی رازداری کی آپ کو تلقین کی اور براہِ راست کہہ دینے کو بقول مولوی محمد عمر صاحب گستاخی سمجھی ۔ مولوی صاحب نے ازراہِ جہالت جس چیز کو اپنی دلیل بنایا وہی اُن کے مخالف پڑتی ہے ۔ قلندر لاہوری رح نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا کہ ؎

چمن میں تھیں ڈالیاں ہزاروں ، مگر مقدر کا کھیل دیکھو
گری اُسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

دیکھا آپ نے شیر بیشہ کا جواب اور اس پر ضد اور اصرار اور دوسروں کو یوں کوسنا کہ تم نے اپنے اختراع سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے (ملفظہ مقیاس ص۳۹۴) مگر یہ نہ سوچا کہ اختراع کس نے کی اور دھوکا کس نے دیا؛ افسوس ہے اس تحقیق پر ، وہ تو دل میں ضرور خوش ہوں گے کہ ؎

پکڑ کر لایا ہوں میں شیرِ تحقیق تم اپنے نیل معنی کو نکالو!

پانچویں حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد لشکرِ اسلام کو لے کر مقام حنین پر قبیلہ بنو ہوازن اور ثقیف کو شکست دے کر ان کے مال و اسباب اور مویشی و جنگی اسیروں کو (جو قانونِ جنگ کے مطابق غلام بنائے جا سکتے ہیں) بطورِ غنیمت صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم کر دیا، تو ہوازن وغیرہ کی طرف سے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور یہ کہا کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں، اس لئے ہماری درخواست ہے کہ ہمارے اموال و اسباب اور قیدی ہمیں واپس دے دیئے جائیں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم ان کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر چکے ہیں اور یہ میری ذاتِ واحد کا سوال نہیں لہٰذا صاف بات یہ ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو واپس لے لو مال لے لو یا قیدی ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر ہمیں قیدی مل جائیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ اچھا میں مسلمانوں

Marfat.com

سے تمہاری سفارش کردوں گا۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا معاملہ پیش کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، اب اپنے کئے پر نادم ہو کر آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے قیدیوں کو رہائی دے دی جائے، اور میں خود بھی اسی کے حق میں ہوں اور سب سے پہلے اعلان کرتا ہوں کہ بنی ہاشم کے حصہ میں جو اسیر آئے ہیں میں ان کو ان کے حوالہ کرتا ہوں۔ پس تم میں سے جو لوگ بلا معاوضہ بطیب خاطر ایسا کر سکیں تو فبہا ورنہ ہمارا وعدہ ہے کہ اولین موقع پر ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں کہ حضرت ہم بطیب خاطر ہوازن وغیرہ کے اسیروں کو آزاد کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ بات مجمع عام کی تھی اور اس طرح متعین طور پر ہر شخص کی مرضی نہیں معلوم ہو سکتی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

انی لا ادری من اذن منکم ممن لم یاذن فارجعوا حتیٰ یرفع الینا عرفاءکم امرکم (بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۴، واللفظ لہ وایضاً رواہ فی ج ۱ ص ۳۴۲ و ج ۱ ص ۳۰۹ و ج ۲ ص ۶۱۸، و ابوداؤد ج ۲ ص ۱۱)

بتحقیق مجھے پتہ نہیں چلتا کہ آپ لوگوں میں سے کس کی مرضی ہے اور کس کی مرضی نہیں ہے لہٰذا اب یہاں سے آپ لوگ چلے جائیں پھر ہر قبیلہ اور خاندان کے لیڈر، ممبر اور چودھری اس معاملہ کی رپورٹ ہمارے سامنے پیش کریں۔

اس کے بعد پھر آپ کے سامنے رپورٹ پیش کی گئی اور تمام اسیروں کو رہا کر دیا گیا۔

اس صحیح روایت سے بصراحت یہ معلوم ہوا کہ عام مجمع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تجویز کس کو منظور ہے اور کس کو منظور نہیں ہے اور اسی ہی لئے آپ نے یہ معاملہ عرفاء قوم کے حوالہ کیا۔ اگر آپ عالم جمیع ما کان وما یکون ہوتے تو لامحالہ آپ کو ان تمام لوگوں کے قلبی میلانات کا علم ہوتا اور آپ یہ نہ فرماتے کہ انی لا ادری الخ (میں نہیں جانتا) اور ہم پہلے تاج العروس وغیرہ کتب لغت سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ درایت اور علم متحد المعنی ہیں، اور ایک قول کے لحاظ سے درایت خاص اور علم عام ہے اور معقول کا یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ خاص کا انتفاء عام کے انتفاء کو مستلزم ہے ولا عکس۔ یہ روایت بھی علم غیب اور جمیع ما کان وما یکون کے علم کی نفی کی واضح دلیل ہے اور سے بھی

Marfat.com

رمضان سنہ ھ کے بعد کی، دیکھئے فریق مخالف کیا جواب ارشاد فرماتا ہے:

چھٹی حدیث

حضرت خالد بن الولیدؓ (المتوفی سنہ ۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت میمونہؓ (المتوفاۃ سنہ ۱۶ھ) (جو حضرت خالدؓ کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرہ میں داخل ہوا تو اُس وقت اُن کے پاس بھُنی ہوئی گوہ (ضب) رکھی ہوئی تھی جس کو ان کی بہن حضرت حفیدہؓ بنت الحارث (المتوفاۃ سنہ ھ) نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں تو حضرت میمونہؓ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے جب تک کہ آپ کو یہ نہ بتلا دیا جاتا کہ یہ کھانا کیا اور کیسا ہے، تو جو ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں یا اُن میں سے کسی نے فرمایا کہ:-

اخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمن له فقلن هو الضب یا رسول اللہ فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یده الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ ومسلم ج ۲ ص ۱۵۱ باللفظ)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے، چنانچہ ازواج نے فرمایا کہ حضرت یہ گوہ ہے۔ آپ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور گوہ نہیں کھائی اور حضرت خالدؓ نے وہ خوب مزے سے کھائی۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کُلّی اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم محیط حاصل نہ تھا ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے تو گوہ پیش کی گئی ہے اور آپ ابتدا ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی مطلقاً ضرورت ہی نہ پیش آتی: اخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما

Marfat.com

قدمت له کہ آپ کو اس کی اطلاع مت دو کہ یہ کیا ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت میمونہ رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف ذوالقعدہ سنہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر سرف کے مقام پر حاصل ہوا تھا جو ان کا مدفن بھی ہے (دیکھئے مستدرک ج ۴ ص ۳۰ وغیرہ میں ۷ھ کی تصریح موجود ہے) اور حضرت خالد بن الولید رضؓ کا شرف باسلام ہونا بھی اس کے بعد کا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری حصہ ۲۳ ص ۳۱۹ وغیرہ) اور حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وانه کان لا یعلم من المغیبات الا ما علمه اللہ تعالیٰ (فتح الباری ج ۲۳ ص ۳۱۹)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔

اور حضرت جابر رضؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گوہ پیش کی گئی تو آپ نے اس کے کھانے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ:۔

لا ادری لعله من القرون التی مسخت (مسلم ۲ ص ۱۵۱ وکنز العمال ج ۸ ص ۱۱)

مجھے معلوم نہیں کہ شاید یہ اُن امتوں میں سے ہو جو مسخ کی گئی ہیں۔

اور حضرت ابوسعید الخدری رضؓ کی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی اور بدو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ میں ایک ایسے نشیبی جنگل میں رہتا ہوں جہاں گوہیں بکثرت ہیں اور ہمارے یہاں کے لوگ عموماً ان کو کھاتے ہیں۔ فرمائیے میں کیا کروں؟ آپ خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے حاضرین کی تلقین سے پھر سوال کیا، آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ:۔

یا اعرابی ان اللہ عزوجل لعن او غضب علی سبط من بنی اسرائیل فمسخهم دوابا یدبون فی الارض فلا ادری لعل هذا منها

اے اعرابی بنی اسرائیل کے ایک خاندان پر خدا تعالیٰ کا غضب اور اس کی پھٹکار ہوئی اور ان کو مسخ کرکے زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا گیا جو زمین

Marfat.com

الحدیث۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۵۲ وکنز العمال ج ۸ ص ۱۱)

پر رینگتے ہیں سو مجھے معلوم نہیں ہے شاید کہ یہ گوہ انھی میں سے ہو۔

حضرت ثابت بن یزید الانصاری رض المتوفی ۔۔۔ھ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غزوہ میں بھنی ہوئی گوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کو تناول نہ فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ :۔

ان امة من بنی اسرائیل مسخت دواب فی الارض وانی لا ادری ای الدواب ھی (مسند احمد ج ص ۔۔۔ ، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۶ ، نسائی ج ۲ ص ۱۷۶ ، ابن ماجہ ص ۲۴۱ وکنز العمال ج ۸ ص ۹)

بنی اسرائیل کی ایک اُمت کو زمین پر چلنے والے جانوروں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا تھا اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سے جانور ہیں : (لہٰذا میں اس کو نہیں کھاتا)

اور حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

امة مسخت ما ادری ما فعلت ولا ادری لعل ھذا منھا (مسند احمد ج ص ۔۔۔ وکنز العمال ج ۸ ص ۱۱)

ایک اُمت مسخ کر دی گئی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کا حشر کیا ہوا اور مجھے علم نہیں کہ شاید یہ گوہ اسی میں سے ہو۔

اور معجم کبیر طبرانی میں حضرت جابر بن سمرہ رض المتوفی ۵۴ھ اور حضرت سمرہ بن جندب رض المتوفی ۵۹ھ سے بھی قریب قریب یہی مضمون مروی ہے۔ (دیکھئے کنز العمال ج ۸ ص ۱۱)

حضرت زید بن ثابت رض المتوفی ۴۵ھ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں ہم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے تو ہم نے شکار میں بہت سی گوہیں حاصل کیں۔ لوگوں نے بھی ان کو بھونا اور میں نے بھی بھونا۔ پھر میں نے گوہ لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی۔

فاخذ عودًا فجعل یعد اصابعه فقال ان امة من الامم مُسخت دواب فلا ادری ای امة فلم یاکل الحدیث

تو آپ نے ایک لکڑی لی اور اُس سے گوہ کی انگلیاں شمار کرنے لگے، پھر فرمایا کہ اگلی امتوں میں سے ایک اُمت کو مسخ کر کے زمین پر رینگنے والے جانور بنا

Marfat.com

(کنز العمال ج ۸ ص ۵۲ رواہ ابن جرار و ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۶ وابنِ ماجہ ص ۲۴۲ عن ثابت بن یزید رض)۔ — دیا گیا تھا سو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کونسی مخلوق ہے اور آپ نے وہ نہ کھائی۔

اس روایت میں فلا ادری کے صریح جملے کے علاوہ آپ کا لکڑی لے کر اس سے گوہ کی انگلیوں کو شمار کرنا بھی جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کی واشگاف دلیل ہے کیونکہ عالمِ ماکان و مایکون کبھی اس طرح غور سے کسی جانور کی انگلیاں نہیں شمار کیا کرتا۔ یہ مضمون جو متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے (جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا) صاف طور پر آپ کے علم کلی اور جمیع ماکان و مایکون کے علم کی نفی کر رہا ہے اور یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ان میں بیشتر صحابہ کرام رض انصار مدینہ میں سے ہیں یا آپ کے مدینہ طیبہ میں جانے کے بعد مسلمان ہوئے ہیں (جیسے خالد بن الولید وغیرہ) اور یہ مختلف واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں کیونکہ مکہ مکرمہ میں گوہیں نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گوہ:۔

لم یکن بارض قومی فاجدنی اعافہ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ و مسلم ۲ ص ۱۵۱) — میری قوم کی سرزمین میں نہ ہوتی تھی لہٰذا مجھے اس سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔

یہ سب واقعات ہیں اور قیامت سے قبل کے ہیں اور معراج شریف کے بعد کے ہیں اور لطف یہ ہے کہ حلت و حرمت اور احکام سے متعلق ہیں مگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلا ادری الخ فرما کر اپنے علم کی نفی فرما رہے ہیں۔ دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ؎

عجب نہیں کہ بدل دے اُسے نگاہ تری\
بُلا رہی ہے اُسے ممکنات کی دُنیا

ساتویں حدیث

حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع ۱۰ھ میں) جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مقام عرفات سے بڑے سکون اور وقار سے واپس ہوئے تو وادی محسّر میں آپ نے سواری کو تیز کر

Marfat.com

دیا اور صحابہ کرام رض کو جمرات کی رمی کرنے کا طریقہ بتایا اور اُن کو سلیقہ اور وقار سے چلنے کا حکم فرمایا اور نیز فرمایا کہ :۔

لتاخذ امتی منسکھا فانی لا ادری لعلی لا القاھم بعد عامھم ھذا ۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۳ ص ۳۳۲ بسند صحیح)

میری امت کو چاہئے کہ وہ حج کے احکام اچھی طرح مجھ سے سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں ۔

اور حضرت جابر رض ہی کی ایک روایت میں ہے کہ :۔

لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا (رواہ الترمذی ج ۱ ص ۱۰۱ وقال حدیث حسن صحیح والمشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۳)

شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں

اور مسند دارمی ص ۱۴۱ کی روایت میں ہے کہ :۔

واللہ لا ادری لعلی لا الفاکم (الحدیث)

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس کے بعد پھر تم سے نہ مل سکوں ۔

اور عرفات سے اس روانگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تقریباً تین ماہ زندہ رہے ہیں ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں اور لا ادری اس کی دلیل ہے تو دوسروں کی وفات کا علم کلی کیسے حاصل ہوگا ؟ اور جب آپ اپنے صحابہ کرام رض سے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اور کہاں سے دیکھ سکتے ہیں ؟ یہ صحیح روایت علم کلی اور حاضر و ناظر کی نفی کی واضح دلیل ہے ۔

آٹھویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رض (جو سنہ ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے) روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

انی لانقلب الی اھلی فاجد التمرۃ ساقطۃ

ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کھجور

Marfat.com

علی فراشی فارفعها لآکلها ثم اخشی ان تکون صدقۃً فالقیها۔
(بخاری ج ۱ ص ۳۲۸ وکنز العمال ج ۳ ص ۲۸۵)

پڑی ہوئی پاتا ہوں اور اس کو کھانے کے ارادہ سے اُٹھا لیتا ہوں پھر میں یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہو تو میں اس کو رکھ دیتا ہوں اور نہیں کھاتا

اور حضرت انس رضؓ کی روایت میں ہے کہ :۔

مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ فی الطریق فقال لولا انی اخاف ان تکون من الصدقۃ لاکلتها۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۲۸ ومسلم ج ۱ ص ۳۴۴، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۱ وقال متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے کھجور کا ایک دانہ دیکھا اور آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی کھجور ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا۔

اور حضرت انس رضؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

انی لاری التمرۃ فما یمنعنی من اکلها الا مخافۃ ان تکون من تمر الصدقۃ۔
(طیالسی ص ۲۶۷ وکنز العمال ج ۷ ص ۳۲۸)

میں کھجور کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے کھانے سے اور کوئی چیز نہیں منع کرتی مگر صرف یہ خوف کہ وہ کہیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تضور ذات لیلۃ فقیل له ما اسهرك قال انی وجدت تمرۃ ساقطۃً فاکلتها ثم تذکرت تمرا کان عندنا من تمر الصدقۃ فلا ادری امن ذلك كانت التمرۃ او من تمر اهلی فذلك اسهرنی۔ (مستدرک ج ۲ ص ۱۴ ۔ قال الحاکم والذهبی صحیح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپ کو کیوں بےقراری میں نیند نہیں آرہی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

Marfat.com

ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ اُفتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپ کو ہرگز کوئی تردد نہ ہوتا اور نہ آپ اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے۔

مولوی محمد عمر صاحب کی تاویلِ بے جا

مولوی محمد عمر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ :۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے علمی ثابت کرنے کے لئے یہ واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ معلم الٰہی ہیں اس لئے اتقاء کا سبق سمجھایا۔ وہابی جس کو آپ کی بے علمی سمجھ بیٹھا ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیا ہے کہ ایک کھجور بھی اگر نقطہ پڑی ہو اور تمہارا دل بھی چاہے تو کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ تم نے میری سنت پر عمل کرنا ہے"۔ ابلفظہ

(مقیاس حنفیت ص۴۷۵)

جواب :۔

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ دعویٰ محض دفع الوقتی اور سراسر مردود ہے کیونکہ ان مذکورہ صحیح روایات میں مرکزی نُقطہ ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی بات کا تردّد ہوتا تھا کہ مبادا یہ کھجور صدقہ اور زکوٰۃ کی ہو جو میرے اور میری آل کے لئے حلال نہیں ہے اور مستدرک کی روایت میں تو صاف طور پر فلا ادری کا جملہ اس مردود تاویل کی بیخ کنی کے لئے کافی ہے۔ باقی اتقاء کا یہ معروضہ بہانہ بھی بیکار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے نمونۂ عمل ہیں اور امت کو آپ کی پیروی ضروری ہے مگر جو چیز آپ نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ صرف آپ کی افتادہ کھجور کے بارے میں لاعلمی ہے۔ باقی امور سب ضمنی ہیں۔

نویں حدیث

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ :۔

Marfat.com

لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل اتاہ جبرائیل فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعناہ اخرج الیہم قال فالی این؟ قال ھٰھنا واشار الی بنی قریظۃ فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم

(بخاری ج ۲ ص ۵۹۰ ومسلم ج ۲ ص ۹۵)

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا۔ آپ نے ہتھیار اُتار دیئے ہیں؟ ہم فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اُتارے اُدھر ان کی طرف چلیئے آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ ادھر چنانچہ آپ لشکر کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کو خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے اور نہ تو آپ ہتھیار اُتارتے اور نہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ فالی این؟ یعنی اب ہمیں کدھر کو جانا ہے: اور جب آپ مع اسلامی فوج کے بنو قریظہ تشریف لے گئے اور محاصرہ کے بعد ان کو گرفتار کیا تو بحکم الملک ان کے بارہ میں تورات ہی کا حکم نافذ کیا گیا کہ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا جائے اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت عطیۃ القرظی رضؓ (المتوفی سنہ) بھی تھے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحالت اسیری بنی قریظہ کی شکست کے دن:-

عرضت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم قریظۃ فشکوا فی فامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ینظروا الیّ ھل انبت فنظروا الیّ فلم یجدونی انبت فخلی عنی والحقنی بالسبی — وفی روایۃ — فلم یروا الموسی جرت علی شعرہ یعنی عانتہ

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو صحابہ کرام رضؓ نے میرے بارے میں تردد کیا کہ کیا میں بالغ ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ میرے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کریں چنانچہ جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے لہذا مجھے نابالغ

Marfat.com

فاذکرہ من القتل ۔ (مستدرک ج ۲ ص ۱۲۳ ۔ قال الحاکم والذہبی صحیح علیٰ شرطھما)

سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ میں نے زیر ناف بالوں پر اُسترا (بال نہ اُگنے کی وجہ سے) نہیں پھیرا تو انہوں نے مجھے قتل نہ کیا ۔

اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر ایک کے بارے میں حاضر و ناظر ہوتے تو اس کارروائی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور صحابہ کرام رض کو بھی اگر علم ہوتا جو بجائے خود کامل ولی تھے تو اُن کو اشد مجبوری کے بغیر زیر ناف بال دیکھ کر ان کے بالغ یا نابالغ ہونے پر استدلال کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ یہ روایت بھی آپ کے علم کلی اور مزعوم حاضر و ناظر کی تردید کی ناقابلِ جواب دلیل ہے ۔ البتہ نہ ماننے والوں کے لئے یہ محاورہ کافی ہے کہ خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار ؛

دسویں حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنہ ۷ھ میں خیبر فتح کیا تو اس میں دیگر سامانِ غنیمت کے علاوہ بہت سے غلام اور لونڈیاں بھی ہاتھ آئیں ۔ جب جنگی اور شرعی قانون کے تحت ان کی تقسیم کی باری آئی تو حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رض (المتوفی سنہ ۵۰ھ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت کر دیجئے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا کر ایک باندی انتخاب کر لو ۔ چنانچہ اُنہوں نے گرفتار شدہ عورتوں میں سے حضرت صفیہ بنت حیی رض (المتوفاۃ سنہ ۵۰ھ) کو چن لیا ۔ اتنے میں ایک اور صحابی تشریف لائے ، اور اُنہوں نے جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ :-

یا نبی اللہ اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی سیدۃ قریظۃ والنضیر لا تصلح الا لک قال

یا نبی اللہ ! آپ نے صفیہ رض بنت حیی جو بنو قریظہ اور بنو النضیر کی سردار ہے ، دحیہ رض (جیسے معمولی سپاہی)

Marfat.com

بلاعوہ بها فجاء بها فلما نظر الیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فخذ جاریۃ من السبی غیرها قال فاعتقها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتزوجها (بخاری ج ۱ ص۵۴ و مسلم ج ۱ ص۴۵۹)

کو دے دی ہے ؛ یہ تو آپ کی شان کے لائق ہے آپ نے فرمایا کہ بلاؤ اس کو آپ نے ملاحظہ کیا تو حضرت دحیہ رضؓ سے فرمایا کہ تو قیدیوں میں سے کوئی اور لونڈی اس کے عوض میں لے لے آپ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی یا علم جمیع ما کان و ما یکون حاصل ہوتا تو آپ اس صحابی کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہؓ، حضرت دحیہؓ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے یہ جان لیتے کہ دحیہؓ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو انتخاب کرے گا جس سے خود صفیہ رضؓ کی اور اس کے خاندان کی دل شکنی ہوگی۔ کیونکہ یہ عورت دحیہؓ جیسے ایک معمولی سپاہی کے مناسب حال نہیں ہے اور جو رائے آپ نے بعد کو اختیار فرمائی وہی پہلے اختیار فرما لیتے۔

گیارھویں حدیث

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو مرحب کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھایئے دارمی ص۱ و ابوداؤد ج ۲ ص۲۶۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۴۲) کہ اس میں زہر ہے۔ اور اگرچہ بحمد اللہ آپ کے حق میں اس کا ناپاک ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء بن معرور رضؓ جانبر نہ ہو سکے (ابوداؤد ج ۲ ص۲۶۴ و مستدرک ج ۳ ص۲۱۹) بلکہ ابوداؤد ج ۲ ص۲۶۴ اور دارمی ص۱ کی روایت میں ہے کہ :-

فتوفی اصحابه الذین اکلوا من الشاۃ (مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۴۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابہ کرام رضؓ جنہوں نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی سب فات پا گئے۔

Marfat.com

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے اور شہید ہونے والے کئی صحابی تھے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کے مرضِ وفات میں جب اس زہر کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ :۔

یا عائشۃ رض ما ازال اجد الم الشاۃ الذی اکلت بخیبر وھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذالک السم (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷)	اے عائشہ رض میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری رگِ جان کٹ رہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رض المتوفی ۳۷ھ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم :۔

کان لا یأکل من ھدیۃ حتی یأمر صاحبھا ان یأکل منھا للشاۃ التی اھدیت له (رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزار۔ اسنادہ صحیح السراج المنیر ج ۳ ص ۱۵۶)	تحفہ اور ہدیہ کا کھانا نہیں تناول فرمایا کرتے تھے جب تک کہ صاحب ہدیہ کو اس کے کھانے کا حکم نہ فرماتے۔ چونکہ آپ کو بکری کا زہر آلود گوشت کھلایا گیا تھا اس لئے آپ اس کے بعد یہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عزیزی رح المتوفی ــــھ لکھتے ہیں کہ :۔

فاکلوا منھا فمات بعض صحبہ وصار المصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم یعاودہ الاذی حتی توفی (السراج المنیر ج ۳ ص ۱۵۶)	اس بکری کا گوشت چند صحابہ کرام رض نے کھایا جس کی وجہ سے آپ کے بعض صحابہ کرام رض کی وفات واقع ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے وقت تک بار بار اس زہر کا دورہ پڑتا رہا اور آپ کو تکلیف پہنچتی رہی۔

اور حضرت اُمِّ مبشر رض المتوفاۃ ــــھ کی روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت! آپ پر

Marfat.com

اس دفعہ بیماری میں بڑی تکلیف ہے اور میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن براء بن معرور رضؓ فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ :-

وانا لا اتهم غیرها هذا اوان انقطاع ابهری (مستدرک ج ۳ ص ۲۱۵ قال الحاکم والذهبی علی شرطهما)

میں بھی اس کے بغیر اس کا کوئی اور ظاہری سبب نہیں سمجھتا اور اس وقت تو میری رگ جاں کٹتی سی معلوم ہو رہی ہے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہؤا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو یہ المناک اور افسوسناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور آپ کو پہلے ہی سے اس یہودیہ کی یہ ناشائستہ حرکت معلوم ہو جاتی اور بہت سے بے گناہ صحابی شہید نہ ہوتے اور نہ آپ کو یہ تکلیف ہوتی ؛ کیا فریق مخالف کے نزدیک قصداً و ارادۃً جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود گوشت کھایا اور عمداً صحابہ کرامؓ کو کھلایا ؛ جس کے نتیجہ میں ان کی وفات ہو گئی۔ ہمارا ایمان اور عقیدت تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتی۔

مفتی احمد یار خان صاحب کا جواب

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالےٰ کی مرضی یہ ہی ہے کہ ہم اسے کھا لیں تاکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے۔ راضی برضا تھے"۔ (انتہی بلفظہ جاء الحق ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵)

جواب :-

سبحان اللہ یہ ہے فریق مخالف کے مفتی کا جواب۔ مفتی صاحب! جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے تو آپ نے عمداً وہ گوشت کیوں کھایا ؟ اور صحابہ کرام رضؓ کو کیوں کھانے دیا ؟ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ

ومن تحسّٰی سمًّا فقتل نفسه فسمّه فی — اور جس نے زہر پیا اور خودکشی کر لی تو زہر اس کے

Marfat.com

یدہ یتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا ابداً (بخاری ج ۲ ص ۸۶۰ ومسلم ج ۱ ص ۷۲) ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ ابدالآباد تک وہ زہر پیتا رہے گا۔

یہ مسئلہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے کہ کیا یہ ارشاد مستحل کے لئے ہے یا خلود سے مکث طویل مراد ہے یا ایسے مجرم کی سزا یہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کو یہ سزا دی نہ جائے (دیکھئے نووی ج ۱ ص ۷۳ وغیرہ) اس حدیث کے پیش نظر کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بقول مفتی احمد یار خاں صاحب علم ہونے ہوئے زہر آلود گوشت کھایا اور صحابہ کرام رض کو کھلایا؟ یہ عجیب بات ہے کہ آپ پر اس کا اثر کچھ نہ ہوا مگر آپ نے العیاذ باللہ) الدواء بالخبیث کے حکم کو توڑا جو بجائے خود گناہ ہے اور اس کی دوزخ میں خلود کی وعید بطور تشدید آئی ہے (العیاذ باللہ) علاوہ ازیں آپ پر بھی اثر کیا نہ ہوا جبکہ اس زہر کے کھانے کے بعد تین سال تک آپ اس کا الم اور درد محسوس فرماتے رہے جیسا روایت میں تصریح گزر چکی ہے اور وفات کے وقت تو آپ کو رگ جان کٹتی سی نظر آتی تھی۔ کیا مفتی صاحب یہ اثر نہیں ہے؟ آپ نے کس سادگی یا خداع سے یہ لکھ دیا ہے کہ "زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا" پھر مفتی صاحب ارزوئے افتاء یہ فرمائیں کہ حضرت بشر بن براء بن معرور رض اور دیگر صحابہ کرام رض کی چند نفوس کو جو شہادت کی اس وفات سے ہمکنار ہونا پڑا۔ اس کا اثر کہاں سے آیا تھا؟ اور کیا عمداً کسی کو اس طرح زہر خورانی جائز اور درست ہے؟ باقی رہی اللہ تعالےٰ کی مرضی اور راضی برضا ہونا تو وہ آپ کا مقام برحق اور درست ہے اس کا کون منکر ہے؛ مگر اصل حدیث کا جواب نہ تو مفتی صاحب اور ان کی جماعت کی طرف سے آج تک دیا جا سکا ہے اور نہ تاقیامت دیا جا سکتا ہے شوق سے طبع آزمائی کرلیں

کرجائیں گی کام اُن کی فسوں ساز نگاہیں
دُنیائے سکوں زیر و زبر ہو کے رہے گی

بارھویں ۱۲ حدیث

حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابوسعید الخدری رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

Marfat.com

سلم نے ایک شخص (اخا بن عدی الانصاری رض کما فی روایۃ مسلم ۲ صـ۲۶) کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تو اس نے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں (بطورِ تحفہ) عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں آپ نے فرمایا کہ :-

اکلّ تمر خیبر ھکذا قال لا واللہ یارسول اللہ انا لنأخذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلاثۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیباً	کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں ؟ عامل نے کہا نہیں، حضرت! بخدا ہم تو دو اور تین صاع ردی قسم کی کھجوروں کے عوض میں ان کا ایک یا دو صاع خریدتے ہیں - آپ نے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو، تم ردی کھجوروں کو رقم کے عوض میں فروخت کر دیا کرو پھر رقم کے بدلہ میں یہ کھجوریں لے لیا کرو -
(بخاری ج ۱ صـ۲۹۳ و مسلم ۲ صـ۲۶)	

ایک صاع موجودہ انگریزی سیر کے لحاظ سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے - چونکہ حرمتِ سود پر کوئی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا اس لئے اس عامل کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا - (نووی شرح مسلم ج ۲ صـ۲۶ وغیرہ) اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کلّی علمِ غیب یا جمیع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریقِ مخالف کا دعویٰ ہے تو آپ کو خیبر کے علاقہ کی کھجوروں کا ضرور علم ہوتا کیونکہ بقول فریقِ مخالف آپ کو ذرہ ذرہ اور ہر درخت کے ایک ایک پتہ کا علم ہے - پھر بھلا آپ کو کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوئیں ؟

ضروری انتباہ

فریقِ مخالف کا یہ ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات میں جہاں جہاں بھی یہ آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ بعض مصالح کی بنا پر ایسے سوالات کر لیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ :-

ماتلک بیمینک یا موسیٰ	اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے ؟

Marfat.com

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالےٰ کو علم نہیں تھا، وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوالات کا حال بھی سمجھو۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے سوال کیا مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى (تیرے ہاتھ میں اے موسیٰ علیہ السلام کیا ہے ؟) حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں عصا لئے کھڑے تھے، کیا اللہ تعالےٰ کا سوال کرنا اس کے عدمِ علم پر دلالت کرتا ہے ؟ (بلفظہٖ مقیاس حنفیت صت۴۲) ہم نے فریقِ مخالف کا جواب اور اس کے ضروری مقدمات عرض کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ؎

مری ضد سے ہوا ہے مہرباں دوست ۔۔۔ مرے احساں ہیں دشمن پر ہزاروں

جواب :-

فریقِ مخالف کا مزعوم خیال بھی سراسر باطل اور مردود ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کے عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ہونے کے بارے میں کسی کو شک اور شبہ ہی نہیں ہے اس لئے جناب باری تعالیٰ عزّ وجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت ہی پر مبنی ہوگا، بخلاف انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور اولیاءِ عظام رح وغیرہ مخلوق کا سوال کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں ہے اِلّا یہ کہ کوئی قطعی اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیشِ نظر تھا تو اس صورت میں ان کے صرف اس سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر حمل کیا جائے گا غرضیکہ مخلوق کا خالق پر اور حادث کا قدیم پر اور غیر عالم الغیب ہستیوں کا بکلِّ شیئٍ پر قیاس کرنا جن کا علم بقول خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دریا کا قطرہ ہو (مستدرک ج۲ صت۳۶۹ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما) کتنا صریح ظلم ہے ؟

وثانیاً بلاشک شرعی احکام اور امورِ دین کے بارے میں بعض مصالح کے تحت جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض سے سوال کیا تو صحابہ کرام رض نے بعض مقامات پر فرمایا کہ اللہ ورسولہ اعلم جیسا کہ حجۃ الوداع وغیرہ میں ایسا ہوا تھا۔ اور معرفتِ الٰہی میں تو آپ کا مقام بہت ہی اونچا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ فواللہ لانا اعلمھم باللہ الحدیث (مسلم ج۲ صت۲۶۱) (بخدا میں معرفتِ خداوندی

Marfat.com

میں ان سب سے بڑھا ہوا ہوں) مگر جب دُنیاوی معاملات کا سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامر دُنیا کم۔ لیکن کسی ایک صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے غیر شرعی امر کے بارے میں سوال فرمایا تو آپ اس کو خوب جانتے تھے، بخلاف اس کے اللہ تعالےٰ کی ذاتِ گرامی کے متعلق اس کا متعدد احادیث سے ثبوت ملتا ہے مثلاً حضرت ابوہریرۃ رض کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فرشتے پند ونصیحت اور ذکر وتذکیر کی مجالس سے فارغ ہو کر اللہ تعالےٰ کے پاس انسانوں کی ڈائری پیش کرتے ہیں تو :۔

فیسئا لهم الله عزّ وجلّ وهو اعلم بهم الحدیث — اللہ تعالےٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان

(مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۷) — (انسانوں کے حالات) کو خوب جانتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رض جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میدانِ محشر میں گنہگاروں کے ایک گروہ سے جو اپنی پیٹھ پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوں گے :۔

فیسئال الله عنهم وهو اعلم بهم الحدیث — سوال فرمائے گا حالانکہ وہ ان کو بخوبی جانتا ہوگا۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۹ قال الحاکم والذهبی علی شرطهما)

اور حضرت ابوہریرۃ رض کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں سے جب انسانوں کی ڈائری پوچھتا ہے :۔

فیقول تبارك وتعالیٰ وهو اعلم من این جئتم الحدیث (طیالسی ص ۳۱۹) — تو فرماتا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو حالانکہ وہ ان کو خوب اور بہتر جانتا ہے۔

اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں کہ جناب باری تعالےٰ نے سوال کیا حالانکہ وہ ان کو اور ان کے حالات کو بخوبی جانتا ہے۔ کیا فریق مخالف جرأت کر کے یہ بتا سکتا ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کی صحت اور بیماری یا موت اور حیات یا کسی اور حال کے بارے میں دریافت فرمایا ہو اور اس کا ذکر ہو کہ وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلم۔ (حالانکہ آپ خوب اور

Marfat.com

بہتر جانتے تھے) اگر ایسے ہی تکوینی امور اور حالات کے متعلق کوئی صحیح روایت ہے تو فبہا ورنہ ایسی خود ساختہ اور مصنوعی توجیہات کو کون سنتا ہے ؟

وثالثاً کتب احادیث میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ صحابۂ کرام رضؓ سے کسی چیز کے بارے میں سوال فرمایا اور اس وقت تک آپ کو حقیقتِ حال معلوم نہ تھی۔ صحابۂ کرام رضؓ کے جواب دینے کے بعد آپ پر حقیقت منکشف ہوئی اور آپ کو اس کا علم ہوا۔ چنانچہ حضرت یزید بن ثابت رضؓ المتوفی ۴۳ھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ چند صحابۂ کرامؓ کی معیت میں باہر نکلے تو :-

فرأى قبرًا جديدًا فقال ما هذا قالوا هذه مولاة بني فلان فعرفها رسول الله صلے الله عليه وسلم الحديث (نسائی ج ۱ ص ۲۲۰ واللفظ له وابن ماجه ص ۱۱۱ ومسند احمد ج ۴ ص ۳۸۸ و سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۴۸ وطحاوی ج ۱ ص ۲۹۵)

آپ نے ایک نئی قبر دیکھی۔ آپ نے صحابہ رضؓ سے سوال کیا کہ یہ قبر کس کی ہے ؟ تو صحابہ رضؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے۔ ان کے بتلانے پر آپ نے اس کو پہچان لیا۔

مولوی محمد عمر صاحب فعرفها رسول الله صلے الله عليه وسلم کے الفاظ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں اور سیخ پا اور آگ بگولا ہو کر لکھتے ہیں کہ تم نے تو نعمانی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے، آپ کا ان کے پہلے جنازے میں تشریف نہ لانا آپ کے عدمِ علم پر دال نہیں بلکہ آپ کے مختارِ کُل ہونے پر دال ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے دوبارہ جنازہ پڑھ لینا ہے الخ (مقیاس ص ۴۵۲) یہ ہے عمری جواب، سبحان اللہ! کیا فریقِ مخالف یہ بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کے متعلق سوال کیا، اور مجیب کے جواب کے بعد فعرفه الله تعالے اللہ تعالیٰ نے اس کو پہچان لیا۔ اگر فریقِ مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون کی پیش کر دے، دیدہ باید۔ وَاِنِّیْ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى سے پیغمبروں کا علمِ غیب ثابت کرنے والو، ذرا ہمت تو کرو، کچھ تو لب کشائی کرو

Marfat.com

صراحی در بغل ، ساغر بکف ، مستانہ وار آجا
لگائے آسرا بیٹھا ہے اِک مستانہ برسوں سے

تیرھویں حدیث

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵ وابن ماجہ ص ۱۰ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۰) رواتہ کلھم ثقات وسندہ صحیح)۔

مَیں نہیں جانتا کہ مَیں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا اس لئے مَیں تمہیں اپنے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو اپنی زندگی کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک دُنیا میں زندہ رہوں گا اور جب آپ کو اپنی زندگی اور وفات کا علم نہیں تو اور کس کی موت وحیات کا علم ہوگا؟ اگر آپ جمیع ماکان ومایکون کا علم رکھتے تو ضرور آپ کو اس کا علم ہوتا۔ اس روایت سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک معتبر اور معتمد ہونے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے کا ثبوت بھی واضح ہو گیا ہے ان اکابر کی فضیلتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟ مگر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دفعہ پیشاب کیا اور پھر تیمم کر لیا (یا آپ کا معمول ہی اکثر یہی رہا کان یھریق الماء الحدیث) مَیں نے عرض کیا کہ حضرت پانی تو آپ کے بالکل قریب ہے آپ نے تیمم فرمالیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں یوں ارشاد فرمایا

مایدرینی لعلی لا ابلغہ۔ مجھے کیا معلوم ہے شاید کہ مَیں پانی تک نہ پہنچ

Marfat.com

(رواہ فی شرح السنۃ وابن الجوزی رح فی کتاب الوفا۔ سکوں۔ (اور قبل ہی وفات ہو جائے)

مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۰)

یعنی ہیں نے تیمم اس لئے کر لیا ہے کہ جتنا وقت بھی گزرے، وہ طہارت ہی میں گزرے، اور میرے پاس کیا سند موجود ہے کہ میں زندہ رہوں گا اور پانی تک پہنچ بھی جاؤں گا؟

چودھویں حدیث ۱۴

جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ :۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ	اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت اُونچی کرو اپنی آوازیں نبی
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ	کی آواز پر اور نہ بولو ان کے سامنے اونچی آواز سے
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ	جیسے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ جہر سے بولتے ہو
وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ ۲۶ - الحجرات - ع ۱)	کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل اکارت ہو جائیں اور
	تمہیں خبر تک نہ ہو۔

تو حضرت ثابت بن قیس رض المتوفی ۱۲ھ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی مجلس میں آنا ہی ترک کر دیا۔ چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ :۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن	جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے ثابت بن قیس رض
قیس رض فقال رجل یا رسول اللہ انا اعلم لك	کو گم اور غائب پایا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت
علمه فاتاه فوجده فی بیته منکسا رأسه	میں آپ کے لئے اُس کا حال دریافت کرتا ہوں
فقال له ما شانك؟ فقال شر کان یرفع	وہ صحابی گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ثابت بن قیس رض
صوته فوق صوت النبی صلی اللہ علیه وسلم	اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اُس نے اُن سے
فقد حبط عمله فهو من اهل النار فاتی الرجل	دریافت کیا آپ کو کیا فکر ہے؟ وہ بولے کہ معاملہ
النبی صلے اللہ علیه وسلم فاخبره انه قال کذا و	خراب ہے میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جاتی

Marfat.com

...نہ فقال موسیٰ فرجع الیہ المرۃ الآخرۃ ببشارۃٍ عظیمۃ فقال اذھب الیہ فقل انک لست من اھل النار ولکنک من اھل الجنۃ (بخاری ج ۲ ص۷۱۴ وج ۱ ص۵۱۱)

رہی تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں، وہ صحابی حضورؐ کے پاس گئے اور یہ باتیں آپ سے عرض کر دیں کہ ثابت رضؓ تو ایسا اور ایسا کہتا ہے دوبارہ وہ بشارت عظیمہ لے کر گئے اور حضورؐ نے فرمایا جا کر اس کو کہو کہ تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے (محصلاً)

اور حضرت انس رضؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضؓ

(لیکن حافظ ابن کثیر رحؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول وفد بنی تمیم ہے جو ۹ھ میں بگرہ .... وفد کے ساتھ آیا تھا اور حضرت سعد بن معاذ رضؓ کی وفات ۵ھ کو ہو چکی تھی (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص۲۰۷ - اور علامہ قسطلانی رحؒ کہتے ہیں کہ تفسیر ابن منذر رحؒ میں اس کا نام سعد بن عبادہ رضؓ المتوفی ۱۵ھ اور تفسیر ابنِ جریر رحؒ میں ان کا نام عاصم بن عدی العجلانی رحؒ المتوفی ۴۵ھ آیا ہے - ارشاد الساری ج ...)

سے فرمایا کہ :-

یا ابا عمرو رضؓ ماشان ثابت اشتکی؟ فقال سعد رضؓ انہ لجاری وما علمت لہ بشکوی فاتاہ سعد رضؓ فذکر لہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث) (مسلم ج ۱ ص ... ، ابنِ کثیر ج ۴ ص۲۰۶)

اے ابو عمرو رضؓ ثابت رضؓ کا کیا معاملہ ہے کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد رضؓ نے فرمایا کہ حضرت وہ میرے پڑوس میں رہتے ہیں اور میرے علم کے مطابق وہ بیمار نہیں ہیں چنانچہ حضرت سعد رضؓ اُن کے پاس گئے اور آپ کا پیغام ذکر کیا۔

اور حضرت انس رضؓ ہی کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :-

وجلس فی اھلہ حزینا ففقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بعض القوم الیہ فقالوا لہ تفقدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک؟ الحدیث (مسند احمد ج ... ص ... وابن کثیر ج ۴ ص۲۰۶)

حضرت ثابت اپنے گھر میں مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہ پایا قوم میں سے بعض ان کے پاس گئے اور کہا کہ تجھے کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے مفقود پایا ہے الخ

Marfat.com

عربی لغت میں فقد اور فقدان کے معنی نگاہ سے غائب اور اوجھل ہوجانا گم ہوجانا اور نہ ملنا کے آتے ہیں چنانچہ علامہ مطرزی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

فقدت الشیئ غاب عنی وانا فاقد و الشیئ مفقود و تفقدته وافتقدته طلبته وافتقدته بمعنی فقدته

(معرب ج ۲ ص ۱۱۱)

فقدت الشئی کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز مجھ سے غائب ہوگئی ہے میں فاقد ہوں اور وہ شئے مفقود ہے، اور تفقدتہ، وافتقدتہ، کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کو بغور تلاش کیا اور افتقدتہ، کا مطلب بھی یہ ہے کہ میں نے اس کو نہ پایا۔

علامہ فیروزآبادی رح اور امام محمد بن ابی بکر الرازی رح لکھتے ہیں کہ :-

وتفقدہ — طلبه عند غیبته

(القاموس ج ۱ ص ۳۲۳ ، مختار الصحاح ص ۱۱۷)

کہ تفقدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو غائب ہونے پر تلاش کیا۔

اور علامہ زبیدی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

افتقدہ وتفقدہ طلبه عند غیبته — وفی حدیث عائشة رض افتقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة ای لم اجدہ۔

(التاج العروس ج ۲ ص ۴۵۴)

افتقدہ و تفقدہ کا یہی مطلب ہے کہ اس نے اس کو اس کی غیر حاضری میں تلاش کیا — حضرت عائشہ رض کی حدیث میں ہے کہ افتقدت الخ یعنی میں نے ایک رات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔

اور علامہ الجمال القرشی رح لکھتے ہیں کہ :-

فقد — فقدان بالضم والکسر گم کردن .... افتقاد کذالک تفقد گم شدہ را جستن۔

(صراح ص ۱۴۱)

فقد فُقدان (ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) گم کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہی افتقاد کا مطلب ہے۔ اور تفقد کا مطلب ہوتا ہے گم شدہ چیز کو تلاش کرنا۔

اور اسی مادہ سے فاقد بصیرت اور مفقود الخبر وغیرہ کے محاورے نکلے ہیں۔ بعض اکابر ہندی مفسرین رح نے

Marfat.com

"تفقّد" کے معنی 'خبر لی' اور بعض نے 'حاضری لی' کے کئے ہیں جو اپنے مقام پر بامحاورہ ہونے کے ساتھ بالکل صحیح ہے مگر کیا کیا جائے کہ مولوی محمد عمر صاحب تحریف کرنے میں تو فقید المثال اور اصل بات کے نہ سمجھ میں فاقد الفہم واقع ہوئے ہیں جو مفقود الحواس ہو کر کیا سے کیا کہہ اور لکھ دیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ـــ "چنانچہ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ کے معنی تمہارے اکابرین نے بھی اسی بنا پر زوہ بنا ان کے نزدیک ہدہد کی غیر حاضری کی اطلاع دینا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کی دلیل ہے۔ مقیاس ص۱۱۴ گم ہونے کے نہیں سکئے" الخ (مقیاس ص۴۱۶) ـــ رمز شناس اور نکتہ رس بھی دنیا میں کافی گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں مگر مولوی محمد عمر صاحب تو چیزے دیگر است۔ صحیح اور سیدھی بات کو محرف کر دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ ہمارا استدلال اس صحیح روایت سے بالکل واضح ہے کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع ماکان ومایکون کے عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس رض کے فقدان کا یا اُن کے بیمار پڑ جانے وغیرہ کا ہرگز خلافِ واقعہ خیال آپ کے ذہنِ مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور صحابہ کرام رض سے نہ تو پوچھنے کی نوبت آتی اور نہ تحقیقِ حال کے بعد آپ کو وہ آگاہ کرنا ہی ضروری اور مناسب سمجھتے اور یہ واقعہ ہے بقول حافظ ابن کثیرؒ ص۹ جہ کا اور اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رض کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آپ کو ہر ایک چیز کا علم ہے اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ یہ واقعہ اس کی زندہ شہادت ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ:۔

فقد نهى الله عز وجل عن رفع الاصوات بحضرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد روينا عن امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه سمع صوت رجلين في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم قد ارتفعت اصواتهما فجاء فقال اتدريان اين انتما، ثم قال من اين انتما؟ فقال من اهل الطائف	بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آوازیں بلند کرنے سے منع کیا ہے اور ہم نے حضرت عمر رض سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے مسجدِ نبوی میں دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی آواز بلند کر رہے ہیں، حضرت عمر رض ان کے پاس گئے اور فرمایا تم دونوں جانتے ہو کہ تم کس جگہ ہو؟ پھر فرمایا تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ بولے ہم طائف کے ہیں

Marfat.com

فقال لو کنتما من اھل المدینة لاوجعتکما ضربا وقال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم کما کان یکرہ فی حیاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لانہ محترم حیا و فی قبرہ عنے اللہ علیہ وسلم دائما (ج ۴ ص۲۰۸)

ہیں: حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تمہاری خوب مرمت کرتا۔ علماء کہتے ہیں کہ جیسے حضورؐ کی زندگی میں آواز بلند کرنی مکروہ تھی اسی طرح آپ کی قبر کے پاس بھی مکروہ ہے کیونکہ آپ زندگی میں بھی اور قبر مبارک میں بھی ہمیشہ قابل صد احترام ہیں۔

جس روایت کا حوالہ حافظ ابن کثیرؒ نے دیا ہے وہ بخاری ج ۱ ص ۔۔ اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۔۔ وغیرہ میں مذکور ہے۔ افسوس اور صد افسوس اور حیف بالائے حیف فریقِ مخالف پر کہ ایک طرف تو وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور دوسری طرف خصوصیت سے مسجدوں کے اندر چلا چلا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر بلند آواز سے درود پڑھتا اور نعت خوانی بلکہ قوالی کرتا ہے، اگر اہلِ بدعت کا عقیدہ واقعی دیانت پر مبنی ہے تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زعمِ باطل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم ہے، ورنہ اگر ایمان ہو بھی تو وہ اس صورت میں کافور ہو جاتا ہے اور تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ اہلِ بدعت حضرات کو یہ شعور بھی حاصل ہو۔ حضرت ثابت بن قیسؓ کو جناب امام الانبیاء اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارتِ عظمیٰ بھی مل چکی تھی۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ :۔

ولا ارفع صوتی ابداً علیٰ صوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (ابن کثیر ج ۴ ص۲۰۶)

میں کبھی بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کروں گا۔

اور یہی ایک پکے مسلمان اور سچے عاشق اور جنتی کی علامت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور حاضری میں کبھی آواز بلند نہ کرے، نہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور نہ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک کے پاس جہاں آپ کا جسدِ اطہر موجود اور حاضر ہے اور آپ کی روح مبارک کا باوجود ملاءِ اعلیٰ اور علیین میں ہونے کے آپ کے جسم مبارک سے ایسا اعلیٰ اور اکمل تعلق ہے جس سے بڑھ کر عالمِ برزخ میں

Marfat.com

تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس جو شخص درود شریف پڑھتا ہے آپ بنفسِ نفیس اس کو خود سُنتے اور جواب دیتے ہیں۔ مزید تحقیق کے لئے راقم کی کتاب تبرید النواظر طبع سوم کا مطالعہ کیجئے۔

نوٹ :۔ ذکر بالجہر یا رفع القنوت فی المساجد کی بحث کا ہماری اس کتاب سے تعلق نہیں ہے ہم نے اس پر بفضلہٖ تعالیٰ بما لامزید علیہ بحث اپنی کتاب المنہاج الواضح میں کر دی ہے۔ وہ ملاحظہ کر لی جائے۔ یہاں تو صرف نفی علم غیب کی بحث ہے جو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بادلائل ثابت ہو گئی ہے۔

۱۵
پندرھویں حدیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے گھر کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور آپ اپنے سر مبارک کو کنگھی یا اس کی مانند کسی اور چیز سے کھجلا رہے تھے۔

فلمّا رأٰہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال لو اعلم انک تنتظرنی لطعنت فی عینک وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انما جعل الاذن من اجل البصر

(بخاری ج ۲ ص ۹۲۲ ومسلم ۲ ص ۲۱۲ واللفظ لہٗ)

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر مَیں جانتا کہ تُو مجھے دیکھ رہا ہے تو مَیں ضرور تیری آنکھ میں چوکا مارتا، اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اجازت لینے کا مطلب ہی صرف یہ ہوتا ہے تاکہ کسی کے گھر نگاہ نہ پڑے۔

اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ :۔

فکانی انظر الیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم یختلہ لیطعنہ

(بخاری مُسلم واللفظ لہٗ و ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷)

میری آنکھوں کے سامنے ہے وہ نقشہ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حیلہ اور تدبیر سے اُس شخص کی آنکھ میں چوکا مارنا چاہتے تھے۔

Marfat.com

اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقاؤا عینہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۷، مسلم ج ۲ ص ۲۱۲ واللفظ لہٗ)

کہ جب کسی شخص نے کسی قوم کے گھر میں جھانکنے کی کوشش کی جبکہ انہوں نے اجازت نہیں دی تو ان کے لئے اس کی آنکھ کو پھوڑ دینا حلال اور جائز ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے آپ نے فرمایا کہ:۔ اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھر میں جھانکے اور تم اس کی آنکھ پھوڑ دو تو ما کان علیک من حرج (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۰۵ وقال متفق علیہ) تم پر اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔

اس مسئلہ میں علمائے اسلام کا کچھ اختلاف ہے کہ آیا انذار و تخویف کے بعد اس کی آنکھ پھوڑنی جائز ہے؟ یا اس سے قبل بھی؟ حضرت امام نووی رح لکھتے ہیں کہ:۔

فیہ وجھان لاصحابنا اصحھما جوازہ لظاھر ھذا الحدیث (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲)

اس میں ہمارے فقہاء کے دو قول ہیں صحیح ترین قول صرف یہ ہے کہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ کے پیش نظر بغیر اطلاع دیئے اور ڈرانے کے بھی اس کی آنکھ پھوڑنی جائز ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ تو پہلے اس شخص کو دیکھا تھا اور نہ اس کے متعلق علم تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؛ جب آپ نے اس کو دیکھ لیا (فلما رآہ) تو نہایت لطیف حیلہ اور تدبیر سے تاکہ اس شخص کو علم و شعور نہ ہو سکے، اس کی آنکھ پھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کی آنکھ میں چوکا مارنے کے لئے اس کے پیچھے تشریف بھی لے گئے (مگر وہ پیچھے ہٹ گیا اور جان بچالی۔ کما فی روایۃ الترمذی ج ۲ ص ۹۵۔ فتاخر الرجل۔ وقال حسن صحیح) اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا یا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریق مخالف مدعی ہے تو اس روایت میں فلما راٰہ اور لو اعلم انک تنظرنی الخ کے الفاظ کی سرے سے مطلقاً گنجائش ہی نہ ہوتی۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ وحی الٰہی کے علاوہ جن امور کی طرف آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ والتفات نہ ہو، وہ بات آپ کو معلوم نہیں ہوسکتی اور نہ آپ کو ایسی باتوں سے کچھ لگاؤ ہی تھا اور اس میں آپ کی کوئی تنقیصِ شان بھی نہیں اور ایسے امور کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ :-

انی فیما لم یوحٰ الیّ کاحدکم (طبرانی فی الکبیر وابن شاہین عن معاذ بن جبل رض قال الشیخ حدیث صحیح ۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۵۵)	جن امور میں میری طرف وحی نازل نہیں ہوتی ان میں میں بس تمہاری ہی طرح ہوں

یعنی جیسے بعض امور کا تمہیں علم نہیں ہوسکتا مجھے بھی نہیں ہوتا اور جیسے توجہ والتفات کے بغیر تمہیں کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی مجھے بھی معلوم نہیں ہوتی، اور جیسے تمہارے اجتہاد و رائے میں غلطی اور خلاف واقع ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے مجھ سے بھی اجتہاد اور رائے میں لغزش واقع ہوسکتی ہے جیسا کہ تابیرِ نخل وغیرہ کے واقعہ میں ایسا ہوا تھا ۔ کما مر مفصلاً (و راجع للعزیزی ج ۲ ص ۵۵) اس روایت سے ہمارا استدلال روزِ روشن کی طرح بالکل صاف اور واضح ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کی گپ

مولوی صاحب لو اعلم کو اظہار کے معنی میں لے کر اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ایک عجیب ہوائی تقریر کرتے ہیں کہ نہ تو وہ زمین کی ہے اور نہ آسمان کی، چنانچہ اثنائے تقریر میں لکھتے ہیں کہ :-

"آپ نے ارشاد فرمایا لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِی کہ اگر میں ظاہر کرتا کہ تُو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں چوکا مارتا کیونکہ بغیر میرے ظاہر کرنے کے تجھے چوکا مارنا یہ سنت ہوجاتی کہ سوراخ سے جھانکنے والے کی آنکھ میں بغیر اظہار ہی لوگ چوکا مارنا شروع کر دیتے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کوئی جھانکنے والا اولیاء سے یا دروازے کے سوراخ سے جھانکے تو پہلے اس کو اَنَّكَ تَنْظُرُنِی سے سوال کرے کہ کیا تو میری طرف دیکھتا ہے؟ جب وہ اس کا جواب صحیح دلوے تو اس کی آنکھ میں چوکا مار دے الخ" (مقیاس ص ۱۴۱)

جواب :- مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب اس حدیث کے الفاظ کے پیشِ نظر خالص

Marfat.com

سینہ زوری اختراع اور من مانی کارروائی ہے، کیونکہ حدیث میں فلمّا رآہ کا جملہ صراحت سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے پہلے اُس شخص کو نہیں دیکھا اور پھر بعد کو دیکھا ہے اور یہ بھی اسی حدیث میں بیان ہُوا ہے کہ آپ ایک لطیف حیلہ سے اُس شخص کی آنکھ میں چوکا مارنے کے لئے بغیر اطلاع دیئے دروازے کے قریب تک پہنچے ہیں۔ اگر اُس شخص کی قسمت یاوری نہ کرتی اور وہ پیچھے نہ ہٹ جاتا تو آنکھ سے وہ ضرور محروم ہو جاتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّت کو جو حکم دیا ہے وہ بھی صرف یہ ہے کہ جھانکنے والے کی آنکھ اطلاع کے بغیر پھوڑی جا سکتی ہے اور حضرت امام نووی رح کا اقتباس ہم نے نقل کر دیا ہے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ اس کے مؤید ہیں کہ اس کی آنکھ بغیر اطلاع کے پھوڑی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں مولوی محمد عمر صاحب نے اَنَّکَ تَنْظُرُنِی کو اپنے مدعائے باطل کے لئے جملہ منفیہ بنا کر جس جہالت یا خیانت کا ثبوت دیا ہے وہ بجائے خود ان کی شرمناک تحریف کا رونا رو رہی ہے اور علم کو بمعنی اظہار لے کر انہوں نے شرط اور جزاء کے درمیان جو بے ربطی پیدا کی ہے وہ بزبانِ حال مولوی محمد عمر صاحب سے یوں تخاطب کر رہی ہے کہ ؎

سُر کھنے وہی اور تال وہی پر راگنی کچھ بے وقت سی تھی
غُل تو بہت یاروں نے مچایا پڑ گئے اکثر ماں ہمیں

اس سے انکار نہیں کہ حضرت ابن عباس رض وغیرہ کے بعض تفسیری حوالجات کے پیشِ نظر علم بمعنی اظہار بھی آیا ہے جیسے اِلَّا لِنَعْلَمَ وغیرہ میں مگر وہ یہ مقام نہیں ہے۔ خداوند عزیز کے علمِ محیط اور ازلی کے مضارع وغیرہ کے صیغوں سے اُس کی آمد سے اس کی حُسنِ تعبیر پر مخلوق کے علم حادث اور غیر محیط کو قیاس کرنا اور ایک کی تعبیر دوسرے پر چسپاں کرنی اور فرق مراتب کو ملحوظ نہ رکھنا زندقہ اور الحاد ہے ولنعم ماقیل ع گر فرق مراتب نکنی زندیقی

۱۶ سولھویں حدیث

حضرت انس بن مالک رض وغیرہ سے بطرق مختلفہ یہ واقعہ مروی ہے کہ قبیلہ عکل یا عرینہ کے چند

Marfat.com

آدمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے آپ کی بیعت کی۔ پھر جب چند دنوں کے بعد مدینہ طیبہ کی آب وہوا ان کے موافق نہ آئی اور وہ کچھ بیمار پڑ گئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم کو اونٹوں کے گلوں کے ساتھ جنگل میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اور بیت المال کے کچھ اونٹ اور دو خادم ان کے ساتھ چند میل دُور ایک چراگاہ پر روانہ کر دیئے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو اُنھوں نے ایک راعی کو (جس کا نام یسار رضؓ تھا) شہید کر دیا اور بیت المال کے اونٹ لے کر بھاگ نکلے۔ دوسرے راعی نے مدینہ طیبہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضؓ کو مطلع کیا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ :۔

فجاء الخبر فی اوّل النھار فبعث فی اثارھم فلما ارتفع النھار جیئ بھم فقطع ایدیھم وارجلھم وسمرت اعینھم الحدیث

(بخاری ج ۱ ص ۳۷)

یہ خبر دن کے ابتدائی حصّہ میں پہنچی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان کے پیچھے کچھ آدمی بھیجے وہ ان کو پکڑ لائے تو اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور انکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی حضرت یسار رضؓ سے ایسا ہی کیا تھا) (محصلہ)

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ :۔

فقتلوا الرّاعی وطردوا الابل فبلغ ذالك رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فبعث فی اثارھم (الحدیث)

(مسلم ج ۲ ص ۵۷)

سو اُنھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، تو یہ خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچی پس آپ نے ان کے پیچھے کچھ آدمی روانہ کیئے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ :۔

اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفر من عرینۃ رو فی روایۃ سعید من عُکل وعرینۃ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عُکل اور عرینہ کے کچھ آدمی آئے اور اسلام قبول کر کے آپ

Marfat.com

مسلم ۲ ص۵۸) فاسلموا و بایعوہ وقد وقع بالمدینۃ المُوم وھو البرسام ثم ذکر نحو حدیثھم وعندہٗ شُباب من الانصار قریب من عشرین فارسلھم الیھم و بعث معھم قائفا یقتص اثرھم (مسلم ج ۲ ص۵۸)

کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر لی۔ مدینہ طیبہ میں برسام (سرسام یا استسقاء) کی بیماری پڑ گئی۔ پھر آگے یہی حدیث بیان کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس انصارِ مدینہ کے تقریباً بیس نوجوان تھے آپ نے ان کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ آپ نے ایک کھوجی بھی بھیجا تاکہ وہ ان کا کھوج نکال کر ان کو گرفتار کر سکے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ:۔

کان اناس اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا نبایعک علی الاسلام فبایعوہ وھم کذبۃ ولیس الاسلام یریدون۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۵۰ اخرجہ ابن جریر بسندہ)

کچھ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ہیں سو انہوں نے بیعت تو کر لی لیکن وہ جھوٹے تھے، اسلام کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

اِن تمام روایات کے پیشِ نظر یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو مخلص مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ بیت المال کے اونٹ اور اپنے خاص چرواہے اور خادم اُن کی خدمت کے لئے باہر جنگل اور چراگاہ میں بھیج دیئے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی کارروائی کریں گے تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتے اور بیت المال کے اونٹوں اور اپنے خادموں کی جان کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام فرماتے، پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ انہی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچی تو آپ نے ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں بیس کے قریب نوجوان بھیجے۔ جو عالم الغیب ہو اور جس کو جمیع ماکان وما یکون کا علم ہو اس کے لئے فجاء الخبر اور فبلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا کیا مطلب؟ اور مُسلم شریف کی حدیث میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ نے ان نوجوانوں کے ساتھ ایک

Marfat.com

کھوجی بھی روانہ کیا تھا تاکہ وہ اپنے قیافہ اور کھوج کے فن کی مدد سے ڈاکوؤں کا سُراغ لگائے۔ جمیع ماکان ما یکون کے عالم کو کھوجی بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو علم ہوتا تو فرما دیتے کہ وہ ڈاکو تمہیں فلاں مقام پر ملیں گے، ان کو گرفتار کر لاؤ جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رض المتوفی ۳۰ھ کے ایک خط کے سلسلہ میں علی التعیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک عورت روضۂ خاخ کے مقام پر تمہیں ملے گی اُس سے ایک خط لے آنا۔ کیونکہ اس واقعہ پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا (فاطلع اللہ تعالیٰ علیٰ ذالک رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۵) یہ بھی یاد رہے کہ عُکل اور عُرینہ کا واقعہ حسب تحقیق علامہ ابن سعد رح (المتوفی ۲۳۰ھ) اور ابن حبان رح (المتوفی ۳۵۴ھ) وغیرہ شوال ۶ھ کا ہے۔

۱۷ سترھویں حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رض المتوفاة ۲۰ھ کا حضرت زید بن حارثہ رض (المتوفی ۸ھ) کے بعد ۵ھ میں جب اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے نکاح کر دیا تو آپ نے دعوتِ ولیمہ پر چند صحابہ کرام رض کو مدعو کیا۔ کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہیں اُسی حجرہ میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اوقات اور مشاغل میں خلل واقع ہوا تو آپ بایں خیال وہاں سے اُٹھ گئے کہ شاید یہ لوگ بھی اُٹھ جائیں مگر وہ حضرات آپ کی منشا کا بالکل احساس نہ کر سکے اور جب آپ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے:۔

ثم ظن انھم خرجوا فرجع ورجعت معہ	اور یہ گمان اور خیال کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہوں گے مگر
حتیٰ اذا دخل علیٰ زینب رض فاذا ھم	جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس رض حضرت
جلوس لم یقوموا فرجع النبی صلے اللہ علیہ	زینب کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ تاہنوز بیٹھے
وسلم الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۷۷۶ و مسلم ج ۱ ص ۴۶۱)	ہوئے ہیں آپ پھر واپس باہر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ :۔

فلما رأوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد رجع ظنوا انہم قد ثقلوا علیہ الحدیث (مسلم ج ۱ ص ۴۶۱)

جب صحابہ کرام رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس ہوتے ہوئے دیکھا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ آپ کو ہماری بلا وجہ یہ طویل مجلس ناگوار گزری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رض کا بیان ہے کہ:۔

ثم انہم قاموا فانطلقوا قال فجئت فاخبرت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہم قد انطلقوا قال فجاء حتی دخل الحدیث (مسلم ج ۱ ص ۴۶۱)

پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت وہ لوگ تو جا چکے ہیں تب آپ آئے اور حضرت زینب رض کے حجرہ میں داخل ہوئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہوں گے اور دوسری دفعہ حضرت انس رض آپ کو ان کے چلے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شدہ تک اپنے مخلص صحابہ کرام رض کے پورے حالات تو کیا معلوم ہوتے، اپنے حجرہ سے اُن کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا اور نہ آپ ان کے حق میں حاضر و ناظر تھے اور جب آپ دُور نہیں مدینہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے صحابہ کرام رض کے لئے حاضر و ناظر اور عالم نہیں تو اور کس کے لئے ہوں گے؟ اور اس صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے (اگر ہوتے تو صحابہ کرام رض کے اس گروہ کے چلے جانے یا نہ جانے کا آپ کو ضرور علم ہوتا) تو اور کس گھر میں ہر وقت آپ تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟ اور اگر آپ مختارِ کل ہوتے تو تکوینی طور پر تصرف فرما کر ان صحابہ کرام رض کو حجرہ سے باہر نکال دیتے۔ یہی ایک روایت اہلِ بدعت کے جملہ باطل عقیدوں کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے بشرطیکہ کوئی شخص باطل عقیدہ کو چھوڑ کر حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اس کی دل میں کوئی قدر و عظمت بھی ہو۔

Marfat.com

اٹھارویں حدیث

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی ہزار صحابہ کرام رضہ کے ساتھ سنہ ۱۰ ھ کے اواخر میں جب حج کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار فرمایا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لئے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہلِ جاہلیت کے اس خیالِ باطل کے لئے کہ اشہرِ حج میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے۔ انہی دنوں میں پہلے مستقل عمرہ ادا کیا جائے اور اس کے بعد از سرِ نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے لیکن چونکہ احرامِ حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جاسکتا) اس لئے آپ بذاتِ خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے مجبور تھے، اس واسطے آپ نے اپنے ان صحابہ کرام کو جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لئے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں۔ بعض صحابہ کرام رضہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا، کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات پر جو پابندیاں رہتی ہیں وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں اور اُن سے اس عرصہ کے لئے آزادی حاصل ہو جانے گی نیز چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسا نہیں کر رہے تھے اس واسطے صحابہ کرام رضہ کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اُسی طرح سے حج ادا کریں جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت وسکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف اُن کو حاصل ہو۔ بہرحال ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس وپیش سا لاحق ہوا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان خیالات و وساوس اور افکار وخطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بروایت حضرت جابر رضہ یہ فرمایا:۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اهديت ولولا ان معی الهدی لاحللت (بخاری ج ۱ ص ۲۴۳)

(ایامِ حج میں عمرہ کر کے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے متعلق) جو بات اب مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر وہ

Marfat.com

واللفظ لہٗ ومسلم ج ۱ ص ۳۹۶ وابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۹ و ابن ماجہ ص ۲۲۹ و نسائی ج ۲ ص ۱۵ عن جابر رض و ج ۲ ص ۱۱ عن البراء رض و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۴)

مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے باہر نکل آتا۔

اور بروایت حضرت عائشہ رض یہ روایت اس طرح آتی ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الھدی ولحللت مع الناس حین حلوا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۳ واللفظ لہٗ ومسلم ج ۱ ص ۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پہلے ہی سے مجھے وہ رائے معلوم ہو جاتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا اور میں بھی لوگوں کی طرح احرام سے نکل آتا۔

علامہ کرمانی رح المتوفی سنہ ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

ای لو علمت فی اول الحال ما علمت آخراً من جواز العمرۃ فی اشھر الحج ما سقت الھدی معی۔ (الکواکب الدراری علی ہامش بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۳)

یعنی اگر مجھے ابتداء ہی سے وہ بات معلوم ہوتی جو اب آخر میں آکر معلوم ہوئی ہے کہ حج کے مہینوں میں بھی عمرہ کرنا جائز ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

اور علامہ بدرالدین العینی الحنفی رح ارقام فرماتے ہیں کہ یعنی:۔

ای لو عرفت فی اول الحال ما عرفت آخراً من جواز العمرۃ فی اشھر الحج لما اھدیت ای لکنت متمتعاً لمخالفۃ اھل الجاھلیۃ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۳)

اگر شروع ہی سے میں وہ بات پہچان لیتا جو اب آخر میں آکر معلوم ہوئی ہے کہ اشہر الحج میں عمرہ جائز ہے تو میں قربانی کیوں ساتھ لاتا، یعنی میں ضرور تمتع کر کے اہل جاہلیت کی عملی مخالفت کرتا

اور خطیب قسطلانی رح تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ای لو علمت من امری فی الاول ما علمت فی الآخر ما اھدیت الخ (ارشاد الساری ج ص و تعلیق المحمود ج ۱ ص ۲۹۴)

یعنی اگر میں اپنے معاملہ کو ابتداء میں جان لیتا، جیسا کہ بعد میں آکر مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

Marfat.com

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح لکھتے ہیں کہ :-

ای لوظهرلی هذا الرائ الذی رأیته آخرًا وامرتکم به فی اوّل امری من الاحرام الخ (لمعات ہاشن مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۴)

یعنی اگر یہ رائے جواب آگر مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا مَیں نے تمہیں حکم دیا ہے احرام کی ابتدا میں مجھے معلوم ہوتی تو مَیں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

اور قریب قریب یہی الفاظ ہیں اس موقع پر حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رح کے۔ ملاحظہ ہو ــــ (انجاح الحاجۃ ص ۲۲۸) اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب فارسی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

" اگر پیش ازیں میدانستم برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۲۸)

اگر اس سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو مَیں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے تو معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا۔

اور علامہ زرقانی رح المتوفی ســـہ شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ :-

ای لو عنّ لی هذا الرّائ الّذی رأیته اخرًا وامرتکم به فی اوّل لما سقت الهدی (زرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۱۷۱)

یعنی یہ رائے جواب بعد میں مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جس کا مَیں نے تمہیں حکم بھی دیا ہے، اگر شروع ہی میں مجھ پر ظاہر ہو جاتی تو مَیں بھی ہدی ساتھ نہ لاتا۔

اس حدیث اور اس حدیث کی شرح میں اکابرین علماء اور محققین نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے ہمارا استدلال اور مدعا بالکل واضح ہے کہ اگر سنہ ھ کے اواخر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا تو اس ارشاد کے فرمانے اور اس پریشانی کی ہرگز نوبت نہ آتی اور لطف یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی دنیاوی نہیں بلکہ عمرہ جیسی ایک بہترین عبادت کا معاملہ ہے۔ اس واضح ترین دلیل میں ہر ایک منیب کے لئے تسکین قلب کا کافی سامان موجود ہے اور نہ ماننے والے کے حق میں دنیا کی کوئی سود مند اور مفید ترین دلیل بھی کارآمد نہیں ہو سکتی : ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

Marfat.com

۱۹ اُنیسویں حدیث

اسی حجۃ الوداع کے واقعات میں حضرت عائشہ رضی کی ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ :-

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم خرج من عندھا وھو مسرور ثم رجع الی وھو کئیب فقال انی دخلت الکعبۃ ولو استقبلت من امری ما استدبرت ما دخلتھا انی اخاف ان اکون قد شققت علی امتی۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۷ واللفظ لہ۔ والترمذی ج ۱ ص ۱۰۲ وابن ماجہ ص ۲۲۶ ومسند احمد ج ص ومجمع الفوائد ج ۱ ص ۱۸۲ وکنز العمال ج ۶ ص ۲۴۱ ومستدرک ج ۱ ص ۴۷۹ وقال الحاکم والذھبی صحیح وقال الترمذی حسن صحیح)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش وخرم باہر نکلے پھر کچھ دیر کے بعد آپ رنجیدہ ہو کر واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوا تھا اور اگر مجھے پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو جاتی جو اب جا کر معلوم ہوئی ہے تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا مجھے خوف ہے کہ میں نے اپنے اس فعل سے امت پر بار نہ ڈال دیا ہو۔

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ ہرگز اظہار تاسف کے طور پر ایسا نہ فرماتے اور نہ بعد میں آپ کی رائے مبارک ہی بدلتی کیونکہ عالم الغیب کو نہ تو تاسف لاحق ہوا کرتا ہے اور نہ حکم اور رائے بدل کر پہلی رائے پر وہ کبھی پچھتایا کرتا ہے۔ ؎

خدا کے حکم ہیں مبنی تمام حکمت پر
فلاح جن میں ہے دُنیا و دیں کی خاطر خواہ

۲۰ بیسویں حدیث

حضرت عبداللہ بن زمعہ رض المتوفی ۳۷ھ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں چند اور مسلمانوں کی معیت میں آپ کی

Marfat.com

خدمتِ اقدس میں موجود تھا۔ حضرت بلال بن رباح رضہ المتوفی ۲۵ھ نے آپ کو حسب عادت نماز کے لئے پکارا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھا دے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر رضہ تو موجود ہیں مگر حضرت ابوبکر رضہ حاضر نہیں ہیں میں نے حضرت عمر رضہ سے کہا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیے چنانچہ وہ آگے ہوئے اور تکبیر کہی

لما سمع النّبی صلے اللہ علیہ وسلم صوت عمر رضہ قال ابن زمعۃ رضہ خرج النّبی صلے اللہ علیہ وسلم حتیٰ اطلع راسہ من حجرتہ ثمّ قال لا۔ لا۔ لا۔ لیصلی للنّاس ابن ابی قحافۃ یقول ذالک مغضبا

تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی تو اپنے حجرۂ مبارک سے سر باہر نکال کر فرمایا۔ نہیں، نہیں، نہیں۔ چاہیئے کہ ابوبکر رضہ ہی لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپ نے طیش اور غصے میں آکر یہ ارشاد فرمایا تھا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۵ وسندہ صحیح)

اور ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں (جو اس کی صرف متابع اور شاہد ہے) یوں آتا ہے کہ:-

فلما سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صوتہ وکان عمر رضہ رجلا مجھرًا قال فاین ابوبکر رضہ یأبی اللہ ذالک والمسلمون یأبی اللہ ذالک والمسلمون فبعث الی ابی بکرؓ فجاء بعد ان صلی عمر رضہ تلک الصلوٰۃ فصلی بالنّاس (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۵)

جب آپ نے عمر رضہ کی آواز سُنی اور حضرت عمر رضہ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی تو آپ نے فرمایا ابوبکر رضہ کہاں ہے؛ اللہ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی، اللہ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔ (کہ سوائے ابوبکر رضہ کے کوئی اور امامت کرائے) آپ نے حضرت ابوبکر رضہ کی طرف قاصد بھی بھیجا مگر وہ اس وقت آئے جبکہ حضرت عمر رضہ یہ نماز لوگوں کو پڑھا چکے تھے اور اس کے بعد کی نمازیں حضرت ابوبکر رضہ نے لوگوں کو پڑھائیں۔

اس روایت سے جہاں حضرت ابوبکر رضہ کی فضیلت اور منقبت ثابت ہوتی ہے اس سے یہ چیز بھی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت تک تمام ماکان و مایکون کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر آپ کو علم حاصل ہوتا، تو جب حضرت

Marfat.com

عمرؓ کو ابتداء میں نماز پڑھانے کو کہا گیا تھا تو آپ آغاز نماز سے پہلے ہی ان کو روک دیتے حالانکہ روایت میں تصریح موجود ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی اور آپ نے اُن کی تکبیر سُنی تو پھر حجرہ مبارک سے آپ نے سر باہر نکال کر تین مرتبہ نہیں نہیں نہیں فرمایا اور آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ نیز اگر آپ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم ہوتا تو آپ یہ کیوں فرماتے فاین ابوبکرؓ ؛ ابوبکرؓ کہاں ہیں ؛ یہ روایت ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔

۲۱ اکیسویں حدیث

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے (جنگ کا موقعہ تھا یا ابتدائے اسلام میں زیادہ وسعت تھی اور اب بھی بشروط یہ جائز ہے) کہ اچانک آپ نے اپنے جوتے اُتار کر بائیں طرف رکھ دیئے صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی اقتدار کرتے ہوئے جوتے اُتار دیئے ؛ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ حضرت ہم نے آپ کو جوتے اُتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اُتار دیئے۔

فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان جبرائیل اتانی فلخبرنی ان فیھما قذرا الحدیث (رواہ ابوداؤد ج۱ ص۹۵ والدارمی ص ___ وسندہ صحیح والمشکوٰۃ ج۱ ص۷۳)

تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس لئے جوتے اُتارے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آکر اس کی خبر دی ہے کہ میری جوتیوں کے نیچے نجاست لگی ہوئی ہے

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ماکان و مایکون کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو آپ کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے پلیدی نظر آجاتی اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی ؛ فاخبرنی کے الفاظ ملحوظ خاطر رکھیں اور پھر صحابہ کرامؓ سے ما حملکم علے القاء کم نعالکم الخ سے اکہ تمہیں جوتے اُتار پھینکنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے ؛ سوال کرنے کا کوئی صحیح مقصد بھی اس کے

Marfat.com

بغیر نہیں ہو سکتا کہ آپ عالم الغیب نہ تھے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا جواب

مولوی محمد عمر صاحب اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"آپ نے پہلے جوڑہ پاک کو اُتار لیا اور اپنے دائیں جانب رکھ لیا الی ان قال تو آپ کے اس فرمان سے یہ کب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوڑے پاک کے مَیل کا علم نہ تھا بلکہ اس سے تو آپ کی شانِ پاک ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے جوڑے پاک میں ذرا سی مَیل کو بھی پسند نہیں فرماتے بلکہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑہ پاک کو ذرا مَیل بھی چھوٹ ہو تو جبرائیل علیہ السلام کو اس خدمت کے لئے بھیجا جاتا ہے الخ" (مقیاس صـ۲۱۲)

جواب :-

مولوی محمد عمر صاحب کا پہلے ترجمہ لفظی میں کمال دیکھئے پھر استدلالی کمال ملاحظہ کیجئے۔ اس حدیث میں لفظ یہ آتے ہیں فوضعھما عن یسارہ کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتے بائیں طرف رکھ دیئے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو یمین ویسار کی خبر سے کوئی تمیز ہی نہیں ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے جوڑہ پاک کو اُتار لیا اور اپنی دائیں جانب رکھ لیا۔ اور اس حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ کو خبر دی کہ آپ کے جوتوں میں قذرًا نجاست اور پلیدی لگی ہوئی ہے مگر قذر کے معنی مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مَیل اور ذرا سی مَیل کے ہیں۔

علامہ المطرزی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

قذر ای غایر نظیف۔ (معرب ۲ صـ۱۰۲) قذر کے معنی ناپاک کے ہوتے ہیں۔

اور علامہ الجمال القرشی رح لکھتے ہیں :-

قذر بالتحریک پلیدی وہو ضد النظافۃ۔ (صراح صـ۲۰۵) یعنی قذر کے معنی پلیدی اور ناپاکی کے ہوتے ہیں ——— اور استدلالی طور پر اس حدیث کا مطلب بیان کرکے اپنے شہرہ علمی اور دیانت کو چو چار چاند لگائے

Marfat.com

ہیں، وہ صرف انہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی اور جوتی کی نجاست کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ فرماتے ہیں کہ :۔

فاخبرنی ان فیھما قذرا۔ انہوں نے مجھے اس کی خبر اور اطلاع دی کہ ان میں نجاست لگی ہوئی ہے

مگر مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس فرمان سے یہ کب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوڑے پاک کے میل کا علم نہ تھا الخ

مولوی صاحب کو ہوش وحواس درست کرکے تبلانا چاہئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذرا سی میل کا علم تھا تو پہلے ہی سے آپ نے جوتے کیوں نہ اُتار دیئے ؟ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آکر آپ کو اطلاع دینے کی کیا ضرورت باقی رہی ؟ اور جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالےٰ میرے جوڑہ پاک میں ذرا سی میل کو بھی پسند نہیں فرماتا تو آپ پہلے ہی سے مرضیٔ الٰہی کے مطابق جوتے اُتار دیتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کی انتظار کیوں کی ؟ الغرض اس حدیث کے اندرونی اور بیرونی قرائن مولوی محمد عمر صاحب کی اس جاہلانہ تاویل یا احمقانہ جواب کو رد کرنے کے لئے کافی ہیں اور ایسی مہمل اور بے تاویلات کا نام ہرگز جواب نہیں ہوا کرتا ۔ ؎

واعظ کی حجتوں سے قائل تو ہوگئے تم

کوئی جواب شافی پر اُس سے بن نہ آیا

بائیسویں حدیث

حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، ایک جگہ آپ نے پڑاؤ کیا۔ وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا۔ اصل الفاظ یہ ہیں کہ :۔

انقطع عقد لی فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی التماسہ واقام الناس معہ الحدیث ٭ (بخاری ج ۱ ص ۴۸ وج ۲ ص ۶۶۳ واللفظ لہ ومسلم ج ۱ ص ۱۶۰ وابوعوانہ ج ۱ ص ۳۰۲ وموطا امام مالک ص ۱۹ ونسائی ج ۱ ص ۳۴) ٭

میرا ایک ہار گم ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضہ اس کو تلاش کرنے کے لئے وہاں ٹھہر گئے۔

Marfat.com

یہ ہار حضرت عائشہ رضا اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت اسماء رض سے عاریۃً لے گئی تھیں، چنانچہ روایت میں ہے کہ

انها استعارت من اسماء قلادة فهلكت فارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم ناسا من اصحابه فى طلبها الحديث

(مسلم ج ۱ ص ۱۶۰)

حضرت عائشہ رض (اپنی بہن) حضرت اسماء رض سے ہار مانگ کر لے گئی تھیں جو ضائع ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لئے اپنے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم اسيد بن حضير و اناسا معه فى طلب قلادة اضلتها عائشة رض الحديث (ابوداؤد ج ۱ ص ۴۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن حضیر رض اور کئی اور آدمیوں کو اس ہار کی تلاش کے لئے بھیجا جو حضرت عائشہ رض سے گم ہو چکا تھا۔

الغرض یہ تمام احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ اس ہار کے تلاش کرنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منزل میں قیام فرمایا اور آپ نے کچھ صحابہ کرام رض کو (جو بجائے خود ہر ایک کامل ولی تھا) اس ہار کے تلاش کرنے کے لئے بھیجا اور اس اثناء میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ تو ان کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی پر تھے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر رض سے شکایت بھی کی کہ آپ کی صاحبزادی نے سب لوگوں کو پریشان کر دیا ہے اور حضرت ابوبکر رض نے حضرت عائشہ رض پر کافی سختی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور غصہ میں آ کر لگائیں۔ جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کر لیا تو اسی حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ:۔

فبعثنا البعير الذى كنت عليه فاصبنا العقد تحته (بخاری ج ۱ ص ۴۸ واللفظ له و ج ۲ ص ۶۶۳ ومسلم ج ۱ ص ۱۶۰ وابوعوانہ ج ۱ ص ۳۰۲ وموطا امام مالک ص ۱۹ ونسائی ج ۱ ص ۲۳)

جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی اٹھایا تو دیکھا کہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا ہے۔

Marfat.com

اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی ؟ اور ہار کی تلاش کے لئے آپ خود کیوں قیام فرماتے ؟ اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے اور ہار کی تلاش کے لئے آپ بعض صحابہ رضؓ کو کیوں بھیجتے ؟ آپ پہلے ہی فرما دیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ اس کو اٹھا لو اور راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت ہے

یہ واقعہ حضرت عائشہ رضؓ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسر رضؓ المتوفی ۳۷ھ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۱ صفحہ ۳۵ و ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۴۵ وغیرہ) یہ واقعہ اکثر محدثین کرام رحؒ اور ارباب سیر کے نزدیک غزوہ بنی المصطلق کا ہے جس کو مریسیع بھی کہتے ہیں۔ مصطلق قبیلے کا نام تھا جس کے ساتھ یہ غزوہ پیش آیا تھا اور مریسیع پانی کا نام تھا جس پر یہ جنگ پیش آئی تھی، دیکھئے ابن ہشام علی زاد المعاد ج ۲ صفحہ ۱۴۵ اور یہ غزوہ حسب تحقیق امام ابن ہشام رحؒ المتوفی ۲۱۳ھ شعبان ۶ھ کو ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام علی الزاد ج ۲ صفحہ ۱۴۵)۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ فتح مکہ میں پیش آیا تھا جو اواخر ۸ھ میں ہوا۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۲ صفحہ ۲۱۵ وغیرہ)

الغرض کچھ بھی ہو ہمارا مدعا اس سے بالکل روشن ہے اور فریق مخالف کی طرف سے کوئی ایسی بات اس حدیث کے جواب میں سامنے نہیں آئی جس کی طرف توجہ کی جائے۔ حضرت ملا علی ن القاری رحؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفی علم غیب پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے (ملاحظہ ہو موضوعات کبیر صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰)

تیئیسویں حدیث

حضرت ابوسعید الخدری رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

الناس یصعقون یوم القیامۃ فاکون اول | قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے سو

Marfat.com

من یفیق فاذا انا بموسیٰ اخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقة الطور۔ (بخاری ج۱ ص۴۸ واللفظ لہٗ ومسلم ج۲ ص۲۶۷)

میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُن کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہوگا یا ان کو طور کی بیہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی سے مستثنےٰ قرار دیا گیا ہوگا۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے بھی کم وبیش انہی الفاظ سے مروی ہے (دیکھئے بخاری ج۱ ص۳۲۵ ومسلم ج۲ ص۲۶۷ وغیرہ) یہ واقعہ قیامت سے متعلق ہے اور دخول جنّت ونار سے قبل کا ہے۔ اگر بقول اور بزعم فریق مخالف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم جمیع ماکان ومایکون کے عالم ہیں تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ فلا ادری میں نہیں جانتا؟ اس مقام پر فلا ادری کا لفظ اسی کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہوش آنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں یہ علم نہیں ہوگا کہ آیا اُن پر بھی یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے یا صاعقۂ طور کے معاوضہ میں وہ مستثنےٰ رہے ہیں۔ جن لوگوں کا یہ غلط خیال ہے کہ وفات کے بعد حجاب نفس اُٹھ جانے کی وجہ سے آدمی علم غیب پر حاوی ہوجاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر صحیح حدیثیں ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کے لئے بالکل کافی ہیں مگر ؎

جبکہ رہتا نہیں قابو میں دل اپنا ناصح وہی بھی کام نہیں کرتی نصیحت کیسی

اچھروی فلسفہ

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اپنی عادت مالوفہ سے مجبور ولاچار بلکہ نڈھال ہوکر اور شاید کہ عالم نیند اور غفلت میں مبتلا ہوکر بہت کچھ کہا ہے مگر ایک بات بھی کام کی نہیں کہی اور اسی ہی میں مولوی صاحب کی لیاقت اور کمال مضمر ہے۔ سچ ہے ؏

نہ ہر کہ موئے برافروخت دلبری داند

Marfat.com

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

" اور فلا أدری کا جملہ ایسا ارشاد فرمایا جس سے اپنی ذاتِ کریمہ کو فخر سے بھی مبرّا رکھا اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی بے ہوشی سے مستثنیٰ فرما دیا تو فلا أدری کا جملہ شانِ موسویت کو محفوظ رکھنے کے لئے نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کے لئے فرمایا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔" الخ (بلفظہٖ مقیاس ص ۲۴۱)

جواب :-

مولوی محمد عمر صاحب نے یہ جواب زیبِ قلم فرما کر جس طرح راہِ فرار اختیار کی ہے اور تصنّع اور بناوٹ سے جس طرح کام لیا ہے، اور جس طرح دفع الوقتی کرتے ہوئے کچھ کا کچھ لکھ گئے ہیں وہ تاریخ کے بابِ تصنّع اور تحریف کا ایک مستقل عنوان ہوگا اور رہتی دنیا اس کو یاد رکھے گی۔ مولوی صاحب کو ہوش میں آ کر یہ بتانا چاہیئے کہ کیا جناب امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدہ دانستہ اور عمداً محض اپنی انکساری اور تواضع کے لئے خلافِ واقع جملہ "فلا أدری کہ میں نہیں جانتا" ارشاد فرمایا؟ اور کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ موسویت اس خلافِ واقع جملہ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتی تھی؟ اور کیا آپ کی ذات فلا أدری کے جملہ کے بغیر فخر سے مبرّا نہیں ہو سکتی تھی؟ سوال صرف یہ ہے کہ وہ پاک زبان جس سے ساری زندگی کبھی خلافِ واقع ایک جملہ بھی نہیں نکلا، نہ تو خوشی میں اور نہ غمی میں اور نہ تو حقیقت میں اور نہ مزاح میں اس پاک ہستی کے بارے میں کیسے باور کر لیا جائے کہ انہوں نے فلا أدری کے خلافِ واقع الفاظ کے ساتھ اپنی ذات کو فخر و مباہات سے مبرّا کیا؟ اور شانِ موسویت کو برقرار رکھا؛ اور کیا اس ذات کو جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوامع الکلم عطا ہوئے تھے اور جن کی فصاحت اور بلاغت کے مقابلہ میں سحبان بن وائل جیسے فصیح بھی ہیچ تھے، شانِ موسویت کی تعبیر کے لئے کوئی اور مناسب الفاظ نہ مل سکتے تھے۔ جو آپ نے فلا أدری کے الفاظ استعمال کئے؛ مولوی صاحب غصّہ جانے دیجئے۔ اگر آپ کو عربیت کا ذوق ہوتا تو اتنی اور ایسی غلط تعبیر کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ فلا ادری کے جملہ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہیں کہ "میں نہیں جانتا"۔ ہاں اگر

Marfat.com

مولوی محمد عمر صاحب اور ان کی پارٹی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور صریح ارشادات کو بگاڑنا اور آپ کی منشا اور مراد کو بدلنا عشق و محبت ہے تو شوق سے کیجیے۔ دعا ہے کہ اللّٰھم زِد فزِد۔ مگر ہمیں معذور سمجھیے۔ ہم تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مُراد کو بدلنا نرا زندقہ اور الحاد سمجھتے ہیں۔ ؎ دِل میں لگا کر اُن کی لو اکر دے جہاں میں نشرِ ضَو

شمعیں تو جل رہی ہیں سو، بزم میں روشنی نہیں

چوبیسویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث شفاعت میں (جس کے اندر شفاعت کی پوری تفصیل موجود ہے) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اہلِ محشر جب دوسرے اولوالعزم انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے بے نیلِ مرام واپس ہو کر میرے پاس آئیں گے تو میں فوراً شفاعت کے لئے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ:۔

فاقع ساجداً لربّی ثم یفتح اللہ علیّ من محامدہ وحسن الثناء علیہ شیئاً لم یفتحہ علےٰ احد قبلی الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۶۸۵)

سو مَیں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالےٰ مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا، اور بہتر ثنا کا مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:۔

ثم یفتح اللہ تعالیٰ علیّ ویلھمنی من محامدہ وحسن الثناء علیہ شیئاً لم یفتحہ لاحد قبلی الحدیث (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ واللفظ لہ و ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۷۲ و ترمذی ج ۲ ص ۶۶ وقال حسن صحیح)

پھر اللہ تعالےٰ مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثناء کا طریقہ ظاہر فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی وہ منکشف نہیں کیا گیا۔

اور حضرت انس بن مالک رضؓ کی روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

استاذن علیٰ ربّی فیوذن لی ویلھمنی محامد

مَیں بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی اجازت چاہوں گا اس

Marfat.com

احمدہ بها لا تحضرنی الآن فاحمدہ بتلک المحامد الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸)

مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی ایسی تعریفیں الہام فرمائے گا جو اس وقت معلوم نہیں ہیں سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ حق کی حمد وثنا کروں گا۔

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے:۔

فاحمدہ بمحامد لا اقدر علیہ الآن یلهمنیہ اللہ تعالیٰ الحدیث (مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)

تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں وہاں ہی اللہ تعا مجھے الہام کرے گا۔

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

فاحمد ربی بتحمید یعلمنیہ الحدیث (ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۷۹)

سو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف بیان کروں گا جس اللہ تعالیٰ اُس وقت مجھے تعلیم فرمائے گا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ:۔

فیفتح اللہ علیہ من الدعاء شیئاً لم یفتحہ علی بشر قط (ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۷۷)

تو اللہ تعالیٰ آپ پر ایسی دعا منکشف فرمائے گا اُس نے کسی اور بشر پر کبھی بھی ظاہر نہیں کی۔

ان صحیح اور صریح روایات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہیں۔ جب آپ مقام محمود میں عرش کے نیچے (ایک جمعہ کے اندازہ کے مطابق سجدہ کریں گے، پھر دوبارہ اور پھر سہ بارہ اسی طرح، کما فی روایۃ ابی عوانہ ج ۱ ص سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفیں آپ کو الہام کی جائیں گی۔ اگر آپ دخول جنت ونار تک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہو جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعویٰ ہے تو تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکا وما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف

مولوی صاحب حسبِ عادتِ شریفہ اس حدیث کے جواب میں جو جوابات ارقام فرماتے ہیں اُن کے مختصر الفاظ میں یہ ہیں کہ :۔

(۱) یعنی اس وقت میرے خیال میں نہیں آن کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی بھی الخ

(۲) آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا کی طرف سے ابھی مجھے اس الہام کا پتہ ہی نہیں ہوا الخ

(۳) خداوند کریم کی طرف سے پڑھایا ضرور گیا لیکن اس کو اس کے ترک کا حکم ہوگا انتہی بلفظہ

(۴) یہ آخری عمر کا واقعہ نہیں، اس لئے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے باقی تمام واقعہ آپ کو دکھا دیا ہو لیکن اس الہام کے الفاظ کو شبِ معراج کے لئے یا کسی خاص خلوت میں بیان فرمانے کے لئے لطف کے لئے محفوظ رکھا ہو الخ

(۵) ہوسکتا ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے القا ہونے ہوئے وقت کسی دوسرے ضروری کام کا آ پہنچا ہو اور اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمالیا ہو کہ باقی اس الہام کو کسی دوسرے وقت میں بیان کروں گا اس لئے آپ نے الآن کی قید لگائی الخ (مقیاسِ حنفیت ص۴۱۲)

جواب :۔

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ سب ہرزہ سرائی ہے جو قابلِ التفات نہیں ہے۔ اوّل اس لئے حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں سجدہ ریز ہوں گا تو اُس وقت وہ محامد مجھ پر منکشف ہوں گے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہیں اور اُسی دن اللہ تعالےٰ مجھے الہام فرمائے گا اور اُسی وقت مجھے ان تعریفوں کی تعلیم ہوگی۔ ان تصریحات کی موجودگی میں اس بیہودگی کو کون سنتا ہے کہ آن کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی الخ

اور دوم اس لئے مردود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو صراحت سے فرماتے ہیں کہ میں اب اس وقت اس پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ وہ تعریفیں اب بیان کرسکتا ہوں۔ وہ تعریفیں تو مجھ پر قیامت کے دن ہی ظاہر ہوں گی ـــ اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ جواب بالکل بیکار ہے۔

Marfat.com

اور سوم اس لئے باطل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خلافِ واقع ارشاد نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ اب مجھے معلوم ہی نہیں تو ترک کا کیا سوال ہے، اور ممکن ہے اس فقیرانہ منطق کو مولوی محمد عمر صاحب عالم سکر میں کہہ گئے ہوں آخر یہ اُن کی منطق ہے بلاوجہ تو ہرگز نہ ہوگی۔

اور چوتھی تاویل اس لئے باطل ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ رض (جو بالاتفاق ۷ھ میں مسلمان ہوئے تھے) اور حضرت انس بن مالک رض ہیں جو انصارِ مدینہ میں سے تھے؛ اور مخفی نہیں کہ معراج تو ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہوچکی تھی۔ یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ ۷ھ تک ایک بات اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بتلائی گئی کہ معراج کی رات یا کسی اور موقع پر بتلادی جائے گی کتنی تعجب انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے؛ ایسی لغو بات تو شاید چرٹ پینے والے ملنگ بھی نہ کہہ سکیں جو مولوی محمد عمر صاحب کے قلم سے نکلی ہے۔

اور پانچویں اس لئے باطل ہے کہ صراحت کے مقابلہ میں دُور از کار اور لایعنی احتمال ہرگز مسموع نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسے بے بنیاد اور مجنونانہ احتمالات کی بنا پر نصوص کو رد کیا جائے تو دین میں کیا کچھ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا، جب چاہا بنا دیا جب چاہا ڈھا دیا۔ (نعوذ باللہ) مگر عجب یہ ہے کہ ع کھیلنا پڑا گویا بچوں سے ہم کو

پچیسویں حدیث ۲۵

حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا:۔

وانہ سیجاء برجال من اُمتی فیوخذ بھم	اور وہاں میری اُمت کے بعض لوگ لائے جائیں گے
ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقول	پھر ان کو بائیں جانب دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا
انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما	تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے
قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا	ساتھی اور آدمی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں

Marfat.com

مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ
الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ
الٰى قوله الحكيم - فيقال انهم لم يزالوا مرتدين
على اعقابهم - (بخاری ج ۲ ص ۹۶۶ واللفظ لہ، و
مسلم ج ۲ ص ۳۸۴ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۰۷ ومسند احمد
ج ص وترمذی ج ۴ ص ۶۵ ونسائی ج ص)

جانتے جو نئی نئی حرکتیں انہوں نے آپ کے بعد اختیار
کیں آپ نے فرمایا تو میں خدا تعالےٰ کے نیک بندہ
(حضرت عیسےٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا کہ میں
جبتک ان میں رہا توان سے خبردار تھا جب تُو نے
مجھے اپنے پاس بُلا لیا تو تُو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور
تو ہر چیز سے خبردار ہے الخ پھر الحکیم تک تلاوت
کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھ سے فرمایا جائیگا کہ یہ
لوگ برابر ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے،
اور مرتد ہو گئے۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

فاقول یارب اصحابی فیقول لا علم لك بما
احدثوا بعدك الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴
وابن ماجہ ص ۳۲۹ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۲۱ واللفظ لہ،
ومسلم ج ۱ ص ۱۲۶)

سو میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں
اللہ تعالےٰ جواب ارشاد فرمائے گا کہ آپ کو کوئی علم نہیں
کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد
کیں۔

اور یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ
جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

فاقول اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدك
(بخاری ج ۲ ص ۹۷۴ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۲۵۲ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۲۱)

مَیں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو اللہ تعالےٰ
فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد
کیا کیا حرکتیں کی ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

فاقول یارب اصحابی فیقال انك لا تدری

مَیں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھ والے

Marfat.com

ما احدثوا بعدك (بخاری ج ۲ صـ۹۷۴ واللفظ لہ ومسلم ج ۲ صـ۲۵۰ وکنز العمال ج ۷، صـ۲۲۱)

ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات اختیار کی ہیں۔

اور یہ روایت کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ حضرت ابو سعید الخدری رضہ سے بھی مروی ہے دیکھئے (بخاری ج ۲ صـ۹۷۴ ومسلم ۲ صـ۲۴۹ وغیرہ)

اور یہ روایت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضہ سے بھی مروی ہے، اس کے الفاظ یوں ہیں کہ :-

فاقول یارب منی ومن امتی فیقال ہل شعرت ما عملوا بعدک واللہ ما برحوا یرجعون علی اعقابہم (بخاری ج ۲ صـ۹۷۵ واللفظ لہ ومسلم ج ۲ صـ۲۴۹)

میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کیا آپ کو علم ہے انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے؟ بخدا یہ تو ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل (دین سے) پیچھے لوٹتے رہے

اور یہ روایت حضرت حذیفہ رضہ سے بھی مروی ہے (بخاری ج ۲ صـ۹۷۴ ومسلم ج ۲ صـ۲۵۱ کنز العمال ج ۷، صـ۲۲۱) نیز یہ روایت حضرت زید بن خالد رضہ المتوفی سـ۷۸ھ سے (دیکھئے مسند احمد ج صـ وکنز العمال ج ۷، صـ۲۲۱) اور حضرت سمرہ رضہ سے (دیکھئے کنز العمال ج ۷، صـ۲۲۵ عن الطبرانی فی الکبیر اور حضرت ام سلمہ رضہ سے (دیکھئے مسلم ج ۲ صـ۲۵۰ ومسند احمد ج صـ وکنز العمال ج ۷، صـ۲۲۵) بھی مروی ہے، اور ام المومنین حضرت عائشہ رضہ سے بھی یہ روایت مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ :-

فلاقولن ای رب منی ومن امتی فیقول انک لاتدری ما عملوا بعدک ما زالوا یرجعون علی اعقابہم (مسلم ج ۲ صـ۲۴۹ وکنز العمال ج ۷، صـ۲۲۱)

میں ضرور یہ کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں، اللہ تعالےٰ فرمائے گا بے شک تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کئے ہیں؟ یہ تو ہمیشہ ایڑیوں پر الٹے پھرتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

غرض یہ سب الفاظ صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بداعمالیوں کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت جمیع کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین ومطرودین کا ارتداد اور اُن کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدانِ محشر میں آپ سے باری تعالےٰ ہرگز یہ نہ ارشاد فرماتا کہ انّكَ لاتدری ما احدثوا بعدك اور انك لاعلم لك بما احدثوا بعدك اور هل شعرت ماعملوا بعدك وغیرہ (کہ آپ نہیں جانتے اُنھوں نے آپ کے بعد کیا کیا حرکتیں کی ہیں۔ اور آپ کو ان کا علم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی ہیں۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ بدعات اُنھوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہیں؟ وغیرہ)

اور ان تفصیلی روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انّكَ لاتدری الخ اور انك لاعلم لك الخ سے یہ جواب باری تعالےٰ خود دے گا اور بعض مجمل روایات کا بھی یہی مفاد ہے کہ یہ جواب حق تعالےٰ دے گا اور مسلم ج ۱ ص ۱۲۶ وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ جب یہ فرمائیں گے کہ یا ربّ ھٰؤلاء من اصحابی، تو ایک فرشتہ اس کے جواب میں یہ کہے گا و ھل تدری ما احدثوا بعدك اور فرشتوں کا جواب بھی درحقیقت اللہ تعالےٰ کے حکم ہی سے ہوگا۔ مگر ان تفصیلی روایات سے یہ امر بالکل متعین ہو جاتا ہے کہ یہ جواب حق تعالےٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔ ممکن ہے یہ جواب کبھی بلاواسطہ اور کبھی بواسطہ فرشتہ ہو۔

حوضِ کوثر کی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس سے زیادہ صحابۂ کرام رضؓ سے مروی ہے حتیٰ کہ امام بیہقیؒ نے کتاب البعث والنشور میں متعدد صحابۂ کرام رضؓ سے اس حدیثِ کوثر کی تخریج کرنے کے بعد فرمایا کہ :۔

یقتضی ھذا ما یقتضی کون الحدیث متواترا (بحوالہ شرح مسلم ۲ ص ۲۴۹)	ان احادیث کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

اور قاضی عیاض رضؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ :۔

متواتر النقل (بحوالہ النووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹)	یہ حدیث متواتر النقل ہے۔

Marfat.com

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کے ثبوت کے لئے نص قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دخولِ جنت و نار سے قبل کے کُل واقعات معلوم نہیں ، اگر ایسا ہوتا تو ان منافقین اور مرتدین کی بے ایمانیوں اور بدعات وغیرہ کا علم بھی ضرور آپ کو ہوتا اور اللہ تعالے یہ ارشاد نہ فرماتا کہ آپ کو ان کے احداث کا علم نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا ؟ یہ کون لوگ ہوں گے ؟ ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں جنہوں نے آپ کے سامنے کلمہ پڑھا اور بعد کو مرتد ہو گئے یا بعد کو قیامت تک آنے والے برائے نام امتی ہوں جو مرتد ہو گئے ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں یہ الفاظ ان سب کو شامل ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹ وغیرہ)۔

بہرحال ہمارا مدعا اس روایت سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ادنی خفار بھی نہیں ہے البتہ لا نسلم کا کبھی کوئی جواب ہوا ہی نہیں۔

فریقِ مخالف کی رکیک تاویل

مدعیانِ علمِ غیب ان صاف اور صریح احادیث میں بھی تاویلِ بے جا کرنے سے باز نہ رہے اور ان نصوص قاطعہ اور صریحہ کو بھی توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے باطل نظریہ اور عقیدہ کے موافق بنانے کی ناکام کوشش کی اور خوب اپنی دیانت اور علم کے جوہر دکھائے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے تو یہ لکھ اور کہہ کر گلو خلاصی کرنے کی ناکام کاوش کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو ان منافقین اور مرتدین وغیرہ کے تفصیلی حالات معلوم ہیں لیکن قیامت کے دن چونکہ آپ کے سامنے بہت سے کام ہوں گے اور آپ کو بے انتہا مصروفیت ہو گی ، لہٰذا اس وقت آپ کو ان کے انجام سے ذہول ہو گا اور اس ذہول کی بنا پر آپ ان لوگوں کی شفاعت کا اقدام فرمائیں گے اور آپ کو جواب ملے گا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو نئی نئی حرکتیں کیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں یعنی آپ بھولے ہوئے ہیں۔ اور اس باطل تاویل کے لئے یہ قرائن پیش کئے ہیں کہ :۔

(۱) احادیث میں آتا ہے کہ عالم برزخ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے

Marfat.com

جاتے ہیں لہٰذا حوض کوثر پر پیش آنے والے واقعات کا علم بھی آپ کو ہے۔

(۲) بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ دُنیا ہی میں خواب کی حالت میں وہ لوگ حضور علیہ السلام کو دکھلا دیئے گئے اور یہ حوضِ کوثر کا واقعہ بھی حضور پر گزر چکا لہٰذا اس کو اُس موقع پر ذہول پر حمل کرنا ضروری ہے۔

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اما شعرت ما عملوا بعدک جس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے لہٰذا حاصل مطلب یہ ہُوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ اُنہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔ (محصلہ دیکھئے الدولۃ المکیۃ صد۔ اور الکلمۃ العلیا ص ۱۲۱ وغیرہ)

(۴) اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ "حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان سب کو سُنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا الی ان قال پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج حضور علیہ السلام اس سارے قصہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اَعْرِفُھُمْ ہم ان کو پہچانتے ہیں، کیا اس دن بھول جائیں گے؟" (بلفظہٖ جاء الحق ص ۱۱۹) یہ بھول جانے کا مسئلہ تو جناب احمد رضا خان صاحب وغیرہ سے پوچھیئے۔ کیا خوب ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (صفدر)

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب نے جب دیکھا کہ اس روایت کے جواب سے عہدہ برآ ہونا کوہ کندن او کاہ برآوردن کا مصداق ہے اور اس کا جواب نہایت ہی مشکل ہے تو یوں سستی شہرت حاصل کرنے کے درپے ہو گئے کہ:۔ "یہ حدیث بخاری شریف میں تین دفعہ مذکور ہے اور تینوں جگہوں میں اس کا ضعف ثابت ہے" (مقیاس ص ۲۲۳) پھر آگے لکھا ہے کہ "یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے حُجت نہیں ہوسکتی" (مقیاس ص ۲۲۴) اور ضعف کی دلیل یہ پیش کی کہ پہلی سند میں محمد بن یوسف فریابی ضعیف ہے اور دوسری میں محمد بن کثیر ثقفی کوفی اور تیسری میں ابو الولید عبد الملک بن ھشام ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ شیخ ضعیف اور شعبہ بن الحجاج راویوں کے ناموں میں غلطی کیا کرتے تھے (محصلہ مقیاس ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵) اور نیز وہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی حدیث اما شعرت کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے غلطی میں مبتلا ہو کر یہ غلط اور باطل قیاس کرتے ہیں، کہ

Marfat.com

انک لاتدری الحدیث میں ہمزہ مقدر ہے — یعنی آپ جانتے ہیں ۔ ثابت ہوا کہ انک لاتدری میں بھی استفہام ضرور ہے (منفیاس ص۳۹۸)

یہ ہیں مخالفین کے زبردست دلائل اور درحقیقت نہایت ہی افسوسناک اور مجادلانہ مغالطے

اب ہم نمبروار ان کی حقیقت عرض کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے :۔

ا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین اور مرتدین کے تفصیلی حالات کا علم ہرگز نہیں ۔ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور متواتر درجہ کی حدیثیں اس پر موجود ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا ذکر کر دیا گیا ہے جن میں ایک یہ حدیث مذکورہ انک لاتدری الحدیث بھی ہے ۔ اب ایسے قطعی الثبوت دلائل کو رد کرنے کے لئے کوئی قطعی الثبوت دلیل درکار ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے ۔ اگر بالفرض کوئی روایت ان کے خلاف صحیح ثابت ہو بھی جائے تو آخر خبرِ واحد ہی ہو گی ، اور خانصاحب بریلوی کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ خبر واحد کا نصوص اور آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے اور عرض اعمال کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے حوالہ سے یوں آتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علیّ	میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت
اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ	بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش
وما کان من سیئٍ استغفرت اللہ لکم ۔	کئے جائیں گے جو اچھے ہوں گے میں ان پر حمد
(قال السیوطیؒ ۔ و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث	بجا لاؤں گا اور جو برے ہوں گے میں خدا تعالیٰ سے
ابن مسعود رضؓ مثلہ خصائص الکبریٰ ج ۲ ص۲۸۱)	تمہارے لئے معافی طلب کروں گا ۔

کثرتِ تفحص کے بعد بھی حضرت امام سیوطی رحؒ کے زمانہ تک کسی اور محدث سے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین نہیں مل سکی اور امام سیوطی رحؒ تصحیح حدیث میں بہت ہی زیادہ متساہل ہیں ۔ وہ من گھڑت اور موضوع حدیثوں کا سہارا بھی اپنے استدلال میں ڈھونڈ لیتے ہیں ۔ (دیکھئے مسالک وغیرہ) ۔ جب تک اس روایت کی پوری سند اور اس کے روات کی توثیق اور سند کا اتصال ثابت

Marfat.com

جائے اور کسی معتبر محدث سے اس کی تصحیح اور تحسین ثابت نہ ہو تو اس پر علم غیب وغیرہ قطعی عقیدہ میں کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے ؟ بقول امام سیوطی رح یہی کیا جائے گا کہ یا تو اس کی مناسب تاویل کی جائے گی اور یا خود یہ حدیث باطل ٹھہرے گی (کما سیأتی) خصوصاً جبکہ یہ روایت مسند بزار کی ہے جو نہ تو کتب حدیث کے طبقہ اُولیٰ میں ہے اور نہ ثانیہ میں۔ اگر یہ طبقہ ثالثہ میں ہو تو اس کے متعلق محدثین کا یہ فیصلہ ہے:

واکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہا نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ۔ اور اگر یہ طبقہ رابعہ میں ہو اور ظن غالب بھی یہی ہے تو اس کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود (عجالۂ نافعہ ص) اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس سے فریق مخالف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس عرض سے صرف اجمالی اور بعض امور کی پیشی مراد ہے مثلاً درود شریف یا بعض اہم اور قابل ذکر واقعات۔ اس سے تفصیلی طور پر تمام جزئیات کی پیشی ہرگز مراد نہیں ہے اور ایسے مقام پر عرض سے یہی مراد ہوسکتی ہے (دیکھئے فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۸۴ وغیرہ)۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رح المتوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:۔

وکذا ما عند البزار بسند جید عن ابن مسعود رض رفعه حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم ومماتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیه وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم ذکرہ فی شرح المواھب من وفاته صلے اللہ علیه وسلم۔ انه عرض کعرض الاسماء علے الملائکة لا علم محیط اھ (فہرست مضامین عقیدۃ الاسلام ص)

اور اسی طرح وہ روایت جو حضرت ابن مسعود رض سے مرفوعاً مروی ہے کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم مشکل مسئلے بیان کروگے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کردی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہونگے جو اچھے ہوں گے میں حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جو بُرے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالٰی سے معافی طلب کروں گا، یہ روایت شرح مواہب باب وفات النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں بیان کی گئی ہے۔ اس پیشی سے صرف ایسی پیشی مراد ہے جیسے فرشتوں پر چیزوں کے نام پیش کیے گئے تھے۔ یہ پیشی علم محیط

Marfat.com

کے طور پر نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک اور بعد القیامت تک کے بہت سے واقعات کا علم منجانب اللہ عطا ہوا ہے اور اجمالی طور پر اعمال بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں مگر تمام جزئیات کی تفصیل اور موقفِ محشر میں پیش آنے والے سب واقعات ہرگز اس عرض میں داخل نہیں ہیں اور نہ ان کا علم آپ کو عطا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ آخر یہ حدیث بھی تو صریح اور صحیح ہے کہ :۔

انک لا تدری ما احدثوا بعدک مع عرض الاعمال علیہ صلی اللہ علیہ وسلم (ص۱۱) (ایک خاص موقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا) بے تحقیق آپ نہیں جانتے کہ جو جو بدعات انہوں نے آپ کے بعد پیدا کی ہیں حالانکہ آپ پر اعمال بھی پیش ہو رہے ہیں

الغرض اگر یہ روایت جید اور صحیح بھی ہو تب بھی فریقِ مخالف کا استدلال اس سے بالکل باطل ہے کیونکہ صرف اجمالی طور پر بعض بعض اعمال کا پیش ہونا جدا امر ہے اور علم محیط ہونا الگ بات ہے۔ جو فریقِ مخالف کا باطل دعویٰ ہے اور لفظ عرض عموماً سرسری اور اجمالی پیشی پر ہی اطلاق ہوتا ہے۔ (کما مر مناً)

نوٹ ضروری :۔ حضرت ابنِ مسعود رضؓ کی روایت میں تُحدِّثون ویُحدَّث لکم کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رح (التابعی) المتوفی ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ کی روایت میں ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی رح اور علامہ عزیزی رح المتوفی ۰۰ھ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :۔

ابن سعد فی طبقاتہ عن بکر بن عبداللہ المزنی مرسلاً ورجالہ ثقات (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۳۳) یہ روایت علامہ ابن سعد نے طبقات میں بکر بن عبداللہ المزنی رح سے مرسلاً روایت کی ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں

یہ روایت امام سیوطی رح نے خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱ میں بھی نقل کی ہے مگر ہے دونوں جگہوں میں مُرسل۔ مُرسل روایت، پھر صغار تابعین کا مُرسل، اور نصوصِ قطعیہ کے مقابلہ میں اور علی الخصوص باب عقائد میں یہ سب اُمور پیشِ نظر رکھیے۔

امام حارث رح المتوفی ۰۰ھ نے اپنے مسند میں حضرت انس رضؓ سے صرف ان الفاظ سے یہ

Marfat.com

روایت نقل کی ہے: حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔ علامہ عزیزی رح لکھتے ہیں: باسناد ضعیف (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۳۳) کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

اور اس میں عرضِ اعمال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔ امام سیوطی رح کا یہ وہم ہے کہ انہوں نے عرضِ اعمال کے سلسلہ میں اس کو پیش کیا ہے۔ (دیکھئے الخصائص ج ۲ ص ۲۸۱) امام سیوطی رح اور علامہ عزیزی رح نے حکیم ترمذی رح کے طریق سے والدِ عبدالعزیز رح سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ:۔

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللّٰہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الاٰباء والامہات الحدیث۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۶۵)	سوموار اور جمعرات کو اللہ تعالےٰ پر اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اور والدین پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں الخ

مگر اس کی سند اور سند کے روات کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے اور یہ بتانا بھی مشکل ہے کہ والدِ عبدالعزیز کون اور کیسے تھے، ثقہ تھے یا ضعیف وغیرہ وغیرہ۔ اندریں حالات اس کو اس مقام پر عقیدہ کے اثبات پر کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے؛ اور پھر لطف یہ کہ حکیم ترمذی کے حوالہ سے یہ روایت آتی ہے جن کے متعلق حضرت امام سیوطی رح جیسے بزرگ بھی لکھنے پر مجبور ہیں کہ دیگر چند کتابوں کی طرح حکیم ترمذی کی طرف کسی روایت کا منسوب ہونا ہی اس کے ضعیف ہونے کے لئے کافی دلیل ہے الگ اس کا ضعف بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ (دیکھئے جامع الکبیر للسیوطی رح بحوالہ ہامش المراح فی المزاح ص ۱۵)

علاوہ بریں عرضِ اعمال کی وہ روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے مروی ہے اور جس پر [illegible] نے کے آثار زیادہ نمایاں ہیں۔ فریقِ مخالف کو وہ بھی مفید نہیں ہو سکتی، کیونکہ اعمال اگر پیش ہوتے بھی ہیں تب بھی امتِ اجابت کے اعمال پیش ہوتے ہیں، امتِ دعوت کے جس میں کفار، مرتدین اور منافقین وغیرہ بھی شامل ہیں، ہرگز یہ روایت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے آخری جملے یہ ہیں کہ:۔

فما کان من حسن حمدت اللّٰہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللّٰہ لکم	یعنی جو عمل اچھا میرے سامنے پیش ہوگا میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجا لاؤں گا اور جو برا عمل ہوگا اس پر میں خدا سے تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔

Marfat.com

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صرف وہ گناہ پیش کئے جاتے، یا پیش کئے جا سکتے ہیں جن کی مغفرت ہوسکتی ہے اور جن پر آپ بارگاہِ خداوندی میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو ان کی اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے گا اور نہ آپ ایسے لوگوں کے لئے سفارش ہی کریں گے، اور یہ روایت بھی مرتدین اور بدعتیوں وغیرہم کے متعلق ہے۔ انہی روایات کے آخر میں ہے انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم اور انھم ارتدوا علی ادبارھم۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمائے گا انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔ اور اس علم اور اطلاع کے بعد آپ یہ ارشاد فرمائیں گے :

فاقول سحقا سحقا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵ — کہ یہ مجھ سے دور ہوں دور ہوں۔

مسلم ج ۱ ص ۱۲۷ و کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۵)

الغرض عرضِ اعمال کی اس حدیث سے منافقین، مرتدین اور اسی قسم کے باطل پرستوں کے بارے میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلی اور تفصیلی علم ثابت کرنا نرا زندقہ اور سراسر الحاد ہے جس سے نصوصِ قطعیہ کا رد ہوتا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو ایسی ناشائستہ حرکات سے بچائے۔

اور جن حضرات نے اعمال کی پیشی کے ساتھ جملہ یا ہر یا سب وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ محض استغراقِ عرفی کے طور پر مبالغۃً استعمال کئے ہیں کیونکہ خود ان اکابر نے دوسرے مقامات پر تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی غیب یا جمیع ما کان وما یکون کے علم کا انکار کیا ہے لہٰذا جس کو کسی کی ایسی عبارات سے مغالطہ ہوا ہے تو اس کو خود انہی بزرگوں کی عبارتیں دیکھنی چاہئیں۔

اسی طرح ایک روایت حضرت انسؓ وغیرہ سے مرفوعاً یوں آتی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

عرضت علیّ اجور امتی حتّی القذاۃ یخرجھا — مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے

Marfat.com

الرجل من المسجد وعرضت علیّ ذنوب اُمّتی فلم ارذنباً اعظم من القرآن او آیۃ اؤتیھا الرجل ثم نسیھا (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵ ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۹)

یہانتک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے نکالے (اور مجھ) پر میری اُمت کے گناہ بھی پیش ہونے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کریم کی کوئی سُورت یا کوئی آیت یاد ہو اور پھر وہ اسکو بھلا دے

پہلے تو اس حدیث سے تفصیلی پیشی کا ثابت کرنا محل غور ہے کیونکہ حدیث کا مطلب صرف اجمالی پیشی ہی سے پورا ہوجاتا ہے اور پس پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو بات اس حدیث سے ثابت ہے وہ صرف اتنی ہے کہ اُمت کے اعمال میں سے نیکیاں اور بدیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہیں کہ یہ کام اچھا اور یہ بُرا ہے جس کا ارتکاب آپ کی اُمت کرے گی۔ اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ اگر ایک ہی نیکی یا بدی کو مثلاً ایک کروڑ آدمی کرتے ہیں تو ان تمام کی تفصیلی کارروگی کا علم محیط بھی آپ کو حاصل ہو۔ اعمال کا نیک اور بد ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی عمل کے تمام کرنے والوں کے تفصیلی حالات کا علم جُدا بات ہے اور ان دونوں میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ اور تیسری خاص طور پر یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ اس حدیث سے اگر بالفرض تفصیلی عرض بھی مراد ہو تو صرف مسلمانوں کے اعمال اور ان کی نیکیوں اور بدیوں کا پیش ہونا ہی ثابت ہوگا اور اسی حدیث کا آخری ٹکڑا اس کا واضح ترین قرینہ ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کفار اور منافقین مرتدین اور اہلِ بدعت کے گناہ کفر ونفاق ارتداد وبدعت وغیرہ تمام گناہ یقیناً قرآن کریم کے بھلا دینے سے بدرجہا بڑے وزنی اور زیادہ سنگین ہیں اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد تو یہ فرمایا ہے کہ اس سے بڑا گناہ میں نے اور کوئی نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت بھلا دے تو اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مرتدین اور اہلِ بدعت (جن کی بدعت کفر اور ارتداد کی حد تک پہنچ چکی ہو) کے اعمال ہرگز آپ کے سامنے نہیں پیش کئے جاتے، اور فریقِ مخالف کا یہی دعویٰ تھا جو باطل ہوگیا۔

اور اگر بفرضِ محال یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ تمام انسانوں بلکہ جنوں کے (جو مکلف مخلوق ہے) اعمال بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر برزخ میں پیش کئے جاتے ہیں تو دیگر حیوانات، جمادات اور اشیاء

Marfat.com

نباتات کے مختلف حالات کا عرض اور پیش کرنا کس حدیث اور کس دلیل سے ثابت ہوگا؟ اور جب تک فریق مخالف یہ بھی نہ ثابت کرے تو اُن کا دعوائے علم غیب یقیناً باطل اور مردود ہے اور ان جملہ روایات کو پیش کرنے کے بعد بھی وہ اپنے باطل عقیدہ اور دعویٰ پر دلیل اور برہان سے تہی دست رہتا ہے اور ان روایات سے ان کا یہ مطلب ہرگز پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ؎

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا انہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا

فائدہ۔ درحقیقت تفصیلی طور پر عرض اعمال کا عقیدہ ان برائے نام مدعیان عشق و محبت نے شیعہ سے مستعار لیا ہے اور اہل السنّت والجماعت کے نزدیک درود شریف وغیرہ کے عرض کا (جو صرف عرض اجمالی ہے) مسئلہ حق ہے مگر تفصیلی عرض اہل السنّت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ شیعہ کا ہے چنانچہ اُن کی معتبر اور مستند کتاب اصول کافی میں اس عنوان سے ایک مستقل باب آتا ہے: "باب عرض الاعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ" کہ وہ باب جس میں یہ بیان ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ائمہ کرام پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آگے بعض وہی دلائل پیش کئے ہیں جن پر فریق مخالف کا یہ بے بنیاد عقیدہ کھڑا ہے (دیکھئے کتاب الحجہ جزء سوم ص۱۳۹ مع الصافی طبع نولکشور)

؎ یہ مدعیِ اسلام تو ہیں اب تھی ہیں مگر بیگانوں کے
تقویٰ کی وہ بُو بھی ان میں نہیں، وہ رنگ نہیں ایمانوں کے

۲۔ بخاری شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے دو نسخے ہیں، ایک بینا انا نائم کا نسخہ ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ مجھ پر یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ یہ نسخہ بھی اکثر محدثین نے پڑھا ہے۔ مگر یہ نسخہ حاشیہ پر درج ہے، اصل نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے:۔

بینا انا قائم اذا زمرۃ الحدیث (بخاری ج ۲ ص۹۷۵) کہ جب میں (حوض کوثر پر) کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت الخ

اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے اسی قائم کے نسخہ کو اوجہ کہہ کر ترجیح دی ہے۔ دیکھئے فتح الباری ج ۱۱ ص۴۰۵ وعمدۃ القاری ج ۱۱ ص۶۸۷) اور مطلب یہ بیان کیا ہے:۔

Marfat.com

لان المراد قیامه علی الحوض (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۹۷۵) کیونکہ مراد تو حضور علیہ السلام کا حوضِ کوثر پر قیام کرنا ہے۔
لہٰذا یہی نسخہ صحیح ہے۔ تعجب ہے گروہ اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ کو چھوڑ کر مرجوح نسخہ سے استدلال واستناد کرتا ہے جو کسی طرح درست نہیں ہے۔ اور اگر بینا انا نائم کا نسخہ بھی صحیح ہو تب بھی درست ہے کہ خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت کا وہ نقشہ اجمالی طور پر پیش کر دیا ہے اور اس اجمالی علم کی آپ نے امت کو اطلاع دی ہے۔ باقی تفصیلی جملہ کیفیات تو وہ انک لا تدری اور انک لا علم لک میں داخل ہیں اور یہی حصہ ہمارا استدلال ہے۔

اور حضرت اسماءؓ کی روایت میں یہ الفاظ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

انی علی الحوض حتی انظر من یرد علی منکم وسیؤخذ ناس دونی فاقول یارب منی و من امتی فیقال هل شعرت ما عملوا بعدک واللہ ما برحوا یرجعون علی اعقابهم (بخاری ج ۲ ص ۹۷۵)

میں حوضِ کوثر پر ہوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا ان لوگوں کو جو تم میں سے مجھ پر پیش کئے جائیں گے اور کچھ لوگوں کو میرے سامنے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا اعمال کئے ہیں؟ خدا کی قسم یہ تو ہمیشہ ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے۔

اس روایت اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوضِ کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحت موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان تمام صحیح روایات سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں نیز اس صحیح روایت سے (اور اسی طرح اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے) معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد و ابتداع اور رجعت قہقری کا کوئی علم نہیں ہوگا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واللہ ما برحوا الحدیث کے الفاظ سے آپ کو ان کے ارتداد وغیرہ کا علم اور اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔ جو لوگ ذہول وغیرہ کا ناکام بہانہ تلاش کر کے اس صحیح حدیث اٰلکہ

Marfat.com

متواتر النقل والمعنی) کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو اچھی طرح خوف خدا کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ خود یہ حدیث اور پھر اس کی شرح میں سلف صالحین کیا فرماتے ہیں۔ ؎

سخن میں پیروی گر کی سلف کی　　انہی باتوں کو دُہرانا پڑے گا

۳۴۔ باقی رہا مسلم کے حوالے سے اماشعرت کے لفظ سے علم ثابت کرنا تو یہ عجیب حماقت ہے۔ اولاً اس لئے کہ امام مُسلم رح کا احادیث سے استدلال واحتجاج کرنے کا طریقہ ہی جُدا ہے۔ چنانچہ وہ خود تصریح کرتے ہیں کہ میں سب سے پہلے وہ روایات پیش کروں گا جو ہر قسم کے عیب سے محفوظ ہوں گی اور ان کے روات حفظ واتقان سے موصوف ہوں گے۔ ان کے بعد وہ روایات پیش کروں گا جن کے روات اگرچہ فی الجملہ ثقہ ہوں گے مگر حفظ واتقان میں نمبر اوّل کے رواۃ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے (دیکھئے مقدمہ مسلم ص۳ وص۴) اور حضرت اسماء کی یہ روایت جس میں اماشعرت ہے امام مُسلمؒ نے درجہ دوم پر پیش کی ہے۔ اس لئے اس روایت کو بنیاد قرار دینا فن حدیث کا صریح انکار ہے اور کسی اہلِ علم واہلِ انصاف و دیانت سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

وثانیاً حضرت اسماءؓ کی یہی روایت صحیح بخاری ج ۲ ص۹۷۵ وغیرہ میں ھل شعرت کے الفاظ سے آئی ہے جو سراسر فریق مخالف کے مدعیٰ کے مخالف ہے۔

وثالثاً اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ہمزۂ استفہام ہمیشہ اور ہر مقام پر انکار ہی کے لئے آیا کرتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کے لئے کونسا قطعی قرینہ موجود ہے کہ اس روایت میں ہمزۂ استفہام انکار ہی کے لئے ہے؟ اور اگر بالفرض ہمزہ کو انکار ہی کے لئے مانا جائے تو پھر اس کا بھی قوی احتمال موجود ہے کہ حرف ما زائد ہو کیونکہ کلام عرب میں حروفِ نفی مَا اور لَا کا زائد ہونا بکثرت ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔ ایک تو اس لئے کہ مسلم کی یہ روایت بخاری کی روایت ھل شعرت کے بالکل مطابق ہو جاتی ہے، لہٰذا دونوں کا مفاد ایک ہی ہو جائے گا، اور نیز دوسری حدیثوں سے بھی کامل موافقت اور مطابقت ہو جائے گی جن میں صاف طور پر انک لا تدری انک لا علم لک وغیرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو نفی علم میں نص صریح اور ناقابلِ تاویل وتوجیہہ ہیں کہ

Marfat.com

ہینگ لگے نہ پھٹکڑی ۔

ورابعًا احادیث کے استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اما شعرت کے جملہ کا زیادہ تر استعمال ایسے ہی مواقع پر ہوتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا۔ اس کی متعدد مثالیں کتب حدیث میں موجود ہیں مگر ہم اپنے دعویٰ کی تنویر کے لئے صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضؓ نے زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھڑکا اور تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضؓ سے فرمایا کہ :۔

ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقة — کیا تو نہیں جانتا کہ ہم (بنو ہاشم) صدقہ نہیں کھایا کرتے

(بخاری ج۱ ص۲۰۲) — (اور نہ یہ ہمارے لئے حلال ہے)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت حسن رضؓ کو (جو بچے ہی تھے) یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ آل بیت زکوٰۃ و صدقہ نہیں کھا سکتے۔ اگر اُن کو علم ہوتا تو ہرگز زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجور وہ اپنے منہ میں نہ ڈالتے اور نہ اس کو کھانے کی کوشش کرتے اور باوجودیکہ ان کو علم نہیں ہے مگر پھر بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما شعرت کا جملہ استعمال فرماتے ہیں اور اس حدیث کا یہ مطلب صرف ہماری اختراع نہیں بلکہ شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی الحنفی رح اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

هذه اللفظة تقال فی الشیء الواضح التحریم ونحوه وان لم یکن المخاطب عالما به ای کیف خفی علیك مع ظهور تحریمه — اما شعرت کا لفظ اس چیز اور موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی، حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں اور ظاہر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۳۹)

لیجئے خود ایک بلند پایہ حنفی فقیہ اور محدث نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جس کا مخاطب کو پہلے سے علم نہ ہو۔

اور یہی حدیث صحیح مسلم ج۱ ص۳۴۴ وغیرہ میں ان الفاظ سے آتی ہے :۔

Marfat.com

اما علمت انا لا ناکل الصدقۃ ۔ — کیا تُو نہیں جانتا کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے

حضرت امام نووی الشافعی رح اما علمت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

ھذہ اللفظۃ تقال فی شیئ الواضح التحریم ونحوہ وان لم یکن المخاطب عالمابہ الخ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴) — اما علمت کا لفظ اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو۔

تعجب ہے کہ فریقِ مخالف تو اما شعرت کی روایت سے مخاطب کا علم ثابت کرتا ہے اور یہاں حسب تصریح امام نووی رح وغیرہ اما علمت کے صریح جملہ سے بھی مخاطب کا عالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فریق مخالف کو یہ ذوق عطا فرمائے کہ وہ عربی زبان کو اور اس کے مواقع استعمال کو سمجھ سکے۔ علم عربی سے تعلق اور اس میں مہارت نہ ہونے ہی کا یہ اثر ہے کہ فریق مخالف قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا چلا جاتا ہے۔ کہیں لفظ کُل اور مَا سے غلط استدلال کرتا ہے اور کہیں لفظ اما شعرت وغیرہ سے دھوکا کھاتا ہے مگر کیا کیا جائے علماء کی جگہ نام نہاد مفتیوں اور جہلاء نے بھی تو لینی تھی۔ ؎

ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں ادبار کی
سب کو کرنی ہوں گی پوری اپنی اپنی باریاں

الحاصل حدیث انک لا تدری اور انک لا علم لک وغیرہ نفی علم غیب میں نصِ صریح ہے اور نہ تو مخالفین کی طرف سے آج تک کوئی صحیح جواب اس کا بن سکا ہے اور نہ تا قیامت اس کی توقع ان سے کی جا سکتی ہے۔ بے جا اور دُور از کار تاویل یا خالص تحریف کا نام اگر جواب ہے تو ایسے سینکڑوں جواب وُہ دے سکتے ہیں اور اس میدان کے بلا مقابلہ اور بلا مبالغہ وہ غازی ہیں۔ ہم اُن کی اِس صفت اور خوبی کے ہرگز منکر نہیں ہیں ؎

پاس اُنہیں گر اپنا ذرا ہو جان اپنی بھی اُن پہ فدا ہو
کرتے ہیں خود نا منصفیاں اور کہتے ہیں نافرماں ہمیں

۴۷۔ ان تمام احادیث اور پیش کردہ تفصیل کو مدِ نظر رکھنے کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ مفتی احمد یار خان

Marfat.com

صاحب کا یہ جواب کتنا فرسودہ بلکہ بے ہودہ ہے کہ "حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو، یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا الخ" مفتی صاحب ہی از روئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رؤف و رحیم اور رحمۃ للعلمین ہو کر قیامت کے دن طعن کیوں کریں گے؟ اور کیا ایسے مقام پر ایک مکلّف اور پابند شریعت کے لئے طعن درست ہے؟ پھر اس طعن کے ثبوت پر کونسی نص یا واضح قرینہ موجود ہے؟ یا کوئی معقول عقلی دلیل ہی موجود ہے؟ اور پھر اس طعن کا جواب اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ یا اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ وغیرہ سے کیسے صحیح اور درست ہوگا؟ الغرض مفتی صاحب کا یہ جواب محض طفل تسلّی یا اپنے ماؤف دل کی تسکین کا سامان ہے اور بس۔ رہا اَعْرِفُهُمْ کے جملہ سے ان کا پہچاننا تو وہ آثارِ وضو سے ہوگا۔ جیساکہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ :-

فقالوا کیف تعرف من لم یأت بعد من اُمتك یارسول اللہ الی ان قال فانھم یأتون غرا محجلین من الوضوء الحدیث (مسلم ج ۱ صـ۱۲۷ وسنن الکبریٰ ج ۴ صـ۷۸ وطیالسی صـ۴۸ عن ابن مسعود رضؓ)

صحابہ کرام رضؓ نے کہا، آپ اُمت کے اُن افراد کو جو ابھی تک نہیں آئے کیسے پہچانیں گے؟ تو آپ نے آخر میں یہ جواب ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے افراد اس حالت میں وہاں پیش ہوں گے کہ ان کے اعضاء وضو روشن اور درخشاں ہوں گے (اس علامت سے میں، ان کو شناخت کروں گا)

پھر اسی روایت کے آخر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ :-

فیقال انھم قد بدلوا بعدك فاقول سحقا سحقا - (مسلم ج ۱ صـ۱۲۷)

سو کہا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا تو میں کہوں گا۔ دور ہوں دور ہوں۔

اور یہ پہچاننا صرف ظاہری اور اجمالی ہوگا۔ باقی یہ کہ وہ مرتدین وغیرہ کس خاندان اور قبیلہ سے تعلّق رکھتے ہوں گے؟ اُن کی عمریں کیا ہوں گی؟ اُن کے نام کیا ہوں گے؟ اسی طرح اُن کے قد و قامت اور سیاہ و سفید ہونا وغیرہ وغیرہ جملہ کیفیات ہیں سے بعض قیامت کے دن مشاہدہ سے معلوم ہوں گی، اور

Marfat.com

بعض اس وقت بھی معلوم نہیں ہوسکیں گی اور ان کا ارتداد وابتداع وغیرہ تو بہرحال وہ انک لا تدری اور انک لا علم لک کے تحت داخل ہے لہٰذا اعرفہم کا جملہ اس تفصیلی نفی کا ہرگز جواب اور توڑ نہیں ہے۔ مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ فیقال انک لا تدری کا جواب محض فرشتوں کی طرف سے ہی نہیں ہوگا جیسا کہ مفتی صاحب مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ یہ جواب حق تعالےٰ کی طرف سے بلاواسطہ بھی ہوگا جیسا کہ ہم نے بخاری وغیرہ کی صریح اور صحیح روایات اس پر عرض کر دی ہیں وہاں ہی ملاحظہ کرلیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کرے کہ مفتی صاحب وغیرہ تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کی نگاہ سے دلائل کا موازنہ کریں مگر کیونکر، جبکہ ؎

قافلے گزریں وہاں سے کیونکر سلامت واعظ

ہو جہاں راہزن اور راہنما ایک ہی شخص

۵۔ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اہلِ بدعت کا وطیرہ ہی عجیب ہے کہ موضوع و جعلی منکر و معلل اور ضعیف روایتوں سے تو وہ احتجاج و استدلال کرتے ہیں اور وہاں ضُعف وغیرہ کا سوال سامنے نہیں آتا مگر جب کوئی روایت اُن کے عقیدۂ باطلہ کے خلاف آجائے تو وہ حجت بھی نہیں ہوتی، اور اس کا ضعف بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب کو بگوش وہوش سننا چاہیئے اور اچھی طرح سے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بخاری شریف کی روایت کو ضعیف کہہ دینا خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ روایت حضرت عباس رضؓ سے نہیں جیسا کہ مولوی صاحب نے مقیاس ص۴۲۲ میں جہالت کا ثبوت دیا ہے بلکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے اور یہ روایت بخاری میں تین دفعہ ہی مذکور نہیں جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس ص۴۲۳ میں لکھا ہے، یہ روایت صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے بخاری شریف میں آٹھ دفعہ مذکور ہے اور آٹھ ہی جگہوں پر اس کی صحت ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو (ص۹۲۶/۲ و ص۴۷۳/۱ وغیرہ وغیرہ) اور یہ روایت تنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ ہی سے مروی نہیں ہے بلکہ یہ روایت بخاری (ج ۲ ص۹۷۴ و ص۱۰۴۵) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے اور (ج ۲ ص۹۷۴ و ص۱۰۴۵ میں) حضرت ابو

Marfat.com

سعید بن الخدری رضؓ سے اور (ج ۲ صٓ ۹۷۴ وصٓ میں) حضرت انس بن مالک رضؓ سے اور (ج ۲ صٓ ۹۷۳ وصٓ میں) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے اور (ج ۲ صٓ ۹۷۵ وصٓ ۱۰۴۵ میں) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضؓ سے اور (ج ۲ صٓ ۹۷۵ میں) اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ محمد بن یوسف فریابی رحؒ ثقہ اور ثبت ہیں۔ ہاں سُفیان ثوری رحؒ وغیرہ سے اُن کی روایات میں خطا ہو جاتی رہی ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۹ صٓ ۵۳۷) مگر یہ روایت سفیان کے طریق سے نہیں ہے۔ پھر اگر مولوی محمد عمر صاحب کو ان کے ساتھ کوئی کد ہے تو ہم مجبور نہیں کرتے۔ بخاری ج ۱ صٓ ۴۷۳ وصٓ ۴۹ و ج ۲ صٓ ۶۹۳ وصٓ ۹۶۶ وصٓ ۹۷۴ وصٓ ۹۷۵ وغیرہ ملاحظہ کریں کہ نہ ان میں محمد یوسف فریابی رحؒ ہیں اور نہ بقول مولوی محمد عمر صاحب حدیث ضعیف ہے، اور ان میں سے اکثر روایات میں شیخ الاسلام الحافظ الحجۃ الثقۃ اور اثبت شعبۃ بن الحجاج رحؒ بھی نہیں ہیں جن پر مولوی محمد عمر صاحب کا تخطیہ فی الاسماد کا الزام ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا ایک اور کمال یا کرامت دیکھئے کہ امام بخاری رحؒ نے اپنے صحیح میں محمد بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی جو متکلم فیہ ہے بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر العبدی ابو عبداللہ البصری سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی غرضِ فاسد کے تحت، جہالت یا خیانت سے محمد بن کثیر قرشی الکوفی پر خیر سے جرح نقل کرنی شروع کی اور اس طرح اُنہوں نے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کیا، اور دوسری خیانت یہ کی کہ ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی البصری الحافظ الامام اور الحجہ کا نام تو ٹھیک لکھا مگر جس ہشام بن عبدالملک بن عمران الیزنی الحمصی پر امام ابو داؤد نے جرح کی ہے وہ اور ہے اور اس کی کنیت ابوالولید نہیں ہے۔ اس سے بڑا کمال اور علمی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ نام کسی کا لیا اور کنیت کسی کی لی اور اس پر جرح نقل کر کے بخاری شریف کی روایت کا ضعف ثابت کر دیا گیا۔ سچ کہا گیا ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ افسوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کی اس علمی لیاقت اور دیانت پر جس کی وجہ سے وہ مخلوقِ خدا کو فی حوالہ ایک غلطی پر صد روپیہ انعام کا چیلنج کرتے ہیں۔ (دیکھئے مقیاس صٓ ۶۰۴) اور خیر سے تمیز اتنی نہیں کہ

Marfat.com

حضرت ابو مسعود رضہ (عقبہ بن عمرو البدری) اور حضرت ابن مسعود رضہ (الہذلی) میں فرق کر سکیں۔ (دیکھئے مقیاس ص) اور ماشاء اللہ علمی قابلیت یہ ہے کہ مشکوٰۃ کا مصنف (جو دراصل الشیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی رحمہ ہیں، وقد فرغ من المشکوٰۃ سنہ ۷۳۷ھ) مولوی محمد عمر صاحب خطیب بغدادیؒ (الحافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) کو بنا نے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف جو متعصبین شوافع سے شمار کئے گئے ہیں فرماتے ہیں بلفظہٖ مقیاس ص ۲۵ طبع چہارم)۔ یہ ہیں خیر سے فریقِ مخالف کے علمی کرشمے اور کارنامے۔ فوا اسفا! اور اس پر ان کو شرم بھی محسوس نہیں ہوتی، وللہ در القائل ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

قارئینِ کرام! ارادہ تو یہ تھا کہ دو سو احادیث اس مسئلہ پر عرض کی جائیں اور وہ سب حدیثیں یکجا جمع کی ہوئی سامنے موجود بھی ہیں۔ مگر اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اگر وہ سب حدیثیں پیش کی جائیں تو کتاب بہت لمبی ہو جائے گی اور جہاں پڑھنے والے اس کے پڑھنے سے اُکتا جائیں گے وہاں اس گرانی اور مہنگائی کے زمانہ میں اس کی کتابت اور طباعت وغیرہ کے مصارف بھی اُٹھانے مشکل ہو جائیں گے اس لئے سر دست انہی پچیس احادیث پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ ہاں صرف ایک حدیث اور عرض کی جاتی ہے۔ ہم قارئینِ کرام سے معذرت کے ساتھ اس کو عرض کرتے ہیں، اس لئے کہ پہلے ہی کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا ہے اور ابھی ہم نے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ ہم نے ابھی تک نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں مگر حدیثیں جو دوسرے مختلف ابواب کے علاوہ صرف اس باب میں پیش کی ہیں وہ پچیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ حدیث جبرائیل جو کم و بیش دس صحابہ کرام رضہ سے نقل کی گئی ہے وہ اصولِ حدیث کے تحت ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اور اسی طرح یہ حدیث حوض بھی ہم نے دس صحابہ کرام رضہ کے حوالے سے نقل کی ہے جو فنِ حدیث کے اعتبار سے یہ ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں، اسی طرح دوسری حدیثوں کا حال بھی سمجھئے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے مختلف ابواب میں نفی علم غیب پر پیش کی ہوئی احادیث کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر ہم نے ایک خاص مصلحت اور سہولت کے پیشِ نظر نمبر صرف پچیس قائم کئے ہیں۔ ماننے والے اور منصف مزاج آدمی کے لئے

Marfat.com

ایک بھی کافی ہے۔ البتہ معاند متعصب اور کجرو کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

چھبیسویں حدیث

حضرت زید بن ارقم رض المتوفی سنہ ۶۶ھ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ :۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع الحدیث (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵۰ ونسائی ج ۲ صفحہ ۲۷۳) — اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں اُس علم سے جو نافع نہ ہو۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رض سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ صفحہ ۲۶۶ ومستدرک ج ۱ صفحہ ۵۳۴ وترمذی ج ۲ صفحہ ۱۸۶ وقال حسن صحیح) اور حضرت انس رض سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ صفحہ ۲۶۸ وطیالسی صفحہ ۲۶۸) اور حضرت ابوہریرہ رض سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ صفحہ ۲۶۸ وطیالسی صفحہ ۳۰۵ وابن ماجہ صفحہ ۲۸۱ والحاکم فی المستدرک ج ۱ صفحہ ۱۰۴ قال الحاکم والذہبی صحیح) اور یہ روایت حضرت جابر رض سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۰) اور نیز یہ روایت حضرت عائشہ رض اور حضرت عبداللہ بن اوفی رض المتوفی سنہ ھ سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ صفحہ ۲۰ فروی حدیث عائشۃ رض الطبرانی رح فی الاوسط وحدیث ابن ابی اوفی رض الامام احمد رح فی مسندہ)۔

اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

سلوا اللہ علما نافعاً وتعوذوا باللہ من علم لا ینفع۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۱) — تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور ایسے علم سے پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو۔

اِن تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں فرمائے گئے بلکہ آپ نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے حالانکہ جمیع علوم ماکان ومایکون میں ہر قسم کے علوم شامل ہیں۔ خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ، یا غیر نافع ہوں جیسے علوم سفلیہ سیسہ۔ اور آجکل اس فلمی اور موسیقی اور مکر وخداع وغیرہ کے دَور میں شرعاً علوم غیر نافعہ کا سمجھنا چنداں

Marfat.com

دشوار نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی جن سے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کو ضرور محفوظ رکھا ہے، اور ان غیر نافع علوم سے آپ کا محفوظ رہنا ہی آپ اپنا کمال سمجھیں مگر فریقِ مخالف ان غیر نافعہ علوم کو بھی جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا بلکہ اس پر مصر ہے اور اس میں اس کو کمال نظر آتا ہے۔ ع

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بہ کجا

فریقِ مخالف کا جواب

فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ دُنیا میں کوئی علم غیر نافع ہے ہی نہیں اور بعض جہلاء کا کہنا ہے کہ من علم لا ینفع قضیہ سالبہ ہے اور اس کے لئے وجودِ موضوع ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا دُنیا میں غیر نافع علم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ نفسِ علم کسی شے کا بُرا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اُٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بُری چیزوں چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا، کیونکہ ان کا جاننا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ الخ

اور اس سے قبل لکھتے ہیں کہ: اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفعِ جادو کے لئے الخ (اس پر مقدمۂ شامی کا عن ذخیرۃ الناظرہ کا حوالہ پیش کیا ہے)۔ (جاء الحق صـ۳)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: "ادنیٰ اشیٔ کا علم ادنیٰ نہیں ہوتا شیٔ ادنیٰ ہو تو ہو لیکن اس کا علم ادنیٰ نہیں ہوتا"۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہر شیٔ کا علم نفع دینے والا ہوتا ہے۔ مثلاً ادنیٰ اشیٔ کا علم اگر آپ کو نہ ہو تو اس میں بھی نفع نہیں کیونکہ وہابی کو اعتراض کا موقع مل جائے گا کہ آپ کو ادنیٰ اشیٔ کا علم حاصل نہیں اھ (مقیاس صـ۴۶)

جواب:۔

فریقِ مخالف کا یہ جواب نرا جاہلانہ اور معاندانہ ہے جو کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتا اوّلاً اس لئے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر نافع علم سے پناہ مانگی ہے تو یہ خود اس کی دلیل ہے کہ دُنیا میں کچھ علم ضرور ایسے بھی ہیں جو نافع نہیں ہیں، ورنہ معدوم محض سے حضرتؐ کا پناہ مانگنا بے معنی

عبث ہوگا (معاذ اللہ) اور من علم لا ینفع قضیہ سالبہ نہیں بلکہ قضیہ موجبہ سالبۃ المحمول ہے جس کے لئے وجود موضوع ضروری ہے۔

وثانیاً کسی علم کے دینی نقطۂ نظر سے غیر نافع ہونے کا انکار کرنا بداہت کا انکار کرنا ہے۔ جس شخص کو بھی دین میں کچھ بصیرت حاصل ہے وہ بالیقین جانتا ہے کہ بہت سے علوم ایسے ہیں جن کا دین میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایسے علوم کا جاننا مکلّف اور پابندِ شرع مخلوق کے لئے عبث ہے۔ رہا باری تعالیٰ کا معاملہ تو وہ مکلّف نہیں ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔

وثالثاً ہم بعض ایسے علوم وفنون کی نشان دہی کرتے ہیں جو شریعت میں مذموم اور قبیح ہیں اور ہر لحاظ سے غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد (ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۹ ابن ماجہ ص ۲۷۳ ورجال اسنادہ ثقات الدلیل الطالب ص ۱۵۸)	جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جتنا بھی زیادہ کیا سو زیادہ کیا۔

اور حضرت شاہ عبد الغنی المجددی الحنفی رح اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :۔

وادخل صاحب الدر فی العلم الحرام علم الفلاسفة والشعبدة والتنجیم والرمل وعلوم الطباعین والسحر والکھانة (انجاح الحاجہ ص ۲۷۳)	صاحبِ در نے حرام علم میں علم فلسفہ، شعبدہ، نجوم، رمل، علم طبیعیات، جادو اور کہانت سب کو شامل کیا ہے۔

اور علامہ خطابی الشافعی رح المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں کہ :۔

علم النجوم المنهی عنه هو ما یدل علیه اهل التنجیم من علم الکوائن والحوادث التی لم تقع کمجیئ الامطار وتغیر الاسعار واما ما یعلم به اوقات الصلوٰة وجهة	جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ وہ علم ہے جس سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع دیتے ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے نرخ کی خبر وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقاتِ نماز

Marfat.com

القبلة فغير داخل فيما نهى عنه (معالم السنن ج
كذا فى تعليق المحمود ج ۲ ص ۱۸۹)

اور جہت قبلہ کا تعین ہوتا ہے، وہ ممنوع علم نجوم میں داخل نہیں ہے۔

اور امام نووی الشافعی رح لکھتے ہیں کہ:۔

واما تعلمه (اى السحر) وتعليمه فحرام
(النووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ والدليل ص ۱۵۶)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

اور اس کی حرمت اہل السنت والجماعت کے (اور خصوصیت سے احناف کے) عقائد میں امام ابومنصور ماتریدی رح المتوفی ۳۳۳ھ سے بھی منقول ہے (الدلیل ص ۱۵۶)

اور حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں کہ:۔

واما تعلمه وتعليمه فحرام (فتح البارى ج ۱۰ ص ۱۸۳)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

اور علامہ ابن خلدون رح لکھتے ہیں کہ:۔

فجعلت الشريعة باب السحر والطلسمات و الشعوذة بابا واحدا لما فيها من الضرر و خصّته بالحظر والتحريم۔ (مقدمہ ص ۵۰۳)

شریعت نے جادو، طلسم اور شعبدہ بازی کو ایک ہی مد میں رکھ کر اس کو بالخصوص ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔

اور فصل ابطال صناعت نجوم میں صناعت نجوم کی پُر زور عقلی اور نقلی تردید کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

والنبوات ايضا منكرة لشان النجوم وتاثيراتها واستقراء الشرعيات شاهد بذلك
مقدمہ ص ۵۲۱)

یعنی مزاج نبوت بھی علم نجوم اور اس کی تاثیر کا منکر ہے اور شرعی دلائل کے استقراء سے یہی کچھ معلوم ہو چکا ہے۔

نیز لکھتے ہیں کہ:۔

هذا هو الواجب على من عرف مفاسد هذا العلم ومضاره۔ (ص ۵۲۲)

جو شخص علم نجوم کے مفاسد اور مضرات سے آگاہ ہے یہی اس پر واجب ہے (کہ وہ اس سے الگ رہے)

Marfat.com

اور حضرت ملا علی القاری رح لکھتے ہیں کہ :۔

واما تعلیمہ وتعلمہ ففیہ ثلاثۃ اقوال الاول الصحیح الذی قطع بہ الجمھور انھما حرامان والثانی انھما مکروھان والثالث انھما مباحان (شرح فقہ اکبر صـ۱۴۴)

جادو کی تعلیم وتعلم میں اختلاف ہے ۔ پہلا قول جس پر جمہور علماء اسلام متفق ہیں اور یہی صحیح ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مباح ہیں۔

اور مولانا عبدالحی لکھنوی رح لکھتے ہیں کہ ــ" اتفاق دارند بریں کہ سحر حرام وکبیرہ است و بعض ائمہ فقہ اطلاق کفر ہم براں کردہ است حتیٰ کہ تفتازانی رح در حواشی کشاف اجماع نقل میکند" الخ (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ صـ۱۲)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

واما علم النجوم فانہ لا یضر جھلہ

علم نجوم کی جہالت بالکل غیر مضر ہے ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ صـ۱۹۵)

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب رح غیر مقلدین کے مسلم پیشوا لکھتے ہیں کہ :۔" تعلم ایں علم وعمل بداں حرام است مثل تعلم سحر وعمل بداں سواء لسواء (الدلیل الطالب" صـ۱۵۷)

اور علامہ ابن خلدون رح صناعۃ سیمیاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :۔

فھو من قبیل السحر (مقدمہ صـ۴۹۶)

وہ جادو کی قسم سے ہے ۔

اور علم موسیقی کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

تلحین الموسیقی الصناعی فانہ لا ینبغی ان یختلف فی حظرہ اذ صناعتہ مباینۃ للقرآن من کل وجہ (مقدمہ صـ۴۲۵)

فن موسیقی کی راگ اور لے تو اس کے ممنوع اور منہی عنہ ہونے میں اختلاف کرنا مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ فن موسیقی ہر لحاظ سے قرآن کریم کے مخالف ہے ۔

اور فلسفہ کی قباحت بتلاتے ہوئے فلسفیوں کا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں کہ :۔

Marfat.com

استنادھم الموجودات کلّھا الی العقل الاوّل (مقدمہ ص۵۱۶)

کہ وہ تمام موجودات کو عقلِ اوّل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ عقلِ اوّل مخلوق ہے۔ اگر تمام موجودات مخلوق کی طرف منسوب ہیں تو پھر خالقِ مطلق کا کیا کام؛ (العیاذ باللہ)

امام غزالی رحمہ المتوفی ۵۰۵ھ غیر شرعی علوم کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ ایک وہ جس پر کوئی اچھا اور مفید نتیجہ مرتّب ہو اور لکھتے ہیں کہ وہ علم مقبول اور محمود ہوگا۔ پھر آگے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

واذا ترتب علیہ غایۃٌ مذمومۃ فذالک ھو المذموم (احیاء العلوم ج۱ ص)

جب کسی علم پر کوئی مضر نتائج مرتب ہونے ہوں تو بے شک اس کا سیکھنا سزاوارِ نفرین ہے۔

اور نیز فرماتے ہیں کہ:۔

واما المذموم منہ فعلم السحر والطلسمات وعلم الشعبذۃ والتلبیسات (احیاء العلوم ج۱ ص۱۴)

بہرحال مذموم علوم میں سے جادو اور طلسمات اور شعبدہ اور تلبیس وخداع کا علم بھی ہے۔

اور فلاسفہ کے مسالک اور مذاہب کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

بعضھا کفر وبعضھا بدعۃ (ص۱۹ ج۱)

بعض ان میں سے کفر اور بعض بدعت ہیں۔

اور علم طبیعیات کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وبعضھا مخالف للشرع والدین الحق فھو جھل ولیس بعلم (ج۱ ص۱۹)

اس کا بعض حصہ شرع اور دینِ حق کے سراسر خلاف ہے لہٰذا وہ جہل ہے علم نہیں ہے۔

اور علوم مفیدہ اور مضرہ اور محمودہ ومذمومہ پر بسط سے کلام کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

فالقسم المذموم منہ قلیلہ وکثیرہ ھو مالا فائدۃ فیہ فی دین ولا دنیا اذ فیہ ضرر یغلب نفعہ کعلم السحر والطلسمات والنجوم فبعضہ لا فائدۃ فیہ اصلاً وصرف العمر الذی

علم مذموم کی قسم سے جس کا تھوڑا اور زیادہ حصہ سب مذموم ہے وہ ہے جس میں دین اور دُنیا کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے جیسے جادو طلسمات اور نجوم کا علم ان میں سے

Marfat.com

هو انفس ما یملکه الانسان الیه اضاعة واضاعة النفیس مذمومة ومنه مافیه ضرر یزید علی ما یظن انه یحصل به من قضاء وطر فی الدنیا فان ذالک لایعتد به بالاضافة الی الضرر الحاصل عنه (ج۱ ص۳۳)

بعض کا تو سرے سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور ان میں عمرِ عزیز کا صرف کرنا جو انسان کی نفیس ترین دولت ہے سراسر نقصان ہے۔ کیونکہ عمدہ چیز کا ضائع کرنا ضرور مذموم ہے اور ان میں کچھ وہ علوم ہیں کہ ان کا نقصان اُس نفع سے زیادہ ہے جس کا گمان کیا جاتا ہے کہ اس سے دُنیا کا کوئی فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ حقیر سا فائدہ اس سے حاصل شدہ نقصان کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔

اور حضرت ملا علی بن القاری رح حضرت امام مالک رح اور ایک جماعت سے نقل کرتے ہیں کہ :-

وان تعلمه وتعلیمه کفر (بحوالہ فتح الملہم ج۱ ص۲۵۵)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں کفر ہیں۔

بلاشک علم نسب بشرطیکہ افراط و تفریط سے محفوظ ہو ایک مفید علم ہے اور اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت نے اس کی تلقین کی ہے لیکن اہلِ عرب کی طرح اتنا غلو کہ حضرت آدم علیہ السلام تک وثوق سے نسب نامہ بیان کرنا، اور اسی طرح گھوڑوں اُونٹوں، گدھوں اور خچروں بلکہ کتوں تک پشت ہا پشت تک نسب محفوظ رکھنا ایک غیر ضروری اور غیر مفید علم ہے۔ چنانچہ ایسے ہی نسب کے بارے میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

علم النسب علم لا ینفع وجهالة لا تضر (رواه ابن عبد البر رح عن ابی هریرة رض — کنز العمال ج ۵ ص۲۲۵)

علمِ نسب ایک غیر نافع علم ہے اور اس کا نہ جاننا اور اس سے جاہل رہنا کوئی مضر نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نسب جب معد بن عدنان تک بیان فرماتے تو :-

ثم یمسك ویقول كذب النسابون قال

پھر رُک جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ (وثوق سے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ وقروناً بین ذالک کثیرًا (اخرجہ ابن سعد رح عن ابن عباس رض ۔ کنز العمال ج ۴ صفحہ ۲۹)

پورا نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حق تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان کے درمیان تو بہت سے قرن گزرے ہیں (لَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا اللّٰہ)

مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن پاک نے غیر مبہم رکھا ہے۔ اس کی صحیح اور پوری تفصیل وثوق سے کون بیان کر سکتا ہے؟ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

الحاصل اس سابق بحث کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات بالکل آشکارا ہو گئی ہے کہ جادو علم نجوم، رمل، کہانت، طلسم، شعبدہ بازی، سیمیا، علم طبیعیات، فلسفہ، موسیقی اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ اور اسی طرح گدھوں، گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ کا نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور یہی کچھ شریعت کی روح سے حاصل ہوا ہے۔ اور جادو وغیرہ کا سیکھنا اور سکھانا تو جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک حرام ہے۔

تعجب اور حیف بر حیف ہے مفتی احمدیار خان صاحب وغیرہ پر جو مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ قول کو لے کر جادو کا سیکھنا واجب قرار دیتے ہیں۔ عجیب سستا اور نرالا محکمۂ استفتاء اُن کے ہاتھ آیا ہے! مفتی صاحب یہ تو فرمایئے کہ جن مسلمانوں نے جادو وغیرہ نہیں سیکھا، کیا آپ کے فتوے کے رُو سے وہ تارک واجب اور گناہگار نہ ہوں گے؟ کچھ تو لب کشائی فرمایئے۔ بیّنوا توجروا۔ اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مفتی صاحب جادُو کے علم کو واجب کہیں اور خود نہ سیکھیں۔ ضرور مفتی صاحب نے جادو کا علم سیکھا ہو گا اور لوگوں کو ضرور وہ سکھاتے بھی ہوں گے۔ اِس لحاظ سے مفتی احمدیار خان صاحب نرے مفتی ہی نہیں بلکہ ساحرِ علیم اور جادُوگر بھی ہیں۔ سچ ہے ؏

جادُو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

وخامساً اگر کوئی ضدّی اور کجرو انسان ان سابق حوالجات پر مطمئن نہیں ہوتا تو ہم اس کو مجبور نہیں کرتے۔ آیئے کہ ہم اس کو بریلی کا بنا ہوا سُرمہ ہی بتا دیں۔ شاید کہ اُس سے اُس

Marfat.com

کی آنکھیں منور اور روشن ہو جائیں اور یہی شاید اس کے لئے اکسیر ثابت ہو۔ خانصاحب بریلی علم سیمیا (جو بقول ابنِ خلدون رح جادو کی قسم ہے) کے متعلق لکھتے ہیں کہ :۔

"نہایت ناپاک علم ہے" (ملفوظات حصہ دوم ص۶)

لیجئے اب تو مان جایئے کہ اس دُنیا میں ایسے علوم بھی ہیں جو نہ صرف ناپاک ہیں بلکہ نہایت ناپاک ہیں۔ افسوس ہے اہلِ بدعت حضرات پر کہ وہ ایسے ایسے گندے اور ناپاک علوم اُس پاک ہستی کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ :۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ کہ نہ تو ہم نے اُن کو علمِ شعر عطا کیا ہے اور نہ وہ آپ کی شانِ رفیع کے مناسب ہی ہے۔

مگر کیا کیا جائے اہلِ بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ان کے نزدیک تمام غیر مناسب اور نالائق باتوں کو امام الانبیاء خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب کرنا عین ایمان عشق اور محبت ہے۔ فوا اسفا والی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ اِلّا باللہِ۔ ؎

چل دیئے آپ دِل کو تڑپا کر
کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

تنبیہ ضروری :۔

ارادہ تھا کہ جو حدیثیں ہم نے نفی علم غیب پر پیش کی ہیں (اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یہ جملہ روایات اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں اور اثبات مدعٰی کے لئے نص صریح اور بالکل کافی ہیں) ان کو سنہ کے لحاظ سے ترتیب وار لکھا جائے، مثلاً پہلے سنہ ۱ھ میں پیش آنے والے واقعات کی حدیثیں درج ہوں اور پھر سنہ ۲ھ کی اور علی ہذا القیاس بالآخر سنہ ۱۱ھ کی۔ مگر ایک خاص اہم اور ضروری مصلحت کے پیشِ نظر ہم نے یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے بہر حال اصل مدعٰی بالکل عیاں ہو چکا ہے، اب ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے سابق پیش کردہ دلائل اور براہین کو ٹھنڈے دل کے ساتھ پڑھا جائے اور پھر ان

Marfat.com

پر عقیدہ رکھا جائے۔ ہر ایک کی قبر کا سوال ہے یہ ضد اور عناد کا مقام نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو
کہ اپنا ہی نقصان ہو اور اس خسارے کی تلافی کی پھر کوئی صورت بھی نہ ہو۔ واللہ دل القائل۔

ے
اے چشم اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو!

Marfat.com

بابِ ہشتم

گزشتہ ابواب میں آپ نفی علم غیب پر قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ اور ان کی تفسیر میں معتبر اور مستند مفسرین کرام رح کی عبارات نیز متعدد صحیح احادیث اور ان کی تشریح میں معتمد شراح حدیث کے اقوال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب اس باب میں ہم اس ترتیب سے چند اہم مسائل عرض کرتے ہیں کہ عقائد میں غلطی اور خطا رسے کوئی شخص معذور متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مواخذہ سے بچ سکتا ہے۔ اور یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ فقہاء اسلام کے نزدیک کن مسائل میں تکفیر کی جاتی ہے اور معیارِ تکفیر کیا ہے؟ اور یہ کہ فقہاءِ کرام رح کی اصطلاح میں اہلِ قبلہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ واضح کیا جائے گا کہ فقہاءِ کرام رح کا گروہ نہایت محتاط اور سنجیدہ واقع ہوا ہے۔ وہ بلاوجہ کسی کلمہ گو کی ہرگز تکفیر نہیں کرتا اور علے الخصوص معاصی کی وجہ سے تو کسی ایک فرد کی بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ بھی بیان ہوگا کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین توہین وتحقیر بھی بالاتفاق کفر ہے اور یہ کہ فقہاء کرام رح کا دینی تفوّق اور حلال وحرام وغیرہ کے مسائل میں معتبر ہونا محدثین کرام رح کے نزدیک بھی ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ مگر فقہاء کرام رح کا یہی محتاط اور سنجیدہ گروہ ہر اُس شخص کی تکفیر کرتا ہے جو جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر وناظر تسلیم کرتا ہو اور اسی طرح بزرگانِ دین کو عالم الغیب اور حاضر وناظر سمجھنا بھی اُن کے نزدیک کفر ہے، اور ان عبارات پر فریقِ مخالف کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کے جوابات بھی عرض کر دیئے جائیں گے، اور اکابرینِ علماءِ دیوبند کا عقیدہ بھی واضح کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

. . . .

Marfat.com

عقائد میں غلطی

جملہ اہلِ اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فروعی مسائل میں خطاءِ اجتہادی (بشرطیکہ کسی مجتہد سے نیک نیتی کی وجہ سے واقع ہو) قابلِ مواخذہ نہیں ہے، اور نہ صرف یہ کہ معذور تصور ہوگا بلکہ اللہ تعالٰی کی طرف سے وہ ماجور بھی ہوگا۔ جیسا کہ اس پر صحیح اور صریح حدیث موجود ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲، ومسلم ج ۲ ص ۷۶)۔ لیکن اصولِ دین، ضروریاتِ دین اور عقائد کا معاملہ اس سے الگ ہے کیونکہ ان میں دیانت کے ساتھ غلطی بھی قابلِ عفو نہیں ہے۔ اور نہ اس باب میں جہالت اور لاعلمی کی بنا پر کوئی شخص معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح قرآنِ کریم احادیثِ مشہورہ اجماع اور قیاس جلی کا مخالف بھی معذور نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ شخص اپنے دعوے پر خبرِ غریب بھی پیش کرتا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعیؒ لکھتے ہیں کہ :-

لان المخطئ فی الاصول والعقائد یعاتب بل یضلل او یکفر لان الحق فیھا واحد اجماعاً (التلویح ص ۶۰۱)

اصول اور عقائد میں خطا کرنے والا قابلِ گرفت ہے بلکہ اس کی تضلیل یا تکفیر کی جائے گی اس لئے کہ عقائد اور اصول میں حق صرف ایک ہی ہے (اور فروع کی طرح ان میں حق متعدد نہیں ہے تاکہ موجبِ عتاب نہ ہو)

اور علامہ حسام الدین الحنفیؒ المتوفی سنہ ۶۴۴ھ لکھتے ہیں کہ :-

او عمل بالغریب من السنة علی خلاف الکتاب او السنة المشھورة مردود باطل لیس بعذر اصلاً (حسامی ص ۱۵۷ بحث قیاس)

یعنی کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ کے مقابلہ میں غریب حدیث پر عمل کرنا مردود اور باطل ہے اور اس میں کسی طرح بھی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اور علامہ السید احمد بن محمود الحموی الحنفیؒ المتوفی سنہ ھ لکھتے ہیں کہ :-

والجھل بالضروریات فی باب المکفرات لایکون عذرا بخلاف غیرھا فانه یکون عذرا

یعنی تکفیر کے باب میں ضروریات سے لاعلمی اور جہالت عذر نہیں ہو سکتی بخلاف غیر ضروریات کے کہ ان میں

Marfat.com

لی المفتی بہ (شرح حموی صـ۲۶۷) | مفتیٰ بہ قول کے موافق جہالت عذر ہے۔

اور حضرت ملا علی القاری رح لکھتے ہیں کہ :۔

نہ اتی بلفظۃ الکفر وھو یعلم انہ اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامۃ العلماء خلافا للبعض ولا یعذر بالجہل (شرح فقہ اکبر صـ۲۳۷ کانپوری) | اگر کسی شخص نے اپنے قصد اور ارادہ سے کفر کا کوئی کلمہ زبان سے صادر کیا تو اکثر علماء کے نزدیک وہ کافر تصور ہوگا (بعض نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے) اور وہ شخص جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے معذور تصور نہ ہوگا۔

اور علامہ عبدالوہاب الشعرانی رح المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں کہ :۔

لان الاجتہاد فی الاصول ممنوع عند المحققین فیأثم من اخطأ فیہ (الیواقیت والجواہر ج ۱ صـ۳۱) | محققین کے نزدیک اصول میں اجتہاد ممنوع ہے سو ان میں جو خطا واقع ہوتی ہے وہ موجب گناہ ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

فان کان مخالفا للقرآن العظیم و المشہور من الحدیث او الاجماع او القیاس الجلی لم یکن معذورا قط۔ (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ صـ۱۵۵) | اگر کوئی شخص قرآن کریم حدیث مشہور یا اجماع یا قیاس جلی کا منکر ہے تو وہ معذور نہیں ہو سکتا۔

امام سیوطی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وما خالف القرآن والمتواتر من السنۃ وجب تأویلہ فان لم یقبل التأویل کان باطلاً (انباء الاذکیاء صـ۱) | کہ جو حدیث۔ قرآن اور متواتر حدیث کے مخالف ہو اس کی تاویل کرنی واجب ہے۔ اگر تاویل ممکن نہ ہو تو وہ خود باطل ہوگی۔

ان تمام اقتباسات سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اصولِ دین اور عقائد میں اور اسی طرح قرآن کریم، حدیث مشہور، اجماع اور قیاس جلی کے مقابلہ میں اگرچہ خبر غریب بھی پیش کی جاتی ہو تب بھی وہ باطل اور مردود ہوگی اور اس باب میں مخالف یا مخطی ہرگز معذور نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مدارِ تکفیر

فقہاءِ اسلام کا وہ محتاط گروہ ہے کہ جو اپنی احتیاط کی بنا پر بعض باطل فرقوں کی عدمِ تکفیر کی وجہ سے بعض محدثین کرام رح کے نزدیک متساہل تصور کیا جاتا ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک خوارج و معتزلہ اور اسی قسم کے بعض دیگر فرقوں کے بارے میں فقہاء کرام رح اور محدثین عظام رح کا مسلک اور اختلاف پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ فقہاء کرام رح کے نزدیک موجبِ تکفیر شرائعِ اسلام ضروریاتِ دین، اصولِ دین اور قطعی دلائل (مثلاً کتاب اللہ، حدیثِ متواتر اور اجماعِ قطعی) کا انکار یا اس کی تاویل ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رح المتوفی سنہ ۱۸۹ھ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

ومن انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الٰہ الا اللہ (سیر الکبیر ج ۴ ص ۲۶۵)

جس کسی نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کے قول کو باطل کر دیا۔

حافظ ابن ہمام الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

الاتفاق علی ان ما کان من اصول الدین وضروریاتہ یکفر المخالف فیہ (مسایرہ ج ۲ ص ۲۱۳ مصری)

اس پر اتفاق ہے کہ اصولِ دین اور ضروریاتِ دین میں جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابو البقاء رح المتوفی سنہ ھ لکھتے ہیں کہ:۔

ولا نزاع فی اکفار منکر شیئ من ضروریات الدین۔ (کلیات ابی البقاء ص ۵۵۴)

جس شخص نے ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

اور علامہ شعرانی رح لکھتے ہیں کہ:۔

الکفر ھو التکذیب لانہ مخالفۃ نص مقطوع بہ او مخالفۃ الاجماع (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۳۳)

کفر کا مطلب تکذیب ہے کیونکہ اس کے ذریعہ نص قطعی یا اجماع کی مخالفت واقع ہوتی ہے (اور یہی کفر ہے)

اور علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی رح المتوفی سنہ ۹۰۲ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

اذلانکفر احداً من اهل القبلة الّا بانکار قطعی من الشریعة (فتح المغیث ص۱۴۳)	ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر ہاں جب کوئی شخص شریعت سے ثابت شدہ کسی قطعی دلیل کا انکار کرے۔

اور مشہور متکلّم اسلام قاضی عضد الدین عبد الرحمٰن الایجی رح المتوفی ۷۵۶ھ لکھتے ہیں کہ :۔

الکفر وھو خلاف الایمان فھو عندنا عدم تصدیق الرّسول فی بعض ما علم مجیئہ ضرورةً (المواقف مع الشرح ص۷۲۲)	کفر ایمان کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک کفر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے جن ضروریاتِ دین کا ثبوت ہو چکا ہے اُن میں سے کسی کا انکار کرنا ہے

اور علامہ ابن حزم رح المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ :۔

او جحد شیئاً صح عندہ بان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قالہ فھو کافر (الفصل فی الملل والنحل ص۱۴۷/۳)	یا وہ شخص کافر ہے جو کسی ایسی چیز کا انکار اور جحود کرے جس کا ثبوت اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہو چکا ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین رح الحنفی المتوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ :۔

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اھل القبلة المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر (رد المختار ج۱ ص۳۷۷)	فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریاتِ اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے اگرچہ وہ اہلِ قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اُس نے طاعات اور عبادات میں گزار دی ہو۔

اور دوسرے مقام میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

البدعة التی تخالف الدلیل القطعی الموجب للعلم ای الاعتقاد والعمل لا تعتبر شبھة فی نفی التکفیر عن صاحبھا وفی الاختیار وکل بدعة تخالف دلیلاً یوجب العلم و	وہ بدعت جو دلیلِ قطعی کے مخالف ہو یعنی ایسی دلیل کے مخالف ہو جو موجبِ اعتقاد اور عمل ہے تو ایسی بدعت کے مرتکب کی تکفیر میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ اور اختیار میں ہے کہ ہر ایسی بدعت جو ایسی دلیل کی

Marfat.com

العمل به قطعا فهی کفر وکل بدعة لاتخالف ذالک وانما تخالف دلیلاً یوجب العمل ظاهراً فهی بدعة وضلال ولیس بکفر (رسائل ابن عابدین صـ۳۶)

مخالفت ہو جو قطعی طور پر موجب علم و عمل ہے تو وہ بدعت کفر ہو گی اور جو بدعت ایسی نہ ہو بلکہ وہ ایسی دلیل کے مخالف ہو جو موجب عمل ہی ہے تو وہ بدعت اور گمراہی تو ہو گی مگر کفر نہ ہو گی۔

علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی رح المتوفی سـ ھ لکھتے ہیں کہ :۔

لان الکفر هو جحد الضروریات من الدین او تاویلها (ایثار الحق علی الخلق صـ۴۲۱)

کفر ضروریات دین کے انکار یا ان کی تاویل کا نام ہے۔

شیخ الاسلام ابن دقیق العید رح المتوفی ۷۰۲ھ لکھتے ہیں کہ :۔

والحق انه لایکفر احد من اهل القبلة الا بانکار متواتر من الشریعة عن صاحبها فانه حینئذٍ یکون مکذباً للشرع ولیس مخالفة القواطع ماخذاً للتکفیر وانما ماخذه مخالفة السمعیة القطعیة طریقاً ودلالة (احکام الاحکام ج ۴ صـ۷۶)

حق بات صرف یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جا سکتی تاوقتیکہ وہ کسی ایسی دلیل کا انکار نہ کرے جو تواتر کے ساتھ صاحب شریعت سے ثابت ہوئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ شرع کا مکذب ہو گا اور محض عقلی دلائل کا انکار موجب تکفیر نہیں ہو سکتا تکفیر کا موجب تو ایسی سمعی دلائل کا انکار ہے جن کا ثبوت بھی قطعیت کے ساتھ ہو چکا ہو اور جن کا مدلول بھی قطعی ہو۔

قاضی عیاض رح لکھتے ہیں کہ :۔

وکذالک یقطع بتکفیر من کذب او انکر قاعدة من قواعد الشرع۔ (شفاء صـ)

ایسے ہی اُس شخص کا کفر قطعی طور پر ثابت ہو گا، جو شریعت حقہ کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب یا انکار کرے۔

اور علامہ المتوفی سـ ھ لکھتے ہیں کہ :۔

مخالف الحق من اهل القبلة لیس بکافر ما

اہل قبلہ میں سے حق کا مخالف کافر نہیں ہو گا جب تک

Marfat.com

لم يخالف ما هو من ضروريات الدين (مقاصد مع الشرح ج ۲ ص ۲۶۸)

کہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا مخالف نہ ہو۔

اس کی شرح میں علامہ تفتازانی رح لکھتے ہیں کہ :-

فلا نزاع في كفر اهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفي حشر الاجساد ونفي العلم بالجزئيات ونحو ذالك وكذا بصدور شيء من موجبات الكفر (شرح مقاصد ۲ ص ۲۷۰)

اہلِ قبلہ میں سے اُس شخص کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے جس کی ساری زندگی عبادت میں گزر چکی ہو جبکہ وہ قدمِ عالم وحشرِ اجساد کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات کے علم کی نفی کرتا ہو اور اسی طرح اگر کوئی اور چیز موجباتِ کفر میں سے اس سے صادر ہو گئی تو اس کے کفر میں بھی شک نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح المتوفی سنہ ۱۰۲۴ھ لکھتے ہیں کہ :-

"وچوں ایں فرقہ مبتدعہ اہلِ قبلہ اند در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریاتِ دینیہ ننمایند ورد متواترات احکام شرعیہ نکنند وقبول ما علم مجیئہ من الدین بالضرورۃ نکنند" (مکتوباتِ امام ربانی ج ۳ ص ۳۸ ، ج ۸ ص ۹۰)

علامہ الخفاجی رح اور حضرت ملا علی القاری رح لکھتے ہیں کہ (واللفظ للاول)

وقع الاجماع من علماء الدين على تكفير كل من دافع نص الكتاب اي منع ونازع فيما جاء صريحا في القرآن كبعض الباطنية الذين يدعون لها معاني اخر غير ظاهرها او خص حديثا عاما منطوقه مجمعا على نقله عن ثقاة الرواة مقطوعا به في دلالته على صريحه مجمعا من العلماء والفقهاء على

علماءِ دین کا اس پر اجماع اور اتفاق واقع ہو چکا ہے کہ وہ شخص کافر ہے جو نصِ کتاب کو جو کہ صراحت کے ساتھ قرآن میں آچکی ہے رد کرے جیسے بعض باطنیہ جو ان کے غیر ظاہری معانی کا ادعاء کرتے ہیں یا کسی عام اور صریح حدیث کو رد کر دے جو وثوق سے ثقہ راویوں سے ثابت ہو چکی ہے اور اس کا مدلول بھی قطعی ہو اور علماء اور فقہاء کا اس کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع بھی واقع

Marfat.com

حملہ علی ظاہرہ من غیر تاویل وتخصیص ولا نسخ فاذن تلاعب مؤدٍ للفساد (شرح شفاء خفاجی رح ج ۴ ص ۵۰۲ ومثلہ فی شرح ملا علی القاری رح ملخے ہامشہ)

ہو چکا ہو کہ نہ تو اس میں تاویل وتخصیص آئی ہے اور نہ نسخ کیونکہ ایسا کرنے والا نصوص قطعیہ سے کھیلتا ہے اور فساد کا دروازہ کھولتا ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح رقمطراز ہیں کہ:۔

"واگر از فرقۂ ثانی است مبتدع است اگر برخلاف قرن اول حمل میکند پس در بدعت او ملاحظہ باید نمود اگر مخالف ادلۂ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ واجماع قطعی است اورا کافر باید شمرد واگر مخالف ادلۂ ظنیہ قریبۃ الیقین است مانند اخبار مشہورہ واجماع عرفی گمراہ تواں فہمید دون الکفر" (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۵۶)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ فقہاء کرام رح کے نزدیک ہر چیز کا انکار یا ہر مخالفت موجب کفر نہیں ہوتی بلکہ صرف ان اشیاء کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت ادلۂ قطعیہ سے ثابت ہو اور جو امور ضروریاتِ دین اور اصولِ دین میں سے ہوں صرف ان کا انکار کرنا یا ان کی تاویل کرنا کفر ہے اور ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہاء کرام جب بھی کسی شخص کی کسی مسئلہ میں تکفیر کرتے ہیں تو مسئلہ کے ثبوت کے دلائل پر اچھی طرح سے نگاہ رکھ کر اور قطعی اور ظنی اور ضروریاتِ دین اور غیر ضروریات کا فرق ملحوظ رکھ کر تکفیر کرتے ہیں۔

کیا ضروریاتِ دین میں تاویل کفر سے بچا سکتی ہے؟

ضرورت تو نہیں کہ ہم اس سابق بحث کے بعد کچھ اور بھی عرض کریں، کیونکہ ان پیش کردہ عبارات میں بعض کے اندر صراحت سے یہ بات گزر چکی ہے کہ ضروریاتِ دین کے اندر تاویل بھی جحود وانکار کی طرح خالص کفر ہے۔ مگر ہم مزید وضاحت کے لئے چند حوالجات اور سپردِ قلم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی رح المتوفی ۸۷۰ھ اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رح المتوفی ... فرماتے ہیں:۔ (واللفظ لہ)

Marfat.com

والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر (خیالی ص۱۲۸ مع الحاشیہ)

اور ضروریاتِ دین میں تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔

اور شیخ الصوفیہ محی الدین ابن عربی رح المتوفی ۶۳۸ھ بھی تاویلِ فاسد کو کفر قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ ج ۲ ص۸۵۷) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ:۔

ثم التاویل تاویلان. تاویل لا یخالف قاطعا من الکتاب والسنۃ واتفاق الامۃ وتاویل یصادم ماثبت بالقاطع فذالک الزندقۃ

تاویل دو قسم کی ہے، ایک وہ تاویل ہے جو قرآن کریم اور سنت اور اتفاقِ امت کی کسی قطعی دلیل کے مخالف نہ ہو اور دوسری وہ تاویل ہے جو کسی قطعی دلیل کے مخالف ہو تو ایسی تاویل زندقہ ہے۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وان اعترف بہ ظاھراً لکنہ یفسر بعض ماثبت من الدین بخلاف ما فسرہ الصحابۃ والتابعون واجمعت علیہ الامۃ فھو الزندیق (مسوّی ج ۲ ص۱۱۹)

اگر وہ ملحد ظاہری طور پر تو اس کو مانتا ہے مگر ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو صحابہ کرامؓ اور تابعین رح اور اُمت کے اجماع کے خلاف ہو تو ایسا شخص زندیق کہلائے گا۔

اور نیز ارقام فرماتے ہیں کہ:۔ (ازالۃ الخفا ر ص)

"تاویل آنست کہ مخالف نص کتاب یا سنتِ مشہورہ یا اجماع یا قیاس جلی واقع شود"

اور علامہ وزیر یمانی رح لکھتے ہیں کہ:۔

والصحیح ان کل قطعی من الشرع فھو ضروری (القواصم والعواصم ص)

صحیح بات یہ ہے کہ شرع کی ہر قطعی دلیل ضروری ہے۔

اور یہی بزرگ رقمطراز ہیں کہ:۔

مذھب الاکثرین من الائمۃ وجماھیر علماء الامۃ وھو التفصیل والقول بان التاویل

اکثر ائمہ اور جمہور علماء امت کا مذہب اور تفصیلی قول یہ ہے کہ قطعیات کے اندر تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔

Marfat.com

فی القطعیات لا یمنع الکفر (اتحاف ج ۲ ص ۱۳)

اور حضرت علامہ السید محمد انور شاہ صاحب کشمیری ثم دیوبندی رح المتوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں کہ :-

التاویل فی ضروریات الدین لا یقبل ویکفر المتاول فیھا (اکفار الملحدین ص ۵۷) — ضروریات دین میں تاویل قابل قبول نہیں ہے اور ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کی باقاعدہ تکفیر کی جائے گی۔

اور فریق مخالف کے اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب المتوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ :-

"احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو، صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے"

پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

"شفاء شریف میں ہے ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا، شرح شفائے قاری رح میں ہے ھو مردود عند قواعد الشرعیۃ ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔ نسیم الریاض میں ہے لا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔ فتاویٰ خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ مَن پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنے یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔ فاحفظ۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

(حسام الحرمین ص ۳۷ و ص ۳۸)

غرضیکہ اس قاعدہ پر فقہاء کرام اور موافق و مخالف سبھی متفق ہیں کہ ضروریات دین اور قطعیات میں اور اسی طرح صریح الفاظ میں تاویل ہرگز قابل سماعت نہیں ہے اور ایسی تاویل کسی کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ قائل بہر حال کافر ہی ہوگا۔ لاشک فیہ ولا ریب۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رض اور تابعین

Marfat.com

اور اجماعِ اُمّت کے خلاف کسی چیز کی تفسیر کرنا زندقہ اور الحاد ہے اور اسی تحریف اور الحاد پر اہلِ بدعت کی عمارت قائم ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں کہ :۔

مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا الى القرآن فتاولوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة رض والتابعين لا فى رأيهم ولا فى تفسيرهم۔

جیسے اہلِ بدعت کے کئی گروہ پہلے غلط عقائد اختیار کرتے ہیں اور پھر ان کی ترویج کے لئے قرآن کریم سے دلائل لاتے ہوئے اپنی باطل رائے کے اثبات کے لئے تاویلات سے کام لیتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام اور تابعین رح وغیرہم نہ تو ان اہلِ بدعت کی رائے سے متفق ہیں اور نہ ان کی تفسیر سے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وفى الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذالك كان مخطئاً فى ذالك بل مبتدعاً لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذى بعث الله به رسوله

تفسیر اتقان۔ ج ۲ ص ۱۷۸ طبع مصر

ماحصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام رض اور تابعین کے مذہب اور ان کی تفسیر سے ہٹ کر مخالفت کرنے والے ہوگئے تو وہ یقیناً خطاکار ہوں گے بلکہ بدعتی ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام رض و تابعین رح تفسیر اور معانی کو سب سے بہتر جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو بہت خوب جانتے تھے جس کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

اور نیز لکھتے ہیں کہ :۔

والمبتدع ليس له قصد الا تحريف الآيات وتسويتها على مذهبه الفاسد بحيث انه متى لاح له شاردة من بعيد اقتنصها او وجد موضعاً له فيه ادنى مجال سارع اليه

بدعتی کا مقصد ہی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ آیات کو ہلا کر اپنے باطل مذہب پر چسپاں کر دیتا ہے اگر کہیں دُور سے کوئی ادنیٰ اشارہ بھی اس کو شکار کرنا پڑے تو اس سے بھی وہ باز نہیں آتا اور اگر

Marfat.com

(ج ۲ ص ۱۹) کہیں وہ ادنیٰ ترین جگہ بھی دسیسہ کاری کی محسوس کرتا ہے تو بہت جلد وہ اپنے دجل پر اتر آتا ہے۔

لطیفہ:۔

قارئینِ کرام بڑے حیران اور متعجب ہوں گے کہ اہلِ بدعت کو قرآنِ کریم اور صحیح احادیث کے وہ معانی اور مطالب جو خدا تعالےٰ اور اس کے رسولِ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کیوں سمجھ میں نہیں آتے؛ لیکن حیرت کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سمجھنے کے لئے جن شرائط کی ضرورت ہے، ان میں سے ایک شرط بھی اہلِ بدعت میں موجود نہیں ہے اور جن موانع کا ازالہ اور فقدان ضروری ہے وہ ایک ایک مانع اہلِ بدعت میں موجود ہے، پھر بھلا ان کو صحیح معانی کی سمجھ آئے تو کہاں سے؟ اور خدا تعالےٰ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد تک وہ رسائی حاصل کریں تو کیسے؟

علامہ عبدالوہاب شعرانی رح شیخ اکبر رح کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے کلام اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاءِ کرام رح کی باتوں کو سمجھنے کے لئے ورع اور زہد فی الدنیا شرط ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ:۔

واما من میلہ الی الدنیا فلا سبیل لہ الی فہم الغوامض ابداً (الیواقیت الجواہر ج ۲ ص ۲۶)

جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو جائے تم اس کو باریکیوں کی سمجھ کی کبھی توفیق ہی نہیں ہو سکتی۔

اور علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں کہ:۔

قال فی البرھان اعلم انہ لا یحصل للناظر فہم معانی الوحی ولا یظھر لہ اسرارہ و فی قلبہ بدعۃ او کبر او ھوی او حب الدنیا او وھو مصر علی الذنب او غیر متحقق بالایمان اوضعیف التحقیق او یعتمد علی قول مفسر

برہان میں کہا ہے کہ جاننا چاہئے کہ ناظر کو وحی کے معانی کی سمجھ نہیں آسکتی اور نہ اس پر اس کے بھید کھل سکتے ہیں جبکہ اس کے دل میں بدعت تکبر اپنی رائے اور حب دنیا جاگزین ہو یا وہ گناہ پر مصر ہو یا ایمان ثابت نہ ہو یا تحقیق کا کمّا ہو یا کسی ایسے مفسر

Marfat.com

لیس عندہ علم او راجع الی معقولہ و هذه کلها حجب وموانع بعضها آکد من بعض (تفسیر اتقان ج ۲ ص ۱۸۱)

پر اعتماد کرتا ہو جس کے پاس علم صحیح نہ ہو یا محض اپنی عقل نارسا سے کام لیتا ہو یہ امور سب کے سب موانع ہیں اُن کی موجودگی میں وحی الٰہی سمجھ میں نہیں آسکتی، ہاں ان موانع میں درجہ بدرجہ فرق ضرور ہے

اہلِ قبلہ کون ہیں؟

سابق عبارات میں اہلِ قبلہ کا ذکر ہوا ہے بعض اہلِ علم کو یہ شبہ ہے کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے، بلاشک اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز اور صحیح نہیں ہے اور ائمہ اسلام کے بعض اقوال پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر ہم نہیں کرتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اہلِ قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اگرچہ بعض سابق عبارات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے کہ اہلِ قبلہ جو اصُولِ دین اور ضروریاتِ دین کے منکر اور مأول نہ ہوں تو وہ کافر نہیں ہیں اور اگر وہ ضروریاتِ دین کے منکر یا مأول ہوں تو اگرچہ ان کی ساری زندگی ہی عبادت میں گزر چکی ہو وہ بہرحال کافر ہیں مگر ہم مزید اطمینان اور تشریح کے لئے چند عبارات اور نقول اور عرض کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ملّا علی القاری رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۹)

جاننا چاہئے کہ اہلِ قبلہ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق اور اُن کے قائل ہوں۔

اور علامہ عبدالعزیز الفرہاروی رحمہ المتوفی بعد ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں کہ:-

اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتها فی الشرع واشتهر فمن

علماء متکلمین کی اصطلاح میں اہلِ قبلہ وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین کا اقرار اور اُن کی تصدیق کرتے ہوں اور ضروریاتِ دین وہ امور ہیں جن کا ثبوت

Marfat.com

انکر شیئاً من الضروریات .... لم یکن من اھل القبلۃ (نبراس شرح شرح عقائد ص۵۷۲)

شرع سے ہو چکا ہو اور وہ مشہور ہو گئے ہوں جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا .... تو وہ اہل قبلہ سے نہ ہوگا۔

اور ایسے ہی منکر ضروریات دین کی تکفیر کی گئی ہے (دیکھئے شرح عقائد جلالی ص۱۰۶ وغیرہ) اور یہ ضروری نہیں کہ خارج از اہل قبلہ کھلے طور پر اسلام کا مخالف ہو اور عبادت اور تقوے وغیرہ ترک کر دے چنانچہ حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رح حدیث خوارج کے فوائد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وفیہ ان من المسلمین من یخرج من الدین من غیر ان یقصد ومن غیر ان یختار دیناً علی دین الاسلام الی ان قال وفیہ انہ لا یکتفی فی التعدیل بظاھر الحال ولو بلغ المشھود بتعدیلہ الغایۃ فی العبادۃ والتقشف والورع حتی یختبر باطن حالہ (فتح الباری ج ۱۲ ص۲۶۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے بعض دین اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ خروج کا نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی اور دین کو دین اسلام کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعدیل میں کسی کے ظاہری حال کو دیکھ کر اکتفا نہیں کی جا سکتی۔ اگرچہ وہ شخص انتہائی درجہ کی عبادت اور سادہ زندگی اور ورع و تقویٰ کے مطابق وقت گزار رہا ہو تا وقتیکہ اس کے عقیدہ کا امتحان نہ کر لیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بعض لوگ اسلام کا نام لے کر اور بزعم خود اسلام میں رہ کر اور اسلام کو پسند کرتے ہوئے اور حتیٰ کہ عبادت اور ورع و تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی اہل قبلہ سے خارج تصور ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا گرویدہ اور شیدائی سمجھتے ہیں محض اس لئے وہ دائرہ اہل قبلہ اور حلقہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر ہوتے ہیں یا اس کی تاویل بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت امام طحاوی رح اہل قبلہ کی یوں تعریف اور تفسیر کرتے ہیں کہ :-

Marfat.com

ونسمی اهل قبلتنا مسلمین مومنین ما داموا بما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم معترفین وله بکل ما قال واخبر مصدقین	ہم اہلِ قبلہ کو مسلمان اور مومن کہتے ہیں جب تک کہ وہ اس چیز کا اعتراف کرتے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمت تک پہنچی ہے اور جب کہ وہ آپ کی ہر بات اور ہر خبر کی تصدیق کرنے والے ہوں۔
(عقیدۃ الطحاوی، ص۳)	

ان عبارات سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ محض قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نہ تو کوئی شخص مسلمان اور مومن ہوتا ہے اور نہ اہلِ قبلہ تاوقتیکہ وہ تمام ضروریاتِ دین کا اقرار و تصدیق نہ کرے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شریعت کا من و عن تسلیم کرنے والا نہ ہو۔ ویسے وہ صرف عبادت اور ورع و تقویٰ کی بنا پر فقہاءِ اسلام اور متکلمین کے نزدیک ہرگز اہلِ قبلہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ سچ ہے:

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

احتیاطِ فقہاءِ کرام رح

فقہاءِ اسلام کا وہ محتاط اور سنجیدہ گروہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں کئی احتمالات نکل سکتے ہوں ایک اُن میں اسلام کا ہو اور باقی کفر کے ہوں تو اس کے قائل کی تکفیر فقہاءِ کرام رح اس لئے نہیں کرتے کہ شاید اس قائل کی مراد ہی وہ پہلو اور احتمال ہو جو اسلام کا پہلو ہے الا یہ کہ وہ قائل کفر ہی کے پہلو کو متعین کر دے تو پھر اس کو کسی مفتی کا فتویٰ ہرگز کفر سے نہیں بچا سکتا۔ چنانچہ امام زین الدین ابن نجیم المصری الحنفی رح المتوفی سنہ ۹۷۰ھ لکھتے ہیں کہ:۔

وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب	خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہ کفر کی اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی کو اس وجہ کی طرف مائل ہونا چاہئے جو اسلام کی ہے کیونکہ مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لینا چاہئے۔ بزازیہ میں یہ بات زائد کی

Marfat.com

الکفر فلاینفعه التأویل حینئذٍ (بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵)

گئی ہے کہ اگر وہ شخص خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کر دے تو اس کو تاویل کفر سے محفوظ نہیں کر سکتی۔

اور اس موقع پر بعینہٖ یہی عبارت فتاویٰ عالمگیری ج ص میں مذکور ہے ملاحظہ کیجئے

اور حضرت ملا علی القاری رح ارقام فرماتے ہیں کہ :۔

ونقل صاحب المضمرات عن الذخیرة ان فی المسئلة اذا کان وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کان نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان کان نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لا ینفعه فتوی المفتی ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالك وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۷)

اور صاحب مضمرات نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو کفر کے اور صرف ایک پہلو عدم کفر کا ہو تو مفتی کو منع تکفیر کے پہلو کو لینا چاہئے کیونکہ اسی میں مسلمان کے حق میں حسن ظنی رہ سکتی ہے، پھر فرمایا کہ اگر قائل کی نیت وہ پہلو ہے جو اسلام کا ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی مراد وہ پہلو ہے جو کفر ہے تو اس کو مفتی کا فتویٰ فائدہ نہیں دے گا، ایسے شخص کو توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائے گا اور اس کا اس کی بیوی کے ساتھ از سر نو پھر نکاح کیا جائے گا۔

اور فریق مخالف کے اعلیحضرت کو بھی فقہاء کرام رح کے اس اصول سے کلی اتفاق ہے۔ البتہ انہوں نے حضرت ملا علی القاری رح کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ایک کلمہ میں ننانوے احتمال کفر کے اور صرف ایک احتمال اور پہلو اسلام کا ہو تو اس کے قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی الا یہ کہ قائل کی نیت ہی کفر کے پہلو کی ہو۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

”شرح فقہ اکبر میں ہے قد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔ فتاویٰ خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاویٰ عالمگیر

Marfat.com

وغیرہا میں ہے اذا کانت فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الی ذالک الوجہ ولا یفتی بکفرہ تحسیناً للظن بالمسلم ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان لم یکن لا ینفعہ حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یوجب التکفیر۔ اسی طرح فتاوی بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے۔ تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نہایۃ۔ بحر الرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے: والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ بلفظہ

(حسام الحرمین ص۳۵ و ص۳۶)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ باقرارِ وکیلِ فریقِ مخالف فقہاء کرام رح کتنے محتاط ہیں کہ اگر ایک کلمے سو پہلو اور احتمال ہو سکتے ہوں، ننانوے کفر کے اور صرف ایک اسلام کا ہو تو وہ فرماتے ہیں کہ قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بایں وجہ کہ شاید قائل کی مراد وہ پہلو اور احتمال ہو جو اسلام کا ہے ہاں اگر وہ خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کر دے تو پھر مفتی اور قاضی کا فتویٰ اُسے کفر سے نہیں بچا سکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین تنقیص و توہین بھی کفر ہے

یہ بات خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے کہ فقہائے کرام رح نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کو بھی موجبِ کفر قرار دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی اور تساہل سے مطلقاً کام نہیں لیا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسف رح ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

رجل مسلم سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذّبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر	اگر کسی مسلم نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا تکذیب کی یا آپ پر کوئی عیب لگایا یا آپ

Marfat.com

بالله تعالیٰ وبانت منه امرأته۔
(کتاب الخراج)

کی تنقیص کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کافر ہو جائے گا اور اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی۔

اور قاضی عیاض رح تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اجمع المسلمون علی ان شاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر (الشفاء)

تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بلکہ تحفہ شرح شفا میں یہاں تک تصریح موجود ہے کہ:۔

او تنقصہ بای منقص کان من تصغیر اسمہ مریدا التحقیر (شرح شفاء ملا علی)

یا اس نے آپ کی ادنیٰ تنقیص کی مثلاً آپ کے اسم گرامی کی تصغیر بطور تحقیر پیش کی تو وہ بھی کافر ہے۔

حضرت ملا علی القاری رح نقل کرتے ہیں کہ:۔

روی ان ابا یوسف رح ذکر ان حبیب الصلوٰۃ والسلام کان یحب الدباء فقال رجل انا ما احبہ فحکم بارتدادہ
(شرح فقہ اکبر ص۱۵۶)

حضرت امام ابو یوسف رح سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا اس پر حضرت امام ابو یوسف رح نے اس شخص کے ارتداد کا فیصلہ صادر فرمایا۔

یعنی اگرچہ طبعی طور پر بعض حلال چیزیں بعض لوگوں کے مزاج کے موافق نہیں ہوتیں، یہ بات الگ ہے مگر جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر ایک چیز کی خوبی بیان کی گئی ہو تو اس کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے تقابل کی صورت پیدا کر کے موجب تنقیص و توہین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے جو بجائے خود کفر ہے لہٰذا قائل مرتد ہے۔

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وقال محمد بن سحنون رح اجمع العلماء علی

محمد بن سحنون رح فرماتے ہیں کہ علماء کرام رح کا اس پر

Marfat.com

ان شاتم النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم المنتقص له کافر ومن شک فی کفرہٖ وعذابہ کفر

(شرح شفاء ملا علی القاری رح ج ۲ ص ۳۹۳)

الفاظ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

اور امام قاضی خان رح لکھتے ہیں کہ :۔

اذا عاب الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شیئٍ کان کافراً قال بعض العلماء لو قال شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعیرا فقد کفر وعن ابی حفص الکبیر رح ومن عاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم بشعر من شعراتہ فقد کفر وذکر فی الاصل ان شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفر ولو قال جن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فی نوادر الاصول انہ کفر

(فتاویٰ قاضیخان ج ۴ ص ۸۸۲ نولکشور)

جب کوئی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہو جائے گا بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی تصغیر نکال کر چھوٹا سا بال کہے تو وہ بھی کافر ہوگا اور امام ابو حفص الکبیر رح فرماتے ہیں کہ جس نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کسی ایک بال پر بھی کوئی عیب کہا تو بلاشک وہ کافر ہے اور اصل میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا کفر ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آپ جنون ہو گیا تھا تو نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ :۔

(قال القاضی عیاض رح جمیع من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصا فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ شبہۃ بشیئ علی طریق

قاضی عیاض رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرتے یا عیب لگائے یا آپ کی ذات پاک یا نسب یا دین یا آپ کی کسی خصلت میں کوئی نقص نکالے یا کسی شخص کو آپ کے متعلق سب او

Marfat.com

السب له والازراء علیه او البغض منه و
العیب له فهو ساب له والحکم فیه حکم الساب
بقتل (الصارم المسلول ص۵۲۹)

تنقیص یا بغض اور عیب کے طور پر کوئی شبہ پیدا ہوا
اور آپ کے ساتھ اس کو اس نے الحاق کیا ہو تو وہ
ساب متصور ہوگا اور اس کا وہی حکم ہے جو ساب کا ہے
کہ (اسلامی حکومت کی طرف سے) وہ قتل کر دیا جائے۔

اور علامہ الخفاجی رح لکھتے ہیں کہ :-

ان من قال ان النبی صلی الله علیه وسلم
کان لونه اسود یقتل لکذبه علی رسول الله
صلی الله علیه وسلم ولون السواد یزری فنیه
تحقیر واهانة له ایضاً وقال الخفاجی رح لان
اثبات صفة له صلی الله علیه وسلم غیر صفته
لانکون الا مشعرة بنقص لان صفاته لا
یتصور اکمل منها بل کل ما اثبت له غیرها
کان نقصاً بالنسبة لها۔

(خفاجی شرح شفاء
ج ۴ - ص۳۴۱)

جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ
مبارک سیاہ تھا تو وہ (تعزیرات اسلام کے رو سے)
قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر جھوٹ کہا ہے اور سیاہ رنگ معیوب ہوتا ہے
اور اس میں تحقیر اور توہین بھی پائی جاتی ہے اور خفاجی
رح کہتے ہیں کیونکہ آپ کے لئے کسی ایسی صفت کا اثبات
جو آپ کے لئے ثابت نہ تھی مشعر تنقیص ہی ہوگا
اس لئے کہ آپ کی صفات سے اکمل اور اعلیٰ کوئی
اور صفت ہو ہی نہیں سکتی بلکہ آپ کے لئے آپ کی
صفات کے علاوہ کسی اور صفت کا ثابت کرنا محض آپ
کی تنقیص و توہین ہوگی۔ (العیاذ باللہ)

اور حافظ ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں کہ :-

وروی ابن وهب عن مالک رح من قال
ان رداء النبی صلی الله علیه وسلم وروی بردہ
وسخ واراد به عیبه قتل

(الصارم ص۵۲۹)

امام ابن وہب رح نے حضرت امام مالک رح سے نقل کیا
ہے کہ جس نے یہ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
چادر میلی تھی اور اس سے اس کی مراد عیب ہے تو ایسا
شخص (قانون اسلامی میں) قتل کیا جائے گا۔

Marfat.com

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ادنیٰ ترین توہین اور تنقیص بھی فقہاء کرام رح کے نزدیک موجب کفر ہے اور یہ کہ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ اس شخص کو قتل کر دے اور یہ بھی بصراحت گزر چکا ہے کہ جو صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت نہیں ہے اس کا آپ کے لئے اثبات یقیناً موجب توہین و تحقیر ہے مگر مسئلہ علمِ غیب میں ان کی تحقیق آپ بخوبی ملاحظہ کریں گے کہ فقہاء کرام کا یہ محتاط اور سنجیدہ گروہ کیا کہتا ہے۔ ع

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

فقہاء کرام رح کا تفوّق

یہ بات بالکل شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ روایت و درایت سند و معنی محدثین اور فقہاء کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی ایک سے بھی صرفِ نظر کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا محال ہے مگر علم حلال و حرام اور احکام و معانی میں جو تحقیق و رائے فقہاء کرام رح کی ہو سکتی ہے وہ محدثینِ عظام کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مشہور محدث سلیمان بن مہران الاعمش رح المتوفی ۱۴۸ھ فرماتے ہیں کہ محدثینِ کرام رح پنساری ہیں جن کے پاس طرح طرح کی قیمتی بوٹیاں (احادیث) موجود ہیں مگر ان کے خواص و مزاج سے صرف فقہاءِ کرام رح ہی واقف ہیں جو طبیب و ڈاکٹر ہیں۔ (کتاب العلم ج ۲ ص ۱۳۱) اور حضرت امام ترمذی رح المتوفی ۲۷۹ھ صاحب جامع ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۸)	اور اسی طرح فقہاء کرام رح نے فرمایا ہے اور وہی حدیث کے معانی کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

اور ان کی اسی فوقیت اور برتری کی وجہ سے محدثین کرام رح روایت اور سند میں بھی فقہاء کرام کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ حضرت امام حاکم المتوفی ۴۰۵ھ صاحب مستدرک مشہور و معروف محدث امام وکیع بن الجراح رح المتوفی ۱۹۷ھ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ (معرفت علوم الحدیث ص۱۱)

وہ حدیث جس کو فقہاء کرام رح روایت کریں اُس حدیث سے بہتر اور عمدہ ہے جس کو صرف محدثین اور شیوخ روایت کرتے ہوں

اور حافظ ابنِ حجر رح تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

فان علم الحلال والحرام انما یتلقیٰ من الفقہاء (فتح الباری ج ۹ ص ۳۱)

یہ تحقیق حلال وحرام کا علم تو صرف فقہاء کرام رح ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

یہ تو عام فقہاء کرام رح کا ذکر خیر تھا لیکن علی الخصوص فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے تفقہ اور اجتہاد کا ہر دور اور ہر زمانہ میں جو شہرہ رہا ہے وہ کس منصف مزاج اہلِ علم سے پوشیدہ ہے؟ مجموعی طور پر جس محنت ومشقت اور جس اخلاص ودیانت اور جس حزم واحتیاط اور جس متانت اور سنجیدگی سے قرآن کریم اور حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریح اور تفصیل انہوں نے کی ہے۔ وہ صرف انہی کا حصہ ہے حقیقت یہ ہے کہ فقہاء احناف رح آسمانِ علم وتحقیق کے بیاند اور اسماء فقہ واجتہاد کے آفتاب ماہتاب اور درخشندہ ستارے ہیں جو اپنی چمک ودمک سے تاریک دنیا کو علم وتدقیق کی کرنوں سے منور کرتے اور ابرِ رحمت بن کر جہالت کی خشک زمین کو سرسبز وشاداب کرتے رہے ہیں۔ مگر کاش کہ اس پُرفتن دور میں کچھ خود غرض اور نفس پرست، کچھ فریب خوردہ اور حرماں نصیب ان اکابر کی خدماتِ جلیلہ کو پیوندِ خاک کرنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں :ے

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیئے فلک نے تھے جو خاک چھان کے

گو مسئلہ زیرِ بحث میں دیگر فقہاء کرام رح (موالک رح، شوافع رح اور حنابلہ رح وغیرہ) کا بھی وہی فیصلہ ہے جو فقہاء احناف رح کا ہے اور اُن کا بھی صرف وہی عقیدہ ہے جو ان کا ہے۔ مگر ہمیں چونکہ ایک ایسے طبقہ اور گروہ سے سابقہ پڑ چکا ہے جو خود کو حنفی کہلاتا ہے (بلکہ بزعم خود حنفیت کا بلا شرکت غیرے واحد ٹھیکیدار ہے) اس لئے ہم صرف فقہاء احناف رح ہی کی چند عبارات اور نقول پر اکتفاء کرتے ہیں اور ہر متین سنجیدہ سرشت اور باانصاف مسلمان سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ بغور وانصاف اس عقیدہ اور

Marfat.com

مسئلہ کو فقہاء احناف رح کے الفاظ میں پڑھے اور پھر حق کو اپنا لے ۔
چنانچہ فقیہ کبیر الشیخ القاضی الامام الاجل الزاہد البارع امام الفقہاء حسن بن منصور المعروف قاضیخان رح المتوفی ۵۹۲ھ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

رجل تزوج امرأة بغیر شھود فقال الرجل للمرأة خدائے را و پیغامبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ۔ (فتاویٰ قاضیخان ص۸۸۳ مطبوعہ نولکشور)

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا، اور بوقتِ نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں، فقہائے کرام رح نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اُس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا غیب کیسے جانتے ہیں؟

اور علامہ عبد الرشید ابوالفتح ظہیر الدین الولوالجی الحنفی رح المتوفی بعد ۵۴۰ھ لکھتے ہیں کہ :۔

تزوج امرأة ولم یحضر شاھد فقال تزوجتک بشھادة اللّٰہ ورسولہ یکفر لانہ یعتقد بان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعلم الغیب اذ لا شھادة لمن لا علم لہ بہ و من اعتقد ھذا کفر۔ (فتاویٰ ولوالجیہ ص۔۔۔ وکذا بیری حاشیۂ اشباہ ص۔۔۔)

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا مگر گواہ موجود نہ تھے۔ اس شخص نے عورت سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا کہ میں تیرے ساتھ خدا تعالےٰ اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس شخص نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، کیونکہ جس کو واقعہ کا علم نہ ہو وہ گواہ کیسے بن سکتا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو وہ کافر ہے

الشیخ العلامہ المدقق ابوحنیفہ ثانی زین العابدین بن نجیم المصری الحنفی رح المتوفی ۹۷۰ھ قمطراز ہیں کہ:

وفی الخانیة والخلاصة لو تزوج بشھادة اللّٰہ

فتاویٰ قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ اگر

Marfat.com

ورسوله لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاده ان النبی یعلم الغیب

(بحر الرائق ج ۳ ص ۹۴)

کسی شخص نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح تو سرے سے ہی منعقد نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رح المتوفی ۱۱۱۸ھ نے پانچ سو ذمہ دار فقہاء کرام رح سے ہندوستان کے لئے کتابی شکل میں اسلامی آئین، شرعی قانون اور محمدی دستور مرتب کرایا تھا۔ اس میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ:۔

تزوج رجل امرأة ولم یحضر الشهود و قال خدائے را ورسول را گواہ کردم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم یکفر ولو قال فرشتہ دست راست را گواہ کردم و فرشتہ دست چپ راہ گواہ کردم لا یکفر

(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۱۳)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں یا اُس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اگر اُس نے یہ کہا کہ میں دستِ راست اور دستِ چپ کے فرشتہ کو گواہ بناتا ہوں تو وہ کافر نہ ہوگا (کیونکہ یہ دونوں فرشتے تو حاضر ہی ہوتے ہیں)

حافظ ابن ہمام الحنفی رح جو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق ہیں اور حضرت ملا علی القاری الحنفی رح لکھتے ہیں (واللفظ لہ) کہ:۔

ثم اعلم ان الانبیاء علیهم الصلوٰة لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله تعالیٰ احیانا و ذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه الصلوٰة والسلام یعلم

پھر جان لے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مغیبات کا علم نہیں رکھتے تھے مگر صرف اس قدر جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اُن کو احیاناً عطا فرمایا ہے اور فقہاء احناف رح نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والے

Marfat.com

الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قُل لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ کذا فی المسائرۃ

(مسایرہ مع المسامرہ ج ۲ ص ۸۸ طبع مصر و شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ طبع کانپور)

کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرتا اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے اور بس۔

اور حضرت ملا علی ن القاری رح دوسرے مقام پر اس طرح لکھتے ہیں کہ :-

وقد صرح علمائنا الحنفیۃ بتکفیر من اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اھ (شرح شفا ج ص ۳۶۹)

بہ تحقیق ہمارے علماء احناف نے صراحت کے ساتھ اس شخص کی تکفیر کی ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم رکھتے ہیں۔

اور الامام الحنفی رح المتوفی سنہ ھ لکھتے ہیں کہ :-

تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ص)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

اور معروف فتاویٰ جواھر اخلاطیہ میں ہے کہ :-

ان زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب یکفر فما ظنك بغیرہ

(جواہر اخلاطیہ ج ص)

اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا بھلا کسی دوسرے کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے والا کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے !

علاوہ ازیں امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، محقق، مناظر، زاہد علی بن ابی بکر الحنفی رح المتوفی سنہ ۵۹۳ھ

Marfat.com

صاحبِ ہدایہ اپنی کتاب تجنیس ص۲۹۷ میں اور علامہ عدیم النظیر فرید الدہر مجتہد فی المسائل طاہر بن احمد الحنفی رح المتوفی ۵۴۲ھ خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۵۴ میں اور فقیہہ وقت جامع علوم امام عبدالرحیم الحنفی رح المتوفی ۵۶۱ھ فصول عمادیہ ص۶۴ میں اور علمِ وقت امام محمد بن محمد الخوارزمی المشہور بالبزازی رح الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ فتاوی بزازیہ ص۳۲۵ میں اور المحدث الکامل علامہ بدرالدین العینی الحنفی رح المتوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص۵۲ میں اور علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی رح المتوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۳ ص۳۰۶ میں اور علامہ مفتی نصیرالدین الحنفی رح المتوفی سنہ فتاوی رہینہ ج ۱ ص۱۲۲ میں اور اسی طرح دیگر معتبر اور مستند فقہاء احناف رح اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہے یا آپ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔ آخر میں ہم مفسرِ قرآن محدث زمان بیہقیٔ وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی المتوفی ۱۲۲۵ھ کی عبارات پر ان حوالجات کو ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوف لکھتے ہیں کہ:-

"اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت خدا را و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود" (مالا بدمنہ)

اور نیز لکھتے ہیں کہ:-

"اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہ ہیں، وہ کافر ہو جاتا ہے۔"

(ارشاد الطالبین ص۲۰)

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ فقہاء احناف رح کا محتاط سنجیدہ اور متین گروہ (جو ضروریاتِ دین اور اصولِ دین کے منکر کے علاوہ کسی اہلِ قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا اور اگر ایک کلمہ میں سو احتمال ہوں صرف ایک اسلام کا اور ننانوے ۹۹ کفر کے تو پھر بھی فقہاء کرام رح مسلمان کے بارے میں حسن ظنی کرتے ہوئے اس کی تکفیر سے کفِ لسان ہی کرتے ہیں اور اس کو کافر نہیں کہتے کہ شاید اس کی مراد وہ پہلو ہو جو اسلام کا پہلو ہے الا یہ کہ وہ قائل خود ہی کفر کا پہلو متعین کر دے تو کون رہ سکتا ہے کہ اس کو کسی مفتی کا فتویٰ نہیں بچا سکتا) کس بے باکی کے ساتھ بغیر خوف لومۃ لائم کے اس شخص کی تکفیر کی صراحت کرتا ہے جو آنحضرت

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنا یا آپ کو حاضر و ناظر ماننا ہے گویا فقہاء کرام رح کے نزدیک یہ مسئلہ اصولِ دین سے بھی ہے اور ضروریاتِ دین سے بھی اور اس کا ماخذ نصوص قطعیہ بھی ہیں ، اور امت کا اجماع قطعی بھی ۔ اور یہ مسئلہ ان کے نزدیک اتنا واضح صاف اور بے غبار ہے کہ تکفیر کرتے وقت کسی قید اور شرط کا پیوند بھی ساتھ نہیں لگاتے ۔ اگر اتنے روشن دلائل اور براہین کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اپنے نفس کو دھوکا دے کر اپنے نفسِ امارہ کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتا ہے ، اور اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتا تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے ؟ ولقد صدق اللہ وھو اصدق الصادقین فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ : ؎

شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر
خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تصویر کا

فقہاء کرام رح کی یہ عبارات اور فریقِ مخالف کے جوابات

اس دارِ فانی اور عالمِ آب و گِل میں ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ سولہ آنے قطعی اور حق بات کے جوابات بھی پیش کئے گئے ہیں اور اس پر اعتراضات کرنے والوں نے بزعم خود ایک نہیں بلکہ بیسیوں سوالات بھی اُٹھائے ہیں ۔ کیا مشرکین نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا بزعم خود جواب نہیں دیا ؟ اور کیا مشرکین عرب نے قرآن کریم کی نصوصِ قطعیہ کو رد نہیں کیا ؟ اور کیا حدیث شریف پر اعتراضات نہیں کئے گئے ؟ اور کیا صحابہ کرام رض اور خصوصیت سے خلفاء اربعہ رض کا ایمان روافض اور خوارج کے نزدیک مخدوش نہیں رہا ؟ اور کیا ختمِ نبوت جیسے قطعی اور حتمی عقیدہ کو رد کر کے اجرائے نبوت کے دلائل نہیں تراشے گئے ؟ باطل پرستوں اور گمراہ فرقوں نے حق کو مٹانے کے لئے کیا کسر اُٹھا رکھی ہے ؟ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی یہ جوابات یا اعتراضات درست اور صحیح ہیں ؟ کون احمق اس کو باور کرے گا کہ خدا تعالےٰ اور اس کے برحق رسولوں کی پیش کردہ تعلیمات کے مقابلہ میں جوابات یا ان پر کئے گئے اعتراضات صحیح ہو سکتے ہیں ؟ بعینہٖ اسی طریقہ پر فریقِ مخالف کی طرف سے فقہاء کرام رح کی ان عبارات کے جوابات یا ان پر اعتراضات بھی تراشے گئے ہیں ۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ان میں ایک جواب بھی

Marfat.com

کسی منصف مزاج کی تسکینِ قلب کا ذریعہ نہیں بن سکتا - چنانچہ ہم ان سوالات کو اپنی عبارت میں نقل کرکے ان کے جوابات عرض کرتے ہیں :-

پہلا اعتراض

کہ امام قاضیخاں رح نے یہ مسئلہ لفظ قالوا سے بیان کیا ہے اور فقہاء کرام رح کمزور اور ضعیف قول کو دوسروں پر محمول کرتے ہیں اور اپنی طرف اس کی نسبت کو پسند نہیں کرتے جیسا کہ شرح منیۃ المصلی اور شامی ج ۵ ص۴۴۵ میں ہے (محصلہ - مولوی احمد رضا خان صاحب بحوالہ علم غیب رسول ص۱۷۱ اور دیکھئے جاء الحق ص۱۲۶ وغیرہ)

جواب :-

یہ اعتراض سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لئے لفظ قِیْلَ یا رُوِیَ وغیرہ تمریض کے صیغہ سے امام قاضیخان رح نے یہ مسئلہ نہیں بیان کیا بلکہ لفظ قَالُوا سے بیان کیا گیا ہے جو جمہور فقہاء کرام رح کے نزدیک بیان حال واقعی کے لئے آتا ہے جس میں پوری ذمہ داری سے وہ نقل کرتے ہیں، یہاں اکیلے دوکیلے کی ذاتی رائے کا سوال نہیں ہے۔

وثانیاً اگر بالفرض امام قاضیخان رح کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے تو کیا جن فقہاء کرام رح سے امام قاضیخاں رح نے یہ مسئلہ لفظ قالوا سے نقل کیا ہے ان کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے ؟ اور کیا وہ بھی اس کے قائل نہیں ؟ وہ تو بہر حال اس کے قائل ہیں اور ان کا یہ مفتی بہ قول ہے۔

وثالثاً اور کیا حافظ ابن ہمام رح اور حضرت ملا علی القاری رح وغیرہ بھی لفظ قالوا استعمال کرتے ہیں، وہ تو پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ :-

فقہاء احناف رح نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ اعتقاد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کفر ہے۔	وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب (مسایرہ ج ۲ ص۸۸ وشرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

اور حضرت ملا علی القاری کی یہ عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ :-

Marfat.com

وقد صرح علمائنا الحنفیۃ بتکفیر من اعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب (شرح شفاء)	بہ تحقیق ہمارے علمائے حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا تو وہ کافر ہے۔

دیکھا آپ نے کہ کس تصریح اور ذمہ داری سے یہ دونوں بزرگ یہ بات بیان کر رہے ہیں اور غور تو کیجئے کہ کس صراحت اور وضاحت سے فقہاء احناف رحمہ سے یہ مسئلہ نقل فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔ رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ مخالفین بھی تو حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں، لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارات میں کُل یا بعض کا تو ذکر ہی نہیں الخ (جاء الحق صـ۱۲۶) تو یہ مفتی صاحب کی نری جہالت ہے پہلے بادلائل یہ بات گزر چکی ہے کہ جزئیاتِ غیب میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور مطلق الغیب سے علم کُلّی ہی مراد ہے کیونکہ یہی فردِ کامل ہے اور اسی کو فقہاء کرام رحمہ پیشِ نظر رکھ کر ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔

ورابعاً ہم نے جو متعدد حوالجات سپرد قلم کئے ہیں، ان میں تو انہوں نے امام قاضی خانؒ کی طرح لفظ قالوا استعمال نہیں کیا۔ کیا یہ سب عبارتیں فریق مخالف کے نزدیک ضعیف ہیں؟ اور ناپسندیدہ ہونے کی بنا پر قابلِ رد ہیں؟ اگر یہی حال ہے تو بتائیے کہ فقہ حنفی کی کتابوں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ مگر جواب ہوش و حواس سے دینا ہوگا، بیّنوا توجروا

دُوسرا اعتراض

کہ بعض فقہاء کرام رحمہ نے اس تکفیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گواہوں کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مِنکُم (تمہاری جنس سے آدمی اور انسان) ہوں اور جو شخص خدا تعالیٰ اور فرشتوں کو گواہ بناتا ہے وہ گویا اس معہود طریقہ کے علاوہ ایک اور طریقہ سے نکاح کی حالت سمجھتا ہے، لہٰذا وہ کافر ہے۔

(علمِ غیب رسول صـ۱۷۹ اور مقیاسِ حنفیت صـ۴۷ وغیرہ)

Marfat.com

جواب :-

یہ تاویل بھی قطعاً باطل اور مردود ہے۔ اس لئے کہ فقہاء کرام رح نے بطریقِ مذکور نکاح کرنے والے کی تکفیر کی خود وجہ بھی بیان کی ہے اور انہوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ شخص صرف اور صرف اس لئے کافر ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کا اعتقاد کیا ہے۔ حالانکہ آپ کو زندگی میں علمِ غیب حاصل نہ تھا تو وفات کے بعد آپ کو علمِ غیب کہاں سے اور کیونکر حاصل ہو گیا؛ تمام فقہاء کرام رح کی عبارات میں تکفیر کا مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے دوبارہ عبارات کا مطالعہ کر لیجئے کہ فقہاء کرامؒ کیا فرما رہے ہیں۔ غیر جنس کے گواہوں کا فقہاء کرامؒ کی ان عبارات کے ساتھ مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے جو یقیناً مردُود ہے۔

تیسرا اعتراض

کہ فقہاء کرام رح نے ایسے شخص کی تکفیر محض تشدید اور تخویف کے طور پر کی ہے۔

جواب :-

اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب اور حاضر و ناظر کی صفت ثابت کرنا گناہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رح نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے تو ہمارا مسئلہ پھر بھی واضح ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب حاصل تھا یا آپ حاضر و ناظر ہیں ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے؛ ورنہ فقہاء کرام رح نہ تو اس کو گناہ سمجھتے اور نہ تشدیداً تکفیر ہی کرتے اگرچہ نہ بھی سہی، بہرحال اتنا تو قطعاً اور یقیناً ثابت ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز اسلامی نہیں ہے۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ تو اسلامی ہے مگر فقہاء کرام رح نے بلا وجہ تکفیر کی ہے تو یہ تمام فقہاء احناف رح خود کافر اور مرتد ہو گئے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو جو اسلامی عقیدہ رکھتا ہے کافر کہتے ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا بجائے خود کفر ہے (العیاذ باللہ) کیا واقعی فریقِ مخالف کے نزدیک یہ فقہاء کرام رح کافر اور مرتد ہیں؟ نیز اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنا اسلامی ہے تو فقہاء کرام رح نے تکفیر

Marfat.com

کی طرح آزمائی اس مسئلہ پر کیوں کی ہے ؟ تشدیداً یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی پر اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والا بلکہ ہر قسم کا اسلامی عقیدہ رکھنے والا اور ہر قسم کی نیکی کرنے والا کافر ہے ؟ اور پھر فقہائے کرام رح سے پوچھئے کہ آپ نے زانی، شرابی، چور، کاذب اور دیگر جرائم پیشہ مجرم کو کیوں کافر نہیں کہا ؟ کیا آپ کو مدونِ تکفیر کے لئے علم غیب ہی کا مسئلہ دستیاب ہوا ہے ؟ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے !

تنبیہ :-

یہ بات پہلے باحوالہ صراحت کے ساتھ عرض کردی گئی ہے کہ فقہاء کرام رح مسئلہ تکفیر میں بڑی احتیاط کرتے ہیں اور اصولِ دین اور ضروریاتِ دین کے بغیر جو قطعیات سے ثابت ہیں کسی اور مسئلہ میں اور خصوصاً عملی ذنوب اور آثام میں تکفیر نہیں کرتے چنانچہ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رح المتوفی ۱۵۰ھ فرماتے ہیں کہ :-

ولا نکفر اھل القبلة بذنب	ہم اہلِ قبلہ کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے

(بحوالہ شرح التحریر ج ۳ ص ۳۱۸ ونحوہ فی فقہ اکبر ص ۸۸ مع شرح ۱۲)

اور وکیلِ احناف حضرت امام طحاوی رح ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

ولا نکفر احداً من اھل القبلة بذنب ما لم یستحله (عقیدۃ الطحاوی ص ۵)	ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے ۔

اور حضرت ملا علی ن القاری رح فقہاء کرام رح سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

بانا لا نکفر احداً بذنب بل یقال لا نکفرھم بکل ذنب کما یفعله الخوارج (شرح فقہ اکبر ص)	ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے بلکہ یوں لنا چاہئے کہ ہم خوارج کی طرح ہر گناہ میں تکفیر نہیں کرتے ۔

اور حضرت شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رح لکھتے ہیں کہ :-

ونحن اذا قلنا اھل السنة متفقون علی	ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت اس پر

Marfat.com

انہ لایکفر بالذنب فانما نرید بہ المعاصی کالزنا والشرب اھ (کتاب الایمان صـــ ۱۲۱)

تفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی تو مراد اس سے (عقائد نہیں بلکہ) معاصی اور گناہ ہیں مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ۔

یہ عبارات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اہل سنت والجماعت اہلِ قبلہ میں سے کسی کی محض گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے بلکہ وہ صرف ضروریات اور قطعیات سمعیہ کے منکر کی تکفیر کرتے ہیں اور مسئلہ زیر بحث بھی فقہاءِ کرام رح کے نزدیک محض معاصی کی مد میں نہیں بلکہ ضروریات اور قطعیات کی مد میں ہے جس میں فقہاءِ کرام رح تکفیر کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔

چوتھا اعتراض

بعض فقہاءِ کرام رح نے لکھا ہے کہ چونکہ امت کے اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا یہ قول بھی آپ پر پیش کیا جائے لہٰذا قائل کافر نہ ہوگا۔

(علم غیب رسول صـــ ۱۷۶ و جاء الحق صـــ ۱۲۶ وغیرہ)

جواب :-

یہ اعتراض بھی چنداں وقعت نہیں رکھتا ۔ اولاً اس لئے کہ تفصیلی طور پر عرض اعمال کی حدیث کی صحیح اور متصل سند مدعی کو پیش کرنی چاہئے تاکہ اصولِ حدیث پر اس کو پرکھا جا سکے ۔ پہلے یہ بات کی جا چکی ہے کہ عرضِ اعمال کی حدیث طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے جس پر نفیاً یا اثباتاً کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اور جن حضرات نے اس کی تصحیح کی ہے فنِ اصولِ حدیث کے پیش نظر ان کی تصحیح صحیح نہیں ہے اور عرض اعمال سے نہ تو تمام اعمال مراد ہیں اور نہ امت دعوت ہی اس میں داخل ہے۔ کما مر

وثانیاً اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو خبر واحد ہی ہوگی اور نصوص قطعیہ قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے مقابلہ میں اس کا پیش کرنا باقرارِ وکیلِ فریقِ مخالف بھی محض ہرزہ بافی ہے۔

وثالثاً اگر واقعی عرض اعمال کی حدیث صحیح ہوتی اور اس سے ساری امت کے جملہ اعمال کی پیشی مراد ہوتی تو فقہاءِ کرام رح جو اپنی جگہ پر بڑے متبحر، ثقہ اور محتاط تھے کیوں ایسے شخص کی غیر مشروط

Marfat.com

طور پر تکفیر کرتے ؛ تعجب ہے کہ یہ حدیث ان محتاط اور وسیع النظر فقہاء کرام رح پر کیسے مخفی رہ گئی ؛ اور انہوں نے تکفیر میں کسی قید اور شرط کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا ؛ پہلے گزر چکا ہے کہ امت اجابت کے بعض اعمال کا (تفصیلی طور پر علم ہونا ضروری نہیں ہے)

ورابعاً جن لوگوں نے عرض اعمال کی حدیث کو آڑ بنا کر فقہاء کرام رح کی ان عبارات کی بے جا تاویل کی ہے انہوں نے فقہاء کرام رح کی عبارات پر مطلقاً غور ہی نہیں کیا ۔ کیونکہ فقہاء کرام رح تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس لئے کافر ہے کہ :۔

لانہ یعتقد بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اذ لا شہادۃ لمن لا علم لہ[1] — اس شخص نے یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں ، کیونکہ جس کو علم نہ ہو وہ گواہ بھی نہیں بن سکتا ۔

اور قائل خود بیچارہ چلا چلا کر یہ کہتا ہے کہ :۔

تزوجتک بشہادۃ اللہ ورسولہ الخ — کہ میں تیرے ساتھ خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کو حاضر سمجھ کر نکاح کرتا ہوں ۔

(اور فقہاء کرام رح اس کے عقیدہ اور نظریے کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ :۔

لو تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ الخ — کہ اگر اس نے خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا)

اور نیز وہ بہانگِ دہل یہ کہتا ہے کہ خدائے را و رسولِ خدا را گواہ کردیم ، کہ میں اس مجلسِ نکاح میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر تسلیم کرتا ہوں اور گواہ بناتا ہوں ۔ بالفاظِ دیگر میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب ثابت کرتا ہوں ، کیونکہ جو حاضر نہ ہو اس کو علم کہاں سے ہوگا ؛ (شہادت علی التسامع وغیرہ کا یہ مسئلہ نہیں ہے اس کی مکمل بحث تبرید النواظر میں ملاحظہ کیجئے) اور تاویل کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شاید قائل کی یہ بات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہو اور آپ کو اس کا علم ہو گیا ہو ، کیونکہ اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کو کون سنتا ہے ؛ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار فقہاء احناف رح

---

[1] ملا جیون رح فرماتے ہیں کہ انہ شرط للشہادۃ العلم (تفسیرات احمدیہ ص ۴۳۶) کہ شہادت کے لئے علم شرط ہے ۔

اس لالیعنی اور بے کار توجیہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور پوری ذمہ داری سے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں

پانچواں اعتراض

کہ فقہاءِ کرام رح نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر علم غیب ثابت کرتا ہو جس پر دلیل نہ ہو اور ہم عطائی علم غیب کے قائل ہیں۔ (محصلہ علم غیب رسول صـــ۱۷۳ وجاء الحق صـــ۱۲۸ ومقیاس صـــ۴۷۷)۔

جواب :۔

یہ تاویل یا جواب بھی محض باطل ہے۔ اوّلاً اس لیئے کہ اگر واقعی علم غیب ذاتی کی بنا پر فقہاء کرام رح ایسے شخص کی تکفیر کرتے تو ان کی نظر بصیرت بڑی دُور رس ہوتی ہے، وہ ہر مسئلہ میں اس کی جملہ شرائط وقیود وحدود کو ملحوظ رکھ کر اور ان کو بیان کر کے فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اس مقام پر انہوں نے ایسی کوئی شرط نہیں بیان کی اور نہ اس کی طرف کوئی ہلکا سا اشارہ ہی کیا ہے صرف یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ فریق مخالف کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اپنی خانہ زاد قیود سے فقہاء کرام رح کی عبارات کو جکڑے؟

علاوہ ازیں یہ بات بھی اچھی طرح قابل غور ہے کہ فریق مخالف تو فقہاء کرام رح کی ان عبارات کو بزعم خود ضعیف اور کمزور سمجھتا ہے کہ کبھی تو لفظ قالوا کو ضعیف اور مرجوح قرار دیتا ہے (دیکھئے علم غیب رسول صـــ۱۷۵ وجاء الحق صـــ۱۲۶ وغیرہ) اور کبھی لفظ قیل سے اس کا ضعف ثابت کرتا ہے جو شامی میں ایک جگہ آیا ہے (دیکھئے جاء الحق صـــ۱۲۶ وغیرہ) مگر ہمارا استدلال لفظ قیل سے نہیں ہے۔ ہم نے تو فقہاء احناف رح کی صاف اور بالکل واضح تصریحات پیش کی ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے اگر فریق مخالف کے نزدیک فقہاء کرام رح کی یہ عبارتیں علم غیب ذاتی سے متعلق ہیں، تو معلوم یہ ہوا کہ گویا مخالفین کے نزدیک ذاتی علم غیب کے قائل کو بھی کافر کہنا ضعیف ومرجوح اور غیر مفتیٰ بہ قول ہے تعجب اور حیرت ہے اس منطق پر۔ پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں گزر چکا ہے کہ غیر اللہ کے لئے ایک حرف ذاتی علم کا۔ فقہاء کرام رح میں جنہوں نے تکفیر نہیں کی، ان کی عبارات کا مفاد بھی خود یہی ہے کہ بعض

Marfat.com

علمِ غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضور کو گواہ بنائے تو وہ کافر نہ ہوگا چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے الحجۃ اور الملتقط وغیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ :-

وان الرسل یعرفون بعض الغیب اھ — انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعض غیوب جانتے تھے۔ (جاء الحق ص ۱۳۶)

لہٰذا وہ شخص کافر نہ ہوگا۔ لیکن جو شخص علمِ غیب کلّی کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ بہر حال کافر ہوگا اور اس میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کا مطلقاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ تصریحات فقہاء کرام رحمہم اللہ سے یہ تکفیر نقل کی جا چکی ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کی مغالطہ آفرینی اور خود فریبی دیکھئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور احناف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علمِ غیب حاصل ہونا مانتے ہیں۔ اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا وہابی ؟" بلفظہٖ (مقیاس ص ۲۹۰)

فقہاءِ احناف رحمہم اللہ کی ان صریح عبارات کے پیشِ نظر مولوی محمد عمر صاحب کو خود سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں ؛ ع "کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد"۔

ہمارا فریقِ مخالف سے مطالبہ ہے کہ وہ کم از کم دو ذمہ دار اور معتبر فقہاءِ احناف رحمہم اللہ کے حوالجات پیش کر دے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ذاتی علمِ غیب کی قید لگائی ہے ! کیا ہے کوئی مردِ میدان جو اس علمی اُدھار کو ختم کر دے ؟ ـــــ دیدہ باید۔

باقی مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کو حنفی تصور کر کے ان کے حوالجات سے فریقِ مخالف شوق سے اپنے دلِ ماؤف کو تسکین دیتا رہے لیکن ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے۔

وثانیاً ہم اسی کتاب میں ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا وجودِ مبارک ذاتی نہیں تو علم وغیرہ کی صفت ذاتی کہاں سے ہوگی ؛ اور اگر علمِ غیب ذاتی وجہ تکفیر ہے تو آپ کی نبوت اور رسالت وغیرہ بھی تو ذاتی نہیں بلکہ خداوندِ عزیز کا خالص عطیہ ہے لہٰذا اس میں اور اُس میں کوئی بیّن وجہ فرق بیان کرنی چاہیے کہ اُس میں ذاتی اور عطائی کا سوال فقہاء

Marfat.com

کرام رحمہ نے کیوں پیش نظر نہیں رکھا؟ اور کیوں نہیں کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول اور نبی کہنے والا کافر ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی تو نہ تھی بلکہ عطائی تھی۔ وعلیٰ ہذا القیاس اگر کوئی مرزائی یہ کہتا ہو کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریعی نبی تو کسی کو تسلیم نہیں کرتا ہاں امتی نبی اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے تو کیا ایسا شخص فریق مخالف کے نزدیک مسلمان رہیگا؟ اگر رہیگا تو کس دلیل سے؟ اسی طرح اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ خالق اور معبود تسلیم کرتا ہوں مگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور بزرگ ہستی کو عطائی طور پر الٰہ، رازق اور معبود تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا؟ اگر رہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر مسلمان نہ رہے گا تو کیوں؟ اس نے تو اللہ تعالے کا ذاتی خاصہ تو کسی میں تسلیم نہیں کیا تاکہ کفر اور شرک لازم آئے۔

ونیز اللہ تعالے کی صفات کے دو پہلو اور دو تعبیر ہیں؛ ذاتی و محیط تفصیلی۔ اور ان میں سے کسی پہلو اور شق کو بھی غیر کے لئے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے۔ الغرض فریق مخالف کی طرف سے فقہاء کرام رحمہ کی ان عبارات کا کوئی معتد بہ جواب نہ تو آج تک ہو سکا ہے اور نہ تا قیامت ہو سکے گا۔ طبع آزمائی شرط ہے۔ دیدہ باید۔

فریق مخالف سے مطالبہ:۔ ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایک ہی حوالہ صرف فقہاء احناف رح کے اس مسئلہ پر پیش کرتے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان ـــ فھل من مبارز؟

اخبار غیب اور انباء غیب کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے، اور نہ مولوی احمد رضا خان صاحب جیسے بدعت نواز جنتی ہیں یہ بات بگوش ہوش سن لیں اور تا قیامت پوری جماعت طبع آزمائی کر دیکھے۔

تمام مشائخ کے بارے میں حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ:۔

پہلے جو بحث گزری ہے وہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب

Marfat.com

اور حاضر و ناظر کا عقیدہ غیر اسلامی ہے اور نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت کے خلاف ہے حتیٰ کہ فقہاءِ احناف رح نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔ جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کسی اور کے بارے میں ایسا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ؟ اگرچہ ان عبارات کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر محض تکمیل فائدہ کے لئے ہم ذمہ دار فقہاء احناف رح کے حوالے سے عرض کرتے ہیں کہ وہ بصراحت یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ :

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر (فتاوى بزازيه ص ۳۲۶ و بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵ و مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص ۲۵ و ج ۲ ص ۵)

جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

مشائخ کا لفظ ایسا جامع اور وسیع ہے کہ اس میں صحابہ کرام رض، اولیاء اور شہداء عظام رح وغیرہم سبھی داخل ہیں۔ اور اس عبارت میں صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بزرگانِ دین کی ارواح کو حاضر و ناظر سمجھنا اور ان کے لئے ہر جگہ کے حالات کا علم ثابت کرنا کفر ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ کہنے والے بھی ذمہ دار فقہاء احناف رح ہیں۔ فقہاء کرام رح متکلمین رح اور ائمہ دین رح نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے علمِ غیب کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ امام شداد بن حکیم رح المتوفی ۲۱۰ھ کا ایک خاص موقع پر ایک مخصوص قسم کا جھگڑا اپنی بیوی سے پیش آیا۔ بیوی نے ان پر الزام لگایا کہ آپ نے ایسا کیا ہے۔ شداد رح نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ جب بیوی بضد ہوئی تو :-

قال لها شداد تعلمين الغيب فقالت نعم فوقع في قلب شداد من هذا شيء فكتب الى محمد بن الحسن فاجاب محمد بن الحسن ان جدد النكاح فانها كفرت۔ (جواہر المضیئہ ج ۱ ص ۲۵۶ و فتاوی قاضی خان ج ۴ ص ۵۵۳)

شداد رح نے کہا کیا تو غیب جانتی ہے ؟ وہ بولی ہاں غیب جانتی ہوں۔ شداد رح کے دل میں اس سے شبہ پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت امام محمد رح کو خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ تمہاری بیوی کافر ہو چکی ہے لہٰذا نکاح کی تجدید ضروری ہوگی

Marfat.com

حضرت امام محمد رح نے ذاتی اور عطائی کا کوئی سوال نہیں اُٹھایا اور مطلق دعوائے علم غیب کو کفر قرار دیا ہے اور تجدید نکاح کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ بناسپتی حنفی ہی بتائیں کہ امام محمد رح کا اور ان کے فتوی کا فقہ حنفی میں کیا مقام اور درجہ ہے:

امام قاضی خان رح لکھتے ہیں کہ :۔

امرأة قالت لزوجها توسر خدا دانی؟ فقال نعم قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح یکفر الرجل لان السر والغیب واحد ومن ادعی علم الغیب کان کافرًا
(قاضی خان ج ۴ ص ۸۳۲)

ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا، کیا تو خداوند تعالیٰ کا راز اور بھید جانتا ہے؟ وہ بولا ہاں جانتا ہوں، تو الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ وہ شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ سر اور غیب ایک ہی چیز ہے اور جس نے علم غیب کا دعوی کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

یہاں بھی ذاتی اور عطائی کا بے بنیاد فرق نہیں چھیڑا گیا کیونکہ یہ فرق جس معنی میں فریق مخالف لیتا ہے یہ ان کا اپنا خانہ زاد ہے۔ فقہاء کرام رح کے کان اس سے یقیناً ناآشنا ہیں۔

علامہ صدرالدین الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

ومن ادعی علم الغیب کان من الکافرین
(شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۱۹۷)

اور جس نے بھی علم غیب کا دعوی کیا تو وہ کافروں کے زمرہ میں شامل ہو جائے گا۔

اور علامہ تفتازانی رح لکھتے ہیں کہ :۔

ولهذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیۃ هالة القمر یکون مطر مدعیا علم الغیب لا بعلامته کفر
(شرح عقائد ص ۱۲۲)

یہی وجہ ہے کہ فتاوی میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی قائل کا چاند کے اردگرد حلقہ دیکھ کر یہ کہنا کہ بارش ہوگی اگر علم غیب کے دعوی کی وجہ سے ایسا کہتا ہے تو کفر ہے اور اگر اس علامت سے کہتا ہے تو کفر نہیں ہے۔

اور علامہ ابن نجیم الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

بخلاف ادعاء علم الغیب فانہ کفر (بحرالرائق ج ۵ ص ۱۶)

بخلاف دعوائے علم غیب کے کیونکہ وہ خالص کفر ہے۔

Marfat.com

ان تمام عبارات سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اپنے لئے بھی علم غیب کا دعویٰ (عام اس سے کہ وہ مدعی مولوی ہو یا پیر ہو) خالص کفر ہے اور ایسے مدعی کی اور خصوصیت سے گمشدہ اشیاء اور چوری وغیرہ میں منجم اور کاہن (جو غیب کی خبریں بتانے کا مدعی ہے) وغیرہ کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے چنانچہ صریح حدیث کے علاوہ عقائد وغیرہ کی کتابوں میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ علامہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی رح المتوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں کہ:-

وتصديق الكاهن بما يخبره عن الغيب كفر (عقائد نسفی مع الشرح ص۱۲۲)

کاہن کی ان امور میں تصدیق کرنا جن میں وہ غیب کی خبریں بتاتا ہے، خالص کفر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رح لکھتے ہیں کہ:-

وقال يوسف الرعيني رح اجمع العلماء بالقيروان على ان حال بنى عبيد حال المرتدين والزنادقة لما اظهروا من خلاف الشريعة وقال ابن خلكان رح وقد كانوا يدعون علم المغيبات واخبارهم فى ذالك المشهورة حتى ان العزيز صعد يوما المنبر فرأى ورقة فيها مكتوب

یوسف رعینی رح کہتے ہیں کہ ملک قیروان کے علماء کا اس پر اجماع واقع ہو چکا تھا کہ بنو عبید کا حال مرتدوں اور زندیقوں کا سا ہے، کیونکہ انہوں نے خلاف شرع باتیں ظاہر کی تھیں، علامہ ابن خلکان رح کہتے ہیں کہ انہوں نے مغیبات کے علم کا دعویٰ بھی کیا تھا اور اس دعوائے علم غیب میں ان کے واقعات بڑے مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک دن (حاکم وقت) عزیز نے جب منبر پر قدم رکھا تو منبر پر اسے ایک رقعہ ملا جس میں یہ شعر لکھے ہوئے تھے۔

شعر:-

بالظلم والجور قد رضينا
وليس بالكفر والحماقة
ان كنت اعطيت علم غيب
بين لنا كاتب البطاقة

(تاریخ الخلفاء ص۴)

ہم (بامر مجبوری) ظلم و جور پر تو راضی ہو گئے ہیں مگر کفر اور حماقت پر راضی نہیں ہو سکتے۔

اگر تجھے واقعی علم غیب عطا کیا گیا ہے (جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے) تو ہمیں تو یہی بتا دے کہ یہ رقعہ کس نے لکھا ہے؟

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب صرف خاصۂ خداوندی ہے ماسوی اللہ کے لئے علم غیب کا دعویٰ تمام علماءِ اسلام کے نزدیک کفر ہے۔ عام اس سے کہ کوئی شخص انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کا دعویٰ کرے یا مشائخ عظام کے لئے یا خود اپنے لئے یا کسی اور کے لئے اور ان میں سے ایک ایک امر کا باقاعدہ ثبوت ہم حوالجات سے عرض کر چکے ہیں اور یہی ایک مسلمان اور مومن کا عقیدہ ہونا چاہئے اور نجات بھی صرف اسی میں ہے۔ ع "حرفِ محبت نہ ترکی نہ تازی"

علماءِ دیوبند اور مسئلہ علمِ غیب

فقہاءِ احناف رح کے حوالجات تو قارئین کرام نے ملاحظہ کر ہی لئے ہیں، اب ہم اکابرین علماءِ دیوبند کے صرف چند فتوے جن پر تمام ذمہ دار اور اکابرین علماءِ دیوبند کے دستخط ثبت ہیں عرض کرتے ہیں تاکہ ایک طرف ان لوگوں کی آنکھیں روشن ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی حنفی نہیں ہیں (معاذ اللہ) اور دوسری طرف اُن لوگوں کو سوچنے کا موقع مل سکے جو اکابرین علماءِ دیوبند کے عقیدہ کو کما حقہ تاہنوز نہیں سمجھے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سائل کے چند سوالات مذکور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے:

پنجم ۵۔ بعض لوگ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماسوی اللہ اس آیت سے جو سورۂ قُلْ اُوْحِیَ میں ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الآیۃ) ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں، مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہوگا یا نہیں؟ (بلفظہٖ، فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صد ۵۸)۔

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:۔

۵ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے۔ پس اثبات علم

Marfat.com

غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے، اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنّت اور دوزخ اور رضا وغیرہا کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے امّت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورۂ جن سے معلوم ہوا۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے، نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (ترجمہ) کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالیٰ چاہے اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں، اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں، تو یہ عقیدہ البتہ بنا بر قرآن کے شرک ہوا۔ خود دوسری آیت میں آ رہا ہے لَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔ پس صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں، تو خلاف اس عقیدہ کے کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک حقیقی ہووے گا۔ معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسدہ سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا، اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ کفر ہے۔ البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں، اور ایک جماعت ملائکہ کی ای

Marfat.com

خدمت پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ ابو الخیرات سید احمد

مدرس دوم، مدرسہ عالیہ دیوبند

(مہر: سید احمد)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ محمد یعقوب النانوتوی

عفی عنہ۔ مدرس اوّل، مدرسہ عالیہ دیوبند

(مہر: محمد یعقوب)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ احمد ہزاروی عفی عنہ

(مہر: احمد)

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ

عزیز الرحمٰن دیوبندی کان اللہ لہٗ

(مہر: وتوکل علی العزیز الرحمٰن)

الاجوبۃ صحیحۃ

عبد اللہ الانصاری عفی عنہ

(مہر: عبد اللہ انصاری)

الاجوبۃ صحیحۃ۔ محمد محمود عفی عنہ

مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

(مہر: الٰہی عاقبت محمود گرداں)

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ

ابو المکارم محمد اسحاق فرخ آبادی عفی عنہ

(مہر: محمد اسحاق)

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۷، ۸، ۹)

دوسرا فتویٰ مع جوابات کے درج ذیل ہے:۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء محققین احناف رحمہم اللہ مسئلہ ہذا میں کہ زید کہتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنا کل غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا اور اب بھی آپ مخلوق کے ہر ایک حال ظاہر و باطن خیر و شر سے بخوبی واقف ہیں یہاں تک کہ مچھر کے پر ہلانے کا بھی آپ کو علم ہوتا ہے اور ہر ایک کی آواز خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں بذات خود سن لیتے ہیں پس یہ عقیدہ کیسا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اور کتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہا یا کافر

Marfat.com

مشرک ہوگیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ اس قول پر حاشیہ میں یہ عبارت درج ہے۔ ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضوعات کبیر (صفحہ ۱۱۹) میں تحریر فرمایا ہے ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ تعالیٰ ورسولہ یکفر اجماعاً کما لا یخفی انتہی بلفظہ۔ صفحہ (۸۰) صاحب بحر الرائق کتاب النکاح میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے۔ اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے اس واسطے کہ اشراک فی الذات یعنی تعدد اِلٰہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہوگا شامی نے رد المحتار کی کتاب الارتداد میں صاف طور سے ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماء کوثر ہونے کا احتمال اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔ اخرجہ البخاری الحدیث۔ فقط

الجواب صحیح	اصاب من اجاب
اصاب المجیب عزیز الرحمٰن عفی عنہ	محمد ریاض الدین عفی عنہ
مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند	مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ
(مہر) وہ توکل علی العزیز الرحمٰن	(مہر) محمد ریاض الدین
بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند	الجواب صحیح
(مہر) الہٰی عاقبت محمود گردان	خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور
ناظر حسن دیوبندی (مہر) محمد ناظر حسن	(مہر) خلیل احمد

Marfat.com

الجواب صواب

عبدالمؤمن مدرس مدرسہ میرٹھ

عبدالمؤمن

ھذا ھو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال

احمد حسن الحسینی الامروہی غفرلہ

اسعد احمد

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۳۶ و صفحہ ۳۷)

الجواب صحیح

خاکسار سراج احمد عفی عنہ میرٹھ

سراج احمد

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱

یہ دونوں فتوے جن پر اکابرین علمائے دیوبند کے جن میں حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اور مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب اور مفتی دارالعلوم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ وغیرہ وغیرہ کے دستخط ثبت ہیں مزید کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے اُن حضرات پر جو اکابرین علماء دیوبند کا مسلک نہ سمجھتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے" فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۰)

اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ:-

"جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ اُس کی امامت اور اُس سے میل جول محبت مودت سب حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ[1]

[1] فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶

Marfat.com

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

"جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالےٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم" ۔ ۲۱ محرم ۱۳۱۲ھ اور حاشیہ پر درج ہے لانہ کفر فلا یصلح الاقتداء بہ اصلاً کما فی الدر المختار بلفظہ)

غرضیکہ یہ مسئلہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت اور فقہاء اسلام اور خصوصیت سے فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک اتنا واضح ہے کہ فقہاء کرام قدیماً و حدیثاً یہ عقیدہ رکھنے والے کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، بلا تامل اور بلا تردد تکفیر کرتے ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز و اقتداء کو بالکل حرام بتاتے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو اسلام کا عقیدہ سمجھتا ہے تو اس کی مرضی۔ ایک دن ضرور آئے گا جس میں احکم الحاکمین کی سچی عدالت میں پیش ہوگا اور اس کو رتی رتی کا حساب بے باق کرنا ہوگا۔ ہم نے اہل السنت والجماعت کے دلائل پیش کرنے میں حتی الوسع کوئی کمی نہیں کی۔ ہدایت خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے :

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر ۔۔۔ ہم نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

ہم اس باب کو اسی بحث پر ختم کرتے ہیں اور آئندہ فریق مخالف کی طرف سے پیش کردہ دلائل کو نقل کر کے اُن کے جوابات عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام فریقین کے دلائل کا معیار اور توازن بخوبی معلوم کر سکیں۔ اور بقول شخصے ع "وہ بھی دیکھا ہے یہ بھی دیکھ" کا لطف اُٹھائیں۔

فریق مخالف کی طرف سے مسئلہ علم غیب پر جو دلائل پیش کئے گئے یا کئے جا سکتے ہیں وہ اصولی طور پر تین حصوں میں منقسم ہیں :۔

اوّل، قرآن کریم سے اُنھوں نے اپنے دعویٰ پر خام استدلال کیا ہے۔

دوم، احادیث سے بھی ناکام استخراج کیا ہے۔

سوم، بزرگان دین کے اقوال اور عبارات سے بھی مطلب برآری کی بے جا کوشش کی ہے۔

Marfat.com

چونکہ بزرگانِ دین کے اقوال کے بارے میں ہم اسی کتاب کے مختلف ابواب میں بقدرِ ضرورت بحث کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کسی کا کوئی قول حجت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ قول خود قابلِ تاویل ہوگا، تاویل نہ ہو سکی تو مردود ہوگا جیسا کہ امام سیوطی رح وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا جا چکا ہے، اور بقول قلندر لاہوری

ع اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

پر عمل کیا جائے گا۔ لہٰذا اصولی طور پر ہم فریقِ مخالف کے استدلالات صرف دو بابوں میں عرض کریں گے آپ اُن کو بغور اور بانصاف ملاحظہ کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

بابِ نہم

اس باب میں ہم فریقِ مخالف کے وہ دلائل عرض کرکے پھر ان کے جوابات عرض کرتے ہیں جو اُنہوں نے قرآنِ کریم سے پیش کئے ہیں۔

دلیلِ اوّل

فریقِ مخالف کے اعلیحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب (اور اسی طرح مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی دیکھئے الکلمۃ العلیا ص اور مفتی احمد یار خان صاحب ملاحظہ ہو جاء الحق ص۵۲ اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص۲۹۱ وغیرہ میں) لکھتے ہیں کہ:-

"بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا روزِ ازل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون اُنہیں بتایا اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اُن سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر، ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا الیٰ ان قال تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل و حکم فصل ہے۔ قال اللہ تعالےٰ:-

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ — اُتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

Marfat.com

وقال اللہ تعالیٰ

مَاكَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان

وقال اللہ تعالیٰ

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی الخ

بلفظہٖ انباء المصطفےٰ صـ۳ "

اور پھر آگے یوں لکھتے ہیں کہ :۔

"نکرہ حیزِ نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے۔ بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے الخ (صـ۴)

اور مولوی ابو البرکات سید احمد صاحب نے بھی یہی کہا ہے کہ لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ بلفظہٖ۔ (دیکھئے روئداد ماجرائے مناظرۂ ملون صـ۲۸)

جواب :۔

فریق مخالف کا ان آیات سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب کا دعویٰ سو فیصدی باطل اور مردود ہے۔

اولاً اس لئے کہ پہلی دلیل پ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۲ کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورۂ نحل مکی ہے اور دوسری دلیل سورۂ یوسف رکوع ۱۲ (پ۱۳) کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سورۂ یوسف بھی مکی ہے اور تیسری دلیل پ۷ سورۂ انعام رکوع ۴ کی آیت کا ایک جزء ہے اور سورۂ انعام بھی مکی ہے (اور اس میں فی الکتاب سے بعض مفسرین کرامؒ کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے قرآن کریم مراد نہیں ہے جیسا کہ فریق مخالف کے بے مزد وکیل کا دعویٰ ہے۔ اگر فریق مخالف کے نزدیک ان مکی آیات سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہے اور ان دلائل

Marfat.com

کی وجہ سے آپ عالم الغیب ہیں یا آپ کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت ہوتا ہے تو اس کے بعد آپ پر وحی نازل نہیں ہونی چاہئے تھی کیونکہ کُل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطا ہو ہی چکا تھا حالانکہ اس کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود رہے قرآن کریم بھی باقاعدہ نازل ہوتا رہا۔ کیا وہ حصہ فریق مخالف کے نزدیک ماکان و مایکون اور غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور علاوہ بریں اس کے بعد مدنی سورتوں میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان میں سے بعض اہل حق کے دلائل میں پیش کر چکے ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے فریق مخالف پر کہ وہ مکی آیات سے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت کرتا ہے جبکہ بے شمار امور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو حاتی زندگی میں بتلائے اور بعض امور کی نفی کا ثبوت بھی اس کے بعد قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ رہا خانصاحب بریلوی کا یہ کہنا کہ:-

"اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانًا لکل شیءٍ ہونے نے دیا ہے اور پر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمھم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں الخ" (انباء المصطفےٰ صد۲)

تو یہ ایک خالص مجددانہ مغالطہ ہے جو سرتاسر مردود ہے۔ خانصاحب آنجہان سے اپنے متبعین پر کرمفرمائی کرتے ہوئے اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہوئے یہ فرمادیں کہ قرآن کریم کی وہ کونسی آیات ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور جمیع ماکان و مایکون کا علم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہیں اور وہ لم نقصص علیک کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ اور نیز وہ کونسی آیات ہیں جو منافقین کے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہیں اور لا تعلمھم کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ تبیانًا لکل شیءٍ وغیرہ کی آیات سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے بعد ہی تو لم نقصص علیک اور

Marfat.com

لاتعلمھم کا نزول ہوا ہے اور ان کے خلاف قرآن کریم میں ایک حرف بھی موجود نہیں ہے۔ خانصاحب کس سادگی سے کہتے ہیں کہ ہرگز ان آیات کے منافی نہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ وہ آیات کونسی ہیں اور کس سورت میں موجود ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح منافقین مدینہ کے پورے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہیں؟ محض آیات کا نام لے لینا ہرگز کفایت نہیں کرتا۔ لم نقصص علیک اور لاتعلمھم۔ پوری تشریح پہلے عرض کی جا چکی ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔

وثانیاً خانصاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک تبیاناً لکل شیئٍ کی آیت سے ہر ہر ذرہ کا اور ہر ہر رطب ویابس کا علم ثابت ہوتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں ہر ہر چیز کا علم ہے اور محض بیان ہی نہیں بلکہ روشن بیان اور صرف مجمل ہی نہیں بلکہ مفصّل۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ "جب فرقان مجید ہر شئے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصّل" (بلفظہ انباء المصطفے ص۳) تو برائے کرم اس الحاد کے دور میں جبکہ منکرین حدیث نمازوں کی اور زکوٰۃ وغیرہ کی پوری تفصیل اور عدد رکعات اہل اسلام سے قرآن کریم کے حوالہ سے چلا چلا کر پوچھتے ہیں تو بتائیے کہ ان کے یہ سوالات قرآن کریم کی کس آیت سے حل ہوں گے؟ اجمالی بیان ناکافی ہوگا، بیان روشن ہو اور بالکل مفصّل۔ کیا ہے فریق مخالف کے کسی غیور اہل دل میں یہ ہمت کہ کم از کم منکرین حدیث کا یہ سوال اور اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوالات قرآن کریم سے حل کر دے اور حل بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصّل؟ فرمائیے تفصیلاً لکل شیئٍ کی آیت سے علم غیب پر استدلال کرنے والوں پر کیا بیتی؟ ع

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر واقعی فرقان مجید میں ہر شئے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصّل، تو بتائیے فقہاء اسلام کو حدیث، اجماع امت اور قیاس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور کیوں پیش آئی؟ بقول خانصاحب فرقان مجید میں تو ہر شئے کا

Marfat.com

روشن اور مفصل بیان مذکور ہے اور قرآن کریم کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے اور خصوصیت سے اجماع اُمت اور قیاس و اجتہاد کی کیا حاجت باقی رہی ؟ اور کیا فقہاء اسلام کی یہ کھلی غلطی اور جسارت نہ ہوگی کہ فرقان مجید کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں وہ غیر معصوم اقوال اور قیاس و اجتہاد کے ظنی قلعہ کے اندر پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ فریق مخالف کو صاف اور دو ٹوک بات کرنی ہوگی۔ ع یا سراسر موم ہو یا سنگ ہو۔

وثالثاً اِن آیات سے استدلال اور احتجاج کرنے میں فریقِ مخالف کی اصل غلطی لفظ کُل کو عموم میں نصِ قطعی سمجھنا ہے اور اسی غلط نظریہ پر اُن کے استدلال کا مدار ہے اور یہی وجہ ہے کہ خانصاحب نے ورد الفاظ میں یوں لکھتے ہیں کہ ـــــ " اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا" (انباء المصطفےٰ ص۴)۔ اب ہم قرآن کریم، صحیح احادیث اور ائمہ لغت بلکہ خود خانصاحب کے حوالہ سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں، غور سے ملاحظہ کریں ۔ اگرچہ لفظ کُل اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے، لیکن استعمال کے لحاظ سے کُل اور بعض اور عموم و خصوص دونوں کے لئے برابر آتا ہے اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کے لئے آتا ہے تب بھی موقع و محل اور داخلی و خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کہیں استغراقی عرفی و اضافی اور بعضیّت کے لئے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ چند دلائل ہدیہ کئے جاتے ہیں بغور ملاحظہ کریں۔

(۱) اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا کہ :۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا — پھر ان کوفتہ چڑیوں کی ایک ایک جزو پہاڑ پر رکھ دیں۔ (پ۳ ۔ رکوع ۳)

یہ ظاہر امر ہے کہ عَلٰی کُلِّ جَبَل کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے اور بڑے قریب و بعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ہمالیہ اور نانگا پربت وغیرہ کی چوٹیوں پر کوفتہ چڑیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کا مکلف ٹھہرایا گیا تھا۔ اس موقع پر عَلٰی کُلِّ جَبَل سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

Marfat.com

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے کفر و شرک اور دیگر معاصی اور جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر بطور تنبیہ بعض آفاقی اور انفسی تکلیفیں مسلط کیں تاکہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آجائیں لیکن جب انہوں نے اثر پذیری کا ثبوت نہ دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :-

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (پ انعام ع) تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔

یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ یہ کہ نبوت و رسالت اور مقبولیت و ولایت اور رضا وغیرہ کے۔

(۳) اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ اور وادی غیر ذی زرع کی مقبولیت کا یوں تذکرہ فرماتا ہے :-

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ (پ قصص ع) کھچے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے

اس دور ترقی میں بھی جبکہ مختلف طرق سے میوے خشک کرلئے جاتے ہیں اور نقل و حرکت کے تیز رفتار اسباب فراوانی سے موجود ہیں ——— اہل مکہ بعض بعض میوہ جات کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس مقام پر بھی لفظ کل سے بعض ہی مراد ہے۔

(۴) حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالیٰ نے باد صرصر اور تیز و تند ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ (پ احقاف ع) یعنی جو ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھی بھی ہرگز تباہ نہ ہوئے تھے۔

(۵) تورات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ اعراف ع) کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ نہ تو واقعۃً تورات میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اس میں درج ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکام تورات میں درج تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شرع محمدی علی صاحبہ الف الف تحیۃ کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی ؟

Marfat.com

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :-

فتجلی لی کل شیئ قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالی فی التوراۃ تفصیلا لکل شیئ والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب	ہم کہتے ہیں کہ فتجلی لی کل شیئ کی حدیث ایسی ہے جیسے تورات کی بابت وارد ہوا ہے تفصیلا لکل شیئ (حالانکہ ہر چیز کی تفصیل اس میں نہیں) اور اصل عموماً ہر مقام کے لحاظ سے تخصیص ہی ہے۔
(تفہیمات الٰہیہ ج ۱ صـ ۲۵)	

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو پیش نظر رکھ کر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یوں ارشاد فرمایا کہ :-

وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (پ ۱۹ ۔ نمل ۔ ع ۲) اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے۔

یہ بالکل درست ہے کہ نبوت ورسالت خلافت اور سلطنت اور دیگر جو سازوسامان ان کی شایان شان تھا، وہ ان کو عطا کیا گیا تھا لیکن بے شمار اشیاء کے علاوہ نہ تو ان کو قرآن کریم ملا ہوا تھا اور نہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور ختم نبوت ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی اور نہ صحابہ کرام رض جیسے صحابہ ان کو میسر ہوئے تھے۔

(۷) حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (پ ۱۶ ۔ کہف ۔ ع ۱۱) اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔

یہ واشگاف بات ہے کہ وہی سامان ان کو ملا ہوگا جو ان کے حال کے مناسب ہوگا، نہ یہ کہ آجکل کے زمانہ سائنس کے آلات واسلحہ اور ہلاکت خیز ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور مصنوعی سیارے وغیرہ بھی ان کو ملے تھے۔

(۸) ملکۂ سبا (بلقیس) کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ۔ (پ ۱۹ ۔ نمل ۔ ع ۲) اور ہر ایک چیز اس کو عطا کر دی گئی تھی۔

اس کو بہت کچھ ملا ہوگا مگر نبوت ورسالت اور ملک سلیمان علیہ السلام تو ہرگز نہیں ملا تھا، بلکہ علامہ ذہبی رح تو لکھتے ہیں کہ کیا بلقیس کو مردانہ خصوصیات اور داڑھی بھی مل گئی تھی؟ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ صـ ۲۵۴)

Marfat.com

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ کُل ہمیشہ اور ہر مقام پر کُل ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ عموم اضافی وعُرفی اور بعض کے لئے بھی آتا ہے اور یہ اُس کے مواقع استعمال ہیں جو منصوص ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کوتاہ فہم کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ آخر میں پیش کردہ تینوں مقامات میں لفظ کُل پر حرف مِنْ داخل ہے جو بعض کے لئے آتا ہے لہٰذا بعضیت تو حرف مِنْ سے ثابت ہوئی نہ کہ لفظاً کُل سے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ لفظ کُل کو ہمیشہ اور ہر مقام پر عموم کے لئے نص قطعی سمجھتے ہیں، اُن کو ان مقامات پر حرف مِنْ کا بہانہ بھی چنداں مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں مِنْ کُلِّ شَیْئٍ کا معنی یہ ہوگا کہ ہر ہر چیز سے کچھ کچھ اور بعض بعض اُن کو عطا ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہوگا کہ دُنیا کے جتنے مرد گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی ڈاڑھی اور مونچھ کا کچھ کچھ حصہ بلقیس کو عطا ہوا تھا؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا کچھ حصہ اور آپ کی جلالتِ شان کا بعض حصہ اور اسی طرح قرآن کریم کی ہر ہر سُورت سے کچھ کچھ حصہ اُن کو مرحمت ہوا تھا؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کو ہر ایک نبی اور رسول کی نبوّت اور رسالت سے کچھ کچھ حصہ ملا تھا؟ کون اِس جھمیلے میں پڑے، بہت سی چیزیں کہنے کی بھی نہیں ہیں سمجھدار آدمی خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ہر چیز سے کچھ اور بعض ملنے کا مفہوم کہاں تک وسیع ہے اور اس سے کیا کچھ مراد نہیں لی جا سکتی؟ اب آپ دو تین حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

(۱) اِس مضمون کی ایک روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیّبہ میں ایسی سخت اور زیادہ بارش ہوئی کہ حَصَتْ کُلَّ شَیْئٍ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۷ وغیرہ) کہ اس نے ہر چیز کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ دیا۔ کافی نقصان ہوا ہوگا۔ لیکن یقینی امر ہے کہ جناب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور صحابۂ کرام رضہ اور اسی طرح دیگر انسان اور جاندار بلکہ مدینہ طیبہ کے مکانات اور مسجد نبوی وغیرہ اس تباہی و بربادی سے یقیناً محفوظ رہے تھے۔

(۲) حضرت ابوسعید الخدری رضہ کا بیان ہے کہ ایک خاص موقع پر ہم ایک قوم کے مہمان بنے مگر

Marfat.com

ان لوگوں نے ہماری ضیافت وغیرہ کی مطلقاً کوئی پروا نہ کی ۔ خدا تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑے سردار کو کوئی زہریلی چیز ڈس گئی ۔ انہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کرنے کے لئے ہماری بڑی منت و سماجت کی فسعوا اللہ بکل شیئ (بخاری ج ۱ ص ۳۰۴ وغیرہ) حتیٰ کہ اُنہوں نے اس پر جھاڑ پھونک کے صلہ میں ہر چیز دینے کی کوشش کی ۔ یہ بالکل نمایاں بات ہے کہ نہ تو انہوں نے اپنی بیویاں اور بچے دینے کی کوشش کی ہو گی اور نہ وہ چیزیں جو اُن کے ملک میں نہ تھیں بلکہ وہ چیزیں بھی ہرگز دینے کی کوشش نہ کی ہو گی جو ان کی ملک میں تھیں جن میں بدن کے تمام اعضاء بھی داخل ہیں سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے مگر یہاں بھی لفظ کل شیئ کا استعمال کیا گیا ہے ۔

(۳) ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ کلہ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲ وغیرہ) سارے ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے ۔ امام ترمذی رح نقل کرتے ہیں کہ دوسری احادیث کے پیش نظر حضرت امام عبد اللہ بن المبارک رح نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لفظ کُل سے یہاں اکثر مراد ہے (کُل اور عموم حقیقی مراد نہیں ہے) اس قسم کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں مگر ہمارا مقصد دلائل کا استیعاب نہیں ہے ۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی رح لفظ کُل کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

وقد جاء بمعنی بعض ضدٌ (القاموس ج ۴ ص ۴۵)	لفظ کُل کبھی بعض کے معنے بھی آتا ہے اور یہ اضداد میں ہے (کہ دونوں ضدوں میں استعمال ہوتا ہے)

اور ملا جیون رح لکھتے ہیں کہ :-

کلمۃ کل یحتمل الخصوص (نور الانوار ص ۵۸)	اور کلمہ کُل خصوص کا احتمال رکھتا ہے ۔

اور مشہور حنفی امام (الفقیہ الاصولی النظار ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل) السرخسی رح المتوفی ۴۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں :-

کلمۃ کُل وھی تحتمل الخصوص نحو کلمۃ مَن ۔ (اصول سرخسی ج ۱ ص ۱۵۷)	اور کلمہ کُل کلمہ مَن کی طرح خصوص کا احتمال رکھتا ہے ۔

Marfat.com

اور علامہ زبیدی رح لکھتے ہیں کہ :-

وقد جاء استعماله بمعنى بعض الى ان قال قال شيخنا وجعلوا منه ايضاً قوله تعالى فكلي من كل الثمرات واوتيت من كل شيئ

(التاج العروس ج ۸ ص۱۰۱)

لفظ کُل کا استعمال کبھی بعض کے معنی میں بھی ہوتا ہے پھر فرمایا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ ائمہ لغت نے فکلی من کل الثمرات میں اور اسی طرح واُوتیت کل شیئ میں لفظ کُل کو بعض ہی کے لئے کہا ہے۔

علامہ محمد طاہر الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

فی قول عثمان رض اما هذا فقال كل ذالك اى بعضه عن امرى وبعضه بغير امرى وهذا مبنى على انه قد يستعمل كل الموضوع للاحاطة بمعنى البعض

(مجمع البحار ج ۳ ص۲۲۹ ومثله فى التاج ج ۸ ص۱۰۱)

(مروان بن حکم کے مخصوص واقعہ میں) جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوا تھا انہوں نے فرمایا ہاں سب کچھ میرے حکم سے ہوا حالانکہ اس مقام پر کل سے مراد بعض ہے یعنی بعض میرے حکم سے اور بعض میرے حکم کے بغیر ہوا اور یہ اس بات پر مبنی ہے کہ لفظ کُل جو احاطہ کے لئے وضع کیا گیا ہے کبھی بعض کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اور مشہور مفسر علامہ خازن رح کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حور و غلمان اس وقت جنت میں موجود ہیں مگر ان پر اس آیت کے پیشِ نظر موت نہیں آئے گی اس لئے کہ :-

لفظة كل لا تقتضى الشمول والاحاطة بدليل قوله تعالى واوتيت من كل شيئ ولم تؤت ملك سليمان عليه السلام (تفسیر ج ۱ ص۳۸۶)

لفظ کُل شمول اور احاطہ کو نہیں چاہتا اس دلیل سے کہ اُوتیت من کل شیئ میں لفظ کُل آیا ہے۔ مگر حضرت سلیمانؑ کا ملک بلقیس کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔

غیر مقلدین حضرات بھی جن کی بعض مقامات میں گاڑی ہی لفظ کُل کی تعمیم پر چلتی ہے اس پر مجبور ہیں کہ کبھی لفظ کُل اکثر کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس وقت اس سے استغراق حقیقی مراد نہیں ہوتی۔ (دیکھئے پرچہ اہلحدیث امرتسر یکم ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ) اور ان کے مشہور عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب

Marfat.com

مبارکپوری رح لکھتے ہیں کہ :-

والمراد بالکل الاکثر وھو مجاز قلیل الاستعمال — مراد کُل سے اکثر ہے اور وہ مجاز ہے قلیل الاستعمال

تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص۱۵)

علامہ فیروز آبادی رح لفظ کُل کو اضداد سے مانتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک لفظ کُل بعض کے لئے مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہی ہے اور دیگر حضرات اس کو بکثرت بعض کے لئے مستعمل تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح تو اصل ہی تخصیص قرار دیتے ہیں تو اس لحاظ سے عموم اور احاطہ خلاف اصل ہو گا، اور اتنے کثیر استعمال کے باوجود بھی اگر مبارکپوری رح کے نزدیک قلیل الاستعمال ہے تو شاید قلیل الاستعمال اور کثیر الاستعمال الفاظ کے لئے ان کے نزدیک قاعدہ اور اصطلاح ہی جُدا ہوگی۔ ع

رکھ لیا ہے نام اس کا آسماں تحریر میں

لیجئے اب وہ وقت آگیا ہے جس میں خانصاحب بریلی کو خود اُن کے حوالہ سے لفظ کُل کا غیر محیط اور غیر مستغرق ہونا منوایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ :-

"کبھی کُل سے اکثر مراد ہوتا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ جلد اوّل ص۴۳۷)

غور کیجئے کہ خانصاحب کا یہ غلط دعوٰی کہ —— "اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا (انباء المصطفےٰ ص۷) کتنا غلط اور باطل ہے اور دیگر دلائل کے علاوہ خود خانصاحب کے حوالہ سے اس کا بطلان ثابت ہو گیا اور خانصاحب کی سب ہیرا پھیری کی منطق کافور ہو گئی۔ سچ ہے

ہُوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

ورابعاً ضرورت تو نہیں کہ اس بحث کے بعد ہم کچھ اور بھی عرض کریں مگر محض تکمیل بحث کے لئے یہ بیان کئے دیتے ہیں کہ مفسرین کرام رح نے تبیاناً لکل شیء اور اسی مضمون کی دوسری آیات کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے

علامہ بغوی رح لکھتے ہیں کہ :-

Marfat.com

تبیانا لکل شیئ یحتاج الیه من الامر والنھی والحلال والحرام والحدود والاحکام

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۱۳)

تبیاناً لکل شیئ کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی امر و نہی اور حلال و حرام اور حدود و احکام میں ضرورت اور حاجت پڑتی ہے وہ بیان کی گئی ہے۔

اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

تبیانا لکل شیئ من امور الدین اما فی الاحکام المنصوصۃ فظاھر وکذا فیما ثبت بالسنۃ اوبالاجماع او بقول الصحابی او بالقیاس لان مرجع الکل الی الکتاب حیث امرنا فیه باتباع رسوله وطاعته الخ (المدارک ج ۱ ص ۴۲)

تبیاناً لکل شیئ سے امورِ دین کا بیان کرنا مراد ہے احکامِ منصوصہ میں تو بالکل ظاہر ہے اور اسی طرح جو احکام سنت یا اجماع یا قولِ صحابی یا قیاس سے ثابت ہیں کیونکہ ان سب کا مرجع کتاب اللہ ہی ہے کہ اس میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور طاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ الخ

اور علامہ معین بن صفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

تبیانا لکل شیئ بیانا بلیغاً لکل شیئ یحتاجون الیہ من امور الدین۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۲)

تبیاناً لکل شیئ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں امورِ دین کی ہر ایسی چیز کا بیان بلیغ موجود ہے جس کی لوگوں کو حاجت پڑتی ہے۔

اور علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ:۔

قال مجاھد رح یعنی لما امر بہ وما نھی عنہ وقال اھل المعانی تبیانا لکل شیئ یعنی من امور الدین اما بالنص علیہ او بالاحالۃ علی ما یوجب العلم بہ من بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیّن ما فی القرآن من الاحکام والحدود والحلال

حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شیئ سے مامور بہ اور منہی عنہ مراد ہے اور اہلِ معانی فرماتے ہیں کہ تبیاناً لکل شیئ سے امورِ دین مراد ہیں یا تو نص کی وجہ سے اور یا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ نے قرآن کریم کے پیش کردہ احکام اور حدود اور حلال و حرام اور تمام

Marfat.com

والحرام وجمیع المامورات والمنہیات و اجماع الامّت فھو ایضاً اصل ومفتاح لعلوم الدین (تفسیر خازن ج ۴ ص ۹)

مامورات اور منہیات بیان فرمائے ہیں اور اجماع امت کے ساتھ جو کچھ ثابت ہے وہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اجماع بھی علوم دین کی ایک اصل اور مفتاح ہے۔

نیز وہ لکھتے ہیں کہ :۔

بیّن فی ھذہ الآیۃ المامور بہ والمنھی عنہ علیٰ سبیل الاجمال فما من شیئٍ یحتاج الیہ الناس فی امر دینھم مما یجب ان یؤتی بہ او یترك الا وقد اشتملت علیہ ھذہ الآیۃ (خازن ج ۴ ص ۹۱)

اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں مامور بہ و منہی عنہ کو علیٰ سبیل الاجمال بیان فرما دیا ہے سو کوئی چیز ایسی نہیں جس کی حاجت لوگوں کو امورِ دین میں پیش آئے جس کا کرنا یا چھوڑنا واجب ہے مگر اس کا بیان اس آیت میں کر دیا گیا ہے۔

قاضی بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ :۔

تبیاناً لکل شیئٍ من امور الدین (تفسیر بیضاوی ج ۲ ص)

امور دین کی واضح تشریح اس میں موجود ہے

اور علامہ جلال الدین رح لکھتے ہیں کہ :۔

تبیاناً لکل شیئٍ یحتاج النّاس الیہ من امر الشریعۃ (جلالین ص ۲۲۴)

تبیاناً لکل شیئٍ سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی لوگوں کو امرِ شریعت میں حاجت ہو سکتی ہے۔

اور امام رازی رح نے اسی کے قریب تفسیر کبیر ج ص میں لکھا ہے۔

اور عمدۃ المفسّرین حافظ ابنِ کثیر رح لکھتے ہیں کہ :۔

تبیاناً لکل شیئٍ قال ابن مسعود رض بیّن لنا فی ھذا القرآن کل علم و کل شیئٍ و قال مجاھد رح کل حلال و حرام و قول ابن مسعود رض اعم و اشمل فان القرآن اشتمل علیٰ کل علم نافع من خبر ما سبق و علم ما سیأتی و کل حلال و

تبیاناً لکل شیئٍ کا مطلب حضرت ابنِ مسعود رض نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس قرآن میں ہر علم اور ہر شے بیان کی ہے اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ ہر حلال اور ہر حرام بیان کیا گیا ہے اور حضرت ابنِ مسعود رض کا قول اعم اور اشمل ہے کیونکہ قرآن کریم ہر

Marfat.com

حرام وما الناس الیه محتاجون فی امر دنیاهم ودینهم ومعاشهم ومعادهم

تفسیر ابن کثیر

ج ۲ ص ۵۸۲

نافع علم پر مشتمل ہے جس میں پہلے لوگوں کی خبریں ہیں، اور آئندہ آنے والے واقعات کا علم ہے اور ہر حلال وحرام کا اور اسی طرح لوگ اپنے دین اور دنیا اور معاش ومعاد میں جس چیز کے محتاج ہیں اس میں یہ سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔

علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

والمراد من کل شیٔ علی ما ذهب الیه جمع ما یتعلق بامور الدین ای بیانا بلیغاً لکل شیٔ یتعلق بذلك ومن جملته احوال الامم مع انبیائهم علیهم السلام وکذا ما اخبرت به هذه الآیة من بعث الشهداء وبعثه علیه الصلوٰة والسلام فانتظام الآیة بما قبلها ظاهر والدلیل علی تقدیر الوصف المخصص للشیٔ للمقام وان بعثة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام انما هی لبیان الدین اھ

(روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۴)

کل شیٔ سے مراد جیسا کہ مفسرین کرام رح کی ایک بڑی جماعت اس کی طرف گئی ہے وہ امور ہیں جو دین سے متعلق ہوں یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو امم سابقہ کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آئے اور اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی کیسے ہوگی؛ اس اعتبار سے آیت کا ماسبق کے ساتھ ربط بالکل ظاہر ہے اور کل شیٔ سے امور دین کے وصف مخصص کی ضرورت بحسب مقام ضروری ہے علاوہ بریں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین کے لئے ہوتی ہے لہٰذا امور دین کی قید لگائی گئی ہے۔

یہ جتنے مفسرین کرام رح ہیں تمام معتبر اور مستند ہیں اور اہل السنت والجماعت کے مسلم مفسر

Marfat.com

ہیں۔ معتزلہ اور شیعہ بھی اس آیت میں اصول عربیت اور دیگر شرعی قواعد کے پیش نظر امورِ دین اور امورِ شرع کی قید لگانے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ علامہ جاراللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ :۔

تبیاناً لکل شیءٍ المعنی انہ بیّن من امورِ الدین اھ (کشاف ج ۲ ص ۶۲۸) — تبیاناً لکل شیءٍ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امورِ دین کو بیان کیا ہے۔

اور مشہور شیعی مفسر ابو علی الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسی المتوفی ۵۴۸ھ لکھتا ہے کہ :۔

ومعناہ لیبیّن کل شیءٍ یحتاج الیہ من امور الشرع اھ (مجمع البیان ج ۲ ص ۴۶) — اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز اس میں بیان ہوگی جس کی طرف امورِ شرع میں حاجت پڑتی ہے۔

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ تبیاناً لکل شیءٍ کی آیت سے حسب تصریح مفسرین کرام رح اہل سنّت والجماعت (بلکہ مع معتزلہ اور شیعہ کے) صرف امورِ دین مراد ہیں عام اس سے کہ حلال و حرام سے متعلق ہوں یا اوامر و نواہی سے، ماسبق کے حالات ہوں یا آئندہ کے، دُنیا میں پیش آنے والے ہوں یا آخرت میں وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت سے غیر شرعی امور اور غیر دینی احکام کا اثبات بھی کارے دارد، چہ جائیکہ اس سے علم غیب ثابت ہو جس میں بقول احمد رضا خان صاحب کوئی ذرّہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ (انباء المصطفےٰ ص ۳) خانصاحب کا تو یہ دعوےٰ ہے کہ قرآن کریم ہر ایک چیز کا بیان ہے اور قرآنِ کریم جن علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں مگر امام سیوطی رح لکھتے ہیں کہ :۔

واعلم ان علوم القرآن ثلاثۃ اقسام الاوّل علم لم یطلع اللہ علیہ احداً من خلقہ و ھو ما استأثر بہ من علوم اسرار کتابہ من معرفۃ کنہ ذاتہ وغیوبہ التی لا یعلمھا الا ھو وھذا لا یجوز لاحد الکلام فیہ بوجہ من الوجوہ اجماعاً (اتقان ج ۲ ص ۱۰۳) — تُو جان لے کہ علوم قرآن تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ قسم ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کیا اور وہ ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب کے رموز میں اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار اور اُن غیوب کو جن کا علم اس کے بغیر اور کسی کو نہیں صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اس قسم کے

Marfat.com

علم میں کسی وجہ سے کسی کے لئے کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

اور نیز لکھتے ہیں کہ :۔

واما مالا یعلمہ الا اللہ تعالیٰ فھو یجری مجری الغیوب نحو الآی المتضمنۃ لقیام الساعۃ وتفسیر الروح والحروف المقطعۃ وکل متشابہ فی القرآن عند اھل الحق فلا مساغ للاجتہاد فی تفسیرہ

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالےٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیوب کی مد میں ہے مثلاً وہ آیتیں جو قیام قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف مقطعات پر مشتمل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث یا اجماع امت سے حاصل ہوں (اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے)

نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں کہ :۔

ومتشابہ لایعلمہ الا اللہ تعالیٰ ومن ادعیٰ علمہ سوی اللہ تعالیٰ فھو کاذب (ج ۲ ص۱۵۱)

اور اللہ تعالےٰ کے بغیر متشابہ کو اور کوئی نہیں جانتا اور بجز اللہ تعالےٰ کے کوئی اور متشابہ کے علم کا مدعی ہو تو وہ سراسر جھوٹا ہے (یعنی علم قطعی جو مختلف فیہ ہے نہ کہ ظنی)

مفتی احمد یار خان صاحب کی جہالت ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔ (وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ) جواب، اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا کہ ہم نے متشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں الخ ان قال اسی لئے حنفی مذہب کا متفقہ عقیدہ ہے حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں" بلفظہ اجاء الحق ص۱۱۴) حنفیوں کا یہ عقیدہ اور وہ بھی اتفاقی؟ لاحول ولاقوۃ۔ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیئے ولم یظھر احداً من خلقہ علیھا (ص۳۱) کہ اللہ تعالےٰ نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔

Marfat.com

خانصاحب کی مطلب پرستی

خانصاحب نے ان اقوال سے گلوخلاصی کی جو ناکام کوشش کی ہے وہ بھی قابلِ دید ہے۔

چنانچہ ملفوظات حصہ سوم صٓ میں لکھا ہے :۔

"غرض بہت سے مقامات پر ائمہ تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے مثلاً قاضی بیضاوی رح نے یا اور ائمہ مثلاً خازن رح وغیرہ نے تبیاناً لکل شیءٍ کو مخصص بتایا ہے، ارشاد قاضی بیضاوی رح یا خازن رح وغیرہ ائمہ تفسیر نہیں کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات۔ ائمہ تفسیر صحابہ رض ہیں اور تابعینِ عظام رح تابعین میں بھی عظام کی تخصیص ہے"۔ بلفظہٖ۔

خانصاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ تیرھویں صدی کا ایک متقسر صاوی تو آپ کے نزدیک مفسّر ہے اور اس کی بات بھی حجت ہے اور اسی طرح جمل وغیرہ مفسّر ہیں اور ان کی تفسیر حجت ہے مگر قاضی بیضاوی رح اور خازن رح وغیرہ مفسّر نہیں ہیں جن کو تمام اہل السنّت بالاتفاق مفسّر تسلیم کرتے ہیں اس کی خاص اور صحیح وجہ بتائیں۔ اور کیا خانصاحب کے نزدیک علامہ بغوی رح، حافظ ابن کثیر رح اور علامہ آلوسی رح وغیرہ بھی ائمہ تفسیر میں شامل ہیں یا نہیں؟ سوچ کر بتائیے گا اور کیا حضرت مجاہد بن جبر رح جو تابعین عظام رح میں سے ہیں وہ بھی ائمہ تفسیر میں ہیں یا نہیں؟ تمام اہل السنّت تو ان کو تابعین میں درجہ اوّل کا مفسّر مانتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن، سنّت اور صحابہ رض سے نہ مل سکے :۔

فقد رجع کثیر من الائمۃ فی ذالک الی اقوال التابعین کمجاھد بن جبر رح فانہ کان اٰیۃً فی التفسیر (ج ۱ صٓ)	تو بہت سے ائمہ دین نے تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا ہے جیسے مجاہد بن جبر رح کیونکہ وہ درجۂ اوّل کے مفسّر تھے۔

اور امام سیوطی رح نقل کرتے ہیں کہ :۔

فمن المبرزین منھم مجاھد رح قال الفضل	تابعین رح کے اندر فنِ تفسیر میں گوئے سبقت لے جانے

Marfat.com

بن میمون سمعت مجاہدًا یقول عرضت القرآن
علی ابن عباس رض ثلاثین مرۃ وعنہ ایضاً
قال عرضت المصحف علی ابن عباس ثلاث
عرضات اقف عند کل آیۃ منہ واسئالہ
عنہا فیما نزلت وکیف کانت وقال خصیف
کان اعلمہم بالتفسیر مجاہد وقال النووی رح
اذا جاءک التفسیر عن مجاہد فحسبک بہ
قال ابن تیمیۃ رح ولہذا یعتمد علی تفسیرہ
الشافعی رح والبخاری رح وغیرہما من اہل العلم
(تفسیر اتقان ج ۲ صـ ۱۸۹ طبع مصر)

والے حضرت مجاہد رح ہیں۔ فضل بن میمون رح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے سُنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے تیس مرتبہ قرآن کریم حضرت ابن عباس رض پر پیش کیا ہے اور نیز فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباس رض پر اس طرح قرآن کریم پیش کیا کہ ہر آیت کے پاس ٹھہرتا اور اُس کے شانِ نزول اور مطلب کے بارے میں حضرت ابن عباس رض سے پوچھتا جاتا۔ خصیف رح کا بیان ہے کہ تمام تابعین میں حضرت مجاہد رح فنِ تفسیر کے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں کہ جب مجاہد رح سے تجھے تفسیر پہنچ جائے تو تجھے بس ہے۔ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ مجاہد کی تفسیر پر حضرت امام شافعی رح اور امام بخاری رح وغیرہ اہل علم مکمل اعتماد کرتے ہیں۔

یہ حافظ ابن تیمیہ رح وہی ہیں جن کی فقاہت کو اگرچہ نہیں مانتے مگر وسعتِ علمی کے بارے میں خانصاحب لکھتے ہیں کہ "علماء نے ابنِ تیمیہ رح کو لکھا ہے علمہ اکبر من عقلہ، اُس کا علم اُس کی عقل سے بڑا ہے۔ علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو" (ملفوظات حصہ اول صـ ۱۶) اور گزر چکا ہے کہ حضرت مجاہد رح نے ایک روایت میں اس آیت میں کل شیء کی تفسیر حلال اور حرام سے اور دوسری میں مامور بہ اور منہی عنہ سے کی ہے۔

اور کیا خانصاحب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رض بھی مفسر ہیں یا نہیں؟ جمہور علمائے اسلام تو ان کو صحابۂ کرام رض میں درجہ اول کا مفسر تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ صـ ۳ وغیرہ) اور امام نووی رح تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ فنِ تفسیر میں وہ خلفائے راشدین رض سے بھی بڑھے

Marfat.com

ہوئے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۲ صـ ۲۹۳) اور حضرت ابن مسعود رضؓ تو بقول حافظ ابن کثیر رحؒ تبیاناً لکل شیئٍ کی تفسیر ہر علم نافع سے اور حلال و حرام اور اخبارِ غیب کے علاوہ ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی لوگوں کو دین اور دنیا اور معاش و معاد وغیرہ میں ضرورت ہو اور علوم غیر نافعہ کی بحث ہم نے پہلے باحوالہ عرض کر دی ہے اور یہ وہی ابن مسعود رضؓ ہیں جو امور خمسہ کا علم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم نہیں کرتے خانصاحب! آپ اگر تبیاناً لکل شیئٍ کی اپنی خود ساختہ اور خانہ ساز تفسیر کے بغیر اور کسی مفسر کی تفسیر نہیں سُننا چاہتے تو صاف یہ فرما دیں کہ میرا قلب مبارک اپنی خانہ ساز تفسیر کے علاوہ کسی اور تفسیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر یہ عذرِ لنگ کیا ہوا کہ قاضی بیضاوی رحؒ اور علامہ خازن رحؒ وغیرہ ائمہ تفسیر مفسر ہی نہیں ہیں؟ اور اس لحاظ سے یقین کیجئے کہ خانصاحب کے نزدیک کوئی مفسر مفسر ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ سو فیصدی مفسرینِ کرام تبیاناً لکل شیئٍ کا معنیٰ اجمالاً یا تفصیلاً امورِ دین یا ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی دین اور دنیا معاش و معاد میں لوگوں کو حاجت پیش آئے۔

اِس مبسوط بحث کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر مختصر طریقہ پر سورۂ یوسف اور سورۂ انعام وغیرہ کی آیتوں کی بطورِ نمونہ چند تفسیریں عرض کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے چنانچہ امام بغوی رحؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وتفصیل کل شیئٍ مما یحتاج العباد الیہ من الحلال والحرام والامر والنہی (معالم ۲ صـ ۱۷۰)

ہر چیز کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ حلال و حرام اور امر و نہی وغیرہ جس کی ضرورت بندوں کو پیش آتی ہے اس کی تفصیل ہے

اور امام جلال الدین رحؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وتفصیل تبیین کُلِّ شیئٍ یحتاج الیہ فی الدین ۔ (جلالین صـ ۲۰۰)

تفصیل کل شیئٍ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کی گئی ہے جس کی دینی لحاظ سے لوگوں کو حاجت ہو

اور حافظ ابن کثیر رحؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وتفصیل کلّ شیئٍ من تحلیل وتحریم ومحبوب ومکروہ وغیر ذالک من الامر بالطاعات و

تفصیل کل شیئٍ سے حلال و حرام محبوب و مکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات و مستحبات اور محرمات سے نہی اور

Marfat.com

الواجبات والمستحبات والنهی عن المحرمات وماشاکلها من المکروهات والاخبار عن الامور الجلیة وعن الغیوب المستقبلة المجملة والتفصیلیة والاخبار عن الرب تبارک وتعالے بالاسماء والصفات وتنزهه عن مماثلة المخلوقات
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۴۹۹)

اور اسی طرح مکروہات وغیرہ سے کنارہ کشی کرنا وغیرہ مراد ہے اور نیز بڑے بڑے امور کی خبر دینا اور اسی طرح غیوب مستقبلہ کے بارے میں کچھ اجمالی اور کچھ تفصیلی خبر دینا اور اللہ تعالے کے اسماء اور صفات اور اس کے مخلوقات کی مماثلت سے منزہ اور مبرا ہونے کی خبر دینا اس میں شامل ہیں۔

اور سورۂ انعام کی آیت کا ٹکڑا بعض مفسرین کرام رح کے نزدیک لوح محفوظ سے متعلق ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص۱۳۱ وجلالین ص۱۱۵ وغیرہ)

اور جو حضرات الکتاب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں وہ بھی اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اس میں من شیٔ سے کل اشیاء مراد نہیں چنانچہ حضرت امام رازی رح لکھتے ہیں کہ :-

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ یجب ان یکون بعبیان الاشیاء التی یجب معرفتها۔
(تفسیر کبیر ج ص)

ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ میں جو من شیٔ کا لفظ ہے وہ عام نہیں ہے بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری اور جن کا علم لابدی اور ضروری ہے۔

اور علامہ ابوالسعود الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

ای ماترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المهمة
(تفسیر ابی السعود ج ص)

ہم نے قرآن کریم میں اشیاء مہمہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا بیان ہم نے نہ کر دیا ہو۔

اور امام جلال الدین سورۂ بنی اسرائیل (جو مکی ہے) کی ایک آیت کے اس ٹکڑے وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ الآیۃ کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

وَکُلَّ شَیْءٍ یحتاج الیه فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلاً
(جلالین ص۲۳۱)

وکل شیٔ فصلنٰه تفصیلاً کا یہ معنی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی حاجت پڑتی ہے ہم نے اس کی تفصیل کر دی ہے۔

Marfat.com

اور امام رازی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً ای کل شیٔ بکم الیه حاجة اھ (تفسیر کبیر ج۵ ص۲۷۷)

ہر وہ چیز جس کی تمہیں حاجت تھی ہم نے بیان کر دی ہے۔

اور سورۂ اعراف میں تورات کے بارے میں تَفْصِيلاً لِكُلِّ شَيْءٍ آیا ہے اس کی تفسیر میں امام بغوی رح لکھتے ہیں کہ :۔

لکل شیٔ من الامر والنھی والحلال والحرام والحدود والاحکام (معالم ج۲ ص۲۸)

کل شئی سے امر و نہی، حلال و حرام اور حدود و احکام مراد ہیں۔

اور امام جلال الدین رح لکھتے ہیں کہ :۔

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یحتاج الیه فی الدین (جلالین ص۱۴۱)

من کل شئی سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی دین میں لوگوں کو حاجت ہو۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :۔

وان اللہ کتب له فیها مواعظ واحکاما مفصلة مبینة للحلال والحرام (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۴۶)

اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تورات میں مواعظ و احکام مفصّل طور پر بیان کئے جن میں حلال و حرام کی پوری تفصیل موجود تھی۔

اور نیز لکھتے ہیں :۔

وتفصیلا لکل شیٔ لما یحتاج الیه فی شریعته (ج۲ ص۱۹۱)

کہ تفصیلاً لکل شئی سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی حضرت موسیٰ ع کی شریعت میں ضرورت تھی۔

اور دوسرے مقام پہ لکھتے ہیں کہ :۔

وتفصیل لکل ما یحتاجون الیه من الحلال والحرام۔ (البدایہ والنہایہ ج۱ ص۲۸۵)

تفصیل لکل شئی سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی طرف لوگوں کو حلال و حرام میں ضرورت پڑتی ہے اس میں مفصّل بیان کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

یہ ہیں تفصیلاً لکل شیٔ وغیرہ کی وہ آیات جن سے فریقِ مخالف نے علمِ غیب کُلّی پر استدلال کیا ہے اور اپنے مدعی پر اہل السنت والجماعت کے کم از کم دو معتبر اور مستند مفسرین کرام رح کے اقوال سے تائید پیش کرنے سے سراسر عاجز و قاصر ہے، دو تو رہے بجائے خود کسی ایک معتبر اور مستند مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علم غیب کُلّی کا قیامت تک اثبات محال ہے۔ دیدہ باید۔

رہی یہ بات کہ ہر چیز ہی دین ہے جیسا کہ فریقِ مخالف کے بعض بے باک مناظر کہہ دیا کرتے ہیں تو یہ ایک نہایت مہمل اور فرسودہ بات ہے کیونکہ ہم پہلے مختلف ابواب میں امورِ دین اور دُنیا کا فرق نیز جادو، کہانت، شعبدہ، نجوم اور سیمیا وغیرہ کے غیر دینی اور غیر مفید ہونے کا پورے دلائل سے ثبوت پیش کر آئے ہیں۔ فریقِ مخالف ہی از رہ انصاف و دیانت یہ بتلائے کہ ہر ایک انسان و حیوان حتیٰ کہ کتے کے سر اور بدن کے بالوں کی تعداد کے جاننے کو دین سے کیا تعلق ہے؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں اور مچھر اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے اور کتنے مرے، بتلائیے کہ ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اور یہ کہ گدھے اور کتے وغیرہ وغیرہ لاتعداد جانور اتنی اتنی دفعہ زندگی میں جفتی کریں گے اور اتنی دفعہ اور اتنے قطرات پیشاب کریں گے وغیرہ وغیرہ ان لایعنی باتوں کا دین سے کیا لگاؤ ہے؟ اور ان کا ثبوت قرآن کریم کی کس کس سُورت اور کس کس آیت سے ہو سکتا ہے؟ العیاذ باللہ! الغرض تفصیلاً لکل شیٔ وغیرہ کی آیات سے علم غیب کُلّی پر استدلال کرنا قرآن کریم، صحیح احادیث، اجماعِ اُمت اور عقلِ صریح کے بالکل خلاف ہے جو یقیناً مردود ہے ؎

آتی ہے اک آواز مجھے دل کی طرف سے
منزل کا بلاوا ہے یہ منزل کی طرف سے

لطیفہ: جس طرح غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے اسی طرح تبیاناً لکل شیٔ سے اس پر دلیل قائم کرنا بھی اہل تشیع سے مستعار ہے۔ چنانچہ ان کی مشہور و معروف کتاب اصولِ کافی میں امام جعفر صادق رح کی طرف یہ بات کی گئی ہے کہ:۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لو کنت بین	امام ابو عبد اللہ رح نے فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور

Marfat.com

موسیٰ ع وخضر ع لاخبرتہما انی اعلم منہما انی لا علم ما فی السّمٰوٰت وما فی الارض واعلم ما فی الجنّة واعلم ما فی النار واعلم ما کان وما یکون فرای ان ذالک کبر علی من سمعه فقال علمت من کتٰب الله فیه تبیان کل شیٔ (اصول کافی ص۱۴۰)

حضرت خضر علیہما السّلام کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتلا دیتا کہ میں ان دونوں سے بڑا عالم ہوں کیونکہ میں آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو جانتا ہوں اور جنت اور دوزخ کی چیزوں کو جانتا ہوں اور جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ ہو گا میں اس کو بھی جانتا ہوں جب انہوں نے محسوس کیا کہ لوگوں پر یہ بات گراں گزر رہی ہے تو وہ فرمانے لگے میں نے یہ سب کچھ قرآن کریم سے معلوم کیا ہے کیونکہ فِیْهِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے

لیجیے غیر اللہ کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کا قارورہ کس فرقہ سے جا ملا ہے۔ کیا خوب ہے

یہ مدعیٔ اسلام تو ہیں ساتھی ہیں مگر بیگانوں کے
تقویٰ کی وہ بو ہی ان میں نہیں وہ رنگ نہیں ایمانوں کے

دلیلِ دوم

فریقِ مخالف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کلی کو یوں قیاس کیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے تھے، اور ایک آیت کا یہ ٹکڑا اس کی دلیل ہے کہ :-

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (پ۱۔ بقرہ۔ رکوع ۴)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے پھر اس نے وہ سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے بڑھ کر ہے لہٰذا آپ کو بطریقِ اولیٰ ان سب چیزوں کے نام اور ان کے علوم حاصل ہوں گے۔ اور جب آپ کو تمام ما کان وما یکون کا

Marfat.com

علم عالم ہوگیا تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہوگیا۔ (محصلہ۔ دیکھئے خالص الاعتقاد صـ۱۳ وجاء الحق از صـ۴۳ تا صـ۴۲ وغیرہ)

جواب :۔

فریق مخالف کا یہ استدلال بھی قطعاً باطل ہے :۔

اولاً اس لئے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ثانیاً یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ کُل عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لئے آتا ہے اور کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا اور ہم اس کی بما لا مزید علیہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ نظریہ باطل ہے اور بتا چکے ہیں کہ یہ بعض اور اکثر کے معنیٰ میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

وثالثاً اگر وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے حضرت آدم علیہ السلام کو کلی علم غیب مل چکا ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعوے ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان لعین نے دھوکا دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر کیوں ان کو پھسلایا ؟ حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابلیس مردود کا یہ مکر بعد کو پیش آیا تھا کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جمیع ما کان وما یکون کے عالم ہوتے ہوئے خناس کے فریب میں آگئے ؛ اور ہم قدرے تفصیل کے ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں کہ ان کو علم غیب حاصل نہ تھا، قرآن کریم اور صحیح حدیث سے کچھ حوالجات درج کر آئے ہیں، وہاں ہی ملاحظہ کر لیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ورابعاً الاسماء کلہا کی مفسرین کرامؒ نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں۔ چنانچہ علامہ خازنؒ لکھتے ہیں کہ :۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا فقال یا آدم هذا بعير وهذا فرس وهذه شاة حتى اتى على آخرها وقيل علمه اسماء الملائكة وقيل اسماء الذرية وقيل علمه اللغات

وعلم آدم الاسماء کلہا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو یوں تعلیم دی کہ اے آدم یہ اونٹ ہے اور یہ گھوڑا ہے اور یہ بکری ہے حتیٰ کہ اخیر تک اشیاء کے نام بتلائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے آدمؑ

Marfat.com

كلّها۔

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۰۲)

کو فرشتوں کے نام بتائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی ذریت کے نام بتائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو سب لغات کی تعلیم دی گئی۔

علامہ بغوی رح لکھتے ہیں کہ:۔

قال ابن عباس رح ومجاھد رح وقتادہ رح علمہ اسم کل شیئ حتی القصعۃ والقصیعۃ وقیل اسم ماکان ومایکون الی یوم القیٰمۃ وقال الربیع بن انس رح اسماء الملٰئکۃ وقیل اسماء ذریتہٖ وقیل صنعۃ کل شیئ قال اھل التاویل ان اللہ عز وجل علّم اٰدم جمیع اللغات ثم یتکلم کل واحد من اولادہ بلغۃٍ فتفرقوا فی البلاد واختص کل فرقۃ منھم بلغۃٍ

(معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۱)

حضرت ابن عباس رضؓ اور مجاہد رح اور قتادہ رح نے فرمایا کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کو بتلا دیا حتیٰ کہ بڑے اور چھوٹے پیالے تک کے نام اُن کو بتا دیئے گئے تھے اور کہا گیا ہے کہ سابق اور قیامت تک ہونے والی اشیاء کے نام ان کو بتائے گئے اور ربیع بن انس رح کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام اُن کو بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ان کو اولاد کے نام بتائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ہر چیز کی صنعت اور حرفت کی تعلیم اُن کو دی گئی اور اہلِ تاویل نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم ع کو جمیع لغات کی تعلیم دی پھر ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرقہ نے ایک خاص لُغت کے ساتھ تکلم اختیار کیا اور مختلف شہروں میں بکھر گیا۔

اور علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوب رح لکھتے ہیں کہ:۔

وعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اسماء الذریۃ ویقال اسماء الدواب وغیر ذلک حتی القصعۃ والقصیعۃ والسکرجۃ

(تنویر المقباس ج ۱ ص ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کو سب اشیاء کے نام بتائے یعنی ان کی ذریت کے نام بتائے اور کہا جاتا ہے کہ جانوروں وغیرہ کے نام بتائے گئے حتیٰ کہ بڑے اور چھوٹے پیالے اور رکابی تک کے نام اُن کو بتائے گئے۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

عن ابن عباسؓ (بروایۃ السدی) وعلّم آدم الاسماء کلّھا قال علمہ اسماء ولدہ انسانا انسانا و الدواب فقیل ھذا الحمار وھذا الجمل و ھذا الفرس وقال الضحاک عن ابن عباسؓ وعلّم آدم الاسماء کلّھا قال ھی ھذہ الاسماء التی یتعارف بھا الناس انسان ودواب و سماء وارض وسھل وبحر وجبل وحمار واشباہ ذالک من الامم وغیرھا الی ان قال عن ابن عباسؓ وعلّم آدم الاسماء کلّھا قال علّمہ اسم کل دابۃ وکل طیر وکل شئ وکذالک روی عن سعید بن جبیر وقتادہ وغیرھم من السلف انہ علمہ اسماء کل شئ وقال الربیع فی روایۃ عنہ اسماء الملائکۃ وقال حمید الشامی اسماء النجوم وقال عبدالرحمٰن بن زید علّمہ اسماء ذریتہ کلھم واختار ابن جریر انہ علمہ اسماء الملائکۃ واسماء الذریۃ الی ان قال الصحیح انّہ علمہ اسماء الاشیاء کلّھا ذواتھا وصفاتھا وافعالھا الخ

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۳)

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان کی اولاد اور حیوانوں میں سے ایک ایک انسان اور حیوان کا نام بتایا سو کہا گیا یہ گدھا ہے یہ اونٹ ہے یہ گھوڑا ہے اور ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سب چیزوں کے نام بتائے یہی نام جن سے لوگ متعارف ہیں مثلاً انسان اور جانور آسمان و زمین خشکی اور دریا گھوڑا اور گدھا وغیرہ ذالک من الامم۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ہر چوپائے اور ہر پرندے اور ہر چیز کا نام بتا دیا۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر رح اور قتادہ رح اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو بتا دیا اور ربیع کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام بتائے۔ اور حمید شامی کہتے ہیں کہ ستاروں کے نام بتائے۔ اور عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ سب اولاد کے نام بتلائے اور ابن جریر نے اس کو اختیار کیا ہے کہ فرشتوں کے اور ذریت کے نام بتائے۔ پھر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب چیزوں کی ذوات و صفات اور افعال بتائے۔

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

ومعنی تعلیمہ اسماء المسمیات انہ تعالیٰ اراہ

اسمائے مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

الاجناس التی خلقها و علمہٗ ان ھذا اسمہ فرس و ھذا اسمہ بعیر و ھذا اسمہٗ کذا و ھذا اسمہ کذا و عن ابن عباس رض علمہٗ اسم کل شیٔ حتّٰی القصعۃ و المغرفۃ

(مدارک ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت آدم ؑ کو اُن جنسوں کا علم دے دیا جو خدا تعالٰے نے پیدا فرمائیں اور یہ بتا دیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور اس کا نام اونٹ ہے اور ان کا یہ اور اس کا یہ نام ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا نام بتایا حتٰی کہ پیالہ اور چمچہ کا نام بھی بتایا۔

اور مفتی محمد عبدہ المصری رح لکھتے ہیں کہ :۔

ای اودع فی نفسہ علم جمیع الاشیاء من غیر تحدید ولا تعیین

(المنار ج ۱ ص ۲۶۲)

یعنی اللہ تعالٰے نے حضرت آدم کی فطرت اور اُن کی طبیعت میں جمیع اشیاء کا بغیر تحدید و بغیر تعیین کے علم ودیعت رکھ دیا۔

ان تمام تفاسیر کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد بخوبی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ الاسماء کلّھا کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے اقوال کتنے مختلف ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ مگر قدرِ مشترک سب میں یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالٰے نے اُن اشیاء کے نام بتائے جن کی اُن کو ضرورت اور حاجت پیش آسکتی تھی اور فرشتوں کے حال سے اُن کی مناسبت نہ تھی۔ آخر فرشتوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی، اونٹوں اور بکریوں کی، پیالوں اور رکابیوں کی، ہانڈیوں اور چمچوں کی بھلا ضرورت بھی کیا ہے جبکہ وہ نہ تھکتے ہیں اور نہ بھوکے اور پیاسے ہوتے ہیں تو گھوڑے اور پیالے اور رکابی ہانڈی اور چمچے کو وہ کیا کریں گے؟ مگر ان اشیاء پر عالمِ اسباب میں حضرت آدم اور اُن کی ذریت کی زندگی موقوف تھی اس لئے ان کو ان کے ناموں کی اور ان کی ذوات و صفات اور افعال کی تشریح بتا دی کہ یہ چیز اس کام کی ہے اور یہ اس کام آتی ہے، اور پھر صاحبِ مدارک وغیرہ کی تفسیر میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت آدم ؑ کو جو علم عطا فرمایا تو ان اشیاء کی اجناس کا علم تھا مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ اونٹ ہے اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ فلاں چیز ہے، اور یہ انسان ہے اور یہ بکری ہے۔ رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے تمام جزئی حالات تو ان کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور اگر ہر ہر انسان کا اور حیوان کا نام بھی

Marfat.com

بتایا گیا ہو تو ہر ہر کے تمام تفصیلی حالات پھر بھی الگ رہیں گے۔ غرضیکہ اس آیت سے غیر ضروری اور غیر متعلق باتوں اور حالات کا علم حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح اور قرین قیاس نہیں ہے۔ آخر فریق مخالف کے وکیل خانصاحب بریلی، علامہ عبدالعزیز دباغ رح المتوفی سنہ ھ کی ایک طویل عبارت میں جو عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں انہوں نے لکھی ہے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ :-

والمراد بقوله تعالیٰ الاسماء کلها، الاسماء التی یطیقها ادم ویحتاج الیها سائر البشر ولهم بها تعلق اھ۔

(خالص الاعتقاد صہ ۴۲)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد الاسماء کلھا سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کو بتا دیئے جن کی حضرت آدم کو طاقت تھی اور جن کی سب کو حاجت تھی اور جن اشیاء کے ساتھ لوگوں کا تعلق تھا۔

اس مفہوم میں جتنی بھی وسعت پیدا کر لی جائے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور آسمان سے لے کر زمین تک اور دُنیا سے لے کر آخرت تک اور جنت سے لے کر دوزخ تک اور پہاڑوں سے لے کر دریاؤں تک اور درختوں سے لے کر پتوں تک اور ناطق سے لے کر جامد تک کچھ ہی لے لیا جائے مگر اتنی بات تو آخر کہنا ہی پڑے گی کہ ان اشیاء کی حضرت آدم اور اُن کی اولاد کو ضرورت اور حاجت بھی ہو اور ان اشیاء کا ان سے تعلق بھی ہو غیر متعلق اور غیر ضروری چیزیں مثلاً جادو، کہانت، شعبدہ، طلسم، علم نجوم وغیرہ وغیرہ جس کی مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے، الاسماء کلھا کی مد میں ہرگز ہرگز شامل نہیں ہیں۔ جیسا کہ کسی بھی ذی علم اور صاحب ایمان اور اہلِ ذوق پر مخفی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود اور تفسیر روح البیان وغیرہ سے کچھ عبارتیں نقل کر کے اپنی لاعلمی یا خیانت کی وجہ سے ان کو اپنا مستدل قرار دیا ہے حالانکہ وہ سب ان کے باطل مدعیٰ کے خلاف جاتی ہیں۔ ہم عربی عبارت تو بخوفِ طوالت نقل نہیں کرتے، ہاں اُن کا ترجمہ ہم مفتی صاحب ہی کی زبانی عرض کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

"تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف

Marfat.com

اور اُن کے حالات سکھا دیئے اور یہ ہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کے جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زمانوں میں ہوں گے جن کو اولادِ آدمؑ آج تک بول رہی ہے عربی، فارسی، رومی وغیرہ تفسیر ابو السعود میں اس آیت کے ماتحت ہے، کہا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتا دیئے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتا دیئے عقلی حسّی خیالی وہمی چیزیں بتا دیں اور ان چیزوں کی ذات، ان کے نام اُن کے خاصے اُن کی پہچان علم کے قواعد ہنروں کے قانون اُن کے اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے، اور حضرت آدم کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ اُن میں دینی اور دُنیوی نفع ہیں وہ بتائے اور اُن کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتایا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہو گا اُن کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمانے گا اُن کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضکہ ہر چیز کے نام بتا دیئے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو سات زبانیں سکھائی گئیں۔ انتہیٰ بلفظہٖ (جاء الحق ص ۴۲۱ و ۴۲۲)

ان تفاسیر کا بھی وہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ الاسماء کلھا سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی ضرورت حضرت آدم اور اُن کی اولاد کو پیش آسکتی تھی اور اس میں دینی اور دنیوی منافع بھی ہوں جیسا کہ خط کشیدہ عبارت اس کو ظاہر کر رہی ہے۔ رہی وہ تعمیم جس کے اثبات کے درپے مفتی صاحب ہیں تو وہ ہرگز ان عبارات سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ ان مفسرین کرام رح کی وہ مراد ہے اور نہ صحیح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں ؎

گر نیاید بگوش رغبت کس   بر رسولاں بلاغ باشد و بس

دلیلِ سوم

خانصاحب بریلی، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللفظ للآخر۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى   تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے

Marfat.com

مِنۡ رَّسُوۡلٍ — پسندیدہ رسُولوں کے

اس کے بعد تفسیر کبیر، تفسیر عزیزی، خازن اور روح البیان کی وہ تفسیریں جو ان کے مدعیٰ کے سراسر خلاف ہیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ :۔

"اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا، اب کیا شے ہے جو علم مصطفےٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی"۔ انتہیٰ بلفظہٖ (جاء الحق ص۵۵ و ص۵۶ وخالص الاعتقاد ص۲۴ و مقیاس حنفیت ص۳۶)

جواب :۔

فریقِ مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے :۔

اوّلاً اِس لئے کہ یہ سورۂ جن کی ایک آیت کا حصّہ ہے اور سُورۂ جن مکّی ہے اور مکّہ مکرّمہ میں اگر اس کو آخری سُورت بھی تسلیم کر لیا جائے (حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئیں، دیکھئے تفسیر اتقان ج ۱ ص۲۵) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال و حرام اور حدود وغیرہ تو رہے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکّہ مکرمہ میں نازل نہیں ہُوا تھا کیا فریقِ مخالف کے نزدیک قرآنِ کریم کا وہ حصّہ علمِ غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور پھر مدنی سُورتوں میں علمِ غیب کی نفی کیوں آئی ہے؟ جواب کے لئے تو صرف یہی ایک بات ہی کافی ہے۔

و ثانیاً فریقِ مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے۔ کُلّی علمِ غیب یا بعض علمِ غیب بصورتِ ثانی ان کا مدعیٰ باطل ہو جائے گا اور بصورتِ اوّل اسی آیت کے پہلے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :۔

قُلۡ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ یَجۡعَلُ لَهٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا ۔ — اے محمد آپ اعلان کر دیں کہ مَیں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یا اس کے لئے میرا رب کوئی مدّت مقرر کرے۔

مَا تُوۡعَدُوۡنَ سے بعض مفسرین کرام رہ کے نزدیک عذاب اور بعض کے نزدیک قیامت

Marfat.com

مراد ہے، کچھ بھی ہو کوئی چیز ما کان و ما یکون میں ایسی ضرور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرواتا ہے کہ آپ فرما دیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بالکل متصل اور پیوستہ ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب غیب بتا دیا ہے جس میں عذاب اور قیامت بھی داخل ہے۔ آخر فریق مخالف ہی لب کشائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں یہ اختلاف اور تضاد بیان کیوں ہے؟ کہ ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ آپ کہہ دیں کہ مجھ کو عذاب یا قیامت کا علم نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتا دیا ہے۔ خدارا کچھ تو فریق مخالف انصاف کرے اور خدا کی اس مظلوم کتاب پر یہ ظلم روا نہ رکھے۔ لہٰذا اس سے کُلی علم غیب مراد لینا قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تعارض و تضاد ہے اور نہ اس کا امکان و احتمال ہے ع

خویش را تاویل کُن نے ذکر را

مولوی محمد عمر صاحب کا افتراء

مولوی صاحب نے جب دیکھا اور کئی مرتبہ مناظروں پر اہلِ حق سے لاجواب ہو کر مُنہ کی کھائی تو آؤ دیکھا نہ تاؤ لگے خدا کی محکم کتاب کی تحریف کرنے اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے (العیاذ باللہ) چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

"نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے جھگڑے میں دخیل نہ ہونے کی ترغیب دلا کر (قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْ اَمَدًا) سے کفار کو ٹالا لیکن پھر اسی خصوصی غیب علم قیامت کو اپنے رُسل کے خواص پر مطلع ہونے کا اظہار بھی فرما دیا تاکہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ نبی خود بھی بے خبر ہے۔ ہمیں ویسے ہی اس کی خبریں سُنا سُنا کر ڈراتا ہے۔"

(بلفظہ مقیاس صفحہ ۳۴۶)

ایسا صریح بہتان اور خالص افتراء اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کسی عیسائی اور یہودی نے بھی نہیں تراشا جو مولوی محمد عمر صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ مولوی صاحب ہوش و حواس کو قائم کر کے یہ کہیں

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء اور سید الرسل اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یہ خلاف واقع بیان کیوں دلوایا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آپ کو علم تھا۔ اور کیا اس جھوٹ کے بغیر اللہ تعالیٰ کفار کو کسی اور احسن طریقہ سے نہیں ٹال سکتا تھا؟ کیا خدا تعالیٰ اور قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے کہ اندر کچھ ہو اور زبان سے ٹالنے کے لئے اور کچھ کہہ دیا جائے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

وثالثاً مفسرین کرام رح نے اس جگہ کلی غیب نہیں بلکہ بعض غیب مراد لی ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ:۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ای علی غیبہ المخصوص بہ علمہ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی لعلم بعضہ حتی یکون لہ معجزۃ

(بیضاوی ج ۶ ص ۳۷۹)

اللہ تعالیٰ اپنے غیب مخصوص پر جو اس کے علم کے ساتھ خاص ہے کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے بعض رسولوں کو اپنے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ یہ اس کے لئے معجزہ ہو جائے۔

اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الا رسولا قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب لیکون اخبارہ عن الغیب معجزۃ لہ فانہ یطلعہ علی غیبہ ما شاء

(مدارک ج ۶ ص ۳۷۹)

یعنی الا من ارتضی من رسول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ رسول کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ اس کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر جتنا چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے۔

اور علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوب رح لکھتے ہیں کہ:۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الا من اختار من الرسل فانہ یطلعہ علی بعض الغیب

(تنویر المقباس ج ۶ ص ۳۷۹)

الا من ارتضی من رسول سے مراد یہ ہے کہ اپنے رسولوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے، اس کو بعض غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

الا من ارتضیٰ من رسول یعنی الا من
یصطفیه لرسالته ونبوته فیظهره علی
ما یشاء من الغیب حتّی یستدل علی نبوته
بما یخبربه من المغیبات فیکون ذالك
معجزة له وایة دالة علی نبوته
(خازن ج ۶ صـ ۳۷۹)

یعنی الا من ارتضیٰ من رسول سے وہ رسول مراد ہے جس کو
اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کے لئے انتخاب کر لیا
ہو سو اس کو غیب میں سے جس حصّہ پر چاہے مطلع کر
دیتا ہے تاکہ جب وہ غیب کی خبریں بیان کرے تو یہ
اس کی نبوت کی دلیل اور بطورِ معجزہ کے واضح حجت
ہو۔

اور اسی کے قریب الفاظ معالم التنزیل ج ۴ صـ ۱۹۱ میں ہیں۔

اور حافظ ابنِ حجر رح لکھتے ہیں کہ :۔

الا من ارتضیٰ من رسول فانه یقتضی
اطلاع الرسول علی بعض الغیب
(فتح الباری ج ۸ صـ ۳۹۵)

مگر جس رسول کو اللہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی
ہے کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو۔

اور علامہ قسطلانی رح لکھتے ہیں کہ :۔

الا رسولا قد ارتضاه لعلم بعض الغیب
لیکون اخباره عن الغیب معجزة له
(ارشاد الساری ج ۱۰ صـ ۲۹۵)

مگر جس رسول کو اللہ چن لے بعض علمِ غیب کی تعلیم
کے لئے تاکہ اس رسول کی غیب سے خبر اس کا
معجزہ ہو۔

اور علامہ ابو السعود رح لکھتے ہیں کہ :۔

ای رسولاً ارتضاه لاظهاره علی بعض غیوبه
المتعلقة برسالته (ابو السعود ج ۸ صـ ۳۴۳)

یعنی وہ رسول جس کو اللہ نے بعض غیوب پر مطلع کرنے
کے لئے منتخب کر لیا ہو جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

اور علامہ آلوسی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

ای لکن الرسول المرتضیٰ یظهره جلّ وعلا
علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته
(روح المعانی ج ۲۹ صـ ۶۹)

یعنی مگر وہ رسول جو چن لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ اس پر بعض
ایسے غیوب ظاہر کر دیتا ہے جو اس کی رسالت سے متعلق ہوتے ہیں

Marfat.com

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

"پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را بوجہے کہ رفع تلبیس و اشتباہ خطا بکلی دراں حاصل شود و احتمال خطا و اشتباہ اصلاً نماند مگر کسی را پسندمی کند و آں کس رسول مے باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کہ اور ا اظہار بر بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید"۔

(تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ صفحہ ۲۰۵)

اور روح البیان میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ :۔

ای الا رسولا ارتضاہ واختارہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ اھ

یعنی مگر وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر لیا اور چن لیا ہوتا کہ اس کو بعض ایسے غیوب پر مطلع کرے جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

اور صاوی میں ہے کہ :۔

الا رسولا ارتضاہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ اھ (ہامش جلالین صفحہ ۲۲۱)

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب پر مطلع کرنے کے لئے چن لیا ہو۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مفسرین کرام رح آیت کے اس حصہ سے بعض علم غیب ہی مراد لیتے ہیں کل مراد نہیں لیتے۔ حتیٰ کہ وہ مفسرین کرام رح بھی مثلاً علامہ ابوالسعود رح، شاہ عبدالعزیز رح اور صاحب روح البیان وغیرہ بھی جن کی تفسیروں سے مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے استدلال کیا ہے۔ تعجب ہوتا ہے ان لوگوں کی مغالطہ آفرینی اور بددیانتی پر کہ وہ کس طرح عبارات میں قطع و برید کرتے ہیں اور در حقیقت اس کا مصداق بنتے ہیں کہ : ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

نوٹ :۔ خانصاحب اور ان کے اتباع واذناب نے فلا یظہر کے معنی جو مسلط کے کئے ہیں وہ ان کا ایک تجدیدی اور خانہ ساز کارنامہ ہے۔ لغت میں ظہور پیدا شدن و چیرہ شدن کے معنی میں آتا ہے

Marfat.com

اور اظہار پیدا کردن و چہرہ گردانیدن کے معنی میں آتا ہے۔ (دیکھئے صراح صفحہ ۱۹۲ وغیرہ۔) اس میں تسلط کا سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا علاوہ بریں اگر بالفرض اس کا معنی تسلط ہی کا ہو تب بھی دلائل قطعیہ اور حسب تصریح مفسرین کرام رح اس مقام پر بعض علم غیب مراد ہے تو بعض علم غیب پر رسول مرتضیٰ کا مسلط ہونا بھی فریق مخالف کو چنداں مفید نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، لہٰذا ظہر علیہ اذا غلب علیہ کی تفسیر بھی اس کو سود مند نہیں ہے :

دلیل چہارم

خانصاحب لکھتے ہیں کہ :-

" اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں جس میں استعداد پاتے ہیں اُسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل، وہ جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی تو جب تک کوئی چیز صرف کی نہ ہو کیا مفاد ہوا لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں" بلفظہ (الملفوظات حصہ اول صفحہ ۳)

نیز لکھتے ہیں کہ :-

" ہم (خانہ ساز اور مصنوعی۔ صفدر) اہلِ سنّت کا مسئلہ علمِ غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو علمِ غیب عنایت فرمایا۔ رب عزّ وجل فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں تفسیر معالم و تفسیر خازن (خازن رح تو خانصاحب کے نزدیک مفسر نہیں تھے خدا معلوم یہاں خانصاحب کو کیا داعیہ پیش آیا ہے کہ اُن کی تفسیر سے بھی احتجاج و استدلال کی ٹھان لی ہے اور خالص الاعتقاد صفحہ ۲۵ میں خصوصیت سے خازن رح اور بیضاوی سے تفسیر لیتے اور اُن کی تفسیر سے استدلال کرتے ہیں۔ شاید خانصاحب کے نزدیک یہ قاعدہ ہو کہ مفید مطلب تفسیر کسی کی بھی ہو وہ معتبر ہے اور اپنی رائے مبارک کے خلاف کیسا ہی معتبر مفسر کچھ کیوں نہ کہے وہ قابلِ غور نہیں بقول شخصے گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنا داس۔ صفدر) میں ہے یعنی حضور کو علمِ غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں اپنے

Marfat.com

خاتمہ کا بھی علم نہیں (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) پہلے مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ الآیۃ کی تفسیر میں ہم اہلِ حق کے دلائل پیش کر آئے ہیں کہ کبھی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا، وہ تو نبوت کے پہلے ہی دن اپنے ناجی ہونے کا کامل یقین رکھتے تھے۔ البتہ خان صاحب بریلی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کو تقریباً اُنیس سال اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا حتٰی کہ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰہُ الآیہ نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا کما مر مفصلاً۔ صفدر) دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لئے علم غیب کا ماننا شرک ہے اھ" بلفظہٖ (الملفوظات حصہ اول ص۴۶ ونحوہ فی خالص الاعتقاد ص۲۵)۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

" وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں" (بلفظہٖ جاء الحق ص۵۶ و ص۵۷)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

" وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں۔ اگر آپ کے پاس عطائی غیب کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو اللہ تعالٰی کی یہ کلام معاذ اللہ جھوٹی ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہی نہیں اس پر بخل کیسا لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے پاس غیب تو ضرور ہے لیکن اللہ تعالٰی کی طرف سے عطائی ہے"۔ بلفظہٖ (مقیاس ص۳۰۳)

جواب :۔

فریق مخالف کا اس سے احتجاج بھی قابلِ سماعت نہیں ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ یہ آیت سورہ تکویر کی ہے۔ اور یہ سورت حسب تصریح امام سیوطی رح مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی تھی (دیکھئے اتقان ج ۱ ص۲۵) اور علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں کہ :۔

سورۃ تکویر۔ مکیۃ بلا خلاف (روح المعانی ج۳۰ ص۴۹) کہ سورۃ تکویر بالاتفاق مکی سورت ہے۔

Marfat.com

اگر فریق مخالف کے نزدیک اس آیت سے تمام علمِ غیب اور جمیع ماکان و مایکون کا علم مراد ہے تو وہ یہ بتائے کہ اور تو چھوڑیئے اس کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سُورتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ اور پھر ان سُورتوں میں سے بعض کے اندر بصراحت علمِ غیب کی نفی کیوں ہے؟

وثانیاً اس لیئے کہ ھُو کے مرجع میں مفسّرین کرام رح کا اختلاف ہے۔ اکثر اس کا مرجع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی کو قرار دیتے ہیں اور بعض ھُو کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق قرآنِ کریم کو بتاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

یعنی نیست این قرآن بہ بیان علم غیب بخل ورزندہ وقصور کنندہ ہرچہ آدمی را در معاش و معاد از علم وعمل میباید دراں کوتاہی ندارد (تفسیر عزیزی پارہ عمّ ص ۹۰)	یعنی یہ قرآن کریم علم غیب کے بیان کرنے میں بخل نہیں برتتا اور نہ کوئی کمی کرتا ہے جو کچھ کہ آدمی کو معاش و معاد میں علم و عمل کی ضرورت پڑتی ہے قرآن کریم اس کے بیان کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔

اور مولانا عبد الحق حقانی رح المتوفی ۱۳۳۵ھ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید غیب کی باتیں بتانے میں بخل اور کمی نہیں کر رہا ہے۔ (تفسیر حقانی ج ۸ ص ۵۴)

وثالثاً اِس لیئے کہ اس آیت میں الغَیب کی تفسیر میں مفسّرین کرام رح کا بیان مختلف ہے۔ حضرت قتادہ رح مشہور تابعی وغیرہ الغَیب سے قرآن کریم مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ امام بغوی رح اور حافظ ابن کثیر رح نقل کرتے ہیں، واللفظ لہ

وقال قتادۃ رح کان القرآن غیباً فانزلہ اللّٰہ علی محمدٍ فما ضنّ بہ علی النّاس بل نشرہ وبلغہ وبذلہ لکل من ارادہ وکذا قال عکرمۃ رح وابن زید رح وغیر واحدٍ (معالم برابن کثیر ج ۹ ص ۱۳۰ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۸۰)	حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں کہ قرآن کریم غیب تھا سو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم پر نازل کیا اور اس کو بیان کرنے میں لوگوں سے کوئی بخل نہیں کیا بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں پوری کوشش کی جس نے بھی اس کو لینے کا ارادہ کیا اس کو آپ نے دینے میں کوئی کمی نہ کی اور اسی طرح حضرت عکرمہ رح اور ابن زید رح

Marfat.com

اور بے شمار مفسرین کرام رح نے کیا ہے۔

اس لحاظ سے الغیب صرف قرآن کریم ہوا اور اس کے علاوہ جو احکام احادیث وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئے اور خصوصیت سے وہ اُمور جن کا تعلق دین اور منصب رسالت سے کچھ بھی نہیں اُن کا ثبوت اس آیت سے ہرگز نہیں ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا دعویٰ ہے۔

اور بعض دیگر مفسرین کرام رح نے وحی البعض نے دیگر غیوب قصص اور انباء وغیرہ بھی مراد لی ہے چنانچہ علامہ خازن لکھتے ہیں کہ :۔

وما هو یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب ای الوحی وخبر السماء وما اطلع علیه مما کان غائبا عن علمه من القصص والانباء الخ (خازن ج ۶ ص ۲۶۶ ومثلہ فی المعالم ج ۴ ص ۲۱۷)

اور نہیں ہیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب پر یعنی وحی اور آسمان کی خبر اور ہر اُس چیز پر جو قصص اور اخبار وغیرہ سے آپ کے علم سے غائب تھی الخ ——— (بخیل)

اور علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب رح لکھتے ہیں کہ :۔

وما هو یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب علی الوحی الخ (تنویر المقباس ج ۶ ص ۲۶۶)

اور نہیں ہیں وہ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب یعنی وحی پر الخ (بخیل)

اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وما هو علی الغیب بضنین وما محمد علی الوحی بضنین ببخیل من الضن وهو البخل لا یبخل بالوحی کما یبخل الکهان رغبة فی الحلوان بل یعلمه کما علم ولا یکتم شیئاً مما علم (مدارک ج ۶ ص ۲۶۶)

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم وحی پر بخیل نہیں جیسا کہ غیب کی خبریں بتانے والے کاہن بخل سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ ان کو اس پر کچھ شیرینی دیں بلکہ آپ تو تعلیم دیتے ہیں جب کہ آپ کو علم ہے اور جن اشیاء کا آپ کو علم ہے آپ نے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں چھپائی۔

اور امام جلال الدین رح لکھتے ہیں کہ :۔

Marfat.com

وماھو ای محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام	نہیں ہیں وہ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب پر
علی الغیب ماغاب من الوحی وخبر السماء	یعنی اُس چیز پر جو وحی اور خبر سماء سے مخفی اور غائب
الخ (جلالین صفحہ ۹)	ہے (بخل کرنے والے)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

وماھو یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم علے	اور نہیں ہیں وہ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب
الغیب ای علی ما یخبرہ ما یوحیٰ الیہ	پر یعنی اس چیز پر جو اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے
بضنین . . . . ای ھو ببخیل	اور وہ اُس کی خبر دیتے ہیں بخیل یعنی آپ وحی
عن تبلیغ ما یوحیٰ الیہ و تعلیمہ	کی تبلیغ تعلیم کے بارے میں کوئی بخل نہیں
(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۱۱)	کرتے ۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

یعنی و نیست پیغمبر شما بر امر غیب متہم	یعنی تمہارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم امر غیب پر
کہ چیزے را نہ بیند و بگوید کہ من دیدہ ام	متہم نہیں ہیں کہ جو چیز آپ نے نہ دیکھی اور نہ معلوم
زیرا کہ در امورِ جزئیہ سہل بروے تہمت	کی ہو اس کے متعلق یہ فرما دیں کہ میں اس کو جانتا
دروغ ندارید بر ایں امرِ عظیم چہ قسم او را	ہوں کیونکہ جب آپ پر سہل ترین امور جزئیہ میں تم
بدروغ نسبت خواہید کرد و تہمت خواہید	لوگ تہمت دروغ نہیں قائم کر سکتے تو اس وحی
نمود ۔	جیسے امرِ عظیم پر کس طرح آپ پر تم جھوٹ کی تہمت
(عزیزی صفحہ ۹۰) ۔	قائم کر سکتے ہو ۔

الغرض یہ جملہ تفسیریں اس امر کو متعین کر دیتی ہیں کہ اس آیت میں الغیب سے وحی قصص اور اخبار وغیرہ ایسے امور مراد ہیں، جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں ۔ باقی رہے وہ امور جن کا منصب نبوت اور تبلیغ و تعلیم سے کوئی تعلق اور لگاؤ ہی نہیں تو یہ آیت ہرگز اُن کو ثابت نہیں کرتی اور یہی فریقِ مخالف کا مدعیٰ تھا جو باطل ہوا ۔

Marfat.com

ورابعاً مفسرین کرام رح نے یہاں دو قراتیں بیان کی ہیں۔ ایک ضاد کے ساتھ بضنین کی جس کے معنی بخل کرنے والے کے ہیں اور دوسری ظار کے ساتھ جس کے معنی متہم کے ہیں چنانچہ جو ابھی ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح کی تفسیر نقل کی ہے وہ بظنین ہی کی تفسیر ہے اور متعدد مفسرین کرام نے بظنین بھی پڑھا ہے۔ چنانچہ تنویر المقباس ج ۶ ص ۲۶۶۔ مدارک ج ۶ ص ۲۶۶، بیضاوی ج ۶ ص ۲۶۶ خازن ج ۶ ص ۲۶۶ اور ابن کثیر ج ۴ ص ۴۸۰ وغیرہ میں یہ قرأت بھی ذکر کی گئی ہے اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:۔

وکلاھما متواتر ومعناہ صحیح (۴ ص ۴۸۰) یہ دونوں قرائتیں متواتر ہیں اور اس کا معنی صحیح ہے

اور ثانی یعنی بظنین کا معنی حضرت شاہ صاحب رح سے نقل کیا جا چکا ہے کہ جب معمولی معمولی باتوں میں تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط بیانی اور جھوٹ کا اتہام نہیں رکھتے تو اتنے بڑے معاملہ میں بھلا وہ کیسے جھوٹ کہہ سکتے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اور علامہ نسفی رح لکھتے ہیں کہ:۔

ای بمتھم فینتقص شیئاً مما اوحی الیہ او یزید فیہ من الظنۃ وھی التھمۃ مدارک ج ۶ ص ۲۶۶) یعنی وہ اس میں متہم نہیں تا کہ وحی میں کسی چیز کی کمی یا اضافہ کریں یہ لفظ ظنۃ سے ہے جس کے معنی تہمت کے ہوتے ہیں۔

اور اس کے قریب قریب اس کا مطلب دوسرے مفسرین کرام رح نے بھی لکھا ہے حیرت اور حیف ہے فریق مخالف کی دیانت پر کہ وہ صرف بضنین (ضاد کے ساتھ) کی قرأت کو تو ذکر کرتا ہے مگر بظنین کا نام تک نہیں لیتا حالانکہ وہ بھی متواتر قرأت ہے مگر چونکہ اس قرأت سے ان کا باطل مطلب برآمد نہیں ہوتا، اس لئے وہ اس کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر جاتا ہے الاحول ولا قوۃ۔

یہ ہیں فریق مخالف کی تحقیق انیق کے شہ پارے خان صاحب (وغیرہ) کے خالص الاعتقاد اور انباء المصطفٰے وغیرہ وغیرہ میں دعاوی اور سرخیاں ملاحظہ کیجئے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جرمنی کا ہٹلر بول رہا ہے۔ مگر جب دلیل بیان کرتے ہیں تو اس سے اُن کے باطل مدعی کا عُشر عشیر بھی ثابت نہیں ہوتا اور کیوں نہ ہو ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

Marfat.com

غرضیکہ اس آیت سے بھی اُن کا مدعیٰ کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی معتبر مفسر نے اس سے علمِ غیب کلی اور جمیع ماکان و مایکون مراد ہی لی ہے

دلیل پنجم

خانصاحب حسام الحرمین صفحہ ۱ اور ملفوظات حصہ اوّل صفحہ ۲۸ وغیرہ میں اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس صفحہ ۳۳۵ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب جاء الحق صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں۔ واللفظ لہٗ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ	اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے۔

(اس کے بعد چند تفسیروں کے حوالجات پیش کئے ہیں جن میں سے ایک بیضاوی اور دوسری خازن بھی ہے۔ ہم اختصار کے پیشِ نظر عربی عبارت نہیں نقل کرتے۔ ہاں ترجمہ مفتی صاحب ہی کا عرض کئے دیتے ہیں) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے:۔

"خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علمِ غیب نہیں دینے کا کہ مطلع کرے اُس کفر اور ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اُس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی اُن کو خبر دیتا ہے یا اُن کے لئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر رہبری کریں تفسیر خازن میں ہے: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسُولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس اُن کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر الخ"

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:۔

"اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علمِ الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کُل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے" انتہیٰ بلفظہٖ (جاء الحق صفحہ ۴۹)

بعض مبتدعین نے یہ بھی کہا ہے کہ الغیب میں الف اور لام استغراق کے ہیں لہٰذا مطلب یہ

Marfat.com

ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سب غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ ہاں اپنے رسولوں میں سے جس کو چن لیتا ہے اس کو سب غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں میں چنے ہوئے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ آپ کو کل غیب حاصل تھا۔ (محصلہ)

جواب :۔

اس آیت سے بھی فریق مخالف کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غیب پر استدلال بالکل مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ آیت غزوۂ احد کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا اور یہ آیت سورۂ آل عمران کی ہے جس کے بعد قرآن کریم کی سولہ سورتیں نازل ہوئی ہیں (دیکھئے اتقان ج ۱ ص ۲۵ وغیرہ) اگر اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو مناسب یہی تھا کہ اس کے بعد ایک حرف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہوتا حالانکہ دیگر احکام کے علاوہ صرف قرآن کریم کی سولہ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئی ہیں، پھر یہ بات کس طرح مانی جا سکتی ہے کہ اس آیت سے کل علم غیب مراد ہے؟ اور اگر واقعی اس سے کل علم غیب مراد ہوتی تو اس کے بعد نفی علم غیب کی کوئی آیت نازل نہ ہوتی حالانکہ سورۂ نساء، سورۂ النور، سورۂ المنافقون اور خصوصیت سے سورۂ التوبہ (جو سب سے آخری سورت ہے) میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح متعدد آیات موجود ہیں جن کی پوری تفصیل پہلے عرض کر دی گئی ہے۔

وثانیاً مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بھی اس آیت سے بعض علم غیب مراد لی ہے۔ تمام علم غیب اور جمیع ما کان وما یکون کا علم اس آیت سے کسی کے نزدیک مراد نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اور علامہ خازن رحمہ کی عبارتوں کے ترجمے ہم نے بحوالہ مفتی احمد یار خان صاحب پیش کر دیئے ہیں کہ ان میں ببعض المغیبات اور علی بعض علم الغیب کی قید موجود ہے، ان کو دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور امام بغوی رحمہ لکھتے ہیں کہ :۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فیطلعہ علیٰ بعض علم الغیب نظیرہ قولہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا	اور لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے سو اس کو بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے عَالِمُ الْغَيْبِ

Marfat.com

وقال السدی معناہ وما کان اللہ لیطلع محمدًا علی الغیب ولکن اللہ اجتباہ (معالم ج ا صـ۲۰۱)

فلا یظہر علٰی غیبہٖ احدًا اور سدی رح کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اُن کو اللہ نے چن لیا ہے

اور علامہ معین بن صفی رح لکھتے ہیں کہ :۔

وَلٰکِنَّ اللہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فیخبرہ ببعض المغیبات (جامع البیان صـ۶۴)

اللہ تعالٰی اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اُن کو بعض مغیبات کی خبر دے دیتا ہے

اور قاضی ثناء اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ :۔

وَلٰکِنَّ اللہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فیطلعہ علی البعض من علوم الغیب احیانًا کما اطلع نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم علی احوال المنافقین ۔ (تفسیر مظہری ج ۲ صـ۱۸۵)

اور لیکن اللہ تعالٰی چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے تو اس کو احیانًا بعض علوم غیب پر مطلع کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے (احد کے موقع پر بعض) منافقین کے حالات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا تھا۔

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ الغیب سے بعض علم غیب مراد ہے اور یہی دوسرے دلائل اور براہین کے پیش نظر حق اور متعین ہے ۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا ہرگز جائز اور صحیح نہیں ہے ۔

رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کُل ماکان ومایکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے ۔ تو یہ جہالت یا خیانت کا ایک مضحکہ خیز اور حیرتناک مظاہرہ ہے کیونکہ ہم پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق ، الناس اور بندوں کے علم سے غائب ہو اور شہادہ وہ جو ان کے علم اور مشاہدہ میں ہو ۔ چنانچہ علامہ النسفی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

عالم الغیب ما یغیب عن الناس والشہادۃ ما یشاھدونہ ۔ (مدارک ج ۲ صـ۱۹۲)

عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں سے جو چیز غائب ہے اس کو بھی جانتا ہے اور جو لوگوں کے مشاہدہ میں ہے اس کو بھی جانتا ہے

Marfat.com

اور علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب رح لکھتے ہیں کہ :۔

عالم الغیب ما غاب عن العباد ویقال ما یکون والشهادة ما علمه العباد ویقال ما کان (تنویر المقباس ج ۲ ص ۱۹۲)

عالم الغیب کا معنی یہ ہے کہ جو چیز بندوں سے غائب ہے ، اللہ اس کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو آئندہ ہوگا اور الشہادۃ کا معنی یہ ہے کہ جس کو بندے جانتے ہیں اللہ اُس کو بھی جانتا ہے ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علم غیب علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض مراد نہیں ہے بلکہ بعض سے بعض مراد ہے جو الناس اور العباد کے علم غیب سے بعض ہے کہ ان کو تو اُس غیب کا علم نہیں لیکن اللہ تعالٰی اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہے اس پر مطلع کر دے تو علم الٰہی کے بعض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مراد ما کان وما یکون سے بعض ہے ۔ اور الناس اور العباد سے جو غائب ہے اس سے بعض مراد ہے ۔ مگر کیا کیا جائے مفتی صاحب کو تو عجیب و نرالا محکمہ افتاء ہاتھ آیا ہے اور ان کے ماننے والے بھی نرالے ہی ہیں ۔ ع وزیرے چنیں شہریارے چنیں !

رہا یہ سوال کہ الغیب میں الف ولام استغراق کے لئے ہے تو یہ بھی باطل اور مردود ہے اس لئے کہ علماء معانی اور عربیت نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جب کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو اصل الف اور لام میں عہد خارجی ہے نہ کہ استغراق ۔ چنانچہ امام عربیت علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ :۔

التعریف لا یلزم ان یکون للاستغراق بل العهد هو الاصل[۱] (التلویح ص ۱۶)

الف اور لام تعریف میں یہ لازم نہیں کہ وہ استغراق کے لئے ہو بلکہ اصل عہد خارجی ہی ہے ۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

فنقول الاصل ای الراجح هو العهد الخارجی لانه حقیقة التعیین وکمال التمییز ثم الاستغراق اھ ۔ (التلویح ص ۱۲۷)

ہم کہتے ہیں کہ اصل اور راجح الف اور لام میں صرف عہد خارجی ہی ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر متعین اور کامل طور پر ممتاز ہے ۔ اس کے بعد پھر استغراق کا درجہ ہے ۔

---

۵۱ شیخ الاسلام ابن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ فرماتے ہیں کہ الف اور لام پر جب معہود معین کا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر یہ عموم کے معنی میں ظاہر

Marfat.com

اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رح المتوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں کہ :-

فالاصل فیہ العہد والجنس (حاشیہ مطول ص۱۳۷) — اصل لام تعریف میں عہد اور جنس ہی ہے۔

اور یہی علامہ دوسرے مقام پر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

انما الفرق لای بین الجنس والاستغراق بان الجنس لایحتاج الی مؤنتہ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ عبدالغفور ص۲) — کہ جنس اور استغراق میں فرق یہ ہے کہ جنس میں مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت اور حاجت نہیں ہوتی بخلاف استغراق کے کہ وہ قرینہ کا محتاج ہوتا ہے

حاصل یہ نکلا کہ لام تعریف میں اصل اور راجح یہی ہے کہ وہ عہد خارجی اور جنس کے لئے ہے اور اس کو کسی قرینہ کی حاجت اور ضرورت کبھی پیش نہیں آتی بخلاف استغراق کے وہ محتاج قرینہ ہے اور جو محتاج قرینہ ہے، وہ مجاز ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حقیقت اور اصل کو چھوڑ کر مجاز کو لیا جائے، اور لطف یہ کہ وہ بھی بلا قرینۂ صارفہ اور اس مقام پر کوئی قطعی الدلالۃ قرینہ ایسا موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے الغیب میں استغراق مراد ہو اور اس کے خلاف بے شمار قرائن بلکہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلائل اور براہین موجود ہیں جیسا کہ آپ نے اس کتاب کے مختلف ابواب میں ان کا مطالعہ کیا ہے لہٰذا فریق مخالف کی اصل بات سرے سے قابل سماعت ہی نہیں ہے۔ ان ہوائی قلعوں میں رہنا فریق مخالف ہی کو زیبا ہے

ہوا پر ہے قیام جسم خاکی — بنا اپنے مکاں کی ہے ہوا پر

دلیل ششم

مفتی احمد یار خان صاحب (وغیرہ) لکھتے ہیں کہ :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ۵ - النساء - ۱۷) — اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(اس کے بعد انہوں نے چند تفسیروں کی عبارتیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ہم ترجمہ مفتی صاحب ہی کا پیش کرتے ہیں) جلالین یعنی احکام اور علم غیب۔ تفسیر کبیر۔ اللہ نے آپ پر قرآن اُتارا اور حکمت اُتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔ خازن:

Marfat.com

یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکروفریب آپ کو بتا دیئے۔ مدارک۔ دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے الخ

پھر آگے لکھا ہے:۔

"اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمان حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا (یہ تحصیل حاصل کیوں؟ صفدر) اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا" انتہی بلفظہ

(جاء الحق ص۴۹، ۵۰ ونحوہ فی المقیاس ص۴۷۳)

جواب:۔

اس آیت سے بھی علم غیب کلی پر فریق مخالف کا استدلال بالکل خام ہے:

اولاً اس لئے کہ یہ آیت اوائل ۴ھ میں نازل ہوئی ہے اور یہ سورۃ النساء کی آیت ہے جس کے بعد کئی ایک سورتیں جن میں سورۃ التوبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، نازل ہوئی ہیں۔ اگر سب کچھ غیب اس آیت سے ثابت ہوتا تو اس کے بعد کسی حکم اور کسی سورت کے نازل ہونے کی مطلقاً کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آنی چاہیے تھی حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی منافق کے ایک مخصوص واقعہ میں منافقین کی ایک گہری اور ناپاک سازش کی حقیقت اللہ تعالٰی نے آپ پر منکشف فرمائی اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، یہ الگ بات ہے کہ کوئی آیت اپنے شان نزول پر بند نہیں ہوتی مگر اس سے یقیناً وہ عموم اور استغراق بھی ثابت

Marfat.com

نہیں ہوتا جس کا فریق مخالف دعویٰ کرتا ہے۔

وثانیاً یہ استدلال کلمۂ ما کے عموم اور استغراق حقیقی پر مبنی ہے۔ حالانکہ متعدد دلائل اس پر گواہ ہیں کہ ہر مقام اور ہر جگہ پر کلمۂ ما عموم اور استغراقِ حقیقی کے لئے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (پ۲۔ بقرہ۔ رکوع ۱۸)
اور ہمارے رسُول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

دیکھئے اس آیت میں اگر ما کو عموم و استغراق حقیقی کے لئے مانا جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابۂ کرام رض کے لئے بلا واسطہ اور تمام اُمت کے لئے بالواسطہ تمام علمِ غیب کُلّی ماننا پڑے گا۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ (پ۷۔ انعام۔ ۱۱ع)
یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے۔

واضح رہے کہ اکثر مفسرین کرام رح کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ اوپر سے خطاب یہود ہی سے چلا آرہا ہے اور اگر اس کے مخاطب مسلمان ہی مراد لئے جائیں اور ما کو عموم اور استغراقِ حقیقی کے لئے مانا جائے تو پہلی صورت میں یہ لازم آئیگا، کہ عہدِ نبوت میں جو یہودی اس کے مخاطب تھے ان کو بھی علمِ غیب کُلّی حاصل تھا، ورنہ مسلمانوں کے لئے تو بہر حال علم غیب کُلّی تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

اور سُنیئے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

وَعَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (پ۳۰۔ اقراء۔ ع۱)
یعنی اللہ تعالےٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

الانسان سے اس مقام پر بعض کے نزدیک ابو جہل اور اکثر کے نزدیک جنسِ انسان ہے جیسا کہ ابن کثیر ج ۴ ص۵۲۸ سے ظاہر ہے اور امام جلال الدین رح نے تو تصریح کر دی ہے کہ الانسان سے مُراد

Marfat.com

الجنس (جنس انسان) ہے ۔ (جلالین ص۵۰۳)

اگر ما کا لفظ عموم اور استغراق حقیقی میں نص قطعی ہو تو لازم آئے گا کہ ہر انسان عالم الغیب ہو عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر، موحد ہو یا مشرک، مرد ہو یا عورت وغیرہ وغیرہ۔ اس کا کون قائل ہے؟ ممکن ہے فریق مخالف کرشن کنہیا کی طرح ہر ایک انسان کے لئے بھی یہ صفت مانتا ہو ولا بُعد فیه عندھم۔

اور علامہ ابوالبرکات الحنفی رح فرماتے ہیں کہ :۔

وما ومن یحتملان العموم والخصوص و	مَا اور مَن عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں
اصلھما العموم (المنار نورالانوار ص۷۹)	اگرچہ اصل ان دونوں کا عموم ہے۔

مطلب واضح ہے کہ اگرچہ اصل وضع میں دونوں عموم کے لئے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے عموم اور خصوص دونوں میں برابر ہیں لہٰذا استعمال کے اعتبار سے یہ عموم میں نص قطعی نہ ہوئے۔ بلکہ امام عربیت مشہور نحوی اور متکلم سید شریف الجرجانی الحنفی رح مَن اور مَا وغیرہ موصولات کے بارے میں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ :

قلنا الموصولات لم توضع للعموم بل ھی	ہم کہتے ہیں کہ موصولات عموم کے لئے وضع ہی نہیں
للجنس تحتمل العموم والخصوص	کئے گئے بلکہ یہ جنس کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو
(شرح مواقف ص۲۳، طبع نولکشور)	عموم اور خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتے ہیں۔

لیجئے مفتی احمد یار خان صاحب! آپ اپنا یہ قول بھی دیکھ لیجئے کہ کلمہ مَا عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے ۔ اور قرآن کریم کے سابق مواقع استعمال کے علاوہ المنار اور خصوصیت سے امام عربیت سید سند رح کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کر لیجئے اور پھر قلم استفتاد کو ہاتھ لگائیے ۔ قارئین آپ نے ملاحظہ کیا کہ فریق مخالف کبھی تو لفظ کُل سے اور کبھی لفظ شئے سے اور کبھی کلمہ ما کے عموم سے علم غیب کلی پر استدلال کرتا ہے جو سراسر باطل ہے اور اہل حق دلائل و براہین کی روشنی میں ایسے بے بنیاد استدلال کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے : ؎

گر ہمیں مکتب است و این مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

Marfat.com

وثالثاً جملہ معتبر اور مستند مفسرین کرام رح مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی مد میں درجہ اول میں احکام اور امور دین وغیرہ کو شمار کرتے ہیں اور بعض کتاب وسنت کو۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی جلالین، کبیر اور خازن و مدارک کے حوالہ سے لکھا ہے اور بالتبع باقی امور اس میں آتے ہیں اور ان کو بھی بعض تمریض کے صیغہ سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً البغوی رح لکھتے ہیں کہ:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ من الاحکام وقیل من علم الغیب (معالم ج ۱ ص ۴۵۵)

وعلمک مالم تکن تعلم سے احکام مراد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم غیب مراد ہے۔

اور علامہ خازن کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (بحوالہ مفتی صاحب)

وقیل عَلَّمَكَ من علم الغیب الخ (خازن ج ص)

اور کہا گیا ہے کہ علمک ما الخ سے علم غیب مراد ہے۔

اور بعض نے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے قرآن اور سنت وغیرہ مراد لی ہے۔ جیسا کہ خود مفتی صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے الکتاب والحکمۃ کے لفظ نقل کئے ہیں۔ اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ

وما انزل علیہ من الکتاب وھو القرآن والحکمۃ وھی السنۃ وعلمک مالم تکن تعلم ای قبل نزول ذالک (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۴)

اور جو کچھ کہ آپ پر کتاب اور سنت اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور آپ کو ان کی تعلیم دی کہ آپ ان کو ان کے نزول سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور حکمت سے مراد سنت ہے جیسا کہ حضرت حسن رح اور قتادہ رح اور مقاتل بن حیان رح اور ابو مالک رح وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴) اور حضرت امام شافعی رح اور حافظ ابن قیم رح وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے رسالہ امام شافعی رح الملحقہ مع الام ج ۷ ص ... وکتاب الروح ص ۹۲ لابن القیم رح)

مفتی صاحب ان مفسرین کرام رح سے پوچھئے کہ آپ نے اپنی طرف سے احکام اور امور دین وغیرہ کی قید کیوں لگائی ہے؟

باقی جن مفسرین کرام رح نے علم غیب اور خفیات الامور اور ضمائر القلوب کا ذکر کیا ہے تو وہ بھی اپنے مقام

Marfat.com

پر صحیح ہے کیونکہ بعض امورِ غیب اور خفیات الامور اور دلوں کے اسرار پر اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا ہے اس کا کس کو انکار ہے؛ لیکن ان مفسرین کرام رہ کی عبارتوں سے کُلّی علمِ غیب وغیرہ مراد لینا دیگر نصوصِ قطعیہ کے علاوہ خود اُن کی اپنی تصریحات کے بھی خلاف ہے جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کو یا بالفاظِ دیگر مدعی سُست گواہ چُست یا کاسہ از آتش گرم تر کو ہرگز کوئی سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

دلیلِ ہفتم

فریقِ مخالف نے فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ کی آیت سے بھی علمِ غیب کُلّی پر استدلال کیا ہے مگر بے سُود ہے، کلمہ ما کے عدمِ عموم کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں یہ ارشاد معراج کی رات کا ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی رات سب کچھ دیا جا چکا تھا تو معراج تو ہجرت سے بھی پہلے واقع ہوئی تھی، اس کے بعد پھر اور کچھ نہ سہی تو قرآن کریم ہی کیوں نازل ہُوا؛ اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ اکثر حلال و حرام کے مسائل اور احکام اس کے بعد جبکہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے، نازل ہوئے ہیں۔ کون باور کر سکتا ہے کہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے علمِ غیب کُلّی ثابت ہے۔ اس قسم کی اور بھی کئی آیات سے فریقِ مخالف نے علمِ غیب کُلّی کا مسئلہ کشید کیا ہے مگر ہم بخوفِ طوالت ان کو نظر انداز اور قلم انداز کرتے ہیں کیونکہ اُن سے کسی ادنیٰ سمجھ والے کو بھی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ جن دلائل سے عوام الناس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو سکتا تھا اور جن پر فریقِ مخالف کے اس غلط اور بے بنیاد دعویٰ کی پادر ہوا عمارت کھڑی تھی وہ ہم نے عرض کر دیئے ہیں اور ان کے مسکت جوابات بھی ساتھ ہی ہدیۂ قارئینِ کرام کر دیئے ہیں، ہاں البتہ صرف ایک دلیل ان کی اور عرض کئے دیتے ہیں تاکہ ان کے غیر ناطق دلائل کے لئے ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاج کا مفہوم پورا ہو جائے۔

دلیلِ ہشتم

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۝ رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا

Marfat.com

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و ما یکون کا بیان اس کو سکھایا۔ (پھر آگے چند تفسیروں کے حوالجات نقل کئے۔ ہم ان کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی عرض کئے دیتے ہیں) تفسیر معالم التنزیل وحسینی، یہ ہی آیت اللہ نے انسان یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھا دیا۔ تفسیر خازن یہ ہی آیت۔ کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔ روح البیان، یہ ہی آیت۔ یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالےٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھا دیئے جیسا کہ خود رب تعالےٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھا دیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔ تفسیر مدارک، یہ ہی آیت۔ انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔ معالم التنزیل یہ ہی آیت۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے الیٰ ان قال ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔ انتہیٰ بلفظہ (جاء الحق ص ۵۲، ۵۳ ونحوہ فی مقیاس الحنفیۃ ص ۲۷۴)

جواب :-

اس سے بھی مفتی صاحب وغیرہ کا استدلال درست نہیں ہے۔

اولاً اس لئے کہ اگر اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ثابت ہے تو آپ کا انسان ہونا بھی ثابت ہے، پھر نور وغیرہ کے دُور از کار جھگڑے کیوں؟

وثانیاً سورۂ رحمٰن مکی ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۹ وجلالین ص ۴۴۳ وغیرہ) اور اگر آپ کے لئے ان آیات سے کلی علم غیب ملنا ثابت ہے تو اس کے بعد قرآن کریم کے نزول کا کوئی معنی نہیں؟ حالانکہ سورۂ بقرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں؛ اور ان بعض سورتوں میں صاف طور پر علم غیب کی نفی بھی مذکور ہے۔

وثالثاً اکثر مفسرین کرام رح الانسان سے جنس انسان مراد لیتے ہیں (دیکھئے جلالین ص ۴۴۳

وغیرہ) اور قرینِ قیاس بھی یہی ہے۔ کیونکہ نہ تو لفظ البیان اور النطق جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ لفظ البیان غیب اور ماکان ومایکون کا مقتضی ہے، اپنی مرضی سے اس میں یہ قیود لگانا کیونکر درست اور صحیح ہے؟

ورابعاً اگر اس مقام پر الانسان سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہو اور بیان سے ماکان ومایکون مراد ہو تب بھی درست ہے آپ نے ماکان اور مایکون کی بے شمار خبریں بتائی ہیں۔ اس کا کسے انکار ہے؟ ہاں جمیع ماکان ومایکون اور کلی علم غیب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور یہی فریق مخالف کا بے سروپا دعویٰ ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی جن جن آیات سے فریق مخالف نے اپنے مزعوم دعویٰ پر احتجاج کیا ہے وہ ہرگز ان کی مؤید نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف جاتی ہیں، اور کیوں نہ ہو قرآن کریم حق اور صداقت ہے اور حق وصداقت کبھی باطل اور جھوٹ کی تائید نہیں کر سکتا۔ فریق مخالف کو اب یہ شعر پیش نظر رکھنا چاہیے ؎

شیشہ ہے جام ہے نہ خُم اصل تو رِند قیس ہیں گُم
لاکھ سجا رہے ہو تم، بزم ابھی سجی نہیں

Marfat.com

بابِ دہم

اِس باب میں ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جن سے فریقِ مخالف نے از روئے جہالت یا خیانت جناب امام الانبیاء خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کے علمِ غیب کُلّی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور پھر ان احادیث کا صحیح مطلب اور بیان بھی صحیح احادیث کی روشنی میں اور معتبر علماء اُمت کے اقوال اور شراح حدیث سے نقل کر دیا جائے گا تاکہ کوئی خلجان باقی نہ رہے۔

پہلی حدیث

خانصاحب بریلی اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللفظ للاوّل صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ماترك شيئًا يكون فی مقامه ذٰلك الی قیام الساعة الاحدّث به حفظه من حفظه و نسيه من نسيه

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے [illegible] ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

یہی مضمون احمد نے مسند بخاری نے تاریخ طبرانی نے کبیر میں حضرتِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ بلفظہٖ (انباء المصطفےٰ صد ٦،٧ وجاء الحق صد ٦٢)

دوسری حدیث

خاں صاحب اور مفتی احمد یار خاں [illegible] اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں، واللفظ للاوّل۔

Marfat.com

صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالک من حفظه ونسیه من نسیه

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا کل حال ہم سے بیان فرما دیا۔ یاد رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

(ملفظہ انباء المصطفیٰ صـ۷ وجاء الحق صـ۶۲ ومقیاس صـ۴۶۵)

تیسری حدیث

خانصاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ للاول صحیح مسلم شریف میں حضرت عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا۔ بیچ میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیمة فاعلمنا احفظنا اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرما دیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم اُسے ہے جسے یاد رہا۔ بلفظہ۔ (انباء المصطفیٰ صـ۷ وجاء الحق صـ۶۲ وغیرہ ومقیاس صـ۴۶۳)

چوتھی حدیث

فریق مخالف کی طرف سے یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابو سعید الخدری رح فرماتے ہیں کہ :۔

قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطیبا بعد العصر فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا ذکره حفظه من حفظه ونسیه من نسیه (الحدیث)

یعنی ایک دن عصر کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اُس میں سے کوئی چیز آپ نے ایسی نہ چھوڑی جو آپ نے بیان نہ

Marfat.com

کردی ہو جس نے اُس کو یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا

ان جملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کُلی پر استدلال واحتجاج کیا ہے اور حضرت عمر فاروق رض کی روایت کی شرح میں علامہ عینی رح کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ :۔

فیہ دلالۃٌ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائہا الی انتہائہا ۔ عمدۃ القاری ج ص

اس میں اس امر کی دلالت ہے کہ آپ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال ابتداء سے لے کر انتہاء تک بیان فرما دیئے ۔

اور حافظ ابنِ حجر رح کا یہ ارشاد بھی پیش کیا ہے کہ :۔

ودلّ ذالک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث (فتح الباری ج ص)

اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بیان پر کہ آپ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال بیان کر دیئے جب سے دنیا پیدا ہوئی اور جب فنا ہوگی اور پھر جب دوبارہ

اور اپنے خیال کے مطابق اس سے اپنے دعویٰ کی تائید تلاش کی ہے ۔ (دیکھئے جاء الحق ص ۹۶ وغیرہ)

جواب :۔

ان جملہ روایات سے فریق مخالف کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے ۔ حضرت حذیفہ رض کی روایت سے تو اس لئے کہ اس میں ماترک شیئاً الخ سے استغراقِ حقیقی اور عمومِ قطعی مراد نہیں ہے اور عادۃً دن یا دن کے ایک حصہ میں تمام امور کا بیان ممکن بھی نہیں ہے) اولاً اس لئے کہ خود حضرت حذیفہ رض فرماتے ہیں کہ :۔

واللہ ماترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃٍ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاثمائۃ فصاعداً الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۹)

بخدا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اختتامِ دنیا تک کوئی ایسا قائدِ فتنہ نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو اور تین سو سے زائد لوگ شامل فتنہ ہوں مگر آپ نے ہمارے سامنے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور

Marfat.com

اس کے قبیلہ کا نام بیان کیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ صرف فتنے تھے اور فتنے بھی اس عموم کے ساتھ بیان نہیں کئے کہ ہر کہ و مہ فتنہ بیان کیا ہو بلکہ فقط وہی فتنے بیان کئے جن میں لوگوں کی گمراہی کے اسباب زیادہ پائے جاتے ہوں اور قائدِ فتنہ کی مکاری اور حیلہ سازی سے اس کے چیلے چانٹوں کی تعداد تین سو اور اس سے زائد تک پہنچ سکتی ہو۔ اور حضرت حذیفہ رضہ ہی کی ایک روایت میں یوں آیا ہے :۔

واللہ انی لاعلم بکل فتنۃ ھی کائنۃ فیما بینی وبین الساعۃ الحدیث (مسلم ج ۲ صـ ۳۹۰ و مسند احمد ج ۵ صـ ۳۸۸)	خدا کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہر ہونے والے فتنہ کو بخوبی جانتا ہوں۔

اور وہ اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کی بابت ہی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ :۔

قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الحدیث (مشکوٰۃ ج ۲ صـ ۴۶۱ وقال متفق علیہ)	لوگ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ سے فتنہ اور شر کی بابت پوچھا کرتا تھا محض اس خوف سے کہ کہیں بے خبری میں اس کا شکار نہ ہو جاؤں۔

اور یہ انہی فتن اور اشراطِ ساعت کی بکثرت معلومات حاصل ہونے کی وجہ سے صحابۂ کرام رضہ میں معروف ومشہور تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ :۔

ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ فقلت انا احفظ الحدیث (مشکوٰۃ ج ۲ صـ ۴۶۸ وقال متفق علیہ)	تم میں فتنہ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کس کو سب سے زیادہ یاد ہیں؟ تو حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ یاد ہیں۔

ان سب روایات کے پیشِ نظر یہی امر متعین ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوامع

Marfat.com

کلام میں اگرچہ وقتِ یسیر کے اندر واقعاتِ کثیرہ بیان فرمائے مگر تھے وہ فتن اور اشراط و علاماتِ قیامت ہی کے بارے میں نہ کہ ہر ہر چیز جس کا تعلق آپ کے منصب ہی سے نہ تھا۔

وثانیاً حضرت حذیفہ رض کا خود اپنا بیان ہے کہ :۔

فاخبرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بما هو کائن الی ان تقوم الساعة فما منه شیءٌ الا قد سألته الا انی لم اسأله ما یخرج اهل المدینة من المدینة (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۶ ابوداود طیالسی ص ۸۵ و مستدرک ج ۴ ص ۴۲۶)

مجھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر وہ چیز بتائی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بارے میں میں نے خود آپ سے دریافت نہ کیا ہو مگر میں آپ سے یہ نہیں پوچھ سکا کہ وہ کونسا فتنہ ہوگا جو اہلِ مدینہ کو مدینہ سے نکال دے گا

لیجئے اس صحیح روایت نے تو معاملہ اور صاف کر دیا کہ جس جس شر اور فتنہ کے بارے میں حضرت حذیفہ رض نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے اسی کا جواب دیا اور اسی کے متعلق واضح اور روشن نشانیاں اور علامات بیان فرماتے رہے مگر حضرت حذیفہ رض آپ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ حضرت وہ فتنہ کونسا ہوگا اور وہ کونسی شر ہوگی جس کی وجہ سے اہلِ مدینہ کو مدینہ طیبہ جیسا پاک مقام ترک کرنا اور چھوڑنا پڑے گا؟ اور فتنوں کا تو سرے سے قصہ ہی چھوڑیئے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے تمام فتنے اور حالات بھی بیان نہیں فرمائے تھے، اور حضرت حذیفہ رض باوجود احادیث فتن کے باب میں احفظ ہونے کے یہ نہیں جان سکے کہ وہ کون سی مصیبت اور فتنہ ہوگا جو اہلِ مدینہ کو نکلنے پر مجبور کر دے گا۔

وثالثاً علامہ ابن خلدون المغربی رح المتوفی ۸۰۸ھ حضرت حذیفہ رض اور حضرت ابو سعید الخدری رض وغیرہ کی مذکورہ روایات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ :۔

وهذه الاحادیث کلها محمولة علی ما ثبت فی الصحیحین من احادیث الفتن والاشراط لا غیر لانه المعهود من الشارع صلوات اللہ

یہ سب کی سب حدیثیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی احادیث میں وارد ہے صرف فتن اور علاماتِ قیامت پر محمول ہیں کوئی اور چیز ان سے مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ شارع علیہ

Marfat.com

وسلامه علیه فی امثال هذه العمومات	الصلوٰة والسلام کا ایسے عمومات کے بارے میں بھی منصب
(مقدمہ صفحہ ۲۳۳)	ہے کہ جو ان کی شایان شان ہوں صرف وہی امور بیان فرمائیں

علامہ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب اسی کا مقتضی ہے کہ آپ صرف وہی کچھ بیان کریں جو رسالت اور نبوت کے مناسب ہے اور وہ ایسے فتنے ہیں جن سے آگاہ کرنا آپ کا مقام تھا۔ اور آپ نے ایسے اکثر فتنے بیان فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

وقد بیّن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنے بیان فرما
اکثر الفتن (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ صفحہ ۲۱۳)	دیئے ہیں۔

کیا فریق مخالف کا ضمیر اور ایمان اس کو گوارا کرتا ہے کہ اس خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کی مردم شماری تمام چھوٹے بڑے انسانوں، کافروں اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، چرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں کی تفصیلی تعداد اور ان کے مکمل اور مفصل حالات بیان کئے تھے کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں اور کتنی مرتبہ جفتی اور پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں اور ان امور کا منصب نبوت اور دین سے آخر کیا تعلق ہے؛ کیا واقعی فریق مخالف کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے؛ بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا اور اگر نہیں تو پھر ان کو بروقت اس کا علاج کرانا چاہیئے ؎

علاج نفسِ ظالم زود ہنگام جوانی کن ‎ ‎ ‎ کہ ایں مارِ سیاہ چوں پیر گردد اژدہا گردد

رہی حضرت عمرؓ کی روایت تو اس سے بھی عموم اور استغراقِ حقیقی مراد لینا باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت عمرؓ سود کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض و	جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے وفات
لم یفسرھا لنا الحدیث (ابن ماجہ صفحہ ۱۶۵)	پا گئے اور آپ نے سود کو ہمارے سامنے کھول کر بیان
	نہیں کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

مات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولم	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ

Marfat.com

یبیّنہ لنا الحدیث (رواہ الحاکم وابن عدی ۔ نے ہمارے سامنے سُود کو بیان نہ فرمایا

ابن کثیر ج ۱ ص۳۲۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ :-

ثلاث لان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم	تین چیزیں اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بیّنھم لنا احب الیّ من الدنیا وما فیھا	ہمارے سامنے بیان فرما دیتے تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے
الخلافۃ والکلالۃ والربا (المستدرک ج ۲ ص۳۰۴	زیادہ محبوب ہوتیں ۔ ایک خلافت دوسری کلالہ کی وراثت)
قال الحاکم والذہبی علی شرطھما والطیالسی ص۱۳)	اور تیسری چیز سود کی پوری تشریح) ۔

یعنی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارات و کنایات، اور طرزِ عمل سے حضرت ابوبکر رضؓ کا خلیفہ ہونا ظاہر کر دیا تھا مگر بطور نص کے نامزد نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے مشورہ سے یہ عقدہ حل ہُوا اور اسی طرح کلالہ کی وراثت اور ربٰو و سود کے اصول تو قرآن کریم اور احادیث میں بیان کئے گئے ہیں ۔ مگر وہ بقول حضرت عمر رضؓ نہایت مجمل ہیں اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھول کر ان کو بیان نہیں فرمایا ۔ علاوہ بریں اگر حضرت عمر رضؓ کی حدیث سے ہر ہر چیز کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے ثابت ہوتا تو حضرت عمر رضؓ کو بعض بعض مسائل اور احکام میں دیگر صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ لینے کی اور بعض احکام میں خود اجتہاد و قیاس کرنے کی کیا ضرورت اور حاجت تھی ؟ باقی رہا حضرت عمر رضؓ کی روایت کی تشریح میں علامہ عینی رحؒ اور حافظ ابن حجر رحؒ کی اس قول جمیع احوال المخلوقات سے علم کُلّی ثابت کرنا تو یہ فریق مخالف کی نری خوش فہمی ہے ۔ کیونکہ ہم علامہ عینی رحؒ اور حافظ ابن حجر رحؒ کی خود اپنی تصریحات سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے عدم علم غیب کے بارے میں پوری تفصیل پہلے درج کر چکے ہیں ۔ عربی زبان میں لفظ جمیع اور اجمع کبھی سب کے معنیٰ میں اور کبھی اکٹھا اور یکجا کے معنی میں آتا ہے ۔ چنانچہ صراح ص۳۰۵ وغیرہ میں ہے جمیع ضد متفرق الخ کہ جمیع کا لفظ متفرق کی ضد ہے ۔ جمیع کو اس مقام پر ایسا ہی سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے ۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ یعنی ہم جنّوں اور انسانوں کو اکٹھا کر کے ان سے جہنم

(پ۱۲ ۔ سورۂ ہود ۔ ع۱۰)

Marfat.com

کو پڑ کریں گے۔

یعنی دوزخ میں انسان و جن دونوں سزا میں اکٹھے ہوں گے یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام انسان و جن دوزخ میں چلے جائیں گے ورنہ پھر جنت میں کون جائے گا ؟ ع

اس کے الطاف بہت ہیں کہ گنہگار بہت

اور علماء اصول نے لفظ مفسر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ (کہ سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدم کو سجدہ کیا)

میں لفظ اجمعون اس تاویل کے سدباب کے لئے آیا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تو سب فرشتوں نے کیا مگر الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ کیا کیونکہ لفظ اجمعون میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سب فرشتوں نے مل کر اور اکٹھے ہو کر سجدہ کیا تھا۔ (دیکھئے حسامی ص۸ و نور الانوار ص۹۱ وغیرہ) تو اس لحاظ سے علامہ عینی رح اور حافظ ابن حجر رح کی عبارت کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے کچھ احوال رجو فتن و اشراط ساعت وغیرہ پر مشتمل تھے اکٹھے بیان کیے گو اس سے قبل اور بعد کو بھی آپ نے کچھ حالات بیان فرمائے لیکن وہ متفرق تھے۔ اتنے اکٹھے حالات آپ نے صرف اسی معہود مجلس میں بیان فرمائے۔ اور اگر کسی کو لفظ جمیع کے معنی کل ہونے پر ہی اصرار ہو تو ہماری بلا سے وہ اسی کتاب میں لفظ کُل کی بحث ملاحظہ کرلے جس میں خانصاحب کا حوالہ بھی شامل ہے، کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی ؎

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں ٹیڑھے اے ظفر

جبکہ ٹیڑھی میں نے کی تقریر سیدھے ہو گئے

اور ان کے جواب کے پیش نظر حضرت عمرو بن اخطب الانصاری رض اور حضرت ابو سعید ن الخدری رض کی احادیث کا جواب سمجھنا بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ان حدیثوں کا بھی صرف یہی مطلب لیتے ہیں کہ آپ نے امور دین، کلیات دین اور اسی طرح اہم فتن وغیرہ بیان فرمائے تھے نہ کہ دنیا کا ہر ہر ذرہ۔ چنانچہ حضرت ابو سعید ن الخدری رض کی روایت میں فلم یدع شیئًا کی شرح میں حضرت ملا علی ن القاری الحنفی رح لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

ای مما یتعلق بالدین مما لا بد منه	یعنی آپ نے اس خطبہ میں دین کی ہر ضروری بات
(مرقات ج ۵ صث۔)	کو بیان فرمایا تھا۔

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ای مما یتعلق بالدین ای کلیاتہ ادھو	یعنی آپ نے دین کے کلیات اس خطبہ میں بیان
مبالغۃ اقامۃ للاکثر مقام الکل	فرمائے یا مبالغہ کے طور پر اکثر چیزوں کو کل کہا گیا۔

(لمعات ہامش مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۳۷)

نیز لکھتے ہیں کہ :۔

فلم یدع شیئاً پس نگذاشت چیزے را از قواعد	سو آپ نے قیامت تک کے لئے قواعد اور مہمات دین
مہمات دین کہ واقع میشود تا قیامت مگر آنکہ ذکر کرد	میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی جو بیان نہ فرما دی اور یہ
آنرا ایں مبالغہ است بگردانیدن اکثر در حکم کل الخ	مبالغہ ہے جس میں اکثر کو کل کے معنیٰ میں کر دیا
(اشعۃ اللمعات ج ص)	گیا ہے۔

لیجئے اب تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ یہ وہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح ہیں جن کی بعض مجمل عبارات اور لفظ کلّی، ہر، جمیع اور کُل وغیرہ سے فریق مخالف علم غیب کُلّی پر استدلال کیا کرتا ہے مگر حضرت شیخ صاحب نے خود بیان فرما دیا کہ ایسے عام لفظ کو کبھی مبالغۃً اکثر کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے اس سے ہر مقام پر کُل حقیقی اور عموم استغراقی ہی مراد نہیں ہوتی اور جس جس مقام پر ایسے عام الفاظ آتے ہیں، اُن سے دیگر دلائل کے رُو سے یہی مطلب اور معنیٰ لیا جائے گا کہ مبالغۃً اکثر کو کُل کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔ کیا خوب

ترے رندوں پہ سارے کُھل گئے اسرارِ دیں ساقی
ہُوا علم الیقیں عین الیقیں حق الیقیں ساقی

پانچویں حدیث

خانصاحب اور مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ واللفظ للاول :۔

"جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس

Marfat.com

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فرأیتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیء وعرفت

مَیں نے اپنے رب عزّوجل کو دیکھا اُس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن صحیح سالت محمد بن اسمٰعیل عن ھذا الحدیث فقال صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے مَیں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔ اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اسی معراج منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا فعلمت ما فی السمٰوات والارض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب میرے علم میں آگیا۔ (بلفظہ انباء المصطفےٰ صک وجاء الحق ص ۶۲۔۶۳)

اور مولوی محمد عمر صاحب بزعم خود اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ تو کُل شے میرے واسطے روشن ہوگئی وَعَرَفْتُ اور مَیں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ اللہ تعالےٰ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے دستِ قدرت سے وہ علمِ کُلّی عطا فرما دے لیکن منکر پھر بھی آپ کے علم کُلی کے عقیدہ رکھنے والے کو فتویٰ شرک لگا کر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے علم کُلی کی تنقیص کرے' اھ (مقیاس ص ۲۷۵)

جواب:۔

اس حدیث سے فریقِ مخالف کا استدلال غلط ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ اگرچہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اس کی تحسین اور تصحیح نقل کی ہے لیکن یہ ترمذی کے متن میں نہیں بلکہ حاشیہ پر ایک نسخہ کا حوالہ دے کر یہ عبارت بمع سند و متن حدیث کے نقل کی گئی ہے (دیکھئے ترمذی ج ۲ ص ۱۵۶) اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ کی روایت میں (جس کی

Marfat.com

امام بخاری رح سے تصحیح و تحسین نقل کی گئی ہے) راوی عبدالرحمٰن بن عائش الحضرمیؒ ہے۔ بعض نے ان کو صحابی بتایا ہے۔ لیکن امام ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ جس نے اس کو صحابی کہا ہے اس نے غلطی کی ہے اور ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور امام بخاری رح فرماتے ہیں کہ :-

له حدیث واحد (وھو حدیث الرؤیة) الا انھم یضطربون فیه ــ وقال الذھبیؒ وحدیثه عجیب غریب (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۰۶ ومیزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۱ محصلہ)

ان سے صرف حدیث رؤیتہ ہی منقول ہے مگر محدثین اس میں اضطراب کرتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث بڑی عجیب و غریب ہے۔

اور مضطرب حدیث فن اصولِ حدیث کے رُو سے ضعیف ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے امام بخاریؒ کی تصحیح و تحسین خود متعارض ہو کر ساقط ہو جائے گی اور امام بیہقی رح اس حدیث کے بعض طُرق کو لکھ کر آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

قد روی من طرق کلھا ضعاف وفی ثبوته نظر (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۰ طبع الہ آباد)

کہ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے مگر سب سندیں اس کی ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔

اور یہی عبارت علامہ خازن رح نے ج ۶ ص ۵۴ طبع مصر میں اور امام سیوطی رح نے تفسیر درِ منثور ج ۵ ص ۳۱۹ میں نقل کی ہے۔ لہٰذا ایسے اہم معاملہ اور بنیادی عقیدہ میں اس کو پیش کرنا اصول کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

وثانیاً اس روایت میں اس کا بھی ذکر ہے کہ آپ کو ملاء اعلیٰ کا علم ہو چکا تھا حالانکہ قرآن کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ :-

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ○ (پ ۲۳ - صٓ - ع ۵)

(آپ فرما دیجیے) کہ مجھے ملاء اعلیٰ کا کوئی علم نہیں کہ وہ کس چیز میں اختلاف کر رہے ہیں۔

چونکہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ملاء اعلیٰ کا عدم علم ثابت کرتی ہے اور حدیث مذکور کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد ہی ہوگی اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب عموم

Marfat.com

آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ باقی رہے (انباء المصطفےٰ ص۱) لہٰذا کیونکر یہ حجت ہو سکتی ہے؟

وثالثاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنہم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب و القدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک ولیس ذالک بنقص (الی ان قال بعد عدۃ اسطر) وان استدل بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فتجلی لی کل شیٔ قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالیٰ فی التوراۃ تفصیلا لکل شیٔ والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام ولو سلم فھذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفیہ ثم لما سری عنہ ذالک فلا بُعد من ان یکون تعلیم تلک الامور ثانیاً فی حالۃ اُخریٰ الخ (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص۲۴ و ص۲۵)

پھر جاننا چاہئے کہ واجب ہے کہ انبیاء کرام ع سے باری تعالیٰ کی صفات کے نفی کی جائے مثلاً علمِ غیب اور جہان کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے (پھر کئی سطور کے بعد فرمایا کہ) اور اگر کوئی شخص آپ کے علمِ غیب پر فتجلی لی کل شیٔ (کی حدیث) سے استدلال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شیٔ آیا ہے اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص کرنا ہے اور اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کے لئے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کے لئے تھی جبکہ اللہ تعالےٰ نے دستِ قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالےٰ نے دستِ قدرت اُٹھا لیا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بُعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان اُمور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور کیجئے کہ شاہ صاحب رح کیا کہہ گئے ہیں؟ مولوی محمد عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کُلی کی نفی کرنے والا تنقیص کرتا ہے مگر حضرت شاہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ انبیاء

Marfat.com

کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی توہین و تنقیص نہیں ہے اور فتجلی لی کل شئی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی پر استدلال کرنے والے کو حضرت شاہ صاحب نے یوں جواب دیا کہ اس میں لفظ کل عموم حقیقی کے لئے نہیں ہے بلکہ احکام دین اور امورِ شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شئی آیا ہے اور گزر چکا ہے کہ اس سے مراد امورِ دین اور احکام وغیرہ ہی ہیں ہر ہر ذرہ مراد نہیں ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ خود اسی روایت میں اس کا قرینہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا کہ ملاء اعلیٰ (یعنی مقربین فرشتوں) کا اختلاف اور اختصام کس بات میں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لا ادری میں نہیں جانتا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت آپ کے دونوں شانوں اور کتفین پر رکھا اور اس کے بعد آپ سے پوچھا کہ ملاء اعلیٰ کی خصومت کس امر میں ہو رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا، وہ کیا امور ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پاؤں پر چل کر مسجدوں میں برائے نماز پہنچنا اور مسجدوں میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا اور تکالیف میں بھی وضو کی تکمیل اور اسباغ کرنا اور اس کے علاوہ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھنا وغیرہ (دیکھئے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۲ وقال رواہ الترمذی وقال حسن صحیح) یہی روایت خود اس کو واضح کرتی ہے کہ ملاء اعلیٰ کی جس بحث و تمحیص اور مکالمہ اور گفتگو کا آپ کو پہلے علم نہ تھا وہ یہی کفارات وغیرہ تھے جن کا ذکر ابھی ہوا اور باری تعالیٰ کے دستِ قدرت کے اثر سے یہی امور آپ پر منکشف ہوئے اور فَتَجَلّٰی لِی کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ کا مصداق پورا ہوا اور یہی چیز ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی سابق عبارت میں بیان فرما رہے ہیں، اور دوسری چیز حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جتنے وقت تک آپ کی پشتِ مبارک پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت رہا اتنے عرصہ تک ہر چیز آپ پر اجمالی صورت میں منکشف ہو گئی اور جب دستِ قدرت اٹھا تو وہ حالت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری حالت اور اوقات میں آپ کو ہر ہر چیز کی تفصیلی طور پر باقاعدہ خداوند

Marfat.com

کریم کی طرف سے بذریعہ وحی تعلیم ہوتی رہی جیسا کہ نصوص قطعیہ متواترہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ اور یہ وحی آخر دفعہ تک ہوتی رہی اور اس کے ذریعہ آپ کو احکام اور حالات کی اطلاع دی جاتی رہی۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ نے اس حدیث کی تشریح میں جو یہ فرمایا کہ :۔ " عبارتست از حصول تمامہ علوم کلی وجزوی واحاطہ آں " تو اس میں بھی کلی حقیقی و استغراقی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت شیخ صاحبؒ کی متعدد عبارتیں جیسا کہ مختلف ابواب میں عرض کی جا چکی ہیں، اس کے خلاف جاتی ہیں۔ اور نیز حضرت شیخ صاحبؒ اکثر کو مبالغۃً کل پر محمول کرنے کے بھی قائل ہیں۔ کما مر مفصلاً۔ خانصاحب نے خالص الاعتقاد ص ۳۷ و ص ۳۹ اور انباء المصطفےٰ ص ۱۱ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق ص ۸۲ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی فیوض الحرمین سے چند حوالجات نقل کئے ہیں کہ جب کوئی بندہ اور عارف مقام قدس اور مقام حق تک پہنچتا ہے :۔

فیتجلّٰی له کل شیٔ — تو ہر شے اُس پر روشن ہو جاتی ہے

و نیز لکھا ہے کہ وُہ :

والبلوغ الی حقیقۃ کل علم وحال — ہر علم اور حال کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے

وغیرہ وغیرہ۔ اس سے خانصاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کُلّی پر استدلال کیا ہے مگر بے سُود ہے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے تفہیمات کی سابق اور واضح عبارت میں یہ بیان کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور فتجلّٰی لی کل شیٔ کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں لفظ کُلّ عموم استغراق کے لئے نہیں ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شیٔ استغراق حقیقی کے لئے نہیں ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی لفظ کُلّ کے بارے میں اس اصطلاح اور تصریح کو معلوم کر لینے کے بعد کوئی عقلمند اور منصف مزاج دھوکہ کھا سکتا ہے؟ اسی طرح فعلمت ما فی السمٰوٰت و الارض میں لفظ ما سے استغراق حقیقی مراد لینا بھی غلط ہے۔ ہم لفظ ما کی بحث پہلے باحوالہ عرض کر چکے ہیں۔ اس حدیث کا مفاد بھی صرف اتنا ہے کہ میں نے آسمانوں میں ملاء اعلیٰ اور فرشتگان مقربین

Marfat.com

کی بحث تمحیص اور دربارۂ مسائل اختصام واختلاف کو جان لیا اور زمین میں مشی الاقدام الی المساجد اور وضوء علی المکارہ اور اطعام الطعام اور لین الکلام وغیرہ کے مسائل جان لئے جیسا کہ خود اس حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس سے وہ مطلب لینا جو فریقِ مخالف نے لیا ہے ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ کا ابطال ہوتا ہے جو بجائے خود یقیناً باطل اور مردود ہے۔

چھٹی حدیث

خانصاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ للاول :۔

"امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ابویعلی وابن منیع وطبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی :۔

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علماً	نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنیوالا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرما دیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض وشرح زرقانی للمواہب میں ہے :۔

ھذا تمثیل لبیان کل شیٔ تفصیلاً تارۃً واجمالاً اُخریٰ۔	یہ ایک مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرما دی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً

اھ (بلفظہ انباء المصطفےٰ صش و جاء الحق ص۶۳)"

جواب :۔

اس سے بھی فریقِ مخالف کا احتجاج درست نہیں ہے۔

اولاً اس لئے کہ مسند احمد ج ۵ ص۱۵۳ وغیرہ میں اس کی سند یوں آتی ہے الاعمش نا منذرنا اشیاخ من التیم قالوا قال ابوذر رض الخ معلوم نہیں کہ یہ اشیاخ کون اور کیسے تھے ثقہ یا ضعیف تھے؟ ایسی مجہول سند سے محدثین احتجاج کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہیں چہ جائیکہ باب عقائد میں خانصاحب کا بحوالۂ مسند احمد اس سند کو صحیح کہنا عجیب جہالت یا خیانت ہے۔

Marfat.com

وثانیاً خود حضرت ابوذرؓ کی روایت اس مجمل روایت کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :-

عن ابی ذرؓ قال ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما من طائر یقلب جناحیہ فی الھواء الا وھو یذکر لنا منہ علماً قال و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی شئ یقرب من الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بُیّن لکم (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۴)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حالت میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ ہوا میں پر ہلانے والا ایسا نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس سے ہمارے لئے کچھ علم بیان فرما دیا اور نیز ابوذرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی باقی نہیں جو تمہیں جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کرتی ہو مگر وہ تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے محدثانہ اور مفسرانہ صنیع سے یہ بات آشکارا کر دی ہے کہ پرندوں کے کچھ حالات آپ نے ایسے بیان کئے (مثلاً حلال و حرام ہونے وغیرہ کے) جن پر عمل پیرا ہو کر جنت حاصل کی جا سکتی اور جہنم سے اجتناب کیا جا سکتا ہے اور منہ علماً اس کا واضح قرینہ ہے اس سے علم غیب پر استدلال یقیناً باطل ہے۔

وثالثاً مشہور حنفی محدث علامہ محمد طاہرؒ لکھتے ہیں کہ :-

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما طائر یطیر الا عندنا منہ علم یعنی استوفی بیان الشریعۃ حتی لم یبق مشکل فضربہ مثلا وقیل اراد انہ لم یترک شیئاً الا بیّنہ حتی احکام الطیر وما یحل وما یحرم وکیف وما الذی یفدی منہ المحرم اذا اصابہ ونحوہ - (مجمع البحار ج ۲ ص ۳۲۰)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنے والا پرندہ ایسا نہیں جس کا علم ہمیں نہ ہو یعنی آپ نے شریعت کو کما حقہٗ پورا بیان فرمایا ہے حتیٰ کہ کوئی مشکل باقی نہیں رہی اور یہ ارشاد بطور مثال آپ نے بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے نہ چھوڑی جو آپ نے بیان کی ہو حتیٰ کہ پرندوں کے احکام اور ان میں جو حلال اور

Marfat.com

حرام ہیں اور اس قسم کی دیگر کیفیت اور یہ کہ جب محرم
کسی جانور کو قتل کرے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے
وغیرہ وغیرہ۔

اس صریح عبارت سے معلوم ہوا کہ پرندوں کے متعلق آپ نے صرف وہ احکام بیان فرمائے ہیں جو حلال وحرام وغیرہ احکام سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا شریعت میں بیان کرنا ضروری ہے اور یہ کہ محرم بحالت احرام اگر کسی جانور اور پرندے کو قتل کردے تو اس پر کیا فدیہ عائد ہوگا وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ شرعی احکام ہیں اور منصب نبوت اور رسالت کے عین مطابق ہیں نہ یہ کہ وہ جانور پیشاب و پاخانہ کس طرح کریں گے؟ اور جفتی وغیرہ کیسے کریں گے؟ العیاذ باللہ! ان امور کا "منصب رسالت" سے بھلا تعلق ہی کیا ہے؟

ساتویں حدیث

مولوی محمد عمر صاحب بحوالہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۲ اور مفتی احمد یار خان صاحب بحوالہ بخاری خازن ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ :۔

"حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو!"

"خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے" (مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے اور بحث پہلے مفصل گزر چکی ہے کہ اہل حق کا جھگڑا اہل بدعت سے علوم خمسہ کے جزئیات میں نہیں ہے وہ تو باذن اللہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ

Marfat.com

وحی اور اولیائے عظام رح کو کشف اور الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں، جھگڑا صرف کلیات میں ہے اور اس میں فریق مخالف کے پاس ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ میدان وسیع ہے۔ طبع آزمائی کر دیکھیں۔ صفدر" یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اُجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں"۔ انتہیٰ بلفظہ ـــ

(جاء الحق صـ ۶۴ و مقیاس صـ ۲۶۲)

جواب :-

اس روایت سے بھی فریقِ مخالف کا علمِ غیب کُلی پر استدلال باطل ہے۔

اوّلاً اس لئے کہ آپ کا یہ فرمانا سلونی کہ مجھ سے سوال کرو، اظہارِ ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ لوگوں نے دُور از کار اور لایعنی سوالات کرنے شروع کر دیئے تھے اس لئے آپ نے بطور غصہ اور ناراضگی کے یہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:-

قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اشياء كرهها فلما اكثروا عليه المسألة غضب وقال سلوني الحديث (بخاری ج ۲ صـ ۱۰۸۳ و مسلم ج ۲ صـ ۲۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جن کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے جب لوگوں کے سوالات بڑھ گئے تو آپ نے طیش میں آکر فرمایا پوچھو مجھ سے الخ

جب بعض لوگوں نے آپ کی منشاء کو نہ سمجھا اور سوالات شروع کر دیئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ان کے جوابات آپ کو بتلائے جاتے رہے، نہ یہ کہ آپ کو مغیبات کا علم تھا۔ چنانچہ امام نووی رح اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ :-

قال العلماء هذا القول منه صلى الله عليه وسلم محمول على انه اوحى اليه والا فلا يعلم كل ما يسأل عنه من المغيبات الا باعلام الله تعالى قال القاضي وظاهر الحديث

علماء کرام رح کا کہنا ہے کہ یہ قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر محمول ہے کہ آپ کو اس کی وحی ہوئی تھی ورنہ آپ کو تمام غیبات کا جن کے بارے میں آپ سے سوالات ہوتے تھے کوئی علم نہ تھا

Marfat.com

ان قوله صلی الله علیه وسلم سلونی انما
کان غضباً کما فی الروایة الاخریٰ سئل
النبی صلے الله علیه وسلم عن اشیاء کرهها
فلما اکثر علیه غضب ثم قال للناس سلونی
وکان اختیاره صلے الله علیه وسلم ترك
تلك المسائل لکن وافقهم فی جوابها
لانه لا یمکن رد السوال لما رأه من حرصهم
علیها والله اعلم بلفظه
(شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

ہاں مگر جتنا خدا تعالےٰ نے چاہتا تھا اطلاع دے دیتا تھا
قاضی عیاض رح فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ
اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کا سلونی فرمانا اظہارِ
ناراضگی پر مبنی تھا کیونکہ دوسری روایت میں موجود ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بکثرت ایسی
چیزیں پوچھی گئیں جن کو آپ پسند نہیں کرتے تھے
تو آپ نے غصہ میں آکر لوگوں سے فرمایا مجھ سے پوچھو
آپ صرف اسی امر کو پسند کرتے تھے کہ یہ سوالات نہ
ہوں لیکن جب لوگوں نے آپ سے پوچھنا شروع کیا
تو آپ نے ان کو جواب دینے میں (نظر باخلاق کریمہ) موافقت
کی کیونکہ لوگ جب پوچھنے پر حریص واقع ہوئے تو
آپ کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ان کو بے نیلِ مرام واپس کر دیتے

حضرت عمرؓ بن الخطاب وغیرہ جلیل القدر صحابی جو صحیح معنی میں مزاج شناسِ رسول تھے انہوں نے اس موقع پر آپ کی ناراضگی کا گہرا احساس کرتے ہوئے

فبرك عمرؓ علی رکبتیه فقال رضینا
بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا
قال فسکت رسول الله صلی الله علیه و
سلم حین قال عمرؓ ذلك
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۲ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور یہ فرمایا کہ ہم اللہ تعالےٰ
پر راضی ہیں جو ہمارا رب ہے اور اسلام پر راضی ہیں
جو ہمارا دین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی
ہیں جو ہمارے رسول ہیں، جب آپ نے حضرت عمرؓ
سے یہ سنا تو پھر سکوت اختیار فرمایا

ان جملہ صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سلونی الخ فرمانا اس امر پر مبنی نہ تھا کہ آپ کو علمِ غیب تھا اور آپ اس کا اظہار لوگوں پر کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ارشاد آپ نے لوگوں

Marfat.com

کے لایعنی اور بے کار سوالات کا دروازہ بند کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

وثانیاً اگر اس ارشاد کو غصّے پر محمول نہ بھی کیا جائے تب بھی صحیح روایات میں اس امر کی واضح اور روشن دلیل موجود ہے کہ آپ نے امورِ عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت دی تھی نہ یہ کہ ہر کہ ومہ امر کی اجازت آپ نے لوگوں کو دی تھی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر ان بین	منبر پر کھڑے ہوئے سو آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا
یدیھا امورًا عظامًا ثم قال من احب ان	اور یہ بیان فرمایا کہ قیامت سے قبل بڑے بڑے
یسأل عن شیٔ فلیسأل عنه فواللہ لا	واقعات رونما ہوں گے جو شخص کسی چیز کے بارے
تسألونی عن شیٔ الا اخبرتکم به مادمت	میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے بخدا جب تک میں
فی مقامی ھذا الحدیث	اس مقام میں موجود ہوں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھوگے
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)	تو میں تم کو بتادوں گا۔

ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور شاہد وتائید حضرت عمرؓ کی یہ روایت بھی سن لیجئے:۔

وخص رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کے بعض ابواب
ابواب الغیب وقال سلونی ولا تسألونی	اور امور کی تخصیص فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھو
عن شیٔ الا انبأتکم به الحدیث	تم مجھ سے جو کچھ بھی (ان مخصوص امورِ غیب میں سے)
(ابوداؤد وطیالسی ص ۸)	سوال کروگے تو میں تمہیں اس کی اطلاع دوں گا۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوابِ غیب کی ان باتوں کو بیان کرنا یا پہلی صورت میں ناپسندیدہ اور لایعنی امور کے جوابات سے اجتناب کرنا اور بصورتِ اصرارِ سائل بذریعہ وحی اس کا جواب دینا آپ کے منصبِ نبوت سے متعلق تھا جیسا کہ امام نووی رح کی عبارت میں اس کی تصریح گزر چکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اسی کا متقاضی ہے:۔

لَا تَسْأَلُوا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ	مت سوال کرو تم ایسی اشیاء کے بارے میں کہ جب وہ

Marfat.com

وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ الآیۃ (پ ۷ - مائدہ - ع ۱۴)

تم پر ظاہر کر دی گئیں تو تم پریشان ہوئے اور اگر تم اس وقت ان کے بارے میں سوال کرو گے جبکہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے تو وہ اشیا تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔

اور نزولِ قرآن کے زمانہ سے نزولِ وحی کا زمانہ مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ :-

ای و ان تسئلوا عن هذه الاشیاء التی نهیتم عن السؤال عنها حین ینزل الوحی علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآله وسلم تبیّن لكم (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۶)

یعنی اگر تم ان اشیاء کے بارے میں سوال کرو گے جن سے تمہیں روکا گیا ہے جبکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے تو وہ اشیاء ضرور تم پر واضح کر دی جائیں گی (اور پھر تم پریشان ہو گے)۔

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سلونی ضروری مسائل دریافت کرنے کے لئے بھی ارشاد فرمایا ہے مگر صرف وہ امور جن کی لوگوں کو حاجت تھی اور وہ منصب نبوت کے مناسب بھی تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر سلونی کی شرح کرتے ہوئے امام نووی رح لکھتے ہیں کہ :-

قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم سلونی هذا لیس بمخالف للنهی عن سواله فان هذا المامور به هو فیما یحتاج الیه وهو موافق لقوله تعالیٰ فسئلوا اهل الذکر انتهی بلفظه (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھ سے پوچھو، یہ اُس قول کے مخالف نہیں ہے جس میں آپ نے سوال سے منع کیا تھا کیونکہ جس سوال کی آپ نے اجازت دی تھی وہ تو صرف ان امور میں ہے جن کی لوگوں کو حاجت ہو اور یہ اللہ تعالےٰ کے اُس ارشاد کے موافق ہے کہ اہلِ علم سے پوچھو۔

ان تمام دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سلونی الخ سے علم غیب کُلی کا اثبات خدا تعالےٰ اور اُس کے رسولِ برحق صلے اللہ علیہ وسلّم اور علماءِ اُمت کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ حافظ ابن حجر رح اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

واشد من ذالك فی کثرة السؤال البحث عن

اور اس سے بڑھ کر کثرتِ سوال میں وہ بحث ہے جو ایسے

Marfat.com

امور مغیبۃ ورد الشرع بالایمان بها مع ترک کیفیتها ومنها ما لا یکون له شاهد فی عالم الحس کالسؤال عن وقت الساعة وعن الروح وعن مدة هذه الامة الی امثال ذلک مما لا یعرف الا بالنقل الصرف والکثیر منه لم یثبت فیه شئ فیجب الایمان به من غیر بحث ۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۲۵)

امور غیبیہ کے بارے میں ہو جن کے بارے میں شریعت نے صرف ایمان لانے کا حکم دیا ہے بغیر اس کے کہ ان کی کیفیت معلوم کی جائے اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جن کی عالم حس میں کوئی مثال ہی نہیں جیسے قیامت کے وقت کا علم اور روح اور اس امت کی مدت کا علم وغیرہ جو صرف خالص نقل ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور ان میں سے کثیر امور کے بارے میں کوئی حدیث اور نقل ثابت ہی نہیں ہے کہ یہ امور کب ہوں گے؛ لہٰذا ان پر ایمان ہی لانا ضروری ہے

اور شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :

فان قلت من این عرف رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ ابنہ قلت اما بالوحی وھو الظاھر او بحکم الفراسۃ او بالقیاس او بالاستلحاق

(عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۰۹)

سو اگر تو یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ رض حذافہ کے بیٹے ہیں، تو میں جواب میں یہ کہوں گا کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا تھا اور یہی ظاہر ہے یا فراست یا قیاس یا استلحاق کے حکم سے آپ نے یہ فرمایا تھا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی حاصل ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعوی ہے تو جب حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے سوال کیا تھا مَنْ اَبِی کہ میرا باپ کون ہے؟ اور آپ نے فرمایا کہ حذافہ، تو شیخ الاسلام عینی رح کو صاف یہ فرما دینا چاہئے تھا کہ چونکہ آپ کو کلی غیب تھا اس لئے یہ فرما دیا۔ انہوں نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اس وقت آپ پر وحی آئی تھی اور اس کے مطابق آپ نے عبد اللہ کو یہ جواب دیا اور فرماتے ہیں وھو الظاھر کہ ظاہر بات صرف یہی ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی تھی اور نیز فرماتے ہیں کہ یا آپ نے فراست یا قیاس یا استلحاق کے اصول کے پیش نظر جواب دیا جس کو علم غیب کلی حاصل ہو کر اس کو فراست اور قیاس وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟ غرضیکہ فریق مخالف کا اس روایت سے علم غیب کلی پر استدلال کرنا سو فیصدی باطل ہے وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ

Marfat.com

مفتی احمد یار خان صاحب تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الآیۃ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ "حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری اُمت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہم تو اُن کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنے کرنا منافقوں کا طریقہ ہے دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں" (بلفظہ جاء الحق صفحہ ۶۶)

جواب :-

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بے سر و پا روایتوں سے یہ مورچہ ہرگز فتح نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کی سند مبارک یوں ہے قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (دیکھیے معالم و مظہری وغیرہ) اور لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کی تشریح میں ہم سُدی کا ذکر خیر کر چکے ہیں کہ محدثین کرام رحمہ کے نزدیک اس کا روایت میں کیا پایہ ہے؟ پھر سُدی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کتنے راوی ہیں؟ اور ہیں وہ کیسے؟ ثقہ یا ضعیف؟ ان وسیع مفاوز اور جنگلات کو بیک جنبش پھاند کر آگے چلا جانا مفتی صاحب اور اُن کی لائق جماعت ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی رحمہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

قال الشیخ جلال الدین السیوطی رحمہ لم اقف علی ھذہ الروایۃ اھ (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)	امام جلال الدین سیوطی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں اس روایت (کی سند اور صحت) پر مطلع نہیں ہو سکا۔

ممکن ہے مفتی صاحب کو بطور کشف و الہام اس روایت کی سند اور اس کی صحت پر آگاہی حاصل ہو گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو دین

Marfat.com

کی سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت کے ساتھ دین کی سمجھ حاصل ہی کہاں ہو سکتی ہے، کما مر عن السیوطی؟ ؟

مفتی صاحب کو ارشاد الساری کا وہ حوالہ جس میں نبی کے لئے علم غیب کا ضروری ہونا منافقوں کا نظریہ قرار دیا گیا ہے اور پھر فقہاء احناف رح کی تکفیری عبارات بخوبی ملاحظہ کرنی چاہئیں ان شاء اللہ طبیعت بالکل صاف ہو کر عین سنٹر پر آجائے گی۔

آٹھویں حدیث

مفتی احمد یار خان صاحب مشکوٰۃ باب المعجزات سے حضرت ابوہریرۃ رض کی ایک روایت نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ ـــ "شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک صاحب (حضور علیہ السلام) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ) میں ہیں اور تم کو گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں"۔ انتہی بلفظہ (جاء الحق صـ ۶۹)

جواب :-

اس روایت کا صحیح مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ نے ماسبق اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتا دی ہیں مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال لفظ ما کے عموم استغراقی پر مبنی ہے۔ کیونکہ روایت کے یہ الفاظ ہیں (یخبرکم بما مضیٰ وما هو کائن بعد کم) اور ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ ما عموم میں نص قطعی نہیں ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں۔ آپ نے دیکھا کہ فریق مخالف کی گاڑی اکثر چار پہیوں پر چلتی ہے لفظ کُل، لفظ ما اور لفظ شیٔ وغیرہ کا عموم اور اُلٹی سمجھ، اور اس گاڑی کے اُوپر جو ڈھانچہ ہے وہ توحید، سنت اور حق اور اہل حق سے نفرت اور گریز ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبهم۔

نویں حدیث

مولوی محمد عمر صاحب ترمذی ج ۲ صـ ۳۶ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو رض سے ایک روایت نقل کر کے پھر اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العلمین کی طرف سے

Marfat.com

ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے، تو ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا ہمیشہ تک۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے نہ ان میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ کے لئے اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور تمام دوزخیوں کی فہرستیں اللہ تعالےٰ نے عطا کردی ہوئی ہیں جن میں ان کے اعمال بھی شامل ہیں، اب تم کہو کہ آپ کو غیب کلی نہیں تو تمہاری بات کو سچا مانا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو۔ بہرصورت اس حدیث پاک کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر مسلمان کو علم غیب کلی تسلیم کرنا عین ایمان ہے"۔ انتہی بلفظہ (مقیاس ص ۴۶۷)

جواب :-

اس سے بھی فریق مخالف کا استدلال باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی تھیں یا محض مثالی؟ شراح حدیث نے دونوں قول نقل کئے ہیں (دیکھئے مرقات ہامش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۱) حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں اسنادہ حسن کہہ کر اس قول کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی تھیں اور صحابہ کرام رضؓ نے بھی دیکھی تھیں (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۸۷) مگر ان دونوں کتابوں کے مثالی ہونے کا بھی انہوں نے باقاعدہ تذکرہ کیا ہے۔ جب ان کتابوں کے حسی اور مثالی ہونے میں ہی شراح حدیث کا اختلاف ہے تو فریق مخالف کا دعویٰ ان کو علی التعیین حقیقی اور حسی سمجھ کر کیسے صحیح ہوگا؟

وثانیاً اگر یہ دونوں کتابیں حسی بھی ہوں اور صحابہ کرام رضؓ نے ان کو دیکھا بھی ہو تب بھی اس میں صرف اس کا ذکر ہے کہ جنتیوں کے اور ان کے آباء کے اور ان کے قبیلوں کے نام اور اسی طرح دوزخیوں کے اور ان کے آباء کے اور قبیلوں کے نام درج تھے۔ اس میں اس کا ذکر کہاں ہے کہ ہر ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات بھی ان میں درج تھے اور اس کا ذکر اس میں کہاں ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کتابوں کے اندر درج شدہ پورے ناموں کی مکمل تفصیل کا بھی علم تھا؟ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کتابوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کے درج شدہ تمام ناموں کا آپ کو تفصیلی علم تھا تو فریق مخالف بتائے کہ جانوروں اور کیڑے

Marfat.com

مکوڑوں وغیرہ کا جو غیر مکلّف مخلوق ہے اور جنت اور دوزخ میں نہیں جائیں گے (الا اذا ثبت فی البعض) تو ان کا ذکر ان کتابوں میں کہاں ہے ؟ علم غیب کلّی صرف مکلّف مخلوق کے ناموں اور ان کے اجمالی و تفصیلی حالات ہی کا نام نہیں ہے بلکہ علم غیب کلّی تو زمین کے ہر ہر ذرّے اور درخت کے ہر ہر پتّے اور دریا کے ہر ہر قطرہ وغیرہ وغیرہ کا نام ہے اور اس روایت سے ان کے بارے میں علم غیب کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہوتا جیسا کہ بالکل عیاں ہے۔

وثالثاً اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التعیین نام معلوم تھے تو آپ نے ابوطالب اور عبداللہ بن اُبی وغیرہ کے لئے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دوزخی تھے کیوں مغفرت کی دعا کی ؟ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور نہی کیوں نازل ہوئی ؟ کیا آپ نے جان بوجھ کر دوزخیوں کے لئے دعائے مغفرت کی ؟

الحاصل اس روایت سے علم غیب کلّی ثابت کرنا نرا جنون ہے بشرطیکہ کسی کو سمجھ اور انصاف سے کچھ حصّہ ملا ہو۔

دسویں حدیث

خانصاحب مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں :- واللفظ لہ شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رض کی روایت ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ	اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(جاء الحق صـ۶۳ ۔ انباء المصطفٰے صـ۸ و مقیاس صـ۴۶۰)

البتہ خانصاحب اس میں بحوالہ طبرانی اور کتاب الفتن لنعیم بن حماد اور حلیہ لابی نعیم کے حوالہ سے کفی ھذہ کے بعد یہ ٹکڑا ابھی زیادہ روایت کرتے ہیں کہ :-

جلیا نا من اللہ جلاہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کما جلاہ للنبیین	اللہ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشن کہ مولٰی عزّوجل نے ان میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزّ جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے اُن محبوبوں کے پیش

Marfat.com

تصرف فرمادیا مثلاً شرق سے غرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اھ بلفظہ (انباء المصطفےٰ صف)

جواب :-

بلاشک یہ روایت فریق مخالف کے لیئے بڑی کار آمد بلکہ اکسیر تھی مگر کاش کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ طبرانی کی جملہ تصانیف محدثین کرام رح کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ: " و اکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہا نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ" (عجالہ نافعہ صفحہ) اور ابونعیم کی جملہ تالیفات طبقہ رابعہ سے ہیں جن کے بارے میں فیصلہ یہ ہے" ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" (ایضاً صفحہ) نہ صرف یہ کہ یہ روایت محض طبقہ ثالثہ اور رابعہ کی ہے بلکہ ضعیف بھی ہے چنانچہ مشہور حنفی محدث حافظ علی متقی رح المتوفی ۹۷۵ھ لکھتے ہیں کہ سندہ ضعیف (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۹۵) کہ اس کی سند ضعیف ہے اور ضعیف حدیث کی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور پھر اس سے نصوص قطعیہ کے خلاف عقیدہ ثابت کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ خانصاحب نے ایک مقام پر کیا ہی خوب کہا ہے کہ: "حدیث ماننے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے کے لیئے ثبوت چاہیئے بے ثبوت نسبت جائز نہیں اور قول مذکور ثابت نہیں" بلفظہ (عرفان شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۷)

اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں اور نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ قارئین کرام! فریق مخالف کی طرف سے اس کے علاوہ بھی بعض احادیث پیش کی گئی ہیں جن سے اکثر حصہ ہم نے عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ کی تشریح اور دیگر مختلف ابواب میں نقل کرکے جوابات دے دیئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی بعض حدیثیں باقی ہیں مگر ان سے کسی کو علم غیب کے اثبات پر بہت کم شبہ ہو سکتا ہے۔ جن روایات پر فریق مخالف کے دعویٰ کا مدار تھا وہ ہم نے عرض کر دی ہیں اور ساتھ ہی جوابات بھی عرض کر دیئے گئے ہیں تِلکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ۔

اب ہم فریق مخالف کو ایک عمدہ اور جائز ورد بتلاتے ہیں وہ صبح و شام اس کو پڑھا کرے، اور

Marfat.com

یقین رکھے کہ وہ ورد ناجائز نہیں ہے۔ وردِ مبارک یہ ہے :ے

اے میرے باغِ آرزو، کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سُو، کوئی کلی کھلی نہیں

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں قرآن کریم اور سنّت صحیحہ اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و فقہاء کرام رحم و محدثین عظام رحم اور سلف صالحین کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو نُورِ توحید اور شمعِ سنّت سے منور کرے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت اور عادت ہے کہ اگر کوئی اُس سے لینے والا ہو تو وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔ اکبرؔ نے کیا خوب کہا ہے ے

سرور، نور، وجد و حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے ہو ترے دل میں طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نُور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی کہ ہے جس نے شب پیدا

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وجمیع امتہ الی یوم القیامۃ۔ آمین!

وانا العبد الاحقر ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر الھزاروی تولّداً والصواتی نسباً والحسینی مشرباً والدیوبندی مسلکاً خطیب جامع گکھڑ ضلع گوجرانوالہ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مؤرخہ ۱۹ محرم الحرام ۲۶ جولائی سنہ ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء

Marfat.com

حسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام

اس میں قرآنِ کریم، صحیح احادیث، آثارِ صحابہ کرام و تابعین و اتباع تابعین اور دیگر جمہور فقہاء اور محدثینِ عظام سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں کسی بھی قسم کی قرأت عموماً اور سورہ فاتحہ خصوصاً ممنوع ہے اور جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قرأت کرنا قرآنِ کریم اور حدیثِ صحیح اور اجماع کے خلاف ہے اور فی نفسہٖ منکر اور شاذ ہے اور سری نمازوں میں آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے نیز عقلی اور قیاسی دلائل سے اس مسئلے پر فیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور فریقِ ثانی کو مسکت جواب دیئے گئے ہیں قیمت جلد اوّل تین روپے آٹھ آنے۔ جلد دوم صرف دو روپے +

گلدستہ توحید طبع چہارم

مسئلہ توحید، اصنام و اوثان کی تحقیق اور شرک کی حقیقت کو قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور صدہا تاریخی واقعات سے بے نقاب کیا گیا ہے۔ اردو میں ایسی کتاب آج تک طبع نہیں ہوئی۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے، علاوہ محصول ڈاک + طبع چہارم میں بہت سے اضافے بھی شامل ہیں۔

دل کا سرور طبع سوم اضافات کے ساتھ

مسئلہ مختارِ کل پر محققانہ بحث کہ تشریعی اور تکوینی طور پر شارع اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے اور مخالفین کو مسکت جواب دیئے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک

مسئلہ حاضر و ناظر پر فیصلہ کن کتاب جس میں قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم کے سینکڑوں حوالجات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچائی گئی ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ طبع سوم میں کم و بیش پچاس صفحات کا اضافہ ہے اور اس میں مولوی عبدالسمیع صاحب کی انوارِ ساطعہ، مولوی محمد عمر صاحب کی مقیاسِ حنفیت اور مفتی احمد یار خاں صاحب کی جاء الحق خصوصیت سے پیشِ نظر رکھی گئی ہیں قیمت فی جلد صرف دو روپے بارہ آنے محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:

(۱) ناظم انجمن مدرسہ عربیہ اسلامیہ مسجد بوہڑ والی۔ گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ

(۲) ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، شہر گوجرانوالہ (۳) ناظم مکتبہ رشیدیہ، مقام فقیر والی ضلع بہاولنگر

(پاکستان)

Marfat.com

اَلْمِنْهَاجُ الْوَاضِحُ

یعنی

راہِ سُنّت

جس میں بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے اہل سنت والجماعت کے دلائل کا معیار اور بدعتِ لغوی اور شرعی کا مفہوم اور حکم قرآنِ حکیم، صحیح احادیث اور صدہا عبارات سے واضح کیا گیا ہے اور تمام مشہور بدعات میلاد، عرس، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں کو پختہ کرنا، قبر پر اذان کہنا، نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا، تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، حیلۂ اسقاط، دورانِ قرآن وغیرہ وغیرہ پر فرداً فرداً مفصل بحث کی گئی ہے اور فریقِ مخالف کو مسقط اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابر علماءِ دیوبند پکے حنفی اور سُنی مسلمان ہیں۔ ان کو وہابی کہنا سراسر بہتان، خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔

قیمت تین روپے آٹھ آنے، محصول ڈاک علاوہ

مسئلہ قربانی ۴ر — چالیس دعائیں ۴ر

یہ کتابیں آئندہ طبع ہونگی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(۱) الکلام الحاوی (۲) چراغ کی روشنی (۳) آئینۂ محمدی (۴) شوقِ حدیث۔
(۵) الکلام المفید (۶) حیات اور نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام (۷) ختمِ نبوت۔
(۸) عمدۃ الاثاث (۹) مسئلۂ تراویح (۱۰) نور اور بشر کی تحقیق

محصول ڈاک وخرچ پیکنگ بذمہ خریدار۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ ضروری ہے۔

ملنے کے پتے

(۱) ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، شہر گوجرانوالہ
(۲) ناظم انجمن اسلامیہ، مسجد بوہڑ والی، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ
(۳) ناظم مکتبۂ رشیدیہ۔ مقام فقیر والی ضلع بہاول نگر
(پاکستان)

Marfat.com

اَلْمِنْهَاجُ الْوَاضِحُ
یعنی
راہِ سُنّت

لاہور پاکستان

جس میں بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے اہل سنت والجماعت کے دلائل کا معیار اور بدعت لغوی اور شرعی کا مفہوم اور حکم قرآنِ حکیم، صحیح احادیث اور صدہا عبارات سے واضح کیا گیا ہے اور تمام مشہور بدعات میلاد، عرس، قبروں پر چراغاں کرنا، قبروں کو پختہ کرنا، قبر پر اذان کہنا، نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا، تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں، حیلۂ اسقاط، دورانِ قرآن وغیرہ وغیرہ پر فرداً فرداً مفصل بحث کی گئی ہے اور فریقِ مخالف کو مسقط اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اکابرِ علماءِ دیوبند پکے حنفی اور سُنّی مسلمان ہیں۔ ان کو وہابی کہنا سراسر بہتان، خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔

قیمت تین روپے آٹھ آنے، محصول ڈاک علاوہ

مسئلہ قربانی ۴ر چالیس دعائیں ۴ر

یہ کتابیں آئندہ طبع ہونگی (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۱) الکلام الحاوی (۲) چراغ کی روشنی (۳) آئینۂ محمدی (۴) شوقِ حدیث۔
(۵) الکلام المفید (۶) حیات اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۷) ختم نبوت۔
(۸) عمدۃ الاثاث (۹) مسئلۂ تراویح (۱۰) نُور اور بشر کی تحقیق

محصول ڈاک و خرچ پیکنگ بذمہ خریدار۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ ضروری ہے۔

ملنے کے پتے

(۱) ناظم مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، شہر گوجرانوالہ
(۲) ناظم انجمن اسلامیہ، مسجد بوہڑ والی، گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ
(۳) ناظم مکتبۂ رشیدیہ۔ مقام فقیر والی ضلع بہاول نگر
(پاکستان)

Marfat.com

إزالة الريب

عن عقيدة

علم الغيب

ابو الزاهد محمد سرفراز خان صفدر

Marfat.com